حالاتِ قائدِ اعظمؒ
خالد اختر افغانی

حالاتِ قائدِ اعظمؒ

خالد اختر افغانی

آتش فشاں پبلیکیشنز

شبستان سینما — ایبٹ روڈ — لاہور

قیمت : ۱۲۵ روپے
مئی : ۱۹۸۸ء
پبلشرز : آتش فشاں پبلی کیشنز
شبستان سینما۔ ایبٹ روڈ لاہور
فون نمبر ۳۰۳۴۱۴
پرنٹرز : نفیس پرنٹرز - لاہور

اسمٰعیل خواجہ حسین کے نام

فہرست

پیش لفظ

جناب خالد اختر افغانی کی " حالاتِ قائدِاعظمؒ" دراصل بانیٔ پاکستان حضرت قائدِاعظم محمد علی جناح رحمتہ اللہ علیہ کا سفرِ سیاسی تگ و تاز ہے۔ وہ سفر جس کے دوران میں قائدؒ ایک غازی کے جذبے اور ایک شہید کے ولولے سے ہر سنگِ راہ کو لڑھکاتے چلے جاتے ہیں قائدِاعظمؒ کے سیاسی سفر کی یہ داستان ہمیں بتاتی ہے کہ کانگریس اور انگریز کے جھوٹ 'مکر' وعدہ خلافیوں اور ڈپلومیسی کی چیرہ دستیوں کو کس طرح انہوں نے اپنی حق آشنائی 'حق پرستی اور حق گوئی سے تار تار کر کے رکھ دیا۔

ایک وقت تھا جب قائدِاعظمؒ کو اپنے ہندوستانی ہونے پر ناز تھا۔ انہوں نے ہندو مسلم اتحاد کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا یہاں تک کہ انہیں "ہندو مسلم اتحاد کا سفیر" کے لقب سے یاد کیا جانے لگا پھر وہ کون سے واقعات اور حالات رونما ہوئے کہ ہندو مسلم اتحاد کا یہ سفیر مسلمانوں کے لئے ایک الگ وطن پر اَن ٹَل ہو گیا اور انہیں یہ موقف اختیار کرنا پڑا۔

> "اگر مسلمانوں کے مفاد کے خلاف کوئی حل یا تجویز زبردستی عائد کی گئی تو ہم اس کی مزاحمت کریں گے اور اس کے جو بھی نتائج ہوں گے ان کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اگر ہندو یا برطانوی قیادت الگ الگ یا مل کر فریب کاریوں اور سازشوں پر اتر آئے تو ہم اس کی مدافعت کریں گے تا آنکہ ہم سب کے سب مر جائیں۔"

" حالاتِ قائدِاعظمؒ" میں اس ساری تبدیلی اور انقلاب کی روداد موجود ہے۔

قائدِاعظمؒ کی ابتدائی زندگی کو مختصراً بیان کرنے کے بعد جب مصنف ۳۶ء۔۳۷ء پر آتا ہے تو اس کا قلم بھرپور ہو جاتا ہے کیونکہ یہی وہ زمانہ تھا جب قائدِاعظمؒ نے برِصغیر کے نو کروڑ مسلمانوں کے منتشر' غریب 'ناخواندہ' بےبس اور بے نظم غول کو ایک قوم بنانے اور منوانے اور اس سرافگندہ 'سرگرداں اور سرگشتہ طبقے کو سرافراز اور سربہ فلک کرنے کے لئے آل انڈیا مسلم لیگ کی تنظیم نو کی۔ پھر حالات نے خواہ کتنی ہی ناموافق صورت کیوں نہ اختیار کر لی۔ قائدؒ کسی مرحلے پر حوصلہ نہیں ہارتے۔ صبر اور برداشت کا دامن نہیں چھوڑتے۔

خالد اختر افغانی جو پہلے خاکسار تھے۔ پھر قائدِاعظمؒ کے خوشہ چیں ہوتے ہیں۔ قائدِاعظمؒ کا جانثار

پیرو کار ہونے کے باوجود وہ " حالاتِ قائداعظمؒ " میں عقیدت کے خروش میں غلو کا جوش پیدا نہیں کرتے۔ بلا کم و کاست اور بعض جگہوں پر مختصر اور مناسب تبصرے کے ساتھ قاری کو اس دور میں رونما ہونے والے سیاسی نشیب و فراز میں لئے پھرتے ہیں۔ میں یہاں ایک مثال بیان کرنا چاہوں گا۔

قائداعظمؒ کے حوالے سے اکثر اوقات یہ واقعہ تحریر و تقریر میں بیان ہوتا ہے کہ " پاکستان میں نے 'میرے ٹائپ رائٹر نے اور میرے پرائیویٹ سیکرٹری نے بنایا۔" بعض لوگ اسے یوں بھی بیان کرتے ہیں "مسلم لیگ کیا ہے میں، میرا ٹائپ رائٹر اور میرا پرائیویٹ سیکرٹری۔ "

یہ بات بالکل لغو اور خلافِ واقعہ ہے کوئی بھی آج تک اس جملے کا سورس نہیں بتا سکا کہ قائداعظمؒ نے کب 'کہاں اور کس کے ساتھ اس کا اظہار کیا اس کے برعکس قائداعظمؒ کے حوالے سے اس قسم کا مواد عام مل جائے گا کہ پاکستان عوام کی کوششوں سے ظہور میں آیا۔ قائداعظمؒ قیام پاکستان یا آل انڈیا مسلم لیگ کی جدوجہد کا کریڈٹ اپنی ذات 'اپنے ٹائپ رائٹر اور اپنے پرائیویٹ سیکرٹری تک محدود کر کے کروڑوں عوام کی توہین نہیں کر سکتے تھے۔ اس خود ساختہ یا بگڑے ہوئے جملے کے بارے میں " حالاتِ قائداعظمؒ " میں اصل صورت حال موجود ہے۔ جب وہ ایک الزام کے جواب میں فرماتے ہیں:

> " میری ذاتی قیام گاہ کو قابلِ رشک سمجھنے والے بتائیں کہ میرے پاس عملہ اور فوج اور اسلحہ کہاں ہے۔ **میرا اسلحہ صرف** ایک اٹیچی کیس 'ایک ٹائپ رائٹر اور ایک پرسنل اسسٹنٹ ہے۔ ہاں میں ہار ماننے کا عادی نہیں۔ اور مجھے اپنی قوم پر پورا اعتماد ہے...... "

قائداعظمؒ کے سیاسی سفر کی یہ رُوداد اس سیاسی عمل کی اہمیت بھی واضح کرتی ہے۔ جس نے ایک بیرسٹر ایم اے جناح کو مسلمانوں کے نادرِ کار لیڈر قائداعظم محمد علی جناحؒ میں ڈویلپ کر دیا اور وہ لیڈر اپنے سیاسی اور عمرانی تجربے اور تاریخ و جغرافیے کی گہری پہچان 'ادراک اور شعور کے پس منظر میں مختلف بیانات 'انٹرویوز 'پریس کانفرنسوں اور تقاریر میں جو جو نشاندہی کرتا ہے بلاشبہ ان کی وہ باتیں اور تقاریر پاکستان اور پاکستانی قوم کے لئے ایک میگنا کارٹا ہیں۔

" حالات قائداعظمؒ " کا سیاقِ عبارت خود بخود قاری کو اس نتیجے پر پہنچا دیتا ہے کہ قائداعظمؒ کتنے بڑے معاملہ فہم 'کتنے بڑے مدبّر 'کتنے بڑے مسلمان 'کتنے بڑے انسان 'کتنے بڑے حریت پسند اور کتنے بڑے سٹیٹسمین تھے ان کی حقیقت پسندی اور سٹیٹسمین شپ کا اندازہ اس امر سے بھی کیا جا سکتا ہے کہ فلسطین میں اسرائیل کے قیام سے پیدا ہونے والے نتائج کے بارے میں وہ جو جو کچھ فرماتے رہے۔ تقسیم بنگال و پنجاب کے عواقب پر جو اظہار خیال کیا 'حکومت الٰہیہ کے تصوّر پر جو کچھ کہا اور سکھوں کے متعلق جو پیش گوئی کی وہ سب کچھ درست ثابت ہو رہا ہے مثال کے طور پر تقسیم پنجاب و بنگال کو ایک سازشی اقدام قرار دیتے ہوئے انہوں فرمایا۔

''اگر یہ دونوں صوبے تقسیم کر دیئے گئے جس کا کہ بنگال کے اعلیٰ ذات کے ہندو اور پنجاب کے سکھ مطالبہ کر رہے ہیں تو اس کا نتیجہ بہت ہی خطرناک ہو گا اور میری رائے میں پنجاب کے سکھ سب سے زیادہ نقصان میں رہیں گے اور مغربی پنجاب کے مسلمانوں پر بھی ایک ضرب لگے گی اسی طرح مغربی بنگال کے اعلیٰ ذات کے ہندو بہت زیادہ گھاٹے میں رہیں گے اور یہی مشرقی پنجاب کے ہندوؤں کا ہو گا صوبوں کے بٹوارہ کا خیال ہی غیر ذمہ دارانہ اور ناعاقبت اندیشانہ ہے.........''

اصطلاحی اور روایتی معنوں میں ''حالاتِ قائداعظمؒ'' کا شمار بیشک باقاعدہ سوانح کے صنف میں نہ ہو، لیکن قائداعظمؒ کے سیاسی تشخص کے حوالے سے یہ کتاب اس دور کی ایک شاندار سیاسی تاریخ ہے جو قائداعظمؒ اور تحریک پاکستان کے قلم کاروں کے لئے بھی خاصا مواد فراہم کرتی ہے۔

القصہ اس دور کے سیاسی خال وخد اور جزر ومد میں قائداعظمؒ کی سیاسی جودت خالد اختر افغانی کے خلوص قلب اور جولان قلم سے ٹپکی ہوئی ''حالاتِ قائداعظمؒ'' میں بڑی بان سے جھلمل کرتی نظر آتی ہے۔

منیر احمد منیر

لاہور ۲۱ اپریل ۱۹۸۸ء

ابتدائیہ

میری یہ کاوش علاوہ اس غیر فانی محبت و عقیدت کے جو مجھے ناخدائے ملّتِ اسلامیہ قائد اعظمؒ سے ہے۔ اس لغزش کا بھی کفارہ ہے۔ جو ۱۹۴۲ء میں مجھ سے بایں صورت سرزد ہوئی کہ میں مسلم جمہور اور سوادِ اعظم ملّت سے کٹ کر خاکسار تحریک میں شامل ہو گیا۔

خاکسار تحریک اپنے حسین اصولوں اور علامہ مشرقی کی ساحرانہ تحریروں کی وجہ سے ایک ایسا سحر ہے جس میں میرے جیسے ہزاروں ملّت کا درد رکھنے والے نوجوان شریک ہوئے۔ بعض علامہ مشرقی کی کمزور سیاسی بصیرت کے باعث بے رحم سامراجی گولیوں کا شکار ہو کر خاک و خون میں تڑپے اور ابدی نیند سو گئے۔ لیکن ان کے پاک اجسام سے بہتا ہوا خون سینۂ زمین پر وہ تحریر ثبت کر گیا جو ہمارے احساساتِ غلامی کے لئے تازیانہ کا کام دے گی۔ بعض اپنے باریک بیں مطالعہ کے بعد اس "حسن بن صباحی" تحریک سے علیحدہ ہو گئے۔ انہوں نے علامہ مشرقی کی ساحرانہ تحریروں میں وہ کچھ دیکھ لیا جو صفحۂ قرطاس پر نہیں بلکہ علامہ مشرقی کے خیالوں میں تھا۔ یعنی ۔

کہیں کہیں سے تمہیں دیکھ ہی لیا ہم نے
حجاب تم سے بطرزِ حجاب ہو نہ سکا

اور بعض ابھی تک اس کے چنگل میں پھنسے ہوئے ہیں اور ملّت کے تخریبی پروگرام میں نمایاں حصہ لے رہے ہیں۔

میں نے خاکسار تحریک کو "حسن بن صباحی" تحریک کہا ہے حالانکہ مسٹرا مبیدکر کا خیال ہے کہ یہ ہندو سیوادل کے مقابلے میں مسلمانوں کی طرف سے عالم وجود میں آئی تھی۔ مگر جہاں تک میرے مطالعہ کا تعلق ہے۔ میں کہہ سکتا ہوں کہ مسٹرا مبیدکر کا یہ خیال حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں رکھتا۔ خاکسار تحریک صرف علامہ مشرقی کی دماغی اُپج کا نتیجہ تھی۔

خاکسار تحریک کی وجہ سے جہاں سینکڑوں مسلم نوجوان شہید ہوئے۔ سہاگنیں بیوہ اور بچے یتیم ہوئے۔ ماؤں کی کوکھیں اُجڑیں، وہاں اس تحریک کے ایک فرد نے پوری ملّتِ اسلامیہ کو یتیم بنانے کا قابل نفریں اقدام کیا تھا۔ لیکن قدرت کے مدِّنظر ملّتِ اسلامیہ کی بہبودی تھی۔ اس نے ملّتِ مرحوم کو حیاتِ ثانیہ بخشنے والے قائدؒ کو قاتلانہ حملہ سے بچالیا۔

خدا رکھے تمہیں تم ہو نظر پڑتی ہے عالم کی

یہ قائدؒ مالابار ہل بمبئی کی بلندیوں پر بسنے والا سرو قد دُبلا پتلا مگر عزائم کی جان ' ایقان کا مجسمہ ' انقلابات کا سرچشمہ ' بات کا دھنی ' خودی کا پیکر اور تیقّن کی روح ' ملّتِ اسلامیہ کے لئے رحمت بن کر میدانِ سیاست میں کودا اور ببانگ دہل فرمایا۔

یہ جا کر کوئی کہہ دے مغربی کشور کشاؤں سے
کہ ہے بے سود الجھنا ربِ اکبر کی قضاؤں سے

مسلمان جو جنگِ آزادی میں اپنا سب کچھ کھو چکے تھے۔ جنہیں لُوٹ کر نہ صرف نہتا اور غلام بنایا گیا تھا۔ بلکہ ان کی عزت و دولت بھی لوٹی ' عظمت و شوکت بھی ہتھیائی ' سطوت و جلال بھی چھینا گیا۔ اب انکے پاس نظام تھا نہ پلیٹ فارم۔ رہبر تھا نہ جماعت۔ تھی تو پریشانی اور انتشار۔ حکومت کے ظلموں نے زبان پر تالے لگا دیئے تھے۔ حرکات و سکنات پر کڑی نگرانیاں تھیں۔ طرز بود و باش کا جائزہ لیا جا رہا تھا اور مسلمان غلامی کے عادی بنائے جا رہے تھے۔ یعنی شاہین بچوں کو کرگسی عادات سکھائے جا رہے تھے۔ شیروں کو بھیڑ اور بکری کے اوصاف سے متصف کیا جا رہا تھا۔

سلطان سراج الدولہ اور سلطان ٹیپو کی شہادتیں وقارِ ملّت اور فلاحِ قوم کی موت کے مترادف تھیں۔ برطانوی سیاست نے مسلمانوں کو اس طور پر کسا کہ ان میں ہلنے کی سکت نہ رہی۔ آنکھوں کے سامنے ان کا سب کچھ لوٹ لیا گیا۔ مگر دم مارنے کی مجال نہ تھی۔ ہندوستان کے بقیہ مسلم فرمارو صرف عضوِ معطّل ہو کر رہ گئے۔ جو بے معنی بادشاہ اور نواب وغیرہ کے خطابات اپنائے ہوئے تھے۔

مسلمانوں کی اس ملکی و ملّی بربادی کا باعث نئے نئے برطانوی سامراج کے علاوہ میر صادق ' میر جعفر اور ان کے کئی اور ساتھی بھی تھے (اگر آج قلم پر پابندیاں نہ ہوتیں تو ان کی گھناؤنی ' غدّارانہ اور ملّت فروشانہ زندگی کو اس طرح بے نقاب کرتا کہ موجودہ نسل اور آنے والی نسلیں انہیں تاریخ اسلام میں عبداللہ ابن اُبی کا درجہ دیتیں)۔

صادق و جعفر اور ان کے ساتھیوں کی غدّارانہ جاہ طلبی نے نہ صرف بنگال اور دکن برطانیہ کو سونپا۔ بلکہ پیر تسمہ پا کی طرح برطانوی جال پورے ہندوستان میں پھیلنے لگا (گو اُس وقت ہندوستان ان سرحدات کا نام نہ تھا جن کا آج ہے اور جن کی وحدت کا بے معنی ڈھول کانگریس اور جعفر و صادق کے بھائی پیٹ رہے ہیں)۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جب مسلمانوں کی ذلّت و بربادی انتہا کو پہنچ گئی۔ تو بعض ایسے مسلمانوں نے "دستور زباں بندی" کے باوجود اپنی زبانیں کھولیں۔ جنہیں قوم کے زوال کا احساس ہوا انہوں نے اپنے نظریات کے مطابق قوم کی خدمت کا بیڑا اٹھایا۔

ان دردمندانِ قوم میں سرسید احمد خان ' مولانا شوکت علی ' حکیم الامّت علامہ اقبال ' مولانا شبلی ' اکبرالہ آبادی ' حکیم اجمل خان ' ڈاکٹر انصاری ' مولانا محمد علی ' محسن الملک ' وقار الملک ' مولانا حالی ' مولانا

حسرت موہانی اور مولانا ظفر علی کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ مولانا ابوالکلام آزاد بھی اسی صف کے ممبر تھے۔ مگر نہ معلوم کانگریس کا وہ کونسا ایسا جادو تھا کہ جس نے درد مندِ قوم و ملت ابوالکلام کا سینہ قوم کے درد سے خالی کر دیا۔

ان حضرات نے قوم کو اقوام عالم کے زوال و عروج کی داستانیں سنائیں۔ اسے کھوئی ہوئی منزل کا پتہ دیا۔ قوم کی رگوں میں منجمد خون کو گرمانے کی کوششیں کیں۔ قوم کو تنظیم کی خوبیوں سے آشنا کیا۔ قوم کو ایک پلیٹ فارم پر جمع ہونے کی ترغیب دی۔ قوم کے منتشر اجزاء کو جمع کرنے کے لئے نثر و نظم اور تقاریر سے کام لیا۔

اس سے کسی کو مجال انکار نہیں کہ مذکورہ حضرات کی کوششیں بار آور ہوئیں۔ قوم بیدار ہوئی اس کے سمجھنے اور سوچنے کی قوتیں جاگ اٹھیں۔ اس میں صلاحیتیں پیدا ہوئیں۔ وہ اپنا بھلا برا سمجھنے لگی اور سوچنے کی عادت پیدا ہو گئی۔

گو قائدین کی تعداد کافی تھی۔ مگر کوئی دانائے روزگار اور نبّاضِ وقت ایسا نہ تھا جو افرنگی سیاست اور اکثریت کی چالوں کو پہچانتا۔ آخر قدرت نے یہ کام مسٹر محمد علی جناح کو سونپا۔ یعنی ؎

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

آپ میدانِ سیاست میں اترے اور اس دعوے کے ساتھ کہ مسلمان ہندوستان میں ایک مستقل قوم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس لئے نہ صرف ان کی قومی حیثیت کو مانا جائے بلکہ انہیں ایک ایسے خطۂ زمین کی ضرورت ہے جہاں وہ بلا شرکت غیرے اپنے کلچر و تمدن اور تہذیب و معاشرت کی حفاظت کر سکیں۔ قائداعظم کے اس دعویٰ سے برطانوی اور کانگریسی کیمپ میں کھلبلی مچ گئی۔ ہندوستان کی نمائندگی کی دعویدار کانگریس سہمی، لرزی اور اس کے نیتا بوکھلا گئے۔ اواہی تباہی بکنے لگے۔ کانگریسی پریس نے زمین و آسمان کے قلابے ملا دیئے۔ تجوریوں کے دروازے کھل گئے۔ سیاسی خرید و فروخت شروع ہو گئی۔ ابن الوقت اور ذاتی مفاد کے دیوانے مسلمان خریدنے کی کوششیں جاری ہوئیں۔ مگر یہ ثانی اتاترک اور آہنی عزم کا پتلا اپنی بات پر اڑ گیا۔

قائداعظم کے اس عزمِ آہنی کی وجہ سے برطانوی اور کانگریسی صفوں میں ماتم بپا ہو گیا۔ ہندوا سے رجعت پسند ٹوڈی اور حکومت کا غلام کہنے لگے۔ انگریزوں نے سمجھا کہ دوسرا سلطان ٹیپو پیدا ہو گیا۔ قائداعظم اس تمام شور و غوغا سے بے نیاز بڑھتے گئے۔ یہاں تک کہ پاکستان کا سنگ بنیاد رکھ دیا۔ بس پھر کیا تھا ایک نہ تھمنے والا کہرام تھا جو ایوان کانگریس میں پیدا ہو گیا۔ مونجے، مالوی، ساورکر، گاندھی، جواہر، پٹیل، سبھی چیخ اٹھے۔ مگر اس چیخ و پکار کا اثر یہ ہوا کہ قائداعظم معہ اپنے قافلہ کے پاکستان کی طرف بڑھتے ہی چلے گئے۔

قائداعظم کی راہ میں روڑا اٹکانے والے صرف برطانوی اور ہندو ہی نہ تھے بلکہ چند جعفر و صادق بھی

تھے۔ جنھوں نے ذاتی مفاد اور خود غرضیوں کی وجہ سے فرزندانِ اسلام کو پھر ایک بار ناکامیوں سے دوچار کرانے کی کوشش کی۔ مگر قائداعظمؒ نے ان ملّت فروشوں کی ایک بھی چلنے نہ دی۔ حالانکہ وہ کئی رنگوں میں ظاہر ہوئے۔ کہیں مجلس احرار کی صورت میں "حکومت الٰہیہ" کا بہانہ لے کر۔ کہیں خاکساروں کے روپ میں "غلبۂ اسلام" کا نعرہ بلند کرتے ہوئے۔ کہیں جمعیت العلماء کے بھیس میں "تحفظِ اسلام" کا حسین جال پھیلائے ہوئے۔ کہیں نیشنلسٹ مسلمانوں کی جون میں "وحدتِ قومی" کا "جذبہ" لے کر۔ ان سب ملّت فروش غدّاروں کی پشت پر اکثریت کی طاقت اور دولت تھی۔ مگر اِس طرف اللہ کا نام اور قائداعظمؒ کا عزم تھا۔

پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس
صدیقؓ کے لئے ہے خدا کا رسولؐ بس

قائداعظمؒ نے ان کانگریسی غلاموں کو اپنے مخصوص انداز میں فرمایا کہ ملّت سے دشمنی نہ کرو۔ ذاتی مفاد کیلئے پوری قوم کو تباہیوں کے گڑھے کی طرف نہ دھکیلو۔ خود غرضی کے لئے اسلام فروشی نہ کرو۔ مگر وہ نہ سمجھے اور وہ اس لئے کہ کانگریسی دولت نے ان کے سوچنے کی صلاحیتوں پر قبضہ کر رکھا تھا۔

کانگریس نے اپنے مفاد کیلئے ہمیشہ مسلمانوں کو استعمال کرنے کی کوشش کی۔ بعض سادہ لوح اور ملک و ملّت کا درد رکھنے والے اور بعض خود غرض ہمیشہ ان کے چنگل میں پھنسے رہے۔ خلافت کے عہدِ شباب میں کانگریس نے مسلمانوں کے کندھوں پر رکھ کر بندوق چلائی۔ علی برادران نے مسٹر گاندھی اور ان کے حواریوں کو چہار دانگ عالم میں روشناس کرایا۔ مگر اس محسن کش نے ہمیشہ مسلمانوں کی بیخ کنی کی تدابیر سوچیں۔ اللہ کا شکر ہے کہ قائداعظمؒ اس "ضمیر کی آواز" والے کے حسین دام میں نہ پھنسے۔

یہی وجہ ہے کہ میں نے ملّتِ اسلامیہ کے محسن، امیرِ پاکستان کی زندگی کے حالات قلمبند کرنے کی جراُت کی ہے۔ گو مجھے اپنی کم مائیگی اور بے بضاعتی کا اعتراف ہے۔ مگر اس پر بھی میری جراُتِ رندانہ مجھے اُکساتی رہی کہ میں قائداعظمؒ کو عامتہ المسلمین کے سامنے پیش کرنے کی جسارت کروں اور میں نے کی۔ اس امتحان میں کامیاب ہوا ہوں یا نہیں اس کا فیصلہ قارئین کرام پر ہے۔

خالد اختر افغانی
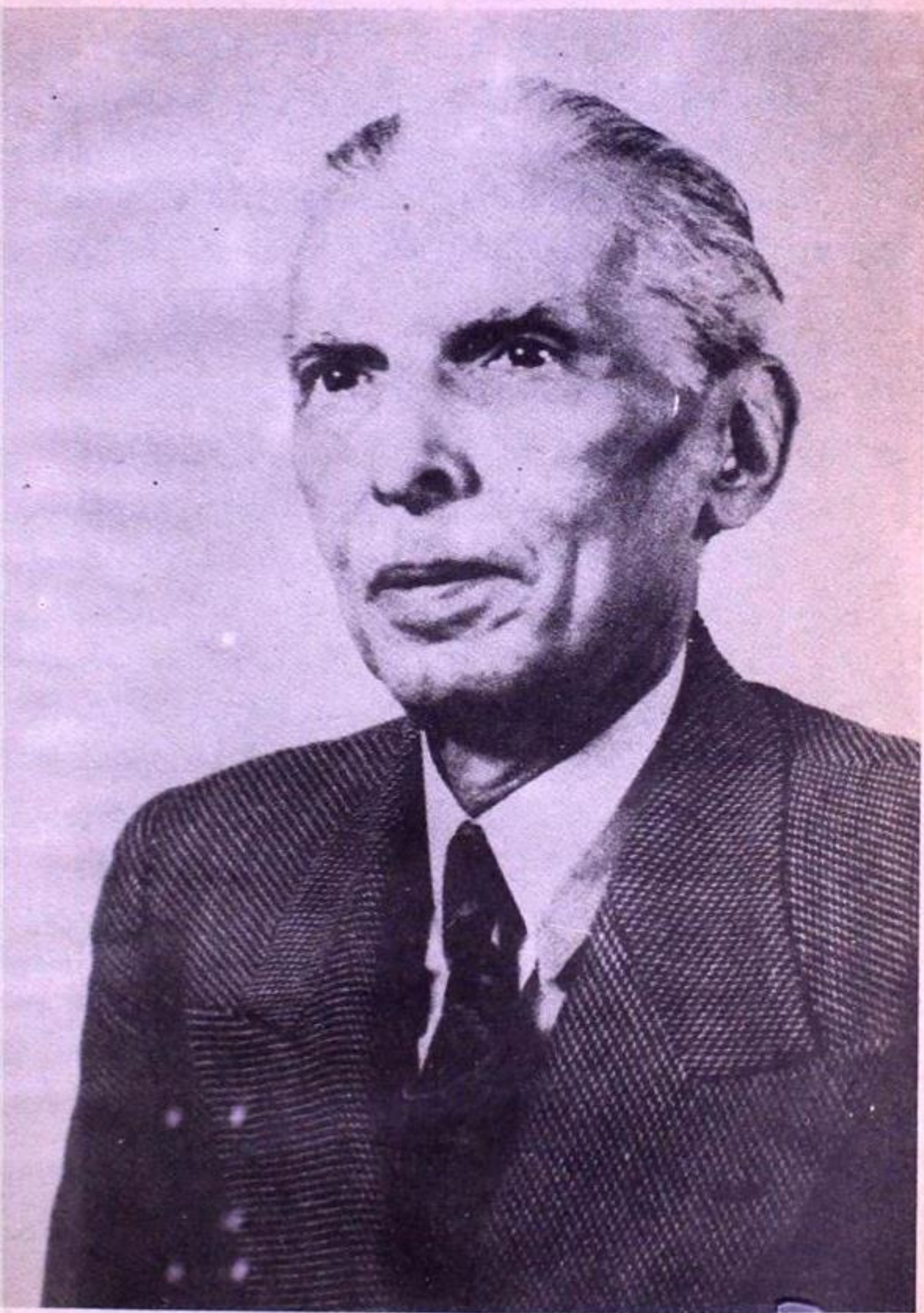
ولادت

قائد اعظم محمد علی جناحؒ کی ولادت ۲۵ ر دسمبر ۱۸۷۶ء بروز اتوار[1] بمقام کراچی (سندھ) ہوئی۔ آپ کے والد مسٹر جناحؒ ایک تاجر تھے۔ مالی حالت بہت اچھی تھی، شہر کے روساء میں شمار تھا۔ منکسر المزاج، عالی حوصلہ اور دور اندیش تھے۔ آپ کی والدہ محترمہ سکینہؒ[2] ایک بیدار مغز خاتون تھیں۔ آپ اولاد نرینہ تھے۔ اس لئے آپ کی پرورش ناز و نعم سے ہوئی۔ لاڈ و پیار کی فراوانی کے باوجود آپ نے تعلیم حاصل کرنے کیلئے دن رات ایک کر دیا۔ کسے معلوم تھا کہ یہ محنتی بچہ آنے والے ہندوستان کا قابل صد افتخار رہبر ہو گا اور ایک دنیا کی نظریں اس کے فیصلوں پر جمی ہوں گی۔

تعلیم

آپ کی تعلیم مختلف سکولوں میں ہوئی۔ کراچی کے مقامی پرائمری سکول کے بعد چھوٹی سی عمر میں آپ کو گوکل داس تیج پال پرائمری سکول[3] بمبئی میں بھیج دیا گیا۔

اگر اس وقت کارکنانِ گوکل داس تیج پال سکول کو معلوم ہوتا کہ یہ بچہ ہندوستان میں اسلامی حکومت "پاکستان" کا ہیرو ہو گا تو شاید اس وقت کے محمد علی جناحؒ اور آج کے قائد اعظمؒ کو کارکنان سکول داخل نہ کرتے۔ مگر فرعون کے گھر میں موسیٰ علیہ السلام کی پرورش کرنے والی قدرت کے نثار کہ

---

۱ ۔ عرصے تک قائد اعظمؒ کے سوانح نگار اور مضمون نگار ان کی پیدائش کا دن اتوار ہی لکھتے رہے، جناب رضوان احمد نے "قائد اعظمؒ ابتدائی تیس سال" صفحہ ۴۴ مطبوعہ آتش فشاں پبلی کیشنز لاہور میں المانک پرپیچول کیلنڈر کے حوالے سے ۲۵ دسمبر ۱۸۷۶ء کے روز سوموار کا دن دیا ہے۔ (پبلشرز)

۲ ۔ جناب رضوان احمد کی تحقیق کے مطابق قائد اعظمؒ کی والدہ کا نام شیریں بی بی عرف میٹھی بائی تھا۔ بحوالہ "قائد اعظمؒ۔ ابتدائی تیس سال" صفحہ ۵۴۔ محترمہ فاطمہ جناحؒ نے اپنی تصنیف "میرا بھائی" مطبوعہ آتش فشاں پبلی کیشنز لاہور میں اپنی والدہ کا نام میٹھی بائی لکھا ہے۔ لیکن ہمارے ہاں عموماً سسرال والے بھی بہو کو ایک نام دیتے ہیں، یوں دونوں نام مستعمل ہوتے ہیں، ہو سکتا ہے یہاں بھی یہ صورت ہو۔ (پبلشرز)

۳ ۔ جناب رضوان احمد نے "قائد اعظمؒ ابتدائی تیس سال" صفحہ ۴۷ پر لکھا ہے کہ قائد اعظمؒ نے گوکل داس تیج پال نہیں بلکہ انجمن اسلام ہائی سکول بمبئی میں تعلیم پائی تھی۔ تاہم یہ پہلو مزید تحقیق طلب ہے۔ (پبلشرز)

اس نے قائداعظمؒ کو ہندوؤں کے سکول میں تعلیم دلوائی۔ وہ تعلیم جس کے بل بوتے پر آج قائداعظمؒ حق خودارادیت اور پاکستان کا نعرہ بلند کئے ہوئے ہیں۔

یورپ روانگی

ابھی آپ چھٹے سٹینڈرڈ میں ہی تھے کہ تعلیم قانون کا شوق پیدا ہوا اور اس کی تیاریاں شروع کر دیں اور ۱۸۹۳ء میں سولہ سال کی عمر میں سکول چھوڑ کر انگلینڈ روانہ ہو گئے۔ وہاں آپ قانون کی تعلیم کے لئے لنکنز اِن میں داخل ہوئے۔ آپ نے چار سال کے مختصر عرصہ میں تعلیمی کورس ختم کیا اور بار ایٹ لاء بن کر ۱۸۹۶ء میں ہندوستان آئے۔ ساحلِ ہند پر قدم رکھتے ہی اس احساس نے تکلیف دی جو والدین کی موجودہ مالی حالت سے پیدا ہو گیا تھا۔ گھر پہنچ کر آپؒ نے غربت وافلاس کو پورے شباب پر پایا۔ اس کا مقابلہ کرنے کے لئے اسی سال آپ بمبئی تشریف لائے اور یہ آپؒ کی فطرت کے منافی تھا کہ مقابلہ صبر آزمانہ کریں۔

وکالت کی ابتدا

یہاں مشکلات میں اور بھی اضافہ ہو گیا۔ نئی جگہ ' کوئی واقف نہ ہمدرد ' پریکٹس برائے نام ' دن بھر کورٹ میں بیٹھنا اور چلے آنا ' بمبئی کے اخراجات ' والدین کا خیال ' تین سال یونہی تکالیف کے بھنور میں گزر گئے۔ چوتھے سال آپ کے والد محترم کے ایک دیرینہ دوست کی وساطت سے آپ کا تعارف مسٹر میکفرسن (جو اس وقت بمبئی کے ایڈووکیٹ جنرل تھے) سے ہوا۔ مسٹر میکفرسن نے قائداعظمؒ کو اپنے چیمبرز میں مطالعہ کی اجازت دے دی۔ جہاں اس وقت یورپین بیرسٹروں کے سوا کسی ہندوستانی کو مطالعہ کی اجازت نہ تھی۔

مطالعہ کی وسعت کے ساتھ ساتھ آپؒ کی پریکٹس میں بھی ترقی ہونے لگی۔ آہستہ آہستہ آپؒ کی قابلیت کا سکہ بیٹھنے لگا۔ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد آپؒ کا شمار بمبئی کے نامور بیرسٹروں میں ہونے لگا۔ ۱۹۰۶ء میں آپؒ بمبئی ہائیکورٹ کے ایڈووکیٹ ہو گئے اور جلد ہی آپ کا شمار ہندوستان کے چوٹی کے لیڈروں میں ہونے لگا۔

سیاسی زندگی کی ابتداء

۱۹۰۶ء میں ہی دادا بھائی نوروجی[۲] کے پرائیویٹ سیکرٹری بنے چونکہ ملکی خدمات کا جذبہ کارفرما تھا اس

---

[۲]۔ رضوان احمد نے "قائداعظمؒ ابتدائی تیس سال" صفحہ ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹ پر اس بات سے اختلاف کیا ہے کہ قائداعظمؒ دادا بھائی نوروجی کے پرائیویٹ سیکرٹری تھے۔ تاہم اس موضوع پر تحقیق کی گنجائش موجود ہے۔ (پبلشرز)

لئے کانگریس میں شامل ہو گئے اور ہر سال کانگریس کے اجلاس میں شرکت فرمانے لگے۔
۱۹۱۰ء میں آپ امپیریل لیجسلیٹو کونسل کے ممبر چنے گئے۔ جہاں آپ کی قابلیت کی دھاک بندھ گئی۔
عوام کی زبان پر تھا کہ مسٹر جناحؒ بہترین قومی کارکن ہونے کے علاوہ بلند پایہ مقرر اور مدبّر بھی ہیں۔
۱۹۱۳ء میں آپ مسٹر گوکھلے کے ساتھ دوبارہ انگلینڈ تشریف لے گئے اور وہاں انڈین لنڈن ایسوسی ایشن قائم کی۔ انگلینڈ سے واپسی پر آپ مسلم لیگ میں شریک ہوئے (لیکن کانگریس کے ممبر بھی رہے)
آپ نے مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس منعقدہ ۳۰، ۳۱ دسمبر ۱۹۱۳ء آگرہ میں شرکت فرمائی اور مسلم لیگ کی سیاسی ترقی کمیٹی کے ممبر نامزد ہوئے۔
۱۹۱۴ء میں کانگریس ڈیپوٹیشن کے رکن منتخب ہو کر تیسری مرتبہ انڈیا کونسل کی اصلاح کیلئے انگلینڈ گئے۔

۱۹۱۶ء میں آپ نے مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس لکھنؤ کی صدارت فرمائی۔ یہ وہی اجلاس تھا جس کے دوران میں کانگریس نے مسلم لیگ کو مسلمانوں کی نمائندہ جماعت مانتے ہوئے قائداعظمؒ سے معاہدہ کیا تھا جو "میثاق لکھنؤ" کے نام سے مشہور ہے (یہاں پر کانگریس کی عیاری کا ذکر کر دینا چاہتا ہوں کہ کانگریس نے ۱۹۱۶ء میں مسلم لیگ کو مسلمانوں کی نمائندہ جماعت تسلیم کر لیا حالانکہ اس زمانہ میں مسلم لیگ مسلمانوں کی نمائندہ نہ تھی بلکہ صرف چند مخصوص حضرات کے ایک گروہ کا نام مسلم لیگ تھا۔ مگر آج جبکہ مسلم لیگ دس کروڑ اسلامیان ہند کی نمائندگی کر رہی ہے اس وقت گاندھی جی مہاراج "میثاق لکھنؤ" کے ہیرو مسلم لیگ کی نمائندگی سے انکار کر رہے ہیں۔ مگر تا کجے)۔
۱۹۱۸ء میں آپ نے مسٹر ڈنشا پیٹٹ بمبئی کے مشہور پارسی سرمایہ دار لیڈر کی دختر کو مسلمان کرنے کے بعد جامع مسجد بمبئی میں رسم نکاح ادا کی۔ آپ کے صرف ایک لڑکی ہے۔

کانگریس سے علیحدگی

۱۹۲۰ء میں کانگریس کے ناگپور سیشن میں آپ کو اپنے اصولوں کی خاطر کانگریس سے علیحدہ ہونا پڑا۔ جب ترک موالات اور سول نافرمانی کا سیلاب تھم گیا۔ شدھی اور سنگھٹن کے باوجود ہندو مسلم اتحاد کیلئے بے حد کوشش فرمائی۔ ۱۹۲۴ء سے لے کر ۱۹۲۹ء تک کی مسلسل تگ و دو کے باوجود بھی آپ اپنی کوششوں میں کامیاب نہ ہو سکے چونکہ ہندو جو خواب دیکھ رہے تھے اس کی تعبیر فسادات کی صورت میں پوری ہو سکتی تھی۔ مگر عقل کی اندھی کانگریس کو یہ معلوم نہ تھا کہ ان فسادات کا نتیجہ پاکستان ہو گا۔
۱۹۲۸ء میں آپ نے سائمن کمشن کی مخالفت کی۔ آخر ۱۹۲۸ء میں آپ کے مشہور چودہ نکات مسلم لیگ کے جلسے میں پاس ہو گئے۔
۱۹۳۰ء میں آپ مسلمانوں کے نمائندہ کی حیثیت سے گول میز کانفرنس میں شریک ہوئے۔ لیکن

جب وہاں بھی ہندوؤں کی عیاریاں ختم نہ ہوئیں اور وہ ہندو مسلم اتحاد پر رضامند نہ ہوئے تو آپ کو بے حد قلق ہوا اور آپ واپس ہندوستان نہ لوٹے اور وہیں رہائش اختیار کر لی (ہندو مسلم اتحاد کا غلط نعرہ لگانے والی کانگریس کے پاس اس حقیقت کا کیا جواب ہے)

۱۹۳۳ء کے آخر میں مسلمانوں کے سرکردہ رہنماؤں کی ایک کانفرنس ہوئی جس میں فیصلہ کیا گیا کہ مسلم لیگ کو مسلمانوں کے سیاسی مستقبل کیلئے از سر نو زندہ کیا جائے اور مسٹر جناح کو لیگ کی صدارت سونپ دی جائے۔ چنانچہ مسٹر جناحؒ کو بحری تار دیا گیا کہ آپ آ کر قوم کی کشتی کی ناخدائی کیجئے۔

قائد اعظمؒ لندن میں بیٹھے ہوئے مسلمانوں کے مستقبل پر غور فرما رہے تھے۔ تار پہنچتے ہی آپ ہندوستان تشریف لے آئے اور ۱۹۳۴ء سے مسلم لیگ کے صدر ہیں۔

قائد اعظمؒ کا بچپن ہی آپ کی سیاسی پختہ کاری کا داعی ہے۔ آپ اوائل عمر ہی سے اپنے گرد و پیش کے حالات سے دلچسپی لینے لگے تھے۔ پندرہ سال کے سن میں جبکہ عقل غیر پختہ اور دائرہ معلومات محدود ہوتا ہے۔ آپ نے کراچی کے ایک عظیم الشان اجتماع میں مقامی حالات پر روشنی ڈالی۔ جس سے حاضرین کافی سے زیادہ متاثر ہوئے۔

آپ نے کتابوں سے زیادہ عوام کی زندگی کا مطالعہ کیا۔ ہندوستان کے ماحول کو سمجھنے کی کوشش کی۔ آپ نے دنیا کے ان انسانوں کو پڑھا جن کے دامنوں کے ساتھ انقلاب لپٹے نظر آتے تھے جو انقلابات کو اپنی رو میں بہانے کیلئے پیدا ہوئے تھے۔ قائد اعظمؒ نے بھی اسی تخیل کو زندگی کا نصب العین بنایا اور بجائے اس کے آپ انقلابات کی رَو میں بہہ جاتے۔ آپ نے انقلابات کو اپنی رَو میں بہایا۔ آپ نے اسلامیانِ ہند کے تخیل میں وہ انقلابِ عظیم پیدا کیا جو ۱۸۵۷ء کے بعد تاریخ کا سب سے زیادہ سنہری کارنامہ ہے۔

مسلمان جو جنگ آزادی کے بعد ہندوستان کا مفلوج عضو بن چکے تھے ان میں حرکت پیدا کرنے کے لئے سرسیدؒ، مولانا حالی، مولانا شبلی، محسن الملک، وقار الملک، مولانا اکبر، علی برادران مسیح الملک حکیم اجمل خان وغیرہ نے لاکھوں کوششیں کیں لیکن مسلمان حرکت میں نہ آسکے۔ مسلمانوں کے اعضاء کے ساتھ دماغ تک مفلوج ہو چکے تھے لیکن وہ جس چیز کی داغ بیل ڈال گئے تھے اس کی آبیاری کیلئے حکیم الامت علامہ سر اقبالؒ اور قائد اعظمؒ تیار ہوئے۔ علامہ مرحوم نے رگوں میں منجمد خون کو گرما دیا اور قائد عظمؒ نے ایک منزل کا پتہ دیا اور فرمایا کہ مسلمان اس وقت تک عزت و وقار کی زندگی نہیں جی سکتے جب تک اپنی منزل نہ پالیں۔ وہ قومیں جو مسلمانوں کے ذریعہ اپنے مسلک کو کامیاب بنانے میں مشغول تھیں، چونکیں۔ مگر قائد اعظمؒ کی پختہ سیاست سب سے غالب آئی اور مسلمان سمجھنے لگے کہ ان کی زندگی کیلئے کیا چیز ضروری ہے۔

قائد اعظمؒ نے نہ صرف مسلمانوں کی بگڑی بنانے کی کوشش کی بلکہ ہندوؤں کو غلامی سے آزاد کرانے

کیلئے بھی انتھک کوششیں فرمائیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ آج ہندو بنیا اکثریت کے زعم باطل میں ان خدمات کو نہ سراہے مگر وقت اور مورخ اس چیز سے انکار نہیں کر سکتا کہ قائداعظمؒ نے ہندو مسلم اتحاد کی داغ بیل کی آبیاری اس وقت سے کی جس وقت آپ کانگریس کے ممبر اور مسلم لیگ کے صدر تھے۔ ۱۹۱۶ء میں آپ نے مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس لکھنؤ کی صدارت فرماتے ہوئے اپنے خطبہ صدارت میں فرمایا تھا۔

"تجدید ملی کا سب سے زیادہ پُرامید پہلو یہ ہے کہ ہندو مسلم مشترکہ فیصلے کیلئے متحد ہو رہے ہیں۔ بمبئی کی خوش نصیبی ملاحظہ ہو کہ گزشتہ دسمبر میں پہلی بار لیگ اور کانگریس کا اجلاس اسی شہر میں ہوا۔ بڑی کٹھن منازل کے بعد اس اتحاد کا مظاہرہ نظر آیا۔ میں گزشتہ نزاعات کی تاریخ دہرانا نہیں چاہتا لیکن میں یہ کہنے کی جرات کرتا ہوں کہ بمبئی میں لیگ کا اجلاس ہمارے اختلاف کیلئے خاص دلچسپ نتائج کا حامل ہو گا۔ آج پھر لکھنؤ کا تاریخی شہر جو کہ اسلامی ادب و تاریخ کا گہوارہ ہے اور جہاں چند برس پہلے لیگ کی بنیاد پڑی تھی۔ کانگریس اور لیگ کے متحدہ اجلاس کا منظر پیش کر رہا ہے۔"

اس سے زیادہ اور کیا ثبوت پیش کیا جاسکتا ہے کہ قائداعظمؒ نے کانگریس لیگ اتحاد کیلئے نہ صرف یہ کہ خوشنودی کا اظہار کیا بلکہ اس کے لئے ہر ممکن کوشش فرمائی۔ جس کا پہلا ثبوت "میثاق لکھنؤ" ہے۔ ازاں بعد کئی مواقع پر قائداعظمؒ نے ہندوؤں سے اتحاد کی اپیلیں کیں لیکن ہندوؤں نے اکثریت کے زعم میں کسی اپیل کو در خور اعتنا نہ سمجھا۔

ہندو مسلم اتحاد کیلئے کوششیں

قائداعظمؒ نے ۱۹۳۵ء میں کانگریس کے صدر بابو راجندر پرشاد کیساتھ ہندو مسلم اتحاد کے مسئلہ پر بات چیت کی۔ اسکے علاوہ اراکین کانگریس سے بھی گفت و شنید شروع کر دی تاکہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں فرقہ وارانہ فیصلے کے متعلق جو تنازعہ پیدا ہو گیا تھا ختم کر دیا جائے۔ قائداعظمؒ نے مسلمانوں کا نظریہ اس طریق پر پیش کیا کہ ہندو عارضی طور پر اس وقت تک کیلئے جب تک کہ ہندو مسلم قضیہ کا نعم البدل پیدا نہ ہو جائے۔ فرقہ وارانہ فیصلے کو منظور کریں۔ بایں صورت صوبائی دستور العمل سے جس حد تک وہ قابل ہے فائدہ اٹھایا جائے اور آئینی جدوجہد بھی جاری رکھی جائے اور یہ جدوجہد اس وقت تک جاری رہے جب تک کہ جملہ اقوام ہند مطمئن نہ ہو جائیں لیکن قائداعظمؒ کی یہ پر خلوص اور حسین پیشکش بابو راجندر پرشاد اور ان کے حواریوں کیلئے قابل قبول ثابت نہ ہوئی۔

اور وہ اس لئے کہ بابو راجندر پرشاد اور ان کے ساتھی اس زعم باطل میں تھے کہ ہندو اکثریت میں ہیں اور اب اس فضا کا دور دورہ ہے جس میں اکثریت کو ہی حکومت کرنے کا حق ہو گا لیکن الزام سے بری الذمہ ہونے کیلئے بابو راجندر پرشاد نے تجویز کیا کہ مخلوط انتخابات کے اصول پر اگر کوئی نعم البدل تجویز کر

سکیں جو اس سے بہتر ہو تو میں کانگریس کی مہر اس پر ثبت کر دوں گا (یعنی مسلمانوں کے قتل نامہ پر) اور اس کی تائید آپ خود مہاسبھا اور سکھوں سے کرائیں۔ قائداعظمؒ کی دور رس نظروں نے بابو راجندر پرشاد کی سیاسی چال کو پہچان لیا اور آپ ہندوؤں سے ایک حد تک مایوس ہو گئے لیکن ابھی تک امید کی کرن موجود تھی اس لئے ۱۹۳۶ء میں پھر ایک بار قائداعظمؒ نے اراکین کانگریس سے کہا۔

"جو کچھ ہونا تھا ہو گیا۔ اب فرقہ وارانہ فیصلہ پر شدید تنازعہ پیدا ہو رہا ہے آؤ مل کر اسے ختم کر دیں"۔

لیکن قائداعظمؒ کی یہ آواز بھی صدا بصحرا ثابت ہوئی اور اتحاد اتحاد کا نعرہ لگانے والی کانگریس کے ارباب حل و عقد نے اس پر غور کرنے کی تکلیف بھی گوارا نہ فرمائی لیکن دعویٰ یہی رہا کہ ہم اتحاد چاہتے ہیں حالانکہ صاف نظر آ رہا تھا کہ ان کے اس نعرہ میں کوئی جان نہیں ہے صداقت و حقیقت ہے نہ چاہت۔ یہ کھوکھلا نعرہ ہے۔ مگر یہ ان کی چالاکی تھی کہ وہ اس نعرہ کی گونج میں مسلمانوں کی ترقی و بہبودی کو دبا دینا چاہتے ہیں۔

مسلم لیگ کی نشاۃ ثانیہ

اپریل ۱۹۳۶ء میں مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس بمبئی میں ہوا۔ اس سے پہلے لیگ میں کوئی عملی کام نہیں ہوا تھا۔ قائداعظمؒ لندن سے مسلمانوں کی رہبری کیلئے بلائے گئے تھے۔ اللہ کا شکر ہے کہ وہ واپس آئے اور اس چراغ سحری کو بجھنے سے بچا لیا اور لیگ کو نئی زندگی بخشی۔

اس اجلاس میں قائداعظمؒ نے اسلام کلب بمبئی میں سربر آوردہ مسلمانوں کا مشاورتی جلسہ بلایا۔ استقبالیہ کمیٹی کی تشکیل عمل میں آئی۔ سر کریم بھائی ابراہیم ۵؎ بیرونیٹ صدر استقبالیہ منتخب ہوئے۔ سر کریم بھائی نے اپنے خطبہ استقبالیہ میں ایک جگہ فرمایا:

"مسٹر جناح مسلم حقوق کے ایک نڈر سپاہی ہیں۔ انہوں نے مسلم لیگ کا مستقل صدر ہو کر مسلمانوں کی جو خدمات سرانجام دی ہیں۔ ہم ان کی تعریف کرتے ہیں۔ مسٹر جناح کی عزت و تکریم ملک کے ہر فرقے کی نظروں میں یکساں ہے۔ مسلمانوں کو خاص طور پر ممنون ہونا چاہئے۔ اس لئے کہ وہ مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کیلئے ہر وقت کمربستہ نظر آتے ہیں"

(یہ الفاظ اس شخص کے ہیں جس نے جولائی کے فیصلے کو نہ مانتے ہوئے "سر" کا خطاب واپس نہ کیا اور پھر قائدؒ کے فیصلے کو غلط بھی کہا)۔

۵؎۔ ایک وقت آیا کہ مسٹر کریم بھائی بیرونیٹ کو نافرمانی اور بغاوت کے جرم میں مسلم لیگ نے تادیبی کارروائی کے بعد نکال دینا چاہا مگر انہوں نے قبل از وقت استعفا دیدیا۔ لیکن مسلم لیگ کے ٹکٹ پر لیجسلیٹو کونسل کے لئے جیتی ہوئی رکنیت پر قابض رہے۔ (مصنف)

دستورِ اساسی پر قائداعظمؒ کی نکتہ چینی

اس اجلاس میں اپنی تجویز پیش کرتے ہوئے قائداعظمؒ نے دستور اساسی پر نکتہ چینی کی اور کہا کہ اس آئین کے پردے میں دھوکا ہے مرکزی مجالس آئین ساز کی خامیوں پر روشنی ڈالتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ اس میں ۹۸ فیصدی تحفظات گورنروں اور گورنر جنرل کے خاص اختیارات پر مشتمل ہیں۔ اہل ہند کو تو دو فیصدی خالص ذمہ داری بھی نہیں ملی۔

مسلمان اس دستور اساسی کے خلاف جدوجہد کریں گے۔ اس مشترکہ لعنت کو ختم کرنے کیلئے اگر ہندو ہمارے ساتھ تعاون کریں تو بہتر و گرنہ مسلمان اقلیت کی حیثیت رکھتے ہوئے بھی جنگ آزادی کی راہ میں گامزن ہوں گے اور اس لعنت سے چھٹکارا پائیں گے۔

گول میز کانفرنس میں ہندو مسلم سمجھوتہ کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ آزادی کی جدوجہد کرنے سے قبل مسلمانوں نے اقلیت ہونے کے باعث ہندوؤں سے جو اپنے چند حقوق کے تحفظ کا مطالبہ کیا۔ اس کا مقصد ہرگز مذہبی یا فرقہ وارانہ تقاضے کے مطابق نہ تھا۔ آپؒ نے ہندوستانیوں کو مشورہ دیا کہ جس طرح جرمن صلح نامہ ورسیلز کے ساتھ پیش آئے تھے۔ اسی طرح ہندوستانیوں کو پیش آنا چاہیے۔ آئین میں اصلاحات کرنے کیلئے حکومت برطانیہ پر زور ڈالنے کیلئے چند تدابیر پر غور کیا۔ بغاوت ناممکن صورت ہے۔ ترک موالات میں ہم لوگوں کو ناکامیابی ہو چکی ہے اب صرف آئینی ہنگامہ و فساد باقی رہ جاتا ہے۔ لیکن اس کیلئے یہ ضرورت ہے کہ ہر جماعت متفق الرائے ہو جائے اور پہلو بہ پہلو ہو کر کام کرے۔ کانگریس بغیر مسلمانوں کی امداد کے اپنے مقصد میں ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتی لیکن جہاں تک ہم لوگوں کا تعلق ہے، ہم کو چاہیے کہ اپنی تنظیم کر کے آزادی کیلئے آگے قدم بڑھائیں اگر ہم لوگوں کو کامیابی ہوئی تو کانگریس کو مجبوراً گردن خم کرنا ہوگا۔

پنڈت نہرو کا غلط نعرہ

یہی وہ زمانہ تھا کہ جب پنڈت جواہر لال نہرو نے اکثریت کے بل بوتے پر فرمایا تھا کہ "ہندوستان میں دو طاقتیں ہیں ایک کانگریس اور دوسری حکومت" مسلمانوں نے پنڈت نہرو کے اس چیلنج کا جواب دینا تھا اس لئے قائداعظمؒ کی قیادت میں ایک پلیٹ فارم پر جمع ہونے شروع ہوئے اور آخر ایک وقت آیا کہ دو طاقتوں کا نعرہ لگانے والے پنڈت جی کے "مہاتما" اور "باپو" کو قائداعظمؒ کی خدمت میں سرنیاز خم کرنے کیلئے ان کے در دولت پر حاضر ہونا پڑا۔ گو بادی النظر میں "باپو" ہندو مسلم اتحاد کیلئے آئے تھے مگر دل میں وہ کچھ تھا جو زبان پر نہ تھا اور حالات گاندھی جی کے خیالات کی غمازی کر رہے تھے جنہیں قائد اعظمؒ نے سمجھا اور گاندھی جی اپنے سحر سے قائداعظمؒ کو مسخر نہ کر سکے۔

قائداعظمؒ کی آزاد فطرت اور سامراجیت سے بیزاری کا ثبوت آپ کے ان الفاظ سے ملتا ہے جو آپ نے نئے دستور کے متعلق فرمائے تھے۔

"جدید دستور ہمارے سر تھوپا گیا ہے اور ہمیں مجبور کیا گیا ہے کہ ہم اسے قبول کریں لیکن حالات چاہے کچھ بھی ہوں جیسا کہ حکومت برطانیہ چاہتی ہے۔ ہم اس پر عمل پیرا ہرگز نہ ہوں گے۔ اگر بادل نخواستہ منظور کر لئے ہیں تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہم اسے قبول کرتے ہیں اور اس دستور سے مطمئن ہیں۔ میں ہر قسم کے مغالطہ کو دور کرتے ہوئے واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ ہم اس وقت تک مطمئن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اس دستور میں اہم تبدیلیاں نہ کر دی جائیں"

کانگریس کے دعاوی اور عمل

یہ وہی دستور تھا جس کے بائیکاٹ پر فیض پور (خاندیس) کانگریس کے سالانہ اجلاس میں پنڈت نہرو نے دھواں دھار تقریر کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ ہم دستور کی دھجیاں بکھیر دیں گے۔ ہم اسے کبھی اور کسی حالت میں قبول کرنے کیلئے تیار نہیں۔ یہ دستور ہماری سیاسی موت کی غمازی کر رہا ہے۔ لیکن ہوا کیا۔ تھوڑے ہی عرصہ بعد کانگریس نے صوبجاتی آئین کو نہ صرف منظور کیا بلکہ کامیاب بنانے کیلئے وزارتیں قائم کیں اور ان قومی وزارتوں میں مسلمانوں پر وہ ظلم ڈھائے کہ تاریخ نے ہلاکو خان اور چنگیز خان کا زمانہ یاد دلا دیا۔ مسلمان کو برباد کرنے کے علاوہ ان کے کلچر اور تمدن کو برباد کر دینا چاہا۔ مساجد پر پابندیاں عائد کیں۔ اذانیں بند کروائیں۔ قربانی خلاف قانون قرار دی۔ یہ وہی وزارتیں تھیں جن کے اختتام پر قائداعظمؒ نے "یوم نجات" کا اعلان فرمایا تھا اور مسلمانوں نے کانگرسی مظالم سے بچنے پر اس دن کو اس طریق پر منایا تھا کہ یہ دن تاریخ کا مستقل باب ہو کر رہ گیا۔

کانگریس کا مسلک ہے کہ اس کے سر میں جب کبھی مسلمانوں کو شکست دینے کا سودا پیدا ہوتا ہے تو وہ فوراً حکومت کی طرف جھک جاتی ہے۔ نئے آئین کے زمرہ میں بھی فیض پور کانگریس کے اجلاس میں بائیکاٹ کا اعلان کرنے کے بعد جب اپنا داؤ چلتا ہوا نہ دیکھا تو حسب عادت گاندھی جی نے گورنر جنرل سے نام نہاد معاہدہ کیا کہ "گورنر اپنے اختیارات خصوصی کا استعمال نہیں کریں گے اور اقلیتوں کے تعلق سے وزارتوں کے معاملات میں عدم مخالفت کے اصول کی پابندی ملحوظ رہے گی"۔ یہ وہی حکومت اور کانگریس کا معاہدہ تھا جس کے اختتام پر دنیا کو دھوکا دینے والی کانگرسی وزارتوں کی موت پر مسلمانوں نے "یوم نجات" منایا۔

مذکورہ اجلاس میں ایک نہایت اہم تجویز آنے والے انتخابات کے متعلق پاس ہوئی جس کا مطلب یہ تھا کہ گورنمنٹ کا پارلیمنٹری نظام جو کہ دستور اساسی کے نفاذ کے ساتھ شروع ہو جائیگا اس کے مدنظر قوم کو متحد کیا جائے اور یہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ صوبجاتی حکومتوں میں مسلمانوں کے جائز حقوق کی نگہداشت

ناگزیر ہے۔ اس لئے مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو جانا چاہئے تاکہ آئندہ صوبجاتی انتخابات لڑنے کیلئے موثر قدم اٹھایا جائے۔ اس کام کیلئے قائداعظمؒ کو مکمل اختیار دیا گیا کہ وہ اپنی قیادت میں ایک سنٹرل پارلیمنٹری بورڈ قائم کریں جس میں کم از کم ۳۵ ممبر ہوں جن کو اختیار دیا جائے کہ وہ مختلف صوبوں میں مقامی حالات کے مطابق الیکشن بورڈ قائم کریں۔

مسلم لیگ سنٹرل بورڈ

اس تجویز کے مدنظر قائداعظمؒ نے تمام صوبوں کے دورے کئے۔ مختلف رہبران قوم سے ملاقاتیں کیں۔ مشورے ہوئے۔ کونسل کے مسلمان ممبران سے بات چیت کی اور ۲۶ تا ۲۸ اپریل کو مختلف صوبوں کے ذی اثر حضرات اور لیڈروں کو سنٹرل بورڈ قائم کرنے کیلئے دعوت دی گئی بالآخر قائداعظمؒ کی مساعی جمیلہ سے ۵۴ قومی کارکنوں پر مشتمل سنٹرل بورڈ قائم ہو گیا۔ اس بورڈ کا اجلاس ۸ تا ۱۰ جون ۱۹۳۶ء میں ہوا جس میں قائداعظمؒ صدر، راجہ محمود آباد خزانچی اور چودھری عبدالمتین سیکرٹری منتخب ہوئے۔ اس بورڈ کا ایک منشور شائع ہوا جس میں مذہبی اور ملی ضروریات کے علاوہ ملکی مفاد کیلئے لیگ نے اپنا پروگرام پیش کیا اور صاف صاف الفاظ میں کہہ دیا کہ۔

(۱) مسلمانوں کے مذہبی حقوق کی حفاظت کی جائے۔
(۲) تمام جابرانہ قوانین منسوخ کرانے کیلئے ہر ممکن کوشش صرف کر دی جائے۔
(۳) ملک کی اقتصادی لوٹ اور عوام کی آزادی کی حق تلفی کو روکا جائے۔
(۴) ملک کے گرانبار اخراجات، کو گھٹایا جائے۔
(۵) فوج کو قوی بنایا جائے۔
(۶) ہر قسم کی صنعت و حرفت کو ترقی دی جائے۔
(۷) سکہ و شرح تبادلہ کا خیال رکھا جائے۔
(۸) دیہی آبادی کی سوشل، تعلیمی اور اقتصادی ترقی کیلئے ہر ممکن کوشش کی جائے۔
(۹) زراعتی قرضوں کے بار کو ہلکا کیا جائے۔
(۱۰) ابتدائی تعلیم کو مفت اور لازمی قرار دیا جائے۔
(۱۱) اردو زبان اور اس کے حروف کی حفاظت کی جائے۔
(۱۲) مسلمانوں کی عام بہبود کے ذریعے اختیار کئے جائیں۔
(۱۳) ٹیکسوں کی شرح کو گھٹایا جائے۔
(۱۴) ملک میں رائے عامہ پیدا کی جائے۔

اس منشور کے بعد پھر ایک مرتبہ قائداعظمؒ نے کانگریس سے مصالحت چاہی مگر اکثریت کے نشے میر

چونکہ کانگریس نے اقلیت کی آواز سمجھ کر قائد اعظمؒ کی آواز پر کان نہ دھرے اور اتحاد کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ صدر کانگریس نے اقلیتوں کے وجود کو ماننے سے انکار کر دیا۔ جس کا جواب قائد اعظمؒ نے مدلل دیا۔ اس کے علاوہ سابق صدر کانگریس بابو راجندر پرشاد نے ۱۹۳۵ء والی گفتگو جو قائد اعظمؒ اور ان کے مابین ہندو مسلم سمجھوتہ کے طور پر ہوئی تھی کو شائع کر دیا جس کا جواب قائد اعظمؒ نے نہایت کھری کھری باتوں سے دیا۔ اس پر خداوندان کانگریس قہر آلود ہو گئے۔

اتحاد نہ ہونے کی تیسری وجہ کانگریس کا بندھیل کھنڈ میں مسلم لیگ کے مقابلہ پر اترنا بھی تھا۔

چوتھی وجہ کانگریس کا آخری حربہ تھا کہ مسلمانوں کو وزارتوں کا لالچ دیکر مسلم لیگ کے خلاف کرنا۔

یہ وہ واقعات ہیں جن کی بنا پر کانگریس اور لیگ میں اختلافات کی خلیج زیادہ وسیع ہو گئی۔ اب صاحب انصاف دیکھیں کہ نفاق کا بانی کون تھا اور کس نے یہ کوشش کی کہ ہندوستان پر ہمیشہ انگریز مسلط رہیں۔ انگریزوں کے آئین "نفاق ڈالو اور حکومت کرو" کو کس نے بلندیوں تک پہنچایا۔

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

اسی پر بس نہیں ہوا بلکہ وہ حضرات جو کل تک قائد اعظمؒ کو پیغمبر اتحاد، ملک کا سچا دوست اور حکومت کا پجاری کہہ رہے تھے انہیں فرقہ پرست اور تنگ نظر کہنے لگے۔ حکومت کا پٹھو کہنے لگے۔ اسلامی مفاد کا دشمن قرار دینے لگے، قائد اعظمؒ کے مقابلے میں (جنگ یرموک میں مشرک عربوں کو مسلمان عربوں سے لڑانے کی پالیسی پر عمل کرتے ہوئے) مسلم ماس کنٹیکٹ کی تحریک شروع کی۔ تجوریوں کے دروازے کھول دیئے کہ مسلمانوں میں انتشار ہو۔ یہ متحد نہ ہو۔ ان کا کوئی پلیٹ فارم نہ بنے ان کی کوئی جماعت نہ ہو تاکہ ان کو اور ان کے تمدن و معاشرت کو آسانی سے کچلا جا سکے۔ اس کام کیلئے ان کو کئی جعفر اور صادق مل گئے۔ مگر فطرت کانگریس کی عیاریوں پر لطیف طنز سے مسکرا رہی تھی۔ ان برلائیوں اور ڈالمیوں کو کیا معلوم تھا کہ ان کی تمام عیاریاں بے سود ثابت ہونے والی ہیں۔

گو اس وقت تک مسلم لیگ میں وہ جان پیدا نہ ہو سکی تھی کہ وہ ہندو بنئے اور انگریز کا مقابلہ کر سکے۔ کانگریس کو بجال انکار ہے کہ قائد اعظمؒ کی قیادت میں مسلم لیگ نے ایک ایسی طاقت حاصل کر لی تھی کہ برطانیہ اور کانگریس اپنے ہر فیصلے میں مسلم لیگ کی مخالفت یا موافقت کو مدنظر رکھنے پر مجبور تھیں۔ قائد اعظمؒ کی اعلیٰ سیاست نے مسلمانوں کو تمام ان خطرات سے آگاہ کر دیا تھا جو آئندہ ہندوستان میں پیش آنے والے تھے۔ مسلمان جو کافی حد تک اغیار کے دام میں پھنس کر سیاسی طور پر تباہ ہو چکے تھے انہوں نے اس مخلص رہبر کی آواز پر کان دھرا اور ہندوستان کے ساتھ ساری دنیا نے لکھنؤ کا عظیم الشان اجلاس دیکھا۔

۱۵ دسمبر ۱۹۳۷ء کو مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس زیر صدارت قائد اعظمؒ لکھنؤ میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس کی دو چیزیں خاص طور پر قابل ذکر تھیں۔

(۱) مسلم لیگ کی ممبری کی فیس دو آنہ کر دی گئی۔

(۲) اقتصادی پروگرام کی تحریک منظور ہوئی۔

اس اجلاس کے صدر استقبالیہ راجہ محمود آباد نے اپنے خطبہ میں فرمایا۔

"اکثریت مسلم جماعت کی ہستی کو تسلیم کرنے سے انکار کرتی ہے اور قومی ترقیوں کیلئے مسلم لیڈروں سے مل کر کام کرنے سے گریزاں ہے ہم لوگوں نے ہم وطنوں کو یقین دلایا ہے کہ جنگ آزادی میں ہم بھی دوسروں کے ساتھ شانہ بشانہ اپنی جان قربان کرنے کو تیار ہیں لیکن مسلمان اپنی انفرادیت کو کسی حالت میں ضائع کرنے کیلئے تیار نہیں۔

ہم لوگوں نے اشتراک عمل کیلئے بارہا اقدام کیا۔ درخواستیں گزاریں لیکن ان لوگوں نے جنگ آزادی کو حقوقی جنگ قرار دیا ہے لہٰذا مجبوراً ہم لوگوں کو ایک علیحدہ جماعت آل انڈیا مسلم لیگ کے ذریعے اپنے اخلاقی وسیاسی حقوق و زبان اور تہذیب و تمدن کا تحفظ کرنا پڑا۔

ہم لوگوں کو فرقہ پرست کہا جاتا ہے لیکن ایسا کہنے میں انہیں یہ معلوم ہونا چاہئے کہ مذہب اسلام آزادی کی تعلیم دیتا ہے جس کے بغیر زندگی بے معنی وبیکار ہے۔ ہم لوگ وطن کی آزادی کے خواہاں ہیں مگر اس کے ساتھ ساتھ اپنی جماعت کی آزادی کے طلبگار ہیں۔"

صدر استقبالیہ نے آگے چل کر فرمایا۔

"اس اجلاس کی خوش قسمتی ہے کہ اس اجلاس کی صدارت قائد اعظمؒ فرما رہے ہیں۔ ان کا تعارف کرانے کی ضرورت نہیں۔ ملکی وقومی سپاہی کی حیثیت سے ہم انہیں اچھی طرح جانتے ہیں جنھوں نے اس سلسلہ میں اپنے بالوں کو سفید کر ڈالا ہے ان کی قیادت ہم لوگوں کیلئے باعث مسرت ہے اور ہم لوگوں کے دشمنوں کیلئے باعث رنج و غم ہے۔ ان کی پارلیمنٹری (آئینی) قابلیت کا سکہ دشمنوں کے دلوں پر بیٹھا ہوا ہے۔"

قائد اعظمؒ صدر اجلاس نے اپنے خطبہ صدارت میں فرمایا۔

"گذشتہ تین سال سے مسلم لیگ کے اجلاس ہوتے چلے آئے ہیں۔ مگر یہ اجلاس بہت اہمیت رکھتا ہے اور بہت نازک بھی ہے۔ پالیسی و پروگرام مرتب کرنے کیلئے آپ حضرات کو دعوت دی گئی ہے اس میں مسلمانوں کی آئندہ فلاح کا راز مضمر ہے۔ ۱۲ اپریل ۱۹۳۶ء کو مسلم لیگ نے اپنی تاریخ میں پہلی بار ماس کنٹیکٹ (عوامی رابطے) کی پالیسی و پروگرام کو اختیار کیا"

آپ نے ایک جگہ فرمایا کہ

"چھ ماہ کے قلیل عرصہ میں ان صوبوں میں جہاں لیگ پارلیمنٹری بورڈ قائم کی گئی تھی۔ لیگ کے

امیدواروں کو قریب قریب ساٹھ ستر فیصدی کامیابی ہوئی ہے۔ انتخابات کے بعد ہر صوبے میں سینکڑوں ڈسٹرکٹ لیگیں قائم ہوئی ہیں گزشتہ اپریل سے مسلمان لیگ کے جھنڈے تلے کافی تعداد میں جمع ہو رہے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ اگر مسلمان لیگ کے پروگرام کو سمجھ جائیں تو تمام مسلمان اس پلیٹ فارم پر جمع ہو جائیں گے۔ لیگ کا نصب العین ہندوستان کیلئے مکمل قومی جمہوری سیلف گورنمنٹ کا حصول ہے۔ جو لوگ مختلف الفاظ میں مثلاً پورن سوراج' سیلف گورنمنٹ، مکمل آزادی' ذمہ دار حکومت' ڈومینن سٹیٹس کہتے ہیں لیکن فی الحال مکمل آزادی کا زبان پر لانا محض خواب و خیال اور بے سود ہے۔"

آگے چل کر آپ نے فرمایا۔

"ہندوستان کے مسلمانوں کو کانگریس سے علیحدہ کر دینے کی ساری ذمہ داری کانگریس کی موجودہ قیادت پر ہے۔ خصوصاً گذشتہ دس سال سے ان کا طرز عمل کچھ ایسا رہا ہے کہ مسلمان خود بخود بیزار ہو کر اس سے کنارہ کش ہو رہے ہیں۔ اپنے چھ اکثریت والے صوبوں میں جب سے کانگریس نے وزارتیں قائم کی ہیں تب سے اپنے پروگرام عملیات اور الفاظ سے مسلمانوں پر یہ واضح کر دیا ہے کہ انہیں حق و انصاف کے خیال کو بالائے طاق رکھ دینا ہو گا جہاں ان کی اکثریت ہے وہاں مسلم لیگ سے اشتراک کرنے پر قطعی انکار کر دیا اور یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ لیگ بغیر کسی شرط کے کانگریس کے عہد نامے پر دستخط کر دے۔ اگر کسی مسلمان نے اس حکم کو مان لیا تو اسے وزارت کے عہدے پر مامور کر دیا جاتا ہے۔ چاہے مجلس قانون ساز میں مسلمان نمائندوں کا اس پر اعتماد نہ ہو۔ اس پر بھی اسے مسلمانوں کا وزیر قرار دے دیا جاتا ہے۔ ہندی کو ہندوستان کی قومی زبان اور "بندے ماترم" کو قومی ترانہ قرار دیا جا رہا ہے اور ہر شخص کو اس پر عمل کرنے کیلئے مجبور کیا جا رہا ہے۔ کانگریس کے جھنڈے کی تعظیم ہر شخص کیلئے لازمی قرار دی جا رہی ہے ایسے قلیل اختیارات و ذمہ داری کے نشے میں اکثریت نے جتا دیا ہے کہ ہندوستان صرف ہندوؤں کیلئے ہے' کانگریس کی موجودہ پالیسی کا انجام یہ ہو گا کہ باہمی کشمکش' فرقہ وارانہ فسادات بہت زیادہ تعداد میں ہوں گے اور اس کے باعث شہنشاہی اقتدار اور بھی مستحکم ہو گا میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ برطانوی حکومت ان کے موجودہ طرز عمل کی حمایت کرے گی۔ میرا خیال ہے کہ کانگریس نے خود ہندوستانیوں میں بہت زیادہ اختلاف پیدا کر دیا ہے اور اشتراک عمل کو ناممکن بنا دیا۔"

اس خطبۂ صدارت میں قائداعظمؒ نے اجنبی حکمرانوں اور کانگریسی نیتاؤں کے تمام دعاوی کا طلسم توڑ دیا جو مسلمانوں کو بیوقوف بنانے کیلئے کئے جا رہے تھے اور حقیقت کو اس طرح بے نقاب کر دیا کہ ایک طرف تو انگریز جھنجھلا اٹھا اور دوسری طرف کانگریسی حلقوں میں صفِ ماتم بچھ گئی اور ہر دو پارٹیاں یہ سمجھنے پر مجبور ہوئیں کہ اب مسلمانوں کو بیوقوف بنانا ناممکن ہے۔

اس اجلاس کا اثر اس قدر اچھا ہوا کہ مسلمانوں نے قائداعظمؒ کی آواز پر جمع ہونا شروع کر دیا۔ ملک میں لیگ کی شاخوں کا جال بچھنے لگا۔ ہر جگہ سے قائداعظمؒ کو دعوت نامے آنے لگے۔

۲۷ دسمبر ۱۹۳۷ء کو آل انڈیا مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کا پہلا اجلاس کلکتہ میں ہوا جس کی صدارت

قائداعظمؒ نے فرمائی۔

ہندو کی سیاست

قائداعظمؒ کی محبت جو مسلم جمہور کے دلوں میں پیدا ہو چکی تھی رنگ لائی۔ قائداعظمؒ کو ہر طرف سے دعوت نامے آنے شروع ہو گئے۔ جلسے ہونے لگے۔ جلوس نکالے گئے' فضائیں زندہ باد کے نعروں سے گونج اٹھیں۔ اس کا انجام یہ ہوا کہ اب آ کر ہندو نے بھی سوچا کہ اگر میں نے اب بھی بے التفاتی سے کام لیا تو کانگریس کی نمائندگی کا بھانڈا پھوٹ جائیگا۔ چونکہ ہندو کی فطرت ہے کہ وہ حالات سے فائدہ اٹھاتا ہے یہ بابر کے حضور میں بھی حاضر ہو جاتا ہے اور اکبر کے برابر بیٹھنے کی صلاحیتیں بھی رکھتا ہے اور اورنگ زیب کی حضوری کو بھی شرف سمجھتا ہے۔ ٹیپو کے مقابلہ میں تلوار بھی اٹھاتا ہے اور وقت آنے پر قائداعظمؒ کے سامنے سر بھی جھکا دیتا ہے۔ جس کا ثبوت پنڈت نہرو کا ۱۸ جنوری ۱۹۳۸ء کا وہ خط ہے جو آپ نے قائداعظمؒ کو لکھنؤ سے لکھا۔ یہ وہی پنڈت نہرو تھے جنہوں نے فرمایا تھا کہ "ہندوستان میں صرف دو طاقتیں ہیں۔" اب آ کر انہیں ماننا پڑا کہ ایک اور طاقت بھی ہے اور وہ ہے مسلم لیگ۔ یہ وہی نہرو تھے جنہوں نے کبھی قائداعظمؒ کی آواز پر کان نہ دھرے تھے۔ یہ وہ نہرو تھے جو اقلیتوں کے وجود سے منکر تھے اب قائداعظمؒ کی قیادت میں مسلمانوں کو مجتمع دیکھ کر ان کی آنکھیں کھلیں اور اقلیت کے وجود سے انکار کرنے والے نہرو نے اپنے ۱۸ جنوری ۱۹۳۸ء کے ایک خط میں قائداعظمؒ کو لکھا۔

"میں آپ کا شکر گزار ہوں گا اگر آپ اس معاملے پر کوئی روشنی ڈالیں اور بتائیں کہ کون سے متنازعہ فیہ مسائل ہیں جن پر غور کرنا ضروری ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ بات ہم سب کیلئے مفید ثابت ہوگی اور ہم اصلی مسئلہ پر پوری توجہ دے سکیں گے"

قائداعظمؒ نے اس خط کا جواب ۲۵ جنوری ۱۹۳۸ء کو بمبئی سے دیتے ہوئے کہا۔

"میں آپ کا منتہائے مقصود معلوم کرنے سے قاصر ہوں آپ کے خط میں کوئی ٹھوس اور مفید تجویز نہیں۔

آپ نے متنازعہ فیہ امور دریافت فرمائے ہیں اور فرمایا ہے کہ اخبارات کے ذریعہ بحث نامناسب ہے۔ کیا آپ کا خیال ہے کہ مراسلات کے ذریعے اس موضوع پر بحث کی جا سکتی ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ کوشش بھی نامناسب ہے مجھے مسٹر گاندھی کا ۱۹ اکتوبر ۱۹۳۷ء کا مکتوب ملا تھا جس کا جواب ۵ نومبر ۱۹۳۷ء کو دیا گیا تھا۔ جواب کا انتظار ہے۔"

خلاصہ خط مسٹر گاندھی مورخہ ۲۲ مئی ۱۹۳۷ء

"آپ کا پیغام پہنچا۔ کاش میں کچھ کر سکتا۔ فرقہ وارانہ اتحاد کے بارے میں میرا یقین پہلے کی

طرح محکم ہے البتہ موجودہ بے پناہ تاریکی میں دن کی روشنی دکھائی نہیں دیتی"

خلاصہ خط مسٹر گاندھی ۱۹ اکتوبر ۱۹۳۷ء

"نزاع اور جھگڑے کیلئے فریقین کی ضرورت ہوتی ہے اگر میں صلح نہ بھی کرا سکوں تو آپ مجھے فریق نہ پائیں گے"

(مسٹر گاندھی کے اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ قائد اعظمؒ نے انہیں اتحاد کیلئے چنا تھا جس کے جواب میں مسٹر گاندھی اپنی پرانی عادت کے مطابق لگی لپٹی کہہ گئے "اگر میں صلح نہ بھی کرا سکوں")

مسٹر گاندھی نے ہمیشہ دل کی بات دل میں رکھی، زبان پر نہ آنے دی۔ اگر زبان پر آئی تو اس کو "ضمیر کی آواز" کا نام دیدیا۔ حالانکہ ضمیر کی آواز کو کبھی بھی اس مکروہ سیاست سے معرا نہ پایا گیا، جو ایک نیک نیت رہبر کیلئے ضروری ہے۔ گاندھی جی نے اپنی تمام سیاسی زندگی میں اس قسم کی باتیں کہیں جو انمل انجوڑ ہیں۔ آپ "مہاتما" ہوتے بھی کہہ رہے ہیں کہ "اگر میں صلح نہ بھی کرا سکوں تو آپ مجھے فریق نہ پائیں گے" اگر مسٹر گاندھی فریق نہیں تو ہر وقت ہر آن گول میز کانفرنس سے لیکر شملہ کانفرنس تک اتحاد و نمائندگی اقوام کے آڑے کون آرہا ہے؟

یہ تلون میرے صیاد کا دیکھے کوئی!
کہ ادھر دل کو پھنسایا تو ادھر چھوڑ دیا

خلاصہ خط قائد اعظمؒ مورخہ ۵ نومبر ۱۹۳۷ء

"جہاں تک آپ کو واسطہ اور "نقیبِ امن" قرار دینے کا تعلق ہے۔ کیا آپ خیال نہیں کرتے کہ اس مدت کے دوران میں آپ کے کامل سکوت کے باعث بھی کانگریس کی قیادت آپ سے منسوب ہو چکی ہے۔ اگرچہ مجھے اس کا علم ہے کہ آپ کانگریس کے چار آنے کے ممبر بھی نہیں"۔

خلاصہ خط مسٹر گاندھی مورخہ ۳ فروری ۱۹۳۸ء

"آپ میرے سکوت کی شکایت کرتے ہیں۔ اس کا اصل سبب میں نے اپنی یادداشت میں عرض کر دیا ہے یقین فرمائیے کہ جس وقت دو فرقوں کو قریب کرنے کے قابل ہو سکوں، دنیا کی کوئی طاقت ایسا کہنے میں مزاحم نہیں ہو سکتی۔

جب ۱۹۱۵ء میں، میں جنوبی افریقہ سے واپس آیا تو آپ کا نام زبان زدِ خاص و عام پایا۔ اس وقت ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کو آپ سے بڑی توقعات تھیں۔ کیا آپ اب بھی وہی مسٹر جناح ہیں۔ آپ کی تقاریر کے باوجود اگر آپ فرمائیں کہ میں وہی ہوں تو میں آپ کی بات تسلیم کر لوں گا۔

آپ چاہتے ہیں میں تجویز پیش کروں۔ سوائے اس کے کہ دوزانو ہو کر عرض کروں کہ آپ وہی رہیں جو پہلے تھے اور کیا تجویز پیش کر سکتا ہوں۔ لیکن ایسی تجاویز جو دو فریقوں کے درمیان اتحاد کی اساس کا کام دیں آپ کی طرف سے آنی چاہئیں"

خلاصہ خط قائداعظمؒ مورخہ ۱۵ فروری ۱۹۳۸ء

"آپ تحریر کرتے ہیں۔ یقین کیجئے کہ" جس وقت دو فرقوں کو قریب کرنے کے قابل ہو سکوں۔ دنیا کی کوئی قوت ایسا کرنے میں مزاحم نہیں ہو سکتی۔"

اب میں اس سے کیا نتیجہ اخذ کر سکتا ہوں۔ کیا میری یہ تعبیر درست ہے کہ ابھی وقت نہیں آیا۔

رہیں ایسی تجاویز جو بنائے اتحاد ثابت ہو سکیں کیا آپ سمجھتے ہیں کہ مراسلات کے ذریعہ مرتب کی جا سکتی ہیں۔ اساسی مابہ النزاع مسائل سے میری طرح آپ بھی خوب واقف ہیں۔ اس مسئلہ کو سمجھانے کی تدابیر اور وسائل کی نسبت تجویز پیش کرنے کی ذمہ داری میری رائے میں آپ پر بھی عائد ہوتی ہے اگر آپ نیک نیتی اور اخلاص کیساتھ یہ محسوس کرتے ہیں کہ اب آپ کی طرف سے مداخلت کا وقت آپہنچا ہے اور اپنی حیثیت اور اس کی طاقت کے ساتھ اس مسئلہ کو ہاتھ میں لینے کیلئے تیار ہیں تو میں ممکنہ امداد سے دریغ نہ کروں گا۔"

خلاصہ مسٹر گاندھی مورخہ ۲۴ فروری ۱۹۳۸ء

سیگاؤں۔ "آپ کا وہ مکتوب جو جواہر لال کا موسومہ تھا پڑھا۔ مجھے معلوم ہوا کہ دونوں خطوں میں تحریری جواب کا نہیں بلکہ بالمشافہ گفتگو کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ آپ کی پہلی ملاقات جواہر لال سے ہوگی یا سوباش بوس سے۔ کیونکہ یہی جواہر لال کے جانشین ہوئے ہیں۔ اگر آپ کی خواہش ہے کہ اس سے قبل آپ کی اور میری گفتگو ہو جائے تو ۱۰ مارچ سے قبل کسی وقت بھی سیگاؤں میں آپ سے ملاقات میرے لئے باعث فخر ثابت ہوگی۔"

خلاصہ خط قائداعظمؒ مورخہ ۳۰ مارچ ۱۹۳۸ء

دہلی۔ "آپ کے خط میں دو باتوں کا جواب نہیں ملا۔ پہلی 'کیا اب تاریکی دور ہو چکی ہے اور آپ کی رائے ہے کہ سمجھوتہ کا وقت آگیا ہے۔ دوسری 'اگر وقت آگیا ہے تو کیا سنجیدگی کے ساتھ اس مسئلہ کو ہاتھ میں لینے کیلئے آمادہ ہیں۔

ہم اس منزل پر پہنچ گئے ہیں کہ اب اس میں کوئی شک معلوم نہیں ہوگا کہ آپ آل انڈیا مسلم لیگ

کو مسلمانوں کی واحد نمائندہ اور بااقتدار جماعت تسلیم کرلیں اور دوسری طرف یہ کہ آپ کانگریس اور ملک کے دوسرے تمام ہندوؤں کی نمائندگی کرتے ہیں۔ اس بناء پر ہم آگے قدم بڑھا سکتے ہیں اور دوسرے مسائل کا حل معلوم کرسکتے ہیں۔

مجھے یقیناً آپ سے مل کر مسرت ہوگی۔ اگرچہ پنڈت جواہرلال اور مسٹر بوس سے ملاقات جیسی بھی آپ کی خواہش ہو، میرے لئے مسرت کا باعث ہوگی۔ لیکن یہ دونوں جب تک آپ سے رجوع نہیں کریں گے۔ مسئلہ کا قطعی فیصلہ ناممکن ہے اس لئے آپ سے ملنا ضروری سمجھتا ہوں۔ مجھے افسوس ہے کہ ۱۰ مارچ سے قبل سیگاؤں نہیں آسکتا۔ مجھے بمبئی سے باہر جانا ہے لیکن سہولت کیلئے ہم وقت اور مقام کا تصفیہ کرلیں گے۔"

خلاصہ خط مسٹر گاندھی ۸ مارچ ۱۹۳۸ء

سیگاؤں۔ "میں ہر وقت آپ کیلئے حاضر ہوں۔ اگر آپ سیگاؤں نہیں آسکتے تو بشرط صحت آپ کی موجودگی میں، میں بخوشی بمبئی آجاؤں گا۔ فی الحال مجھے بنگال اور پھر اڑیسہ جانا ہے۔ اس سفر میں ایک ماہ لگ جائیگا۔ اگر ہماری ملاقات ہو تو اپریل میں ہوسکتی ہے۔ آپ نے لکھا ہے کہ "روشنی ملی یا نہیں؟" جواب نفی میں لکھنا پڑے گا۔ اگر روشنی مل جاتی تو میں ببانگِ دُہل اعلان کر دیتا۔ آپ سمجھتے ہیں کہ میں کانگریس اور ملک کے تمام ہندوؤں کی جانب سے گفتگو کرسکتا ہوں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ میں اس آزمائش میں پورا نہ اتر سکوں گا۔ آپ کے مفہوم کے اعتبار سے میں نہ ہی کانگریس کی نمائندگی کرتا ہوں اور نہ ہندوؤں کی۔ لیکن باعزت سمجھوتہ کیلئے اخلاقی اثر استعمال کروں گا"

خلاصہ خط قائداعظمؒ مورخہ ۱۷ مارچ ۱۹۳۸ء

نئی دہلی۔ "میں آپ کو مطلع کرتا ہوں کہ آپ کی تجویز کے مطابق ماہ اپریل میں کسی وقت بمبئی میں آپ سے ملاقات کی مسرت حاصل کروں گا۔"

خلاصہ خط مسٹر گاندھی مورخہ ۲۴ مارچ ۱۹۳۸ء

کلکتہ۔ "خط کا شکریہ! سیگاؤں پہنچتے ہی اولین فرصت میں بمبئی روانہ ہو جاؤں گا، تاکہ آپ کی خدمت میں باریابی حاصل کرسکوں"۔

خلاصہ خط قائداعظمؒ مورخہ ۲۶ مارچ ۱۹۳۸ء

"خط کا شکریہ! کلکتہ سے واپسی پر بمبئی میں آپ سے ملاقات میرے لئے باعث مسرت ہوگی"

مسٹر گاندھی کا تار

دہلی۔ ”بمبئی کو واپس ہوتے ہوئے ایک دن کیلئے اگر آپ وار دھا ٹھہر جائیں تو مجھے بمبئی کی زحمتِ سفر سے بچالیں گے کیونکہ مجھے مسلسل جسمانی آرام کی ضرورت بھی ہے۔ کیا مولانا آزاد کو اپنے ساتھ رکھ سکتا ہوں؟ براہ کرم جواب وار دھا دیں۔“

قائد اعظمؒ کا تار

کلکتہ۔ ”مجھے افسوس ہے کہ اپنے پروگرام میں تبدیلی نہیں کر سکتا۔ ۲۵ یا اس سے پہلے جو بھی تاریخ مقرر ہو آپ سے بمبئی ملاقات کروں گا۔ آپ تنہا ہی ملاقات کریں تو بہتر ہے۔“

(گاندھی جی کی مسلمان کو مسلمان کے مقابلے میں لانے اور ہندو مسلم اتحاد کے لئے دو مسلمانوں کے درمیان نزاع پیدا کرنے کی چال ملاحظہ فرمائیں اور قائد اعظمؒ کی دور اندیشی اور فراست بھی دیکھیئے۔)

گاندھی جی کا تار

وار دھا۔ ”شکریہ! ۲۵ کو دوشنبہ ہے اگر آپ کیلئے باعث سہولت ہو تو میں ۲۸ کو بمبئی پہنچ جاؤں۔“

قائد اعظمؒ کا تار

کلکتہ۔ شکریہ! ۲۸ کو اپنے مکان پر آپ سے ملاقات کروں گا۔“

۲۸ اپریل ۱۹۳۸ء کو ہندوستان کے ان دو رہنماؤں کے درمیان ملاقات ہوئی۔ دنیا کی نظریں ان پر جمی ہوئی تھیں مگر افسوس گاندھی جی نے پھر ایک مرتبہ ہندو مسلم اتحاد کی بیل کو منڈھے نہ چڑھنے دیا اور ایسی تجاویز پیش کیں جو قائد اعظمؒ کیلئے کسی صورت میں قابل قبول نہ تھیں۔ انجام یہ ہوا کہ گفتگوئے مصالحت ناکام ثابت ہوئی انگریزوں کے ہاں چراغاں ہوا جو خوفزدہ تھے کہ ہندو مسلم اتحاد ہو گیا تو ہندوستان کو کچھ نہ کچھ دینا پڑے گا۔ مگر گاندھی جی چاہتے ہی کب تھے کہ ہندوستان کو کچھ ملے۔ وہ تو چاہتے تھے اور چاہتے ہیں کہ مسلمانوں پر غلامی کا بوجھ بایں صورت اور لاد دیا جائے کہ پہلے صرف انگریز کے غلام ہیں اور اب ہندوؤں کے بھی ہو جائیں گے۔

قائد اعظمؒ اور پنڈت جواہر لال نہرو کی خط و کتابت اور قائد اعظمؒ و مسٹر بوس کی خط و کتابت طوالت کے خوف سے نظر انداز کرتا ہوں اور وہ اس لئے بھی کہ ”مہاتما“ اور ”باپو“ کی خط و کتابت و ملاقات کے بعد ان کی کوئی تاریخی حیثیت باقی نہیں رہتی۔ چونکہ مسٹر بوس اور مسٹر نہرو اسی ساز پر بول رہے تھے جو وار دھا سے بجایا جا رہا تھا۔ اس لئے خط و کتابت کا ذکر کچھ لاحاصل سا معلوم ہوتا ہے۔

کانگریس فعل و قول میں ہندو ہے

فروری ۱۹۳۸ء میں قائد اعظمؒ طلبائے یونیورسٹی کی درخواست پر علی گڑھ تشریف لے گئے جہاں آپ کا شاہانہ اور قابل یادگار خیر مقدم ہوا۔ آپ نے دوسرے دن تقریر فرماتے ہوئے کہا۔

"مسلم لیگ کو حکومت برطانیہ کے پنجہ سے چھڑالیا ہے اب ایک اور طاقت ہے جو حکومت برطانیہ کی جانشین بننا چاہتی ہے۔ آپ جو بھی چاہیں اس کا نام رکھ لیں یا اسے کانگریس کے نام ہی سے پکاریں لیکن میرا فیصلہ ہے کہ یہ قطعی طور پر ہندو جماعت ہے اور اس کی حکومت "ہندو راج" ہوگی۔

میں آپ کو صاف صاف کانگریس کا انداز فکر بتا دینا چاہتا ہوں کہ وہ ایک طرف فرقہ وارانہ فیصلے سے اپنے حالات کے مطابق فائدہ اٹھائے گی اور دوسری طرف اس کو تباہ کرے گی۔

ہم نے مسلمانوں کو ایک جھنڈے تلے جمع کرنا چاہا تو ہندو پریس نے مجھے فرقہ پرست 'ٹوڈی' حکومت کا غلام کہا اور لطف یہ ہے کہ دوسری طرف مسلمانوں کی حق تلفی کیلئے بہانے تراشے گئے۔

کانگریس نے مسلمان نوجوانوں میں اپنا زہر پھیلانے کیلئے کانگریس کا نصب العین مکمل آزادی اور بھوک و قحط سے جنگ رکھا لیکن اس کا حقیقی نظریہ ہے کہ کانگریس حکومت سے کچھ ذمہ داری چاہتی تھی جس کے حصول میں وہ ناکام رہی۔ اب رہے کانگریسی حضرات جو اس کی دھجیاں بکھیرنے کے بلند بانگ دعاوی کرتے تھے۔ نہ صرف یہ کہ اس سے کام لے رہے ہیں بلکہ خود اسے چلا رہے ہیں مسلمانوں پر مکرو فریب کا جال پھیلانے کیلئے انہوں نے سب کچھ کیا۔ بلکہ یہاں تک کہ ایک کانگریسی وزیر اعظم نے کہا کہ اگر مسجد کی ایک اینٹ بھی ہلائی گئی تو میں اپنی جان دیدوں گا لیکن اسی صوبہ میں یہ ہوا کہ وہاں تعداد آرا کا ووٹنگ طریقہ اختیار کیا گیا جس کا لازمی انجام یہ ہوا کہ وہاں گزشتہ انتخابات میں کوئی مسلمان کامیاب نہ ہو سکا۔ اس لئے اب ہم کسی پر بھروسہ نہیں کرتے اور نہ کسی کی عنایت پر اعتماد سیاست میں خیر خواہی 'محبت' عزت اور لحاظ اس وقت ممکن ہے جب آپ طاقتور ہوں۔ اغیار جانتے ہیں کہ وہ کس طرح آپ کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ ہندوستان اور برطانیہ کی سیاست میں فرق ہے وہاں کی اکثریت و اقلیت حالات کے مطابق اقلیت و اکثریت میں تبدیل ہو سکتی ہے آج اگر کنزرویٹو (قدامت پسند) حکومت ہے تو کل لبرل ہو سکتی ہے مگر یہ بات ہندوستان میں نہیں۔ یہاں ہندو مستقل اکثریت میں ہیں اور باقی جملہ اقوام لاتعداد وقت تک اقلیت میں۔ کانگریس غیر فرقہ وارانہ قومی طرز عمل کی متحمل نہیں ہو سکتی بلکہ اپنی ذہنیت اور فعل و عمل میں سراسر ہندو ہے۔ اقلیت کیلئے صرف ایک سہارا اور امید ہے اور وہ یہ کہ منظم ہو جائے اور اپنے حقوق و مفاد کیلئے اپنے پاؤں پر کھڑی ہو کر اساسی تحفظ حاصل کرے۔ میری آپ سے اپیل ہے کہ لیگ کے پلیٹ فارم پر جمع ہو جاؤ اگر مسلمان متحد ہو جائیں تو قیاس و خیال سے پہلے تصفیہ ہو جائیگا۔"

راہِ نجات

۱۷، ۱۸ اپریل ۱۹۳۸ء کو بنگال کے مسلمانوں کی دعوت پر مسلم لیگ کا اجلاسِ خصوصی کلکتہ میں زیر

صدارت قائداعظمؒ ہوا۔ قائداعظمؒ نے خطبہ صدارت میں فرمایا۔

"مسلمانوں کیلئے واحد راہ نجات یہ ہے کہ وہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کا طریق سیکھیں۔ مسلمان اس طرح نہ صرف اجنبی حکمرانوں سے اپنا لوہا منوالیں گے بلکہ اکثریت کو بھی بتادیں گے کہ مسلمان ملک میں برابر کے حصہ دار ہیں۔ انہیں اب آئندہ کیلئے بیوقوف نہیں بنایا جاسکتا ہے۔ آپ نے کانگریس اور مہا سبھا کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کی مطلق العنانی اور خود سری کو کوئی خود دار جماعت برداشت نہیں کر سکتی۔ جب تک کانگریس دوسری جماعتوں کو حقارت کی نظروں سے دیکھتی رہے گی سیاسی اتحاد کی کوئی امید نہیں ہو سکتی اور اتحاد کیلئے شرط اول مساویانہ سلوک ہے جس سے فی الحال کانگریس کوری ہے۔" آپ نے صاف اعلان فرمایا کہ "مسلم لیگ ملکی، قومی اور اجتماعی مفاد کیلئے ہر جماعت، ہر طبقہ اور ہر فرقہ کے ساتھ تعاون کرنے کو تیار ہے بشرطیکہ تعاون مساوات کے اصولوں پر ہو۔"

آگے چل کر آپ نے فرمایا کہ۔

"ہم نے نام نہاد مولاناؤں کے اقتدار کا بھی ایک حد تک خاتمہ کر دیا ہے جو دوسروں کے بھڑکانے پر قوم کے جذبات سے کھیلتے تھے ہمیں پورے انہماک کے ساتھ اپنی جدوجہد کو جاری رکھنا چاہئے۔

آج تنظیم ملت کا جو منظر میری آنکھوں نے دیکھا ہے شاید زوال سلطنت اسلامیہ کے ڈیڑھ سو سال بعد آج کلکتہ میں دیکھا گیا ہے آج پھر ملت اسلامیہ کا احساس خودداری بیدار ہو رہا ہے اور فرزندان اسلام میں انقلابی حرکت پیدا ہو چکی ہے جس کو دیکھ کر مخالفین کے محلات میں زلزلہ آرہا ہے مگر اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ ہم تنظیم کی اہم ضرورت سے غافل ہو جائیں۔

جمود و سکوت کی جو گھٹائیں آسمان ملت پر چھا رہی تھیں۔ یکسر چھٹ گئی ہیں اور جو طاقتیں مسلمانوں کو قعر مذلت میں گرانے کے درپے تھیں مسلمانوں نے اپنی بیداری سے ان طاقتوں کے شیرازہ کو درہم برہم کر دیا ہے۔ مسلمانوں میں یہ احساس پیدا ہو گیا ہے کہ ان میں غیر فانی طاقت موجود ہے جو بڑے بڑے ایوانوں کی بنیادوں کو ہلا سکتی ہے اور اسی احساس خودداری نے ان کے ذہن نشین کر دیا ہے کہ غیر کے سہارے پر ہزار سال زندہ رہنے سے ایک دن کی خوددارانہ زندگی بہتر ہے (یعنی سلطان ٹیپو کا مقولہ کہ گیدڑ کی صد سالہ زندگی سے شیر کی ایک دن کی زندگی بہتر ہے۔

شیر اچھا ہے جسے فرصتِ یک روزہ ملی

یا وہ گیدڑ جسے بخشا گیا صد سالہ صعود)

یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں نے اپنے امور اپنے ہاتھ میں لے لئے ہیں۔ اب وہ اپنی ہستی تسلیم کرانے کیلئے میدان میں اتر آئے ہیں۔ میں ملت کے نوجوانوں سے کہوں گا کہ اگر وہ باہم متحد ہو کر کھڑے ہو جائیں تو ان کے عزائم کے راستے میں کوئی شے حائل نہیں ہو سکتی۔"

مسجد شہید گنج

مسجد شہید گنج کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ "صحیح الخیال اور سلیم العقل انسان محسوس کرتا ہے کہ اس مسجد کو کمال بے اعتنائی کے ساتھ عمداً گرایا گیا۔ یہ امر بے حد افسوسناک ہے کہ سکھوں جیسی قوم نے انہدام مسجد شہید گنج کے دلخراش طرز عمل کو اختیار کیا۔ میں یہ محسوس کر رہا ہوں کہ فریقین میں ایسے افراد بھی موجود ہیں جو ایک دوسرے کے خلاف جارحانہ ارادے رکھتے ہیں اور جن کے طرز عمل سے یہ صورت پیدا ہو گئی جس نے دونوں قوموں کو ناگفتہ بہ حالت میں ڈال دیا۔ میں طرفین کی زیادتیوں کی مذمت کرتا ہوں اور دونوں اقوام کے معصوم انسانوں کو مار ڈالنے کے جو طریقے اختیار کئے گئے ہیں انہیں قابل مذمت قرار دیتا ہوں اگر صحیح نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو اس کا حل بہت آسان نظر آئے گا۔ ہر دو اقوام اس امر کا احساس کر لیں کہ اخلاقی طور پر ان کے ذمہ ایک دوسرے کے متعلق کیا فرائض عائد ہوتے ہیں نیز ان جفا کار اور شرارت پسند عناصر کو جو باعزت سمجھوتے کی راہ میں حائل ہو رہے ہیں کیفر کردار تک پہنچائیں تو معاملہ آج ہی طے ہو جائے۔ سکھ لیڈروں سے میری اپیل ہے کہ وہ نام نہاد وقار کا خیال دل سے نکال دیں اس ضمن میں آل انڈیا مسلم لیگ کونسل ایک قرارداد پاس کر چکی ہے"۔

آپ نے فرمایا کہ "یہ آپ کا کام ہے کہ آپ مسجد شہید گنج پر کافی غور و خوض کریں اور جو حکمت عملی یا طریق کار آپ کو موزوں نظر آئے اسے اختیار کریں"۔

کونسل کی قرارداد

مسجد شہید گنج کے ضمن میں قائداعظمؒ نے آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کی جس قرارداد کا ذکر کیا ہے۔ وہ یہ ہے:

"لیگ کونسل کیلئے یہ امر موجب مسرت ہے کہ جو طریق کار مسلم لیگ نے تجویز کیا ہے۔ وہی طریق کار پنجاب گورنمنٹ بھی اختیار کر رہی ہے۔ اگرچہ پالیسی اور اصول کار کے متعلق آخری فیصلہ صرف آل انڈیا مسلم لیگ کو کرنا ہے تاہم اس ضمن میں لیگ کونسل حتی الامکان ہر قسم کی امداد و اعانت کرنے پر تیار ہے"

ہندو مسلم مسئلہ کے متعلق آپ نے فرمایا "اگرچہ ہری پور کے اجلاس میں صدر کانگریس اور دیگر لیڈران نے ہندو مسلم مسئلہ کے حل کی حقیقی خواہش کا احساس پیدا کر دیا ہے اور اسی احساس کے پیش نظر گاندھی جی اور پنڈت نہرو نے مجھے لکھا بھی ہے اور میں نے جواب بھی دیدیا ہے مگر بایں ہمہ کانگریس اپنے علاوہ دوسری پارٹی خصوصاً مسلم لیگ کو صفحہ ہستی سے مٹانے کا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتی۔ اس وقت کانگریس کا رویہ ہے کہ اولاً تو کمیونل ایوارڈ کو بالکل اڑا دینا چاہتی ہے۔ دوسرے جداگانہ حلقہ ہائے انتخابات کو قائم رکھنے پر آمادہ ہے اور تیسرے یہ کہ وہ کسی امتیازی حق رائے دہی کو تسلیم کرنے کیلئے تیار

نہیں بلکہ وہ تو چاہتی ہے کہ کسی قوم کیلئے نشستیں مخصوص نہ کی جائیں۔ اس کا مطلب صاف ظاہر ہے کہ مسلمانوں کو نہ تو لیجسلیٹو اسمبلیوں میں اور نہ میونسپل لوکل لاء اور ڈسٹرکٹ بورڈوں میں کافی نمائندگی مل سکے جیسا کہ حال ہی میں بہار کے مسلمانوں کو پیش آچکا ہے۔

اس میں ذرہ برابر شک نہیں کہ کانگریسی حکومتوں نے برسراقتدار آتے ہی انتہادرجہ جارحانہ عمل اختیار کیا اس نے لیجسلیٹو اسمبلیوں میں "بندے ماترم" کا ترانہ ٹھونسنے کی کوشش کی چونکہ یہ کوشش تلخی و مخالفت کا باعث بنی اس لئے کانگریس نے اس ارادے کو ترک کر دیا۔ کانگریسی حکومت ہندی کی ترویج کے درپے ہے اس اقدام کا لازمی نتیجہ یا تو اردو کی ترویج کی تباہی و بربادی ہو گا یا کم از کم اردو کے فروغ کو بہت حد تک نقصان پہنچانے کا باعث ہو گا۔"

"غرض کانگریس کا ظاہر و باطن دو ہیں۔ وہ جس امر کا اپدیش کرتی ہے عمل اس کے برعکس ہوتا ہے۔"

(جو بات قائداعظمؒ نے ۱۹۳۸ء میں فرمائی تھی ۱۹۴۷ء میں اس پر غور کیجئے اور آج آل انڈیا ریڈیو کی اردو دشمنی ملاحظہ فرمائیے۔ سردار پٹیل ممبر براڈ کاسٹنگ کس دیدہ دلیری سے اردو کی تخریب کے درپے ہیں)۔

مسلمان کیا چاہتے ہیں؟

"مسلمانوں نے ایک سے زیادہ مرتبہ اس حقیقت کا اعلان کر دیا ہے کہ زبان، مذہب، کلچر اور پرسنل لاء کے مسئلے کے علاوہ ایک اور مسئلہ بھی ہے جو ان کے لئے مساوی طور پر موت و حیات کا سوال ہے اور وہ یہ کہ ان کی آئندہ قسمت ان کے سیاسی حقوق کے حصول، قومی زندگی، حکومت اور ملک کے نظم و نسق میں ان کے واجبی حصے ہوں وہ اس کیلئے آخری دم تک لڑیں گے اور کانگریس کو "ہندوراج" کے قیام کے تمام خواب و تصورات ترک کرنے پڑیں گے۔ مسلمان جب تک زندہ ہیں کسی قوم میں مدغم نہ ہوں گے اور نہ کسی دوسری قوم کے غلبہ کو قبول کریں گے، وہ جھکنے کیلئے پیدا نہیں ہوئے۔

مسلم لیگ، کانگریس یا دوسری جماعتوں کے ساتھ مساوات کاملہ کی دعویدار ہے اور رہے گی میں "زندہ رہو اور زندہ رہنے دو" کی پالیسی کا خیر مقدم کرتا ہوں میں سیاسی و اقتصادی معاملات میں مفاہمت کو لبیک کہتا ہوں لیکن کسی صورت میں بھی ہم کانگریس کے آگے جھکنے یا اس میں مدغم ہونے یا اس کے ڈکٹیٹرانہ احکامات کے آگے سر تسلیم خم کرنے کو تیار نہیں۔"

اس خطبہ میں قائدؒ نے کھلے لفظوں میں فرمادیا کہ مسلمان جھکنے کیلئے پیدا نہیں ہوا۔ اگر اس کو جھکانے کی کوشش کی گئی تو یہ بابر بن جائیگا۔ یہ ٹیپو کی صورت میں نمودار ہو گا۔ یہ مرجائیگا لیکن محکوم کی محکومی قبول نہ کرے گا۔ یہ اس کی فطرت کے خلاف ہے کہ غلام کا غلام بنے۔ اس کے طریق کار نے اسے انگریز کا

غلام بنا دیا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ وقت بھی قریب ہے جب غلامی کی زنجیریں ٹوٹ جائیں گی۔ اس لئے کہ مسلم لیگ سے اگر سمجھوتہ کرنا ہے تو مساویانہ طاقت مان کر آگے بڑھو۔ وگرنہ مسلم لیگ کا فیصلہ اٹل ہے کہ وہ مسلمانوں کو کسی فرعونی طاقت کے سامنے جھکنے نہ دے گی۔

قائداعظمؒ کا نعرۂ مستانہ

۲۳ اگست ۱۹۳۸ء کو جبکہ مرکزی قانون ساز اسمبلی میں فوجداری قانون میں ترمیم کا مسودہ پیش ہوا تو قائداعظمؒ نے اس پر معرکۃ الآرا تقریر کرتے ہوئے حکومت اور کانگریس پر واضح کر دیا کہ فوجی بھرتی کے مسئلہ میں مسلمانانِ ہند کا نقطہ نظر کیا ہے۔ قائداعظمؒ نے فرمایا۔

"اس مسئلہ کو اس قدر آتش افروز بنایا گیا ہے اور اس میں اس قدر ہیجان پیدا کیا گیا ہے کہ کسی کا اس طوفانی فضا میں آ کر معقولیت کا اظہار کرنا مشکل ہے۔ بہرحال میں اپنا فرض ادا کرتے ہوئے اپنی جماعت کا نقطہ نظر پیش کرتا ہوں۔

معزز قائد حزب الاختلاف نے اپنی تقریر میں کچھ عجیب اسلوب اختیار کیا ہے ہرچند کہ ایک پائیں نشین کے ایسے اسلوب بیان کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتا مگر اس مسودہ کی حمایت کرنے والوں کو اپنے آپ سے شرمانا چاہئے۔ قائد حزب الاختلاف کی طرف سے یہ بیان بہت ہی قابل افسوس ہے کہ جو شخص اس مسودہ کی حمایت کرے گا وہ اپنے ملک کی آزادی بیچ دے گا۔ اپنے ملک سے غداری کرے گا۔"

اس کے بعد قائداعظمؒ نے تاسف اور دھمکی کے لہجے میں فرمایا۔

"مسلم لیگ کو اس وقت پاسنگ کی حیثیت حاصل ہے مگر یہ حیثیت شاید ہمیشہ باقی نہ رہے وہ وقت بہت جلد آ رہا ہے جب یہ نشست ہی غائب ہو جائیگی۔"

پھر انہوں نے ہمارے لئے پیش گوئی کی کہ "ہم کچل دیئے جائیں گے اور ایک وحشیانہ ہندو اکثریت ہمیں پیس کر رکھ دے گی۔ کیا وہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں اپنا ایک ایقان اور اپنی ایک رائے رکھنے کی جرات نہ کرنی چاہئے۔ کیا یہی جمہوریت ہے میں اس روش کو سخت ناپسند کرتا ہوں۔ میں یقین دلاتا ہوں کہ سوائے ہندوستانی مفاد کے اس وقت کوئی چیز میرے پیش نظر نہیں۔ آیئے ہم پھر پر سکون معتدل اور محتاط مباحث کی طرف لوٹ چلیں۔

میں اس وقت تک اس مسودہ کو پاس نہ ہونے دوں گا جب تک کہ تم حکومت ہند کے قانون ۱۹۳۵ء کی تنسیخ پر اب اور اسی ایوان میں راضی نہ ہو جاؤ اور مجھے وہ دستور نہ دیدو جو میں چاہتا ہوں۔

آپ ممکنہ عجلت سے اس ملک سے برطانوی افواج کی واپسی چاہتے ہیں۔

لیکن کیا یہ ایک ہی بیان میں تضاد نہیں بے شک ہم ملک سے برطانوی افواج کی واپسی چاہتے ہیں۔ اس حکمت عملی کی ہم نے ایک مدت سے آبیاری کی ہے۔ اس کے جواز و موافقت میں ناقابل تردید دلائل و

براہین ہیں۔ سوائے اس کے کہ حکومت اس پر رضامند نہیں ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ یہاں خالص ہندوستانی فوج ہو۔ میں نے برسوں اس کیلئے جدوجہد کی ہے لیکن مجھے بہت کم کامیابی ہوئی بشرطیکہ اسے کامیابی کہاجائے۔ آپ نے یہ بھی کہا ہے کہ آپ کے بہترین آدمی فوج میں شریک نہ ہوں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ فضول اور کرایہ کے ٹٹو فوج میں بھرتی ہوں گے اور پھر آپ اسی سانس میں کہہ جاتے ہیں کہ آپ فوج کو خالص ہندوستانی بنانا چاہتے ہیں۔ کیا یہ بیان میں تضاد نہیں؟"

بیانات میں تضاد کانگریس کا محبوب مشغلہ ہے۔ اس کے "نیتا" حقیقتاً بھول جاتے ہیں کہ انہوں نے کیا کہا تھا اور اب کیا کہنا چاہیے۔ ان کی مسلمانوں سے متعلق پالیسی پر غور فرمایئے۔ وہ اگر ایک طرف مسلمانوں کو ملک میں مساوی حصہ دار کہتے ہیں تو دوسری طرف ان کی طاقت سے کیا بلکہ وجود سے انکاری ہیں۔ ایک طرف کہتے ہیں کہ مسلمان ہمارے بھائی ہیں دوسری طرف ان کی پیٹھ میں سیاسی چھری بھونک دینا چاہتے ہیں۔ ایک طرف کہتے ہیں کہ ان کا تمدن و کلچر محفوظ رہے گا دوسری طرف اس کی تباہی کا سامان کرتے ہیں۔ ایک طرف دعویٰ ہے کہ ان کی زبان کی حفاظت ہوگی دوسری طرف اس کی جگہ ہندی کو مروج کیا جارہا ہے۔

کانگریس کا معاندانہ رویہ

۸۔ ۱۹ اکتوبر ۱۹۳۸ء کو کراچی میں سندھ پراونشل مسلم لیگ کانفرنس ہوئی جس کی صدارت کے فرائض قائداعظمؒ نے سرانجام دیتے ہوئے فرمایا۔

"مجھے یقین ہے کہ سندھ ہندوستان کے مسلمانوں کیلئے نمونہ ہوگا چونکہ یہاں کے مسلمانوں نے بہترین بیداری کا ثبوت دیا ہے سندھ کو علیحدہ صوبہ بنانے کیلئے مسلم لیگ نے جو کوششیں کیں آپ حضرات جانتے ہیں۔ اگر آپ لوگ اپنے اختیارات کو استعمال کرنے کیلئے تیار ہوجائیں تو آپ کے صوبے کی مسلم لیگ کو آپ کے صوبے کی عنان حکومت حاصل کرنے میں کوئی طاقت باز نہیں رکھ سکتی۔ ۱۹۳۵ء کے آئین میں بہت سی باتیں قابل اعتراض ہیں۔ تاہم سندھ کے لوگوں خصوصاً مسلمانوں کی اقتصادی، اخلاقی، تعلیمی اور سیاسی بیداری کو مدنظر رکھتے ہوئے اس سے مستفید ہونے کی کوشش کرنے کیلئے اس کو استعمال کرنا ضروری ہے"

آگے چل کر آپ نے فرمایا "چھ صوبوں میں اختیارات حاصل کرنے کے بعد کانگریس کے ہائی کمانڈ نے مسلم لیگ کے خلاف ایک زبردست وحشیانہ، ظالمانہ اور معاندانہ رویہ اختیار کر رکھا ہے۔ وزارتیں قبول کرنے کے بعد سے کانگریس نے مجلس مقننہ کی لیگ پارٹی کے اراکین کو اچھوت قرار دیا ہوا ہے اور یہ عہد کیا ہوا ہے کہ جب تک وہ کانگریس کی پالیسی و پروگرام پر دستخط نہ کریں گے انہیں وزارت میں حصہ نہ دیا جائے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ کانگریس کمیں مسلم لیگ سے بدتر اور متعصب ہے۔ اس کے

تعصب کا ادنیٰ ثبوت " بندے ماترم " کا نام نہاد قومی ترانہ اور ودیا مندر سکیم ہے۔
مجلس مقننہ میں مسلمانوں کی حقیقی نمائندگی کو شکست دینے کیلئے اور ہر مسلمان کو کانگرسی بنانے کیلئے کمیونل ایوارڈ کا خاتمہ کرنے کے خیال سے مسلم ماس کنٹیکٹ شروع کیا گیا ہے۔ مسلمانوں کی تہذیب کا خاتمہ کرنے کیلئے اردو کو ختم کر کے سنسکرت آمیز ہندی ہندوستان کی قومی زبان بنائی جا رہی ہے۔ ملازمت صرف ان لوگوں کیلئے ہے جو کانگرسی ہیں یا مسلم لیگ سے علیحدہ ہو جائیں۔ مسلم پریس کو ضمانت کی ضبطی کی دھمکیاں دی جا رہی ہیں۔ بعض اردو اخباروں اور رسالوں کی ضمانتیں ضبط کر لی گئی ہیں۔ اب آپ ہی غور فرمائیے کہ کیا یہی رویہ قومی پروگرام کہلانے کا مستحق ہو سکتا ہے جسے ملک کے عوام الناس کی فلاح و ترقی کیلئے استعمال کیا جا رہا ہے۔ کیا ایسے ہی پروگرام سے ملک کی آزادی عمل میں آئے گی۔ کانگریس اتنے سے اختیارات کے نشے میں اس قدر سرمست ہو گئی ہے تو میں سمجھنے سے قاصر ہوں کہ اس حالت میں وہ مسلمانوں پر کیسے کیسے مظالم ڈھائے گی۔ جب اسے حکومت ہند کے مکمل اختیارات عطا کر دیئے جائیں گے۔ ابھی میں نے ان مظالم بے جا کا ذکر نہیں کیا جن سے اخبارات کے کالم بھرے پڑے ہیں۔ بہار، یو پی اور سی پی کانگریس کے جوش و غضب کے پورے شکار بنے ہیں۔ ان کے متعلق مسلم لیگ کمیٹی کی رپورٹ آئندہ اجلاس تک پوری ہو جائیگی۔ (رپورٹ کا نام پیرپور رپورٹ ہے)
یہ عام تجربہ ہے کہ کانگریسی اپنے آپ کو اس ملک کا حکمراں بتاتے ہیں اور جیسا سلوک برطانیہ نے ہندوستان کیساتھ کیا ہے اس سے بدتر سلوک وہ مسلمانوں کیساتھ روا رکھتے ہیں۔
چند کانگریسی خصوصیتیں جو کانگریس کے لئے وقف ہیں اس کا ذکر بھی سن لیجئے۔ گورنر اور گورنر جنرل اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ میں خصوصاً مسلمانوں کے ساتھ بالکل ناکامیاب ثابت ہوئے ہیں۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ اپنے اختیارات کو ایسے مواقع پر استعمال نہ کریں گے۔
ملک کی مختلف جماعتوں کے درمیان فساد کی ذمہ داری کانگریس کی احمقانہ پالیسی ہے۔
میں صاف طور پر بتا دینا چاہتا ہوں کہ میری دشمنی نہ تو ہندوؤں سے ہے اور نہ ہی ہندوؤں سے مجھے عداوت ہے بلکہ میرے خیال میں ہندوستان کی ترقی میں کانگریس کے سپہ سالار اعظم سب سے بڑے خار ہیں۔ ہندوؤں میں بھی ایسے لوگ ہیں جو گاندھی خیال کے لوگوں کو گالیاں دیتے ہیں۔ تاہم عوام کا معتدبہ طبقہ گاندھی کے مسمریزم کے تحت اس کے زیر اثر ہے"
آخر میں آپ نے فرمایا " مجھے مسلمانوں کی قسمت کے فیصلے میں نہ خوف ہے نہ ہراس۔"

مسلم لیگ کانگریس سے کوئی رعایت نہیں چاہتی

۲۶ دسمبر ۱۹۳۸ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کا چھبیسواں اجلاس پٹنہ میں ہوا جس میں پچاس ہزار مسلمانوں نے شرکت کی۔ یہ اجلاس اپنی نوعیت کے لحاظ سے تاریخی اجلاس تھا تقریباً تین ہزار پردہ نشین خواتین نے

بھی شرکت کی۔ یہ وہ پہلا اجلاس ہے جس میں سندھ نیشنل گارڈز کا ترانہ "مسلم ہے تو مسلم لیگ میں آ" پڑھا گیا اور قائداعظمؒ نے خود بھی پڑھا۔

قائداعظمؒ نے اپنے خطبہ صدارت میں فرمایا۔

" مجھے مولانا شوکت علی کی خدمات ملی کا اعتراف ہے آپ اسلام کے نڈر سپاہی تھے " اور اس کے ساتھ ہی علامہ سر اقبال اور کمال اتاترک کے انتقال پر اظہار تعزیت فرمایا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا " آج سے چند سال قبل مسلمانوں کی حالت ایسی تھی کہ یا توانہیں حکومت کی اطاعت کرنی پڑتی تھی اور یا پھر کانگریس کے اصولوں کے آگے سر تسلیم خم کرنا پڑتا تھا کیونکہ سیاسی بیداری ان حلقوں میں تھی جو یا تو حکومت کے غلام تھے اور یا پھر کانگریس کے۔ بہت نوجوانوں کو دھوکا ہوا کہ کانگریس آزادی وطن کیلئے کوشاں ہیں اور اس لئے ان کے دماغ پر برا اثر پڑا اور وہ آسانی کے ساتھ کانگریس کے بچھائے ہوئے جال میں پھنس گئے لیکن جب ان کی آنکھیں کھلیں تو سمجھے کہ یہ سب دھوکا تھا۔"

" کانگریس نے ہندو مسلم اتحاد کی ہر امکانی امید کو کانگریس فاشزم کی چٹان پر دے مارا حقیقت یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ مساویانہ حیثیت سے مصالحت کرنے پر تیار نہیں۔ کانگریس کا یہ دعویٰ مہمل اور لغو ہے کہ وہ سارے ملک کی نمائندگی کرتی ہے۔ مسلمان یا مسلم لیگ کانگریس سے کوئی رعایت نہیں چاہتی مسلمان ایک قوم کی حیثیت سے ترقی چاہتے ہیں۔ کانگریس کا دعویٰ ہے کہ وہ ایک قومی ادارہ ہے۔ لیکن در حقیقت وہ خالص ہندو ادارہ ہے اور کانگریس کو اس کا علم بھی ہے چند مسلمانوں کو گمراہ کر کے اپنے حلقوں میں شامل کر لینے کے یہ معنی نہیں کہ کانگریس مسلمانوں کی نمائندگی کرتی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ بہت سے حضرات میری اس رائے سے اتفاق کریں گے کہ کانگریس ہائی کمانڈ اپنا کلچر دوسروں سے اختیار کرانے پر تلی ہوئی ہے اور چاہتی ہے کہ " ہندو راج " قائم ہو۔

واردھا سکیم اور ودیا مندر کی سکیم کے متعلق قائداعظمؒ نے کہا " یہ سکیمیں کافی غور و خوض سے تیار کی گئی ہیں ان کے بانی مسٹر گاندھی ہیں جنہوں نے کانگریس کے ان مقاصد کو خاک میں ملا دیا جن کیلئے یہ شروع کی گئی تھی اور کانگریس کو خالص ہندو ادارہ بنا دیا تاکہ ہندو کلچر کو زندہ اور رائج کیا جائے۔"

فلسطین کے مسئلے پر آپ نے فرمایا " فلسطین کے سرفروشوں کو باغی کہا جاتا ہے اور ان کے ساتھ باغیوں جیسا سلوک کیا جاتا ہے حالانکہ وہ غازی اور شہید ہیں۔ سرمایہ دار یہودیوں کیلئے عربوں کے ساتھ نا انصافی کی جارہی ہے ہندوستان کے مسلمان اس معاملے میں خاموش نہیں رہ سکتے اور اپنے بھائیوں کیلئے کسی قربانی سے دریغ نہ کریں گے۔"

(قائداعظمؒ نے برطانیہ کی یہود نوازی کا ذکر ۱۹۳۸ء کے اواخر میں فرمایا۔ اس وقت جبکہ میں یہ سطور لکھ رہا ہوں۔ برطانیہ کے ساتھ امریکہ بھی اس سازش میں شامل ہے اور فلسطینی عربوں کی تباہی کیلئے یہودیوں کو سپورٹ کیا جارہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عرب اقوام نے صیہونی طاقت کو کمزور کرنے کیلئے ان کی

تجارت کا بائیکاٹ کیا ہے۔ بمبئی میں بھی یہودی مال بائیکاٹ کمیٹی عمل میں آچکی ہے جس کی صدارت کا گراں بار بوجھ مجھ ناتواں کے کندھوں پر ہے۔ میں آج کے فرزندان اسلام اور آنے والی نسلوں سے عرض کروں گا کہ وہ یہودی مال کا بائیکاٹ کریں تاکہ فلسطینی عربوں پر جس زر وسیم کے بل بوتے پر ظلم ہو رہے ہیں اس کا ہی خاتمہ ہو جائے یعنی نہ رہے بانس نہ بجے بانسری)۔

آپؒ نے دیسی ریاستوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا " کانگریس ریاستوں میں امن قائم کرنا نہیں چاہتی بلکہ ریاستوں سے وہ اتحاد چاہتی ہے جس کے بل پر فیڈرل اسمبلی میں اکثریت حاصل ہو اور مسلمانوں پر اپنا اقتدار قائم کیا جا سکے۔ اگر کانگریس دیسی ریاستوں میں اپنا جال پھیلائے گی تو اس کے باوجود کہ لیگ موجودہ دستور کے مطابق دیسی ریاستوں کے اندرونی معاملات میں مداخلت نہیں کر سکتی لیکن اگر کسی دوسری جماعت نے ان سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کی تو مجھ کو مسلمانوں کی مدد پر پہنچنا پڑے گا۔"

" فیڈریشن کے مسئلہ پر خود کانگریس میں اختلاف ہے۔ مگر اس کے باوجود اگر ان کو یقین ہو جائے کہ وہ مرکز میں اکثریت حاصل کر لیں گے تو وہ ضرور فیڈریشن کو قبول کر لیں گے۔ وہ دراصل ایک خالص ہندو راج قائم کرنا چاہتے ہیں۔"

" میں ہر شخص کو چیلنج کرتا ہوں کہ وہ ثابت کرے کہ میں انگریزوں کے شاہی مفاد کا طرفدار رہا ہوں۔ میں نے اپنی عمر میں قانون ساز اسمبلی میں یا باہر کہیں بھی شہنشاہیت کی طرف داری نہیں کی۔ مسلم لیگ سوائے مسلمانوں کے کسی کی طرفدار نہیں ہو سکتی۔"

آل انڈیا مسلم لیگ کا اجلاس ختم کرتے ہوئے قائد اعظمؒ نے فرمایا " مسلم لیگ نے اپنی سابقہ روایات کے خلاف ایک انقلابی قسم کا بنیادی اصول مقرر کیا ہے۔ یعنی ڈائریکٹ ایکشن کا فیصلہ۔ اس وقت کیلئے جبکہ اس کی ضرورت پیش آئے اب تک مسلم لیگ صرف دستوری ترقی کے اصول پر قائم رہی "

عمل بالراست (ڈائریکٹ ایکشن) اقوام کی زندگی کا گراں بہا جوہر ہے۔ عمل کے بغیر کوئی قوم پنپی اور نہ پنپ سکتی ہے۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

عمل نے فرزندان اسلام کو روئے زمین کی بادشاہت بخشی۔ عمل نے صلاح الدین ایوبی کو اس قابل بنایا کہ آج تک فرزند تثلیث اس کے نام سے کانپ اٹھتے ہیں۔ عمل نے غزنوی کو اس قابل کیا کہ میدان جنگ اس کی سیرگاہیں بن گئے۔ عمل نے ہمایوں کو دوبارہ تخت ہند سونپا۔ عمل نے سلطان ٹیپو کو وہ درجہ دیا کہ اس کی شہادت پر انگریز کہہ اٹھا کہ " آج ہندوستان ہمارا ہے۔"

غرض عمل ہی سب کچھ ہے۔ مسلم لیگ نے پہلے پہل اجلاس پٹنہ میں ڈائریکٹ ایکشن کو منظور کیا۔

مگر یہ منظوری منصۂ شہود پر نہ آئی۔ ہاں جولائی ۱۹۴۶ء کا دن ہندوستان فراموش نہ کر سکے گا جب اسلامیان ہند کی محبوب و واحد جماعت نے ڈائریکٹ ایکشن نہ صرف منظور کیا بلکہ اس پر عمل بھی کیا۔ اس کے عمل کے بعد حکومت پنجاب کو مسلم لیگ کی طاقت کے آگے جھکنا پڑا۔ صوبہ سرحد میں خان وزارت لرز گئی۔ آسام کی حکومت لرزہ براندام نظر آرہی ہے۔

غرض "عمل" اس کا ضامن ہے کہ اقوام کو اوج ثریا تک پہنچائے۔

قارئین اگلے صفحات پر پڑھیں گے کہ قائداعظمؒ نے اپنی ایک تقریر میں عمل پر کتنا زور دیا ہے۔

کانگریس بد اندیش ہے

قائداعظمؒ نے ۲۲ مارچ ۱۹۳۹ء کو سنٹرل لیجسلیٹو اسمبلی میں مسودہ قانون مال گزاری پر بحث کرتے ہوئے کانگریس اور حکومت کے طرز عمل پر بے لاگ تبصرہ فرمایا جس سے ایوان حکومت اور کانگریسی کیمپ میں زلزلہ پیدا ہو گیا۔

قائداعظمؒ نے فرمایا "میں نے معمول سے کسی قدر پہلے اس بحث میں حصہ لیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں مسلم لیگ کی حیثیت کو واضح کرنا چاہتا ہوں صرف یہی ایک ترمیم نہیں جس سے ایوان کو عہدہ برا ہونا ہے مسودہ کی رو سے اس میں پانچ مدات ہیں۔

۱۔ محصول نمک

۲۔ شکر کی چنگی قبل فروخت

۳۔ محصول در آمد روئی

۴۔ داخلی ڈاک کی شرح

۵۔ محصول آمدنی و زائد محصول

بحیثیت موجودہ میں اس موازنے کو پسند نہیں کرتا کیونکہ اس میں ہمارا کوئی دخل یا اختیار نہیں۔ اگر اس میں ہمارا کوئی دخل یا اختیار ہوتا تو ہم اس کی ترتیب کسی دوسری اساس پر رکھتے۔ اب جبکہ موازنہ ایوان کے سامنے آگیا ہے اور ہم اس پر غور کر رہے ہیں کہ مجوزہ محصولات میں کوئی تخفیف یا ترمیم ہو سکتی ہے۔

اس ایوان میں مسلم لیگ کی حیثیت بالکل انوکھی ہے۔ خوش قسمتی یا بد قسمتی سے ہمیں اس ایوان میں پاسنگ کی حیثیت حاصل ہے۔ اگر ہم نے حکومت کی تائید کی تو میرا خیال ہے کہ رکن مالیات پوری طاقت کے ساتھ بہ حفاظت تمام اس مسودے کو آگے بڑھاتے ہوئے بغیر کسی رد و بدل کے منظور کرا لیں گے۔ اس لئے وہ قدرتی طور پر ہماری جماعت سے استدعا کریں گے کہ ہم ان کی حمایت کریں۔

ہم ایک عرصہ سے اس پر عمل پیرا ہیں۔ اگر حکومت کوئی ایسا ضابطہ پیش کرے جو عوام کی بہبودی کیلئے ہو تو ہم اس کی حمایت کریں اور اگر وہ مفاد عامہ کے خلاف ہو تو اس کی مخالفت کریں۔

لیکن اب اس حکمت عملی میں رد و بدل کرنا ہو گا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ جب کانگریس راستی پر ہو تو اس کی حمایت کریں اور جب حکومت راستی پر ہو تو اس کی حمایت کریں لیکن جب ہم راستی پر ہوں تو ہماری حمایت کوئی نہ کرے۔ اب میں حکومت سے پوچھتا ہوں کہ تمہاری حکمت عملی کیا تھی۔ تمہاری روش کیسی تھی اور میری جماعت کیساتھ تمہارا طرز عمل کیا رہا۔

مجھے مسرت ہوئی کہ رکن مالیات نے اپنی طویل تقریر میں کہا "کانپور کو یاد رکھئے' بنارس اور بدایوں کو یاد رکھئے"۔ لیکن میں ایوان کو بتا سکتا ہوں کہ ملک میں ایسے بہت سے مقامات ہیں جہاں مسلمانوں کے ابتدائی حقوق بھی پامال کئے جاتے ہیں۔ مگر حکومت نے اس کیلئے کیا کیا۔ زیادہ دن نہیں گزرے مسٹر ولبھ بھائی کی ایک تقریر میں نے پڑھی تھی 'انہوں نے کہا تھا۔

"ان سارے الزامات 'ان ساری بد سلوکیوں 'ناانصافیوں ' مظالم اور اذیتوں کی کوئی بنیاد نہیں ہو سکتی اس کے بے بنیاد ہونے کا بین ثبوت یہ ہے کہ اگر کوئی ایسی بات ہو تو گورنر یقیناً مداخلت کرتے"۔

میرا خیال ہے کہ مسٹر بھولا بھائی ڈیسائی نے بھی حال ہی میں ایک تقریر میں کہا تھا۔

"اگر ان تمام بے بنیاد الزامات میں (جو لیگ لگا رہی ہے) صداقت کا شائبہ بھی ہوتا تو گورنر فوراً مداخلت کرتے اور اس طرح خاموش و ساکت نہ بیٹھے رہتے"۔

گورنروں نے مداخلت نہیں کی اس لئے میرے معزز دوست مطمئن ہیں۔

مسٹر لال چند نول رائے نے پوائنٹ آف آرڈر ریز کرتے ہوئے کہا "جناب میں جاننا چاہتا ہوں کہ یہ تقریر اس مبحث سے متعلق ہے جو اس وقت ایوان میں پیش ہے"۔

صدر نشین (آنریبل سر عبدالرحیم) نے فرمایا کہ "اگر کرسیٔ صدارت نے معزز رکن کو ٹھیک سمجھا ہے تو وہ اس معاملہ میں اپنی جماعت کے اعمال کو حق بجانب ثابت کرنے کیلئے عام سیاسی حالات کا جائزہ لے رہے ہیں"۔

پھر قائداعظمؒ نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔ "کئی تقریریں کرنے کی بجائے میں چاہتا ہوں کہ اس مسودہ مال گزاری کے سلسلے میں اپنی جماعت کی روش ایک ہی تقریر میں بیان کر دوں۔ مجھے کسی قدر تعجب ہے کہ کیا معزز رکن کو واقعی مداخلت کرنی چاہئے تھی۔ آپ یقیناً اسے تسلیم کریں گے کہ میں اُن اراکین میں سے ہوں جو اس ایوان کا بہت کم وقت لیتے ہیں اور میں بغیر سمجھے بوجھے ہر معاملے میں بولنے کا عادی نہیں ہوں"۔

مسٹر لال چند نول رائے نے پھر کہا کہ "میں اس کا آئینی پہلو سمجھنا چاہتا تھا"۔

قائداعظمؒ نے فرمایا۔ "اب تو آپ سمجھ گئے ہیں مجھے مسرت ہوئی کہ آج ایک معزز رکن نے کچھ تو سیکھ لیا"۔

"ہاں میں کہہ رہا تھا کہ ہماری یہ حالت ہے فلسطین میں کیا ہوا۔ وزیرستان میں کیا ہوا۔ اس

وقت اقتدار اعلیٰ کہاں تھا؟"

بھائی پرمانند نے کہا "مغربی پنجاب، غیر مسلم اور حیدر آباد میں۔"

قائد اعظمؒ نے فرمایا "جب آپ کی باری آئیگی تو اپنی جماعت کی روش کو واضح کر دیجئے۔ اس وقت تو میں اپنی جماعت کی روش کی وضاحت کر رہا ہوں۔"

"سترہ مسلمانوں کو کتوں کی طرح مار کر پھینک دیا گیا اور ہم اس اطلاع پر اس وقت تک یقین کریں گے جب تک کہ اسے غلط ثابت نہ کر دیا جائے کہ بغیر کسی وارننگ اور بغیر کسی حیلہ کے گولی چلائی گئی۔"

"کہاں ہے اقتدار؟ اٹھئے! کیا کر رہا ہے وہ؟ میں حکومت سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ تمہیں یہ امید ہی کیوں ہے کہ ہم تمہارے لئے گل چینی کریں گے اور اپنے دست و دامن کیلئے کانٹوں کا خطرہ مول لیں گے تم ہم سے کیوں متوقع رہتے ہو کہ ہم تمہارے نظر فریب چشم و ابرو کے اشاروں پر چلتے رہیں گے۔"

"جہاں تک حکومت کا تعلق ہے ہم نے تہیہ کر لیا ہے کہ اس موجودہ قانون مال گزاری کی حد تک اسے کوئی امداد نہ دیں اور دوسری طرف جہاں تک کانگریس کا تعلق ہے میں اس وقت تک تفصیلات میں جانا نہیں چاہتا لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ کانگریس مسلم لیگ کے خلاف نہ صرف معاندانہ اور مخالفانہ روش اختیار کئے ہوئے ہے بلکہ وہ بد اندیش اور ضرر رساں بھی ہے۔ اس لئے میں اس سے کہتا ہوں کہ تمہارے اور ہمارے مابین اشتراک عمل ناممکن ہے۔"

"شاید کانگریس یہ کہے کہ بہت اچھا، ہماری تعداد یہاں سب سے زیادہ ہے۔ تمہاری تعداد سب سے زیادہ ہوا کرے۔ تم ترقی یافتہ اور اقتصادیات میں مستحکم ہی سہی اور تم سمجھا کرو کہ سروں کی گنتی ہی آخری فیصلہ ہے۔ لیکن میں تمہیں بتائے دیتا ہوں۔ تم دونوں کو۔ کہ تم تنہا یا یہ کہ تمہارا ادارہ یا تم دونوں متفق ہو کر بھی ہماری روح کو فنا کرنے میں کبھی کامیاب نہ ہو سکو گے۔ تم اس تہذیب کو مٹا نہ سکو گے۔ اس اسلامی تہذیب کو جو ہمیں ورثہ میں ملی ہے، ہمارا نور ایمان زندہ ہے اور زندہ رہے گا تم ہمیں مغلوب کرو ہم پر ظلم و تعدی کرو۔ ہمارے ساتھ بد ترین سلوک روا رکھو۔ ہم ایک نتیجہ پر پہنچ چکے ہیں اور ہم نے یہ سنگین فیصلہ کر لیا ہے کہ اگر ہمیں مرنا ہے تو لڑتے لڑتے مر جائیں گے۔"

"اس ایوان سے یہ ایک حتمی احتجاج ہے اور اعلان ہے کہ مسودہ مال گزاری کے متعلق ہماری روش کیا ہوگی۔ ہمارے قلوب سلگ رہے ہیں۔ ان میں آگ لگی ہوئی ہے۔ ہمارا خون کھول رہا ہے ہم جانتے ہیں کہ ہمیں مبتلائے مصیبت ہونا اور اس آگ سے گزرنا ہے۔ ہم جو روش اختیار کرنے والے ہیں وہ یہ ہے کہ ہم کسی ترمیم کی تحریک نہیں کریں گے۔ تم اپنے مسودہ کا جو چاہو کرو۔"

"ہم کانگریس کی یا کسی جماعت کی تحریک ترمیم کی حمایت نہیں کریں گے۔ غالباً اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ کانگریس کو فتح اور حکومت کو شکست ہو جائیگی کیونکہ میں جانتا ہوں کہ اگر ہم غیر جانبدار رہے اور ہم غیر جانبدار ہی رہیں گے تو کانگریس کو کافی اکثریت حاصل ہو جائیگی لیکن میں اپنے کانگریسی دوستوں کو بتا

دوں تمہاری یہ فتح اس چھوٹے سے کمرے کے باہر نہ جانے پائے گی جو غلام گردش کہلاتا ہے"۔
"ہم حکومت کی تائید نہیں کریں گے کیونکہ حکومت برطانیہ ہمیں معمولی اور ابتدائی شہری حقوق بھی دلوانے میں ناکام رہی ہے۔ گورنر جنرل اور گورنروں کے خصوصی اختیارات محض ایک سازش ثابت ہوئے ہیں بلکہ سازش سے بھی بدتر"۔

نوجوانوں سے خطاب

۱۳ نومبر ۱۹۳۹ء کو یوم عید کے موقع پر قائد اعظمؒ نے ایک تقریر نشر فرماتے ہوئے کہا۔
"ہم بوڑھے لوگوں کی اپنی آزمائشیں ہو چکیں اور میں آج اپنے نوجوان دوستوں کی صحبت میں انہیں بھول جانا چاہتا ہوں۔ ممکن ہوا تو آج ان کے دلوں کے نئے نئے تاروں کو چھیڑوں گا کیونکہ اب سے انہوں نے ہی ہماری امیدوں کا بوجھ اٹھانا ہے اور ہمارا اسہارا بننا ہے۔
رمضان المبارک کا ضبطِ صوم و صلوٰۃ آج اللہ تعالیٰ کے حضور عجز و انکسار کے ساتھ اختتام کو پہنچ رہا ہے لیکن اسے کمزور قلب کا عجز و انکسار ہر گز نہ ہونا چاہئے جو ایسا کریں گے وہ خدا اور رسولؐ کے مجرم و نافرمان ہیں کیونکہ ہر مذہب میں ایک حقیقت ہے۔ جو بادی النظر میں صحیح معلوم نہیں ہوتی۔ مگر ہے بالکل درست کہ عاجز و متواضع ہی قوی اور طاقتور ہیں اور یہ حقیقت اسلام میں نمایاں حیثیت رکھتی ہے۔
اسلام خالص عمل ہی عمل ہے، ہم میں عمل کی طاقت پیدا کرنے کیلئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ضبط رمضان المبارک کی تشکیل فرمائی۔ عمل سوسائٹی کے وجود کی دلالت کرتا ہے۔ جب رسول اکرمؐ نے عمل کی تلقین فرمائی تو آپؐ کے پیش نظر اس مجرد کی تنہا زندگی نہ تھی جو صرف اپنے لئے ریاضت کرتا ہے اور صرف حقوق اللہ پر یقین رکھتا ہے۔
قرآن حکیم کی رو سے عبادت اور زندگی میں گہرا تعلق ہے تمہیں معلوم ہو گا کہ اسلام نے انسانی برادری کی خدمت کے کتنے حسین مواقع عطا کئے ہیں۔ یہ سب مواقع آئین عبادت وضع کر کے پیدا کئے گئے ہیں۔
دن میں پانچ مرتبہ محلہ کی مسجد میں جمع ہونا پڑتا ہے۔ ہفتہ میں ایک دن جامع مسجد میں، پھر سال میں ایک دن عید گاہ میں اور پھر حج میں۔ اطراف عالم سے مسلمان کم از کم اپنی زندگی میں ایک مرتبہ خانہ خدا میں حاضر ہوتے ہیں۔ تم نے دیکھ لیا کہ ہماری عبادت کی یہ ترتیب اور طریق عمل ہمیں نہ صرف مسلمانوں سے ربط رکھنے کا موقعہ دیتا ہے بلکہ دوسرے مذاہب کے لوگوں سے بھی دوران سفر میں تعلقات استوار کرنے کا موقعہ دیتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ ہماری عبادت کے متعلق یہ امکانات صرف ایک خوشگوار اتفاق ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ اس طرح مسلمانوں کی سماجی روح نشو و نما پاتی ہے اور تسکین حاصل کرتی ہے۔
کلام پاک میں انسان کو اللہ کا خلیفہ کہا گیا ہے۔ اگر انسان کی اس تعریف میں کچھ حقیقت ہے تو پھر

ہم پر قرآن پاک کے اتباع کا فرض عائد ہو جاتا ہے اور یہ لازم ہو جاتا ہے کہ ہم دوسرے کے ساتھ ایسا ہی سلوک کریں جیسا کہ اللہ تعالیٰ بنی نوع انسان کے ساتھ کرتا ہے۔

ہمارے دلوں میں مخلوق کیلئے خواہ وہ کسی مذہب سے تعلق رکھتی ہو۔ اگر محبت اور رواداری کا جذبہ ہے تو اس کا اظہار ہمارے روزمرہ میں ہونا چاہئے۔ صوم وصلوٰۃ کی ریاضت سے ہمارے قلوب تابندہ ہو جاتے ہیں اور اس ارادے سے بڑھ کر اور کوئی نیکی نہیں کہ ہم گھر میں، قوم میں اور ملک میں جہاں مختلف مذاہب کے لوگ آباد ہیں ان سے کامل ارتباط اور میل ملاپ پیدا کریں اور ہم خود غرضی سے اجتناب کریں۔ بلکہ وہ کام کریں جو ملک کی فلاح و بہبود اور آخر میں دنیائے انسانیت کی بھلائی کیلئے ہوں۔

ہمارے ہندو اور مسلم رہنما دونوں فرقہ وارانہ تنازعات سے خوفزدہ ہیں۔ میں اس کے اسباب اور وجوہ کی تاریخ میں نہ جاؤں گا۔ لیکن کوئی وقت ایسا آئیگا کہ عوام کے دل رفتہ رفتہ مکدر ہوں گے۔ میں تم سے کہوں گا کہ تم ایسے وقت میں عید کی نماز کو یاد کر لیا کرو اور قرآنی ہدایتوں کی روشنی میں اور اس جذبۂ عظیم کی خاطر جو عین اسلام ہے۔ ذرا دیر کیلئے غور کرو کہ کیا ہم اسے نظرانداز نہیں کر سکتے۔ ہمارے رسول اکرمؐ کے نزدیک خدمت خلق اور رواداری سے بڑھ کر کوئی طریقہ مستحسن نہیں ہو۔ ہماری سیاسی آزادیاں اور سماجی کامرانیاں اسی پر منحصر ہیں یہی زندگی کا اصل مفہوم ہے اور یہی حقیقت کبریٰ رُوحِ اسلام بلکہ عین اسلام ہے۔

عظیم الشان جلسوں اور معرکتہ الآراء تقریروں سے سیاست کی تعمیر نہیں ہوتی۔ محلہ کے نوجوان پوچھتے ہیں کہ وہ کس طرح ملک کی خدمت کریں میرے نوجوان دوستو! اگر آج رات میں سیاست پر کچھ کہوں گا تو وہ صرف ایک کلمۂ نصیحت ہو گا۔ مستقبل کے ہندوستان میں ہمارے کچھ حقوق اور دعاوی ہیں لیکن ہم اس میں تردد نہ کریں گے چونکہ یہ تعلیم رسولؐ کے خلاف ہے۔ ہم میں کا ہر شخص اگر اپنی ہی تنظیم کرے تو یہی ملک کی خدمت ہوگی اور تنظیم وضبط ہی آج کی مبارک ساعت کی جان ہیں۔

نوجوانو! میں تمہارے لئے کتابیں تجویز نہیں کرتا۔ صرف اتنا کہتا ہوں کہ جان مارلے کی کتاب On Compromise بار بار پڑھو۔ اس میں مصالحت پر ایک بڑا اچھا باب ہے۔

ہمیں قرآنی دلائل کی روشنی میں اخلاق و عقائد کو درست کرنا چاہئے اور اس کی روشنی میں حق و صداقت کی جستجو بھی جاری رکھنا چاہئے۔ اگر ہماری صداقت پرستی بے لاگ ہے تو یقیناً ہم اپنے طریقہ پر منزل کو جالیں گے۔ ہمیں اتنے ہی حصہ پر قناعت کرنی چاہئے جس کو ہم دوسروں کی حق تلفی کے بغیر حاصل کر سکتے ہیں۔

آخر میں میری اس تاکید کو یاد رکھو کہ اسلام ہر مسلمان سے توقع رکھتا ہے کہ وہ اپنی قوم کے ساتھ مل کر اپنا فرض ادا کرے"

جہاں تک اس تقریر کا تعلق ہے۔ قائد اعظمؒ نے نہایت صاف الفاظ میں نوجوانانِ ملت کو نصیحت

فرمائی ہے کہ حصولِ اقتدار کیلئے فسادات وتنازعات غلط چیز ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ رسول اکرمؐ کی زندگی مبارک بھی بتاتی ہے کہ ہمیں اپنے اختلاف نوک شمشیر سے دور نہیں کرنے چاہئیں۔ موجودہ فسادات کے پیشِ نظر (۱۹۴۷ء) قائداعظمؒ کی اس نصیحت کو دیکھتے ہوئے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبرِ اتحاد قائداعظمؒ نے ۱۹۳۹ء میں فرمایا تھا کہ دوسری ملکی اقوام کے ساتھ رابطۂ اتحاد استوار کرو جس قوم کے رسول اکرمؐ نے درسِ اتحاد دیا ہو جس قوم کی کتاب نے غیروں سے مساوات کی تلقین کی ہو جس قوم کے رہنما (قائداعظمؒ) نے غیر اقوام کے ساتھ برادرانہ سلوک کرنے کو فرمایا ہے۔ وہ قوم کبھی اور کسی حالت میں جارحانہ رویہ اختیار نہیں کرسکتی۔ چونکہ یہ بات اس کے خدا اور رسولؐ اور رہنما کی تعلیمات کے منافی ہے۔ قائداعظمؒ کی نصیحت سے ہٹ کر جب ہم سردار پٹیل کی اکثر تقریروں کو دیکھتے ہیں تو تعجب ہوتا ہے۔ مسلمانوں کا رہنما اتحاد و صلح کی اپیل کرتا ہے اور ہندوؤں کا لیڈر کہتا ہے تلوار کا جواب تلوار سے دیا جائے گا۔ فیصلہ منصف مزاج کریں کہ دونوں رہنماؤں میں کتنا فرق ہے۔

کون چاہتا ہے کہ ہندوستان فسادات کی آماجگاہ بنے اور کون چاہتا ہے کہ ہندوستان کا کونہ کونہ بہار وگڈھ مکتیشر بن جائے۔

کانگریس کے اربابِ حل وعقد کی تقاریر کو اگر باریک بینی سے دیکھا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ حصول اقتدار کیلئے ان کے ہاں ہربات مستحسن اور جائز ہے۔

میں باعزت سمجھوتہ چاہتا ہوں

۲۸ دسمبر ۱۹۳۹ء کو قائداعظمؒ نے جامعہ عثمانیہ میں اولڈ بوائز کی ایک دعوت میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔

"میرے ملک کیلئے میرا عزم غیر متزلزل ہے اور میں اپنے ملک کیلئے حصولِ آزادی کی جدوجہد میں کسی سے ہار نہیں مانوں گا۔ میں ایک عملی آدمی ہوں۔ مجھے عملی سیاسیات میں حصہ لیتے ہوئے پچیس سال سے زیادہ عرصہ ہوچکا ہے۔ اس دوران میں قومیت اور قومیت پرستی کے الفاظ ہزاروں قسم کے معنی حاصل کرچکے۔ بعض اشخاص کی اپنی شخصی لغت ہوتی ہے میں دیانتدارانہ اور صحیح معنوں میں اب بھی قومیت پرست ہوں۔ ہندو مسلم سمجھوتہ پر ہمیشہ میرا ایقان رہا ہے۔ لیکن یہ ایک باعزت سمجھوتہ ہوگا۔ ایسا نہیں ہوگا کہ ایک کی موت اور دوسرے کی زندگی کا مفہوم اپنی وسعتوں میں رکھتا ہو۔

بدقسمتی سے کانگریسی اعلیٰ کمان دوستی کا ہاتھ بڑھانے کیلئے تیار نہیں۔ بلکہ وہ اس ہاتھ کو کچل دینا چاہتی ہے۔ جو دوستی کی پیشکش کرتا ہے آج کسی کو کوئی امید نہیں لیکن کوئی نہیں کہہ سکتا کہ دونوں فرقوں میں اتحاد کب ہوجائے گا۔ ہمارے سامنے دو دشمن قوموں کے اتحاد کی زندہ مثال "جرمن وروس" میثاق موجود ہے۔

میں ہر مسلمان سے کہتا ہوں کہ اسلام ہر فرزندِ توحید سے متمنی ہے کہ وہ اپنا فرض ادا کرے اور ایک قوم کی طرح اپنی جماعت کا ساتھ دے۔"

قائداعظمؒ نے اپنی اکثر تقریروں میں بار بار فرمایا ہے کہ

"اسلام ہر مسلمان سے متمنی ہے کہ وہ اپنا فرض ادا کرے۔"

اس جملہ کی پنہائیوں میں اگر اترا جائے تو معلوم ہو گا کہ قائداعظمؒ نے یہ جملہ فرما کر سب کچھ فرما دیا۔ کاش ارباب جمعیت العلماء ہند، خاکسار، احرار اور دیگر چند ادارے اس جملے پر غور کرنے کی زحمت فرمائیں۔ وہ سوچیں کہ اگر مسلمانوں کو سربلندی ملی تو ان کا حصہ اس میں کیا ہو گا اور اگر مسلمانوں کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا تو بھی یہ لوگ برابر کے حصہ دار ہوں گے۔ یہ ہونے سے رہا کہ مسٹر جناح شکست کھا جائیں اور ان جماعتوں کے افراد کو کانگریس سینے سے لگائے رکھے۔ یہ صحیح ہے کہ کانگریس نے دفع الوقتی کیلئے اس قسم کے مسلمانوں کو سینے سے لگا رکھا ہے مگر ان کی عمر زیادہ نہیں۔ مور موروں میں اچھا لگتا ہے اور ہنس ہنسوں میں۔ کوا نہ ہنس بن سکا نہ مور۔ کاش کانگریسی مسلمان سمجھ جاتے۔

مسلم لیگ اور آزادئ ہند

۱۷-۱۸ ستمبر ۱۹۳۹ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کا اجلاس دہلی میں زیر صدارت قائداعظمؒ منعقد ہوا۔ قائداعظمؒ نے ہندوستان کے نوجوانوں کے نام ایک پیغام دیتے ہوئے کہا۔

"متحد اور مجتمع ہو کر مسلم لیگ کی پالیسی اور پروگرام کی تائید کیجئے۔ مسلم لیگ ہی ایک ایسی جماعت ہے، جو مسلمانانِ ہند کی طرف سے فیصلوں کا حق رکھتی ہے۔

مسلم لیگ ہندوستان کی کامل آزادی کی متمنی ہے اور یہ آزادی صرف ایک فرقہ کے لئے نہیں۔ بلکہ ان سب اقوام کے لئے ہے جو اس چھوٹے براعظم میں آباد ہیں۔ مسلم لیگ آزاد اور خود مختار اسلام کی مدعی ہے۔ اور اسلام ہر مسلمان سے متوقع ہے کہ وہ اپنا فرض ادا کرے۔ ہندوستان کی تاریخ کے اس نازک دور میں وہ جگہ اور وہ مقام حاصل کرنے کیلئے جو مسلمانوں کی روایات اور ورثہ اور عہد ماضی کے شایان شان ہے جتنی بڑی سے بڑی قربانیاں اور خدمات کی جائیں کم ہیں۔ اور خصوصاً اس وقت کہ ایک ہولناک جنگ اور خطرناک ترین بین الاقوامی حالات درپیش ہیں جن سے یقیناً نظم عالم بدل جائے گا۔ مجھے اعتماد ہے کہ ہندوستان کے نوجوان مسلمان جن پر اس کا سارا بار پڑنے والا ہے۔ نو کروڑ مسلمانوں کے مستقبل کی تعمیر میں حصہ لیں گے۔ مسلمان ہر مطالبہ کے وقت بلا پس و پیش ہر خدمت اور قربانی کے لئے تیار ہوں گے"۔

یکم اکتوبر ۱۹۳۹ء کو قائداعظمؒ کی مسٹر گاندھی اور لارڈ زیٹ لینڈ کے بیانات پر تنقید۔

"مجھے افسوس ہے کہ مسٹر گاندھی نے جو کانگریس کے واحد ترجمان اور ڈکٹیٹر ہیں۔ ایسی زبان میں

بیان دیا ہے۔ جس سے ایک دفعہ پھر یہ اثر پیدا ہو گیا ہے کہ کانگریس سب سے پہلے تو اس آزار میں مبتلا ہے کہ وہ حقائق کا مقابلہ کرنے کے قابل ہی نہیں اور دوسرے وہ اس خبط میں گرفتار ہے کہ وہ سارے ہندوستان کی واحد نمائندہ ہے۔

اور یہ بھی کہ ہندوستان میں جمہوریت کے مقصد کی حمایت کر رہی ہے۔ اور برطانیہ کی شہنشاہی سے نجات حاصل کرنا چاہتی ہے۔ اس نے گذشتہ اڑھائی سال میں یہ ہی نہیں کیا کہ اپنے آپ کو فاشسٹ اور مطلق العنان انجمن کی حیثیت سے پیش کیا۔ بلکہ اپنے اصولوں کو اس رنگ کا جامہ پہنایا۔ اور اس کے ساتھ وہ قدم اٹھایا کہ ہندوئیت کا احیا کر رہی ہے۔ اور ہندوستان کے تمام براعظم پر وہ ہندو غلبہ اور ہندو سلطنت قائم کرنے کے درپے ہیں۔ جب تک کانگریس کو ان امراض سے نجات نہ ملے گی۔ وہ ہندوستان کے سیاسی مرتبہ کو ترقی دینے میں جس کی ہم سب کو خواہش ہے۔ کامیاب ہونے کے قابل نہ ہو گی۔

لارڈ زیٹ لینڈ کی تقریر کے متعلق یہ ہے کہ میں جب تک وائسرائے سے مل نہ لوں۔ اس وقت تک خاموش رہنا زیادہ پسند کرتا ہوں"۔

مولانا شوکت علی کی تصویر کی نقاب کشائی

قائداعظمؒ نے اینگلو عربک کالج دہلی میں مولانا شوکت علی خان کی تصویر کی نقاب کشائی کرتے ہوئے فرمایا۔

"مولانا شوکت علی نے اپنی زندگی کا بہترین حصہ مسلمانوں کی خدمات میں صرف کیا ہے۔ مجھ پر مولانا کا اثر اس حیثیت سے بہت پڑا کہ وہ جس راستے کو صحیح سمجھ لیتے تھے۔ پھر پرکاہ برابر بھی پیچھے نہیں ہٹتے تھے۔ وہ اسلام کی خدمت میں صادق، مخلص اور وفادار تھے۔ جو راہ ان کی نظر میں ٹھیک تھی۔ اس پر سے انہیں کوئی لالچ نہیں ہٹا سکتی تھی۔ جب ۱۹۳۶ء میں مسلم لیگ نے حیات ثانیہ پائی۔ تو مولانا نے یہ طے کیا کہ وہ اس نظام کے تحت مسلمانوں کی خدمت کریں گے۔ اور وہ آخری وقت تک اپنے فیصلے پر قائم رہے"۔

مولانا ظفر علی خان کی ایک تقریر کے متعلق فرمایا (جس میں مولانا نے فرمایا تھا کہ مسلمان ہندوستان کو آزاد کرانے کے لئے پیدا ہوا ہے) کہ پہلے مسلمانوں کو اپنی آزادی حاصل کرنی چاہئے۔

قائدؒ نے فرمایا "میں کافی ہندو دوستوں سے ملا۔ جن میں عورتیں بھی شامل ہیں۔ وہ مسلمانوں سے سیاست میں میلوں آگے ہیں۔ میں ہندوؤں کا برا نہیں چاہتا۔ میں خوش ہوں کہ وہ اچھی طرح مسلح ہیں۔ ہم ہندوؤں کے مقابلے میں تعداد کے لحاظ سے کم سہی۔ مگر میں یہ باور نہیں کرتا کہ تعداد کی طاقت واقعی کسی قوم کی طاقت کی علامت ہے"۔

آگے چل کر آپ نے فرمایا۔ "مالی حالت میں مسلمان دیوالئے ہیں۔ اقتصادی حالت میں صفر اور

تعلیمی حیثیت میں پست ترین سطح پر ہیں۔ اس لئے میں آپ کو سنجیدگی سے کہتا ہوں کہ ابھرنے کے لئے صحیح طاقتیں اور لیاقتیں پیدا کیجئے۔ آپ کو صورت حال کا مطالعہ کرنا اور انہیں سمجھنا ہے۔ جو آپ کے بالمقابل ہیں۔ یہ باتیں لاحاصل ہیں کہ مسلمانوں نے اس ملک پر صدیوں حکومت کی ہے اور ان کو اب بھی حکومت کرنے کا حق ہے"۔

"برطانیہ ہندوستان پر حکومت کرنا چاہتا ہے۔ مسٹر گاندھی ہندوستان پر حکومت کرنا چاہتے ہیں۔ مگر ہم ان کو الگ الگ یا مجموعی طور پر اس امر کی اجازت نہ دیں گے کہ وہ ہم پر حکومت کریں۔ دنیا نے جان لیا ہے اور برطانیہ نے اپنی باریک بینی سے سمجھ لیا ہے کہ تنہا مسلم لیگ ہی مسلمانان ہند کی واحد ترجمان ہے۔ لیکن صرف سیگاؤں کے علاقے میں ابھی تک روشنی طلوع نہیں ہوئی۔ مسٹر گاندھی اندھیرے میں ٹٹول رہے ہیں"۔

"میری ذاتی قیام گاہ کو قابل رشک سمجھنے والے بتائیں کہ میرے پاس عملہ اور فوج اور اسلحہ کہاں ہے۔ میرا اسلحہ صرف ایک اٹیچی کیس 'ایک ٹائپ رائٹر اور ایک پرسنل اسسٹنٹ ہیں۔ ہاں میں ہار ماننے کا عادی نہیں ہوں۔ اور مجھے اپنی قوم پر پورا اعتماد ہے۔ میرا ایمان ہے کہ مسلمان دوسری تمام اقوام سے بہتر سیاسی دماغ رکھتے ہیں۔ سیاسی ذکاوت ان کے خون میں داخل ہے۔ اور اسلام کی حرارت ان کی رگ و پے میں دوڑ رہی ہے۔ جب مجھے محسوس ہو گا کہ ہمارا فیصلہ چند آدمیوں کا نہیں بلکہ پوری قوم کا ہے۔ تو میں خوشی سے پیش قدمی کا حکم دوں گا۔ مجھے اس پر اصرار نہیں کہ اتفاق کُلّی ہو۔ کیونکہ یہ کسی قوم میں ممکن نہیں۔ مگر میں چاہتا ہوں کہ قوم کی اکثریت ہوش وارادے کے ساتھ متفق الرائے ہو۔ اگر یہ بات پیدا ہو گئی تو پھر میں سینے پر گولی کھانے کے لئے تیار ہوں۔ اس سے قبل کہ میں پیش قدمی کا حکم دوں یہ احساس چاہتا ہوں کہ دشمن پر فتح یاب ہونے کا معقول موقعہ ہے"۔

"ستمبر تک انگلستان ہٹلر کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار نہ تھا۔ آسٹریا اور چیکوسلاواکیہ کو قربان کر دینا پڑا۔ مسٹر چیمبرلین کو ہٹلر کی خوشامد کرنے کے لئے میونخ جانا پڑا۔ اب ہمیں معلوم ہوا ہے کہ مسٹر چیمبرلین نے معاہدہ میونخ پر اس لئے دستخط کئے تھے کہ انہوں نے دیکھا کہ ۱۹۳۸ء میں انگلستان جنگ کیلئے تیار نہیں۔ کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ اس وقت برطانیہ ایک طاقتور سلطنت نہ تھی۔ کیا اس وقت برطانوی بیڑہ اور فوج زبردست نہ تھی۔ پھر مسٹر چیمبرلین نے اس وقت انکار کیوں کیا۔ اس لئے کہ انہوں نے انگلستان کو اس وقت تک اچھی طرح تیار نہ پایا تھا۔ اسی طرح جب مجھ کو یقین ہو جائے گا کہ مسلمان جنگ کے لئے تیار ہیں۔ تو میں پیش قدمی کا حکم دوں گا۔ مسلمانوں کو میرا مشورہ ہے کہ آؤ ہم بھی تیار ہو جائیں"۔

جمہوریت اور ہندوستان

قائداعظمؒ نے مانچسٹر گارڈین کو بیان دیتے ہوئے کہا۔

"مسلمانوں کو نیابتی طرز حکومت سے ہمیشہ اندیشہ رہا۔ منٹو مارلے سکیم ۱۹۳۸ء اور ہندو مسلم کے درمیان تاریخی میثاق لکھنؤ کے وقت سے اب تک مسلمانوں کا اصرار ہے کہ حلقہ ہائے انتخاب جداگانہ ہوں۔ اور آئینی تحفظات کئے جائیں۔

لیکن جس وقت سے نیا صوبجاتی دستور العمل نافذ ہوا ہے۔ اور خصوصاً جس طریق پر کانگریس نے اپنا پروگرام بنایا ہے۔ اس میں کوئی شبہ باقی نہیں رہا کہ کانگریس کا اصل مقصد یہ ہے کہ ہندوستان کی دوسری تمام تنظیموں کو فنا کر دیا جائے۔ اور بدترین قسم کی فاشٹ مطلق العنان جماعت سے اپنا وقار قائم کیا جائے۔ اس لئے میرا اندازہ ہے کہ ہندوستان میں جمہوریت کے معنی ہندو راج ہیں۔ یہ وہ خالت ہے جسے مسلمان ہرگز قبول نہ کریں گے۔ علاوہ ازیں چھ کروڑ اچھوت اور دوسری اقلیتیں ہیں۔ مثلاً سات لاکھ عیسائی، یہودی، پارسی اور وہ برطانوی جو ہندوستان میں آباد ہو گئے ہیں۔ اس لئے مسلم لیگ گہرے انہماک کے بعد اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ ہندوستان کے آئندہ دستور کے تمام مسائل پر از سر نو غور کرنا چاہئے۔ اور مسلمانان ہند کی واحد نمائندہ جماعت مسلم لیگ کی منظوری کے بغیر ملک معظم کی گورنمنٹ کو کوئی اعلان یا فیصلہ نہیں کرنا چاہئے۔

یہ ممکن ہے کہ مخالف فریق برطانوی عوام کو پروپیگنڈہ کے ذریعہ باور کرائیں کہ مسلمان ہندوستان کی آزادی کے خلاف ہیں۔ ہم آزادی چاہتے ہیں۔ مگر سوال یہ ہے کہ کس لئے آزادی۔ مسلمان آزاد ہونا چاہتا ہے اور پورے طور پر۔ مگر یہ اس کو گوارا نہیں کہ دوسرے اس پر چھا جائیں اور اس کو پامال کریں۔

انگریز جنھوں نے یہ پارلیمنٹری طرز حکومت پیدا کیا ہے۔ ہندوستان کو بھی کینیڈا اور آسٹریلیا سمجھتے ہیں۔ لیکن انہیں ان تجربات کو دماغ سے نکال دینا چاہئے اور وہ اس لئے کہ وہ لوگ نسل کے اعتبار سے انگریز تھے اور یہ طرز حکومت ان کے مزاج کے لئے موزوں تھا۔

کانگریس کا اس بات پر اصرار ہے کہ تنہا وہی پورے ہندوستان کی نیابت کرتی ہے۔ یہ صرف بے بنیاد ہی نہیں بلکہ ہندوستان کی ترقی کیلئے مضر بھی ہے کانگریس کو خود معلوم ہے کہ وہ پورے ہندوؤں کی نیابت نہیں کرتی پھر ان مسلمانوں کی تو بالکل نہیں۔ جنھیں یورپ کی اصطلاح میں اقلیت کہا جاتا ہے۔

کانگریس جب تک حقیقتوں کو تسلیم نہ کرے اس وقت تک وہی ہندوستان کی ترقی کو روکنے کی ذمہ دار ہے۔"

وائسرائے کا خط قائد اعظمؒ کے نام

ہز ایکسی لینسی وائسرائے نے ۲ نومبر ۱۹۳۹ء کو ایک مشترکہ خط مسٹر گاندھی، بابو راجندر پرشاد اور قائد اعظمؒ کے نام لکھا۔

"آپ کو یاد ہو گا کہ کل کی گفتگو میں میں نے اس سے اتفاق کیا تھا کہ میں اس تجویز کو جو میں نے آپ کے اور دیگر حضرات کے سامنے پیش کی تھی۔ معین صورت میں آپ کے پاس بھیج دوں گا۔

وہ تجاویز جو میں نے آپ کے اور دوسرے حضرات کے سامنے بحیثیت کانگریس اور مسلم لیگ کے نمائندوں کے غور کرنے کے لئے پیش کی تھیں۔ وہ یہ تھیں۔ آپ حضرات آپس میں باہیں نظر گفتگو کریں کہ آیا آپ صوبجاتی امور میں اتفاق رائے کا کوئی ایسا طریقہ نکال سکتے ہیں۔ جس کی بناء پر آپ مجھے ایسی تجاویز بھیج سکیں۔ جو مرکزی حکومت میں آپ کی دونوں جماعتوں کی بحیثیت میری ایگزیکٹو کونسل کے ارکان کے اشتراک عمل کر سکیں۔ میں نے اس بات کی طرف بھی توجہ دلائی تھی کہ میری رائے میں یہ ضروری ہے کہ صوبجاتی معاملات میں جن جن باتوں میں اختلاف رائے ہے۔ ان کی پوری تفصیلات طے کی جائیں۔ جس بات کی ضرورت تھی اور جس کا ذکر گفتگو میں کیا گیا تھا۔ وہ یہ تھی کہ صوبجات کے متعلق صرف اس حد تک اتفاق رائے کر لیا جائے جتنا کہ ان حضرات کو مجھ سے ملے۔ اور ان جماعتوں کو جن کے یہ نمائندے ہیں ایسی سکیم مرتب کرنے کے لئے ضروری ہو۔ جس پر کہ مرکز کیلئے غور کیا جاسکے۔

میں نے مرکزی انتظام کیلئے یہ بھی کہا کہ یہ امید کی جائے گی کہ دوسرے اہم گروہوں کے بھی ایک یا ایک سے زیادہ نمائندوں کی شرکت قابل عمل ہو۔ اور یہ ایسا معاملہ ہے کہ جس پر میں اس وقت آپ کے مشورہ کی بڑی قدر کروں گا۔ جب ہم اس مسئلہ کو تفصیل کے ساتھ حل کرنے کے لئے بیٹھیں گے۔

دوسرے یہ کہ میں نے جس انتظام پر آپ کو گفتگو کرنے کے لئے مدعو کیا تھا وہ محض دوران جنگ کیلئے مخصوص انتظام ہو گا اور اس آئینی اصلاح کے بالکل مختلف جو بعد از جنگ سامنے آنے والی ہے۔ اور میں نے اس کا ذکر کیا تھا کہ اس آخری معاملے کے متعلق میرے بیان میں ملک معظم کی گورنمنٹ کی جو روش ہے۔ وہ ظاہر کر دی گئی ہے۔ میں اپنے بیان کے ماخوذات کی ایک نقل منسلک کر رہا ہوں۔

تیسرے کسی سیاسی پارٹی کے جس کا ممبر میری ایگزیکٹو کونسل میں مقرر ہو گا۔ ذمہ داریوں اور حقوق کے اعتبار سے اس کی وہی حیثیت ہو گی۔ جو میری کونسل کے موجودہ ممبروں کی ہے۔

چوتھے جو انتظام ہو گا وہ قانون کی موجودہ سکیم کے ماتحت ہو گا۔ وہ صرف دوران جنگ کے لئے ایک عارضی انتظام ہو گا۔ میں نے کہا تھا کہ جس چیز کی اس وقت ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ اگر ہم باہم مل کر کوئی قابل عمل سکیم بنا سکیں تو اس کو بلا تاخیر اس وقت تک کیلئے نافذ عمل کر دیا جائے جب تک کہ کام کے آئینی حالات کا از سر نو عام تبصرہ نہ کیا جائے جس کیلئے بعد از جنگ ملک معظم کی گورنمنٹ نے آمادگی کا اظہار کیا ہے۔

میرا خیال ہے کہ مذکورہ سطور سے تمام صورتحال واضح ہو گئی ہے۔ جیسا کہ میں نے کہا تھا۔ میں اب پھر اس بات کو دہراتا ہوں کہ ان اہم معاملات کے نتائج پر پہنچنے کے لئے میں آپ کی یا ان حضرات کی جو اجتماع میں شریک ہوئے تھے۔ انفرادی یا اجتماعی طور پر ہر وہ مدد کرنے کے لئے تیار ہوں جو میرے اختیار میں

ہے، جیسا کہ میں نے کل بیان کیا تھا۔ مجھے یقین ہے کہ میں نے جو تجاویز آپ کے سامنے پیش کی ہیں اور جن سے منعکس ہو رہا ہے کہ ملک معظم کی حکومت کامل سمجھوتہ کے لئے کس قدر مضطرب ہے آپ کے پورے اور ہمدردانہ غور میں آئے گی"۔

وائسرائے کو قائداعظمؒ کا جواب

"اس مشترکہ ملاقات کے سلسلے میں جو بابو راجندر پرشاد، مسٹر گاندھی اور میں نے یکم نومبر کو آپ سے کی اور مورخہ ۲ نومبر کے جواب میں آپ کو مطلع کرتا ہوں کہ مجھے اور کانگریس کے لیڈروں کو اس پر غور کرنا تھا یعنی میں حوالے کیلئے آپ کے خط سے نقل کرتا ہوں" وہ تجاویز جو میں نے آپ کے اور دوسرے حضرات کے سامنے بحیثیت مسلم لیگ اور کانگریس کے نمائندگان کے پیش کی تھیں جو ایسی سکیم مرتب کرنے کیلئے ضروری ہو۔ جس پر مرکز کے لئے غور کیا جا سکے"۔

مسلم لیگ کی اس تجویز پر بغیر اظہار رائے کئے جو ۲۲ اکتوبر کو پاس ہوئی اور جس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ یورایکسی لینسی کا اعلان قابل اطمینان نہیں ہے۔ اور مزید وضاحتوں اور تنقیحات کی ضرورت ہے اور بغیر کانگریس کے اس مطالبہ پر اظہار رائے کے جو آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے ریزولیوشن منظور شدہ ۱۰ اکتوبر ۳۹ء میں درج ہیں۔

اس کے نتیجے میں کانگریس کے لیڈروں سے میں نے ملاقات کی۔ اور بالآخر انہوں نے قطعی طور پر مجھے مطلع کیا کہ وہ اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ صوبوں اور مرکز کے متعلق وہ ان میں کسی معاملے پر اس وقت تک گفتگو نہیں کر سکتے ہیں جو آپ کے خط مورخہ ۲ نومبر میں درج ہے۔

جب تک کہ حکومت برطانیہ ان کے اس مطالبہ کو پورا نہ کر دے جو کانگریس کمیٹی کے ریزولیوشن میں مذکور ہے۔ لہٰذا ان دونوں مسائل پر اور گفتگو نہیں ہوئی۔

مسٹر گاندھی کا بہتانِ عظیم

مسٹر گاندھی کے ایک مضمون کا جو انہوں نے "ہریجن" میں لکھا۔ ۵ نومبر ۱۹۳۹ء کو قائداعظمؒ نے مندرجہ ذیل الفاظ میں جواب دیا۔

"مجھے گاندھی جی کا وہ مضمون پڑھ کر سخت حیرت ہوئی جو انہوں نے "ہریجن" میں ہندو مسلم اتحاد پر لکھا ہے اور جس میں بے بنیاد الزامات تراشے ہیں۔ وہ اس موقع پر میرے اور مسلمانان ہند کے لئے اس سے بدتر باتیں اور کوئی نہیں کہہ سکتے"۔

گاندھی جی کہتے ہیں۔ "مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کے لئے مسٹر جناح کی امیدیں دولت برطانیہ سے وابستہ ہیں۔ کوئی چیز جو کانگریس کرے یا دے ان کو مطمئن نہیں کر سکتی۔ لہٰذا وہ ہمیشہ اور

طبعی طور پر ایسی چیز کا مطالبہ کریں گے جو نہ کانگریس دے اور نہ اس کی ضمانت کر سکے۔ اس لئے مسلم لیگ کے مطالبات کی کوئی حد ہی نہیں ہو سکتی"۔

یہ قطعی افترا ہے اور مسلمانان ہند کی ہتک ہے۔ مسٹر گاندھی جیسے رتبے کے آدمی کو اس کا مرتکب نہیں ہونا چاہئے تھا۔

گاندھی جی اس کے بعد فرماتے ہیں۔ "کانگریس ہندوؤں کی نیابت نہیں کرتی۔ پھر وہ مسلمانوں کی نیابت تو بدرجہ ادنیٰ نہیں کرتی"۔ اب ان سے کوئی پوچھے کہ "آخر وہ نیابت کس کی کرتی ہے"۔ اس لئے گاندھی جی فرماتے ہیں کہ۔

"کانگریس نے ہندوؤں کی بحیثیت ہندو کبھی نیابت نہیں کی۔ اس کا دعویٰ ہندو مہاسبھا کو ہے"۔

میں نے بارہا اس حقیقت کی وضاحت کی ہے۔ اور اس کا کھلا ہوا مظاہرہ ہو گیا ہے کہ کانگریس ہندو جماعت ہے۔ ایک ہی سکے کے ایک طرف کانگریس کا ٹھپہ ہے اور دوسری طرف مہاسبھا کا۔ ایک جس بات کو برملا کہہ رہی ہے' دوسری کر رہی ہے۔

میں گاندھی جی کو یقین دلا دینا چاہتا ہوں کہ مسلمانان ہند صرف اپنی ہی طاقت پر بھروسہ کئے ہوئے ہیں مسلمانوں نے اپنے حقوق کی جنگ کا تہیہ کر لیا ہے۔ اور وہ کسی کے سہارے پر نہیں"۔

ملزم کانگریس عاملہ ہے

کانگریسی نیتاؤں کو کوئی کیا سمجھے۔ مسٹر گاندھی نے مورخہ ۲۱ اکتوبر ۱۹۳۹ء کے "ہریجن" میں لکھا ہے کہ۔

"صدر کانگریس بابو راجندر پرشاد کے اس خط کے جواب میں جس میں لکھا گیا تھا کہ کانگریس لیگ کا مسئلہ ایک پنچائتی بورڈ کے سامنے پیش کر دیا جائے۔ میں نے یہ کہا کہ میں یہ معاملہ اس سے پہلے ہزایکسی لینسی کے سامنے پیش کر چکا ہوں"۔

کانگریس اور گاندھی ذہنیت ہر قوم پر خود بخود ظاہر ہوتی چلی جاتی ہے۔ یہ ہمارے سوچنے کی قوتوں کی کمزوری ہے کہ ہم ان حقائق کے بعد بھی کانگریس اور گاندھی جی کو نہ سمجھ سکے۔ گاندھی جی نے اپنی افریقہ کی زندگی سے لے کر تا اختتام ۱۹۴۵ء ہر موقعہ پر مصالحت سے گریز کیا۔ اور جب کبھی یہ مسئلہ قریب الاختتام پہنچا' کوئی نہ کوئی بہانہ تراشا۔ اور اگر بدقسمتی سے بہانہ نہ ملا "تواندر کی آواز" کو آلہ کار بنایا۔ حقیقت یہ ہے کہ مسٹر گاندھی پیرو ہیں شیواجی کے' لیکن آج کل شیواجی کی جارحانہ پالیسی کو اس لئے نظر انداز کر دیا ہے کہ اس کا وقت نہیں۔ اگر آج شیواجی کے زمانے کی طرح طوائف الملوکی کا دور دورہ ہوتا تو گاندھی جی "مہاتما" ہونے کے باوجود اپنے اصلی خدوخال میں نظر آجاتے۔

"مسٹر گاندھی نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ افسوس ناک بات ہے کہ انہوں نے راجندر پرشاد کی پیشکش

کو مسترد کر دیا ہے کیا اس کے یہ معنی نہیں کہ دوستی کا جو ہاتھ بڑھایا گیا تھا اسے جھٹک دیا گیا۔ میں ہر سمجھدار آدمی سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ خود اس بات کا فیصلہ کرے کہ کانگریس اور لیگ کے مسئلہ کو پنچائیت کے سامنے رکھنے کی درخواست کو مسترد کرنے کے کیا معنی ہیں۔ آؤ ہم غائر نظروں سے دیکھیں کہ واقعہ کیا ہے۔

مسٹر راجندر نے اپنے خط میں کہا تھا کہ میں کانگریس کمیٹی سے ایک تجویز منظور کراؤں گا۔ جس کی رو سے سرمارس گوئر یا کسی دوسرے شخص کو ان الزامات کی تحقیق کیلئے مقرر کیا جائے گا۔ جو ہم کانگریسی وزارت والے صوبوں کی وزارتوں کے خلاف مرتب کریں۔

پہلا سوال یہ ہے کہ قانونی اور دستوری طور پر کانگریس ورکنگ کمیٹی کس سند کی مالک ہے۔ ہمارے الزامات بعض صوبوں کی وزارتوں کے خلاف ہیں جو اپنی مجالس قانون ساز اور اپنے صوبوں کے انتخاب کنندگان کے سامنے جواب دہ ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ کانگریس ورکنگ کمیٹی ایک فسطائی گرانڈ کونسل اور کانگریسی وزارتیں بھی اس کی مخلوق کی پوزیشن رکھتی ہیں۔ لیکن ہم اس پوزیشن کو قبول نہیں کرتے۔ ملزم صرف وزارتیں نہیں بلکہ کانگریس ورکنگ کمیٹی بھی ملزم ہے۔ جس کے حکم سے ظلم ہوئے۔

صدر کانگریس اپنی پیش کش کی تمہید میں فرماتے ہیں کہ "آپ کے الزامی بیانات اور الزامات بے بنیاد ہیں"۔ یہ کہہ کر ملزم نے فتویٰ دیتے ہوئے فیصلہ بھی صادر فرمایا۔ یعنی۔

خود ہی قاتل خود ہی مخبر خود ہی منصف ہیں وہ
اقربا میرے کریں خون کا دعویٰ کس پر

لیکن اس کے بعد صدر کانگریس نے کہا کہ میں ایک تجویز منظور کراؤں گا۔ جس کی رو سے ایک آزاد عدالت مقرر ہوگی۔ بشرطیکہ ہم اپنے الزامات معین کر سکیں۔ پھر یہ سوال ہوتا ہے کہ وہ اپنی مقرر کردہ عدالت کو گواہ طلب کرنے، بیانات قلم بند کرنے اور مطلوبہ دستاویز کی پیشی کا مطالبہ کرنے کے لئے کیا اختیارات دے سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں یہ آزاد عدالت اپنی رپورٹ کس کے سامنے پیش کرے گی تاکہ اس کے فیصلوں کی روشنی میں کوئی کارروائی کی جاسکے۔ آخری جج کون ہو گا۔

یہ ایک ایسی ذہنیت ہے جو احساس ذمہ داری کی تمام حدود کو پھاند چکی ہے۔ اس کارروائی کے معنی اس کے سوا کیا ہوں گے کہ عدل وانصاف کا منہ چڑایا جائے گا"۔

کتنی عجیب اور معنی خیز بات ہے کہ مسٹر گاندھی ہر مسئلہ کو الجھانے میں حصہ لیتے۔ جو مسئلہ ان کے سامنے پیش ہوا یا پیش کیا گیا۔ اس کا انجام ہمیشہ یہ ہوا کہ وہ اور الجھ کر رہ گیا۔

ہندوستان کی ہر دو اقوام کے مابین جو مابہ النزاع مسائل تھے یا ہیں ان کا واحد حل یہ تھا کہ مسٹر گاندھی ہندو اکثریت کے نمائندے کی حیثیت سے آتے اور مسائل طے کرتے۔ مگر مسٹر گاندھی جب کبھی قائد اعظمؒ سے ملے۔ فوراً پریس کو کہہ دیا کہ میں ذاتی وانفرادی حیثیت سے ملنے آیا ہوں۔ ہم مسٹر

گاندھی کی یہ حیثیت آج تک نہ سمجھ سکے۔ مطلب صاف ہے کہ مسٹر گاندھی چاہتے ہی نہیں کہ ہندو مسلم مسائل حل ہوں۔ ان کا ارادہ صرف رام راج کا ہے اور یہ کبھی اور کسی حالت میں ممکن نہیں۔

مسٹر گاندھی کے بیان پر قائداعظمؒ کا اظہار خیال

"نیوز کرانیکل" میں شائع شدہ مسٹر گاندھی کے بیان پر اظہار خیال کرتے ہوئے قائداعظمؒ نے فرمایا۔

"میں خاموش رہنا بہتر سمجھتا ہوں۔ مگر مجبور ہوں کہ اس پراپیگنڈہ کی تردید کروں۔ جو کانگریسی قوتیں ہندوستان اور انگلستان میں یک طرفہ کر رہی ہیں۔

زیادہ عرصہ نہیں ہوا مسٹر گاندھی نے ایک امریکن کے سوال "جمہوری ہندوستان میں پارٹیوں کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے" کے جواب میں کہا تھا کہ صرف ایک پارٹی ہے۔ جو کچھ کر سکتی ہے وہ "کانگریس" ہے۔

اس کے بعد سوال کیا گیا کہ مسلم لیگ بھی تو ہے۔ مسٹر گاندھی نے کہا۔ میں سوائے کانگریس کے کوئی دوسری پارٹی قبول نہیں کروں گا۔ اس پر مسٹر گاندھی سے کہا گیا کہ اگر ہندوستان میں صرف ایک پارٹی ہوئی تو حکومت فاشسٹ ہو جائے گی۔ مسٹر گاندھی کا جواب تھا کہ آپ اس کا کوئی بھی نام رکھیں۔ ہندوستان میں ایک ہی پارٹی ہے اور وہ کانگریس ہے۔

مسٹر گاندھی جو ہمیشہ دستور ساز اسمبلی میں متشکک رہے تھے۔ یکایک اس کے پرجوش حامی بن گئے۔ مسلم لیگ کو غلط پیش کر رہے ہیں اور اس پر کنایتاً تہمتیں لگا رہے ہیں۔ مثلاً لیگ ملک کی ترقی میں سد راہ ہے اور جو زیادہ قیمت لگائے اس کے ہاتھ بکنے کو تیار ہے۔

مسٹر گاندھی جیسے شخص کا اس سے زیادہ فتنہ پردازانہ بیان اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اور افسوس کی بات ہے کہ وہ گاندھی جو راست بازی کے مبلغ بننے کا دعویٰ کرتے ہیں۔

اب جبکہ کانگریس کی نمائندگی کا بھانڈا پھوٹ چکا ہے کہ وہ صرف ہندوؤں کی نمائندہ ہے۔ مسٹر گاندھی کو پسند آیا کہ دستور ساز اسمبلی کے موید بن جائیں۔ جو اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ کانگریس کا دوسرا ضخیم نسخہ ہوگی۔ میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ مسٹر گاندھی اس طرح بیانات دینا بند کر دیں۔ جو ہر روز اور ہر ہفتہ بدلتے رہتے ہیں۔ اور مسلسل تضاد کو مستقل کر رہے ہیں اور اپنے دماغ کو ہندو مسلم تصفیہ کی طرف لگائیں۔ کیونکہ ہندوؤں میں وہی ایسے شخص ہیں جو ہندوؤں کی نیابت کر سکتے ہیں۔ اور ہندوؤں کی طرف سے مختارانہ عمل بھی کر سکتے ہیں اور ان میں سب سے بڑی بات یہ ہے کہ دو قوموں میں سمجھوتہ کرا سکتے ہیں۔ مجھے اس بات کو دہرانے کی ضرورت نہیں کہ باعزت سمجھوتہ کرانے کیلئے میں مسلمانوں کی طرف سے انتہائی مدد کرنے کو تیار ہوں جو میرے اختیار میں ہے"۔

قائد اعظمؒ کا نائب وزیر ہند اور مسٹر گاندھی کو جواب

احمد آباد میں ۲۸ جنوری کو قائد اعظمؒ نے پریس کو ایک بیان دیا۔ جس میں نائب وزیر ہند سر ہف اونیل کی اس تقریر کا جواب تھا جو انہوں نے پچھلے ہفتہ دار العوام میں کی تھی۔ جس میں کانگریسی مظالم کی تحقیقات کو خلاف مصلحت بتایا گیا۔ اور اخبار "لندن ٹائمز" اور مسٹر گاندھی کے "ہریجن" کی تازہ اشاعت میں چھپنے والے مضمون کا جواب تھا۔

"ہمیں اطلاع دی گئی ہے کہ لندن میں ہمارے اس منصفانہ مطالبہ پر ایک غیر جانبدار جوڈیشنل ٹریبونل مقرر کیا جائے گا۔ جو کانگریسی صوبوں میں اس ظلم وتشدد کے متعلق جو مسلمانوں پر ہوئے ہیں۔ ہمارے عائد کردہ شدید الزامات کی تحقیقات کرے۔ بتایا گیا کہ سر ہف اونیل نے کہا ہے کہ وہ اس بات کو باور نہیں کر سکتے کہ اس معاملہ میں باضابطہ تحقیقات سے کسی فریق یا مجموعی ہندوستان کو فائدہ پہنچے گا۔ میں پوچھتا ہوں کہ اس کا منشاء کیا ہے۔ اس غیر معقول جواب نے ہمارے لئے ایک اور کام بڑھا دیا ہے۔ سر ہف اونیل نے کہا ہے کہ انصاف کرنا جمہور کے مفاد کیلئے مفید نہ ہو گا۔ اس غلط خیال کو دور کرنے کیلئے ہمیں کوشش کرنی پڑے گی۔ ان کا یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ تحقیقات سے ہندو مسلم جذبات میں تلخی پیدا ہو جائے گی۔ ہمارے الزامات کانگریس ہائی کمان اور کانگریسی وزارتوں کے خلاف ہیں ان الزامات کی تحقیقات لازمی طور پر ہونی چاہئے۔ تاکہ آئندہ ایسے ظلم وتشدد کا اعادہ نہ ہونے پائے"۔

اگر اس زمانہ میں ان مظالم کا سدباب ہو گیا ہوتا جو کانگریسی حکومتوں نے مسلمانوں پر توڑے تھے یا ان حکومتوں کی شہہ پا کر ہندوؤں نے ڈھائے تھے تو شاید ہندوستان کو ۱۹۴۷ء کے فسادات سے دوچار نہ ہونا پڑتا۔ مگر اس کا کیا علاج کہ کانگریسی پروپیگنڈا نے حقائق کو چھپانے میں کامیاب کوشش کی جس کا انجام ۱۹۴۷ء کے فسادات ہیں۔ نائب وزیر ہند کا دار العوام میں بیان بھی کانگریسی پروپیگنڈا کا نتیجہ نظر آتا ہے۔

لندن ٹائمز کی بے خبری

قائد اعظمؒ نے فرمایا۔

"میری توجہ 'ٹائمز آف لندن' کے ایک مقالہ کی طرف منعطف کرائی گئی ہے۔ مانتا ہوں کہ یہ اخبار باخبر ہے۔ لیکن جہاں اس نے یہ کہا ہے کہ "مسلم لیگ مسلمانان ہند کی مستند اور نائندہ جماعت نہیں"۔ اس معاملہ میں وہ بالکل بھٹکا ہوا ہے جس سے معلوم ہوتا ہو کہ وہ موجودہ ہندوستان کے صحیح حالات سے بے خبر ہے۔ میں بلاخوفِ تردید کہنے کی جرات کرتا ہوں کہ مسلم لیگ مسلمان قوم کی نمائندگی اس سے زیادہ موثر طریق پر کر رہی ہے جس طرح ملک معظم کی موجودہ حکومت برطانوی قوم کی کر رہی ہے۔

اگر ٹائمز آف لندن اس خیال میں ہے کہ حکومت برطانیہ کے سائے میں کوئی تصفیہ مسلمانوں کی منظوری اور رضامندی کے بغیر ان کے سر منڈھا جاسکتا ہے تو وہ بہت سخت غلطی کر رہا ہے۔ مسلمان اس کے لئے تیار نہیں کہ وہ اپنی قسمت اور اپنے مستقبل کو کسی اور کے ہاتھ میں چھوڑ دیں۔ یہ آخری فیصلہ مسلمان خود کر سکتے ہیں کہ ان کے لئے کیا بہتر ہے۔ لہٰذا تمام مسلمان پارٹیاں جو ہندوستان کے مستقبل کی تشکیل میں حصہ لے رہی ہیں۔ اب ان سب پر لازم ہے کہ مسلمانوں کو ایک ذمہ دار اور معزز قوم سمجھیں"۔

مسٹر گاندھی کا مغالطہ

بیان کے آخری حصہ میں قائداعظمؒ نے فرمایا۔

"یکایک مسٹر گاندھی نے یہ دریافت کیا ہے کہ میں نے ان کے خط کے جواب میں سچائی سے لبریز اور دیانتدارانہ جواب دیا ہے۔ اس نے ہندو مسلم اتحاد کی تمام امیدوں کو خاک میں ملا دیا ہے۔

ان کو احساس ہے کہ میں نے جو تصویر ان کے سامنے پیش کی ہے اگر یہی صورت اختیار کرے تو کانگریس کی پچاس سال سے زیادہ مدت کی کوشش بیکار ہو جائے گی گو کانگریس کی تیس سال کی کوششیں تو اس سے قبل ناکام ہو چکی ہیں۔ مسٹر گاندھی اندھا دھند بیس سال سے جس پالیسی اور پروگرام کی پیروی کر رہے ہیں وہی موجودہ صورت حال کا سبب ہے۔ پھر جہاں انہوں نے یہ کہا ہے کہ مسلم لیگ کی تاریخ کا ایک عارضی پہلو ہے اور وہ یہ کہ مسلمان، ہندو اور عیسائی بھائیوں سے قطع تعلق نہیں کریں گے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسٹر گاندھی اب بھی مغالطہ میں ہیں۔ کیونکہ مسئلہ ہندو اور عیسائیوں سے قطع تعلق کرنے کا نہیں۔ بلکہ اپنے عیسائی اور ہندو بھائیوں کو یہ سمجھانے کا ہے کہ ہم بھی مناسب جگہ حاصل کرنے کے حقدار ہیں"۔

قائداعظمؒ، نہرو خط و کتابت کی اشاعت

قائداعظمؒ نے ۷ جنوری ۱۹۴۰ء کو بمبئی سے وہ خط و کتابت جو ان کے اور پنڈت نہرو کے درمیان فرقہ وارانہ سمجھوتہ کے لئے ہوئی تھی۔ حسب ذیل بیان کے ساتھ پریس کو دے دی۔

"مجھے یہ دیکھ کر افسوس ہوا کہ پنڈت نہرو نے اپنے حالیہ دورہ پنجاب میں اور دوسرے مقامات پر اس طرح مجھ پر حملے کئے ہیں جو ایک ذمہ دار لیڈر کے شایان شان نہیں۔ انہوں نے مجھ پر الزام لگایا ہے کہ میں ہندوستان پر برطانوی تسلط قائم رکھنے کی طرف مائل ہوں۔ یہ الزام صرف غیر ضروری ہی نہیں بلکہ کمینہ ہے۔ انہوں نے مجھ سے گفتگو جاری رکھنے سے انکار کے جو وجوہ بیان کئے ہیں۔ وہ غلط اور گمراہ کن ہیں۔ میں ان کے بے تکے اور غیر ذمہ دارانہ بیانات پر مزید روشنی نہیں ڈالوں گا۔ بلکہ اسی پر اکتفا کرتا

ہوں کہ اس مسئلہ پر میرے اور ان کے درمیان جو خط و کتابت ہوئی ہے۔ اس کو شائع کر دوں۔ اس سے مزید گفتگو سے انکار کی وجہ معلوم ہو جائے گی اور یہ عوام پر چھوڑتا ہوں کہ وہ دیکھیں کہ ان کا اور کانگریس کا طرز عمل کس قدر نامناسب ہے"۔

پنڈت نہرو کے اس بہتان کو یہی نہیں، کہ قائداعظمؒ نے غلط کہا۔ بلکہ حقائق نے ثابت کر دیا کہ قائداعظمؒ پر برطانوی ایجنٹ ہونے کا بہتان لگانے والے پنڈت نہرو خود برطانوی ایجنٹ بنے۔

قلعہ احمد نگر کے قیدی مسٹر نہرو کو جب شملہ کانفرنس میں مدعو کیا گیا۔ تو برطانیہ کا سب سے بڑا دشمن مسٹر نہرو اپنے دعاوی، اپنے کردار اور اپنے قول و فعل چھوڑ کر حکومت کے قدموں پر گر پڑا۔ اور اس کے بعد مسٹر نہرو کو عارضی حکومت کی پیشکش ہوئی۔ اس کے بعد قائداعظمؒ پر برطانوی ایجنٹ ہونے کا الزام لگانے والوں کو دنیا نے دیکھا کہ درحقیقت برطانوی ایجنٹ کون تھا۔ کون ہے اور کون رہنے کی کوشش کر رہا ہے وقت سب سے بڑا منصف ہے۔

اخبار "ٹائم اینڈ ٹائیڈ" لندن میں قائداعظمؒ کا مضمون

قائداعظمؒ کے اس مضمون کا خلاصہ جو آپ نے انگلستان کے اخبار "ٹائم اینڈ ٹائڈ" کے لئے لکھا تھا۔

اس وقت ہندوستان جن دستوری عوارض میں مبتلا ہے۔ یہ ایک بیماری کی علامتیں ہیں۔ جو ہندوستان کے سیاسی جسم کی روح میں موجود ہیں۔ جب تک اس بیماری کی تشخیص نہ کرلی جائے اس وقت تک علامات کو نہیں سمجھا جا سکتا اور نہ ہی کوئی علاج تجویز کیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا سب سے پہلے بیماری کی تشخیص کرنی چاہئے۔ پھر علامتوں پر غور کی ضرورت ہے۔ اور آخر سوال یہ ہے کہ ہندوستان کا مستقبل کیا ہے؟

حکومت برطانیہ کا طے شدہ مقصد ہے کہ ہندوستان عملی طور پر کم سے کم وقت میں قانون ویسٹ منسٹر کے مطابق ڈومینین سٹیٹس سے بہرہ اندوز ہو۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے حکومت برطانیہ اس قسم کا جمہوری دستور نافذ دیکھنا پسند کرے گی۔ جس سے وہ سب سے زیادہ واقف ہے اور جسے وہ بہترین تصور کرتی ہے۔ لیکن ہندوستان کے حالات کے متعلق برطانوی پارلیمینٹ کے افراد ماضی کے تجربات کے باوجود لاعلم ہیں۔ وہ اب بھی نہیں سمجھتے کہ اس قسم کا طرز حکومت ہندوستان کے لئے ناموزوں ہے۔ وہ جمہوری نظام حکومت جو انگلستان کی ایک نسل والی قوم کے تصور پر مبنی ہو۔ ہندوستان جیسے مختلف النسل ممالک پر قطعاً چسپاں نہیں ہو سکتا۔ اور یہ واقعہ ہندوستان کی دستوری بیماریوں کا بنیادی سبب ہے۔

نائب وزیر ہند لیفٹیننٹ کرنل میور ہیڈ آنجہانی بھی اس واقعہ کو نہ سمجھ سکے۔ کیونکہ موجودہ فرقہ وارانہ کشیدگی پر افسوس کرتے ہوئے انہوں نے یہ رائے ظاہر کی تھی کہ "کوئی اقلیت اور اکثریت مستقل نہیں ہوا کرتی"۔

انہیں ہندوستانی مسائل کا مطالعہ ہندوستانی دستوری اصطلاحات کے متعلق جوائنٹ سلیکٹ کمیٹی کے سیشن ۳۴-۱۹۳۳ء کی رپورٹ جلد اول کے پہلے پیرہ سے کرنا چاہئے تھا جس میں لکھا ہے کہ۔

"ہندوستان میں بہت سی نسلیں آباد ہیں۔ جو اکثر اپنی اصلیت 'روایات اور طرز زندگی کے لحاظ سے ایک دوسرے سے اس قدر ممیز ہیں جس قدر کہ یورپ کی اقوام۔ اس لئے دو تہائی حصے ہندوئیت کو اپنا مذہب مانتے ہیں۔ سات کروڑ ستر لاکھ سے زیادہ اسلام کے پیرو ہیں۔ اور ان دونوں کے درمیان جو فرق ہے وہ سخت تر مفہوم کے لحاظ سے مذہب ہی کا فرق نہیں ہے۔ بلکہ شریعت اور کلچر کا بھی ہے۔ امر واقعہ ہے کہ وہ دو ممیز اور جداگانہ تہذیبوں کے نمائندے ہیں۔ ہندومت اپنی ذات پات کے مظاہرے سے پہچانی جاتی ہے۔ دوسری طرف اسلام انسانی مساوات کے تصور پر مبنی ہے"۔

اس پس منظر کے بغیر ہندوستانی مسائل کو سمجھنا ممکن ہی نہیں۔ جمہور برطانیہ کو سمجھنا چاہئے کہ ہندو مت اور اسلام دو متمیز اور جداگانہ تہذیبوں کی نمائندگی کرتے ہیں۔

اگر یہ قبول کر لیا جائے کہ ہندوستان میں ایک قوم زیادہ تعداد والی ہے اور ایک کم۔ تو اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ایسا پارلیمنٹری نظام جو اکثریت کے اصول پر مبنی ہو۔ اس کا صاف اور واضح مطلب ہو گا کہ اکثریت والی قوم حکومت کرے گی۔

لہٰذا مغربی جمہوریت ہندوستان کے لئے بالکل ناموزوں ہے اور ہندوستان پر اس کو عائد کرنا ہندوستان کے جسد سیاسی میں ایک اور بیماری پیدا کرنا ہے۔ آیئے ہم علامات پر غور کریں۔

مسٹر گاندھی جو صف اول کے ہوشیار ہندو سیاست دان ہیں۔ ان کی قیادت میں کانگریس نے (جو خاص طور پر ایک ہندو جماعت ہے) بہت دنوں سے پیش بینی کر لی تھی کہ مغربی طرز حکومت میں ہندو کیلئے تمام ہندوستان پر مستقل غلبہ پانے کی امیدوں کی تکمیل کا سامان پوشیدہ ہے۔ لہٰذا انہوں نے سمجھ لیا تھا کہ اگر نئے دستور کو ان اصولوں پر چلایا جائے جو ان کے لیڈر اور ورکنگ کمیٹی نے قائم کئے تھے۔ تو نیا دستور ہمیں منزل مقصود کے بہت ہی قریب پہنچا دے گا۔ لہٰذا کانگریس جہاں یہ چلاتی رہی کہ نیا دستور قطعاً ناقابل قبول ہے۔ وہیں اس نے دستور جدید کے آغاز سے قبل انتخابات لڑنے کا فیصلہ کیا۔ اور ہندوستان کے چھ صوبوں یعنی بمبئی' بہار' مدراس' یوپی' سی پی اور اوڑیسہ میں مکمل اکثریت حاصل کر لی۔ مگر کانگریس کو پانچ مسلم صوبوں یعنی بنگال' پنجاب' سرحد' سندھ اور آسام میں اس قدر مکمل شکست ہوئی اور ہندو صوبوں میں بھی مسلمانوں کی معتد بہ نشستوں پر قبضہ کرنے میں ناکام رہی۔

پانچ صوبوں میں کانگریس کو شکست ہو چکی تھی۔ اور جہاں چھ صوبوں میں کامل اکثریت حاصل تھی وہاں اقلیتوں کی راہنمائی مسلم لیگی ممبروں کے ہاتھوں میں تھی۔ اس صورتحال نے کانگریس کی ہندووانہ ذہنیت کو بالکل نمایاں کر دیا۔ اور کانگریس کے سامنے دوسرا پہلو یہ تھا کہ جب تک اختیارات خصوصی گورنروں کے ہاتھ میں ہیں اقلیتوں کو نظر انداز کرنا جن کی راہنمائی مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہے' دشوار ہو

گا۔ اور یہ حالات ہمارے منصوبوں میں رکاوٹ کا باعث ہوں گے۔ اس لئے اس نے اپنا ترپ کا پتہ چلا۔ یعنی عہدے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اب وائسرائے اور گورنر صاحبان راتوں رات نرم پڑ گئے۔ جس پر مسلمانوں اور دیگر اقلیتوں میں بڑا جوش پیدا ہو گیا۔ وائسرائے اور گورنر دریافت کرنے لگے کہ کانگریس کیا چاہتی ہے اس کا جواب تیار تھا کہ ہم سے وعدہ کیجئے کہ آپ اپنے اختیار خصوصی سے کام نہیں لیں گے۔ اس وعدے کے بعد ہم عہدے قبول کریں گے چنانچہ اقلیتوں کے محافظوں نے بہ عجلت اپنی امانت کو پھینک کر سبک دوشی حاصل کر لی۔ اور اب برطانیہ اور کانگریس ایک دوسرے کے سیاسی تدبر کی داد دینے لگے اور کانگریس و برطانیہ کا پہلا سیاسی اتحاد ہو گیا۔ یہ تھی پہلی فتح۔

اگر خالص ہندو حکومتیں بر سر اقتدار آتیں تو کھیل ختم ہو جاتا مگر ان چھ صوبوں میں مسلم ممبران بھی تھے۔ اس لئے اقلیتوں کے وزیر بھی ہونا چاہئے تھے۔ کانگریس نے وزارت کا چارہ ڈال کر غدار مسلمانوں کو اس کام کیلئے منتخب کر لیا۔ یہ کانگریس کی دوسری فتح تھی۔

ایسی آسان فتوحات نے کانگریس کے دماغ کو اقتدار کا نشہ چڑھا دیا۔ مجلس عاملہ نے مرکزی حکومت کی شکل اختیار کر لی۔ جس کے سامنے صوبائی حکومتیں جوابدہ تھیں۔ چنانچہ علاقہ وار ڈکٹیٹر مقرر ہوئے۔ وزراء جن کے احکام کے تابع تھے اور ان کی منظوری کے بغیر کوئی صوبائی قانون نہیں بن سکتا تھا۔

اس کے بعد انہوں نے اس مختصر سی مخالفت کا گلا گھونٹنے کی کوشش کی۔ جو پائی جاتی تھی۔ برطانیہ کو عیاریوں کا شکار بنانے کے بعد مسلمانوں کا تیا پانچا کرنے پر تیار ہوئے۔ تمام ہندوستان میں مسلمانوں پر حملہ شروع کیا گیا۔ پانچ صوبوں میں اتحادی وزارتوں کو شکست دینے کے لئے تمام کوششیں صرف کر دی گئیں۔ مقامی مسلم سیاسی لیڈروں کو وزارتوں اور دوسرے لالچ دے کر دو صوبوں سرحد اور آسام میں کانگریسی وزارتیں قائم کی گئیں۔ چھ ہندو صوبوں میں ثقافتی محاذ شروع کیا گیا۔ کوششیں کی گئیں کہ "بندے ماترم" کو قومی ترانہ قرار دیا جائے اور کانگریسی ترنگے جھنڈے کو قومی جھنڈا مان لیا جائے۔ پھر ساتھ ہی ساتھ حقیقی قومی زبان اردو کی جگہ ہندی لائی گئی۔ ہر جگہ تشدد کا دور دورہ ہوا۔ مسلم لیگ کے صدر دفاتر میں شکایات کا طوفان مچ گیا۔ جن کی وجہ سے پیرپور کمیٹی شکایات کی تحقیقات کے لئے مقرر ہوئی (جس کی رپورٹ بنام پیرپور رپورٹ موجود ہے) اس سلسلے میں اس قدر سنگین شہادتیں جمع ہو گئیں کہ مسلمان وائسرائے اور گورنروں سے مایوس ہو کر شاہی کمیشن کا مطالبہ کرنے پر مجبور ہوئے۔

جس وقت کانگریسی وزارتیں مستعفی ہوئیں۔ اس وقت یہ پوزیشن تھی۔ اور یہ ایسی پوزیشن تھی جس پر جمہور برطانیہ کو غور کرنا چاہئے۔ سوال یہ ہے۔ کیا جمہور برطانیہ چاہتے ہیں کہ ہندوستان ایک ہمہ گیر مطلق العنان ہندو حکومت بن جائے۔ جس کی مرکزی اور صوبائی حکومتیں مجالس قانون ساز یا انتخاب کنندگان کے سامنے جوابدہ نہ ہوں۔ بلکہ ایک ایسی ٹولی کے سامنے ہوں جس کا نام کانگریس کمیٹی ہے اور جس کی نظیر دنیا کے دستوروں میں کہیں موجود نہ ہو۔ جمہور برطانیہ کو یقین رکھنا چاہئے کہ اگر کانگریس

کامطالبہ مان لیا گیا کہ ہندوستان کو ایک دستور ساز اسمبلی کے ذریعہ اپنا دستور بنانے کا حق ہے تو اس کا ناگزیر نتیجہ یہ ہوگا کہ ہندوستان ہمہ گیر ہندو حکومت ہوگی۔

جنگ کانگریس ورکنگ کمیٹی کے لئے بہترین موقعہ ہے۔ جس کے ذریعہ وہ اپنی حکومت آٹھ صوبوں میں بڑھا کر تمام ہندوستان جس میں صوبے اور ریاستیں بھی شامل ہیں وسیع کرے۔ اگر برطانوی حکومت اچانک طور پر ہراساں ہوئی (جو نہیں ہوئی) اور جنگ کی وجہ سے پیدا شدہ صورت حالات کے تنکوں سے ڈھکے ہوئے گڑھے میں گر گئی تو ہندوستان کو سخت نزاکت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ جس کے نتیجہ کے متعلق کوئی شخص پیشین گوئی نہیں کر سکتا۔ اور میں یہ یقیناً محسوس کرتا ہوں کہ اسلامی ہندوستان ایسا ہرگز نہ ہونے دے گا اور اپنی تمام قوت وذرائع جو اسے حاصل ہیں اس کی مدافعت میں خرچ کردے گا۔

جب ہندوؤں کی ایک بہت بڑی اکثریت ان پڑھ ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ آئینی اسمبلی مسٹر گاندھی اور کانگریسی لیڈروں کے اثر واقتدار کے نیچے ہوگی۔ اور جو آئین مرتب ہوگا۔ وہ بالکل کانگریس ورکنگ کمیٹی کی مرضی کے مطابق ہوگا۔ اس لئے آئینی اسمبلی کے ذریعہ کانگریس ورکنگ کمیٹی اپنے مقاصد حاصل کرلے گی۔ برطانوی کنٹرول اور کامرس مفقود ہوجائے گی۔ ہندوستانی ریاستوں کا خاتمہ کر دیا جائے گا۔ اقلیت کی پوزیشن ختم ہوجائے گی اور ایک بہت بڑی ہندو قوم پیدا ہوجائے گی۔ جس پر ان کا پیارا لیڈر مسٹر گاندھی اور کانگریس ورکنگ کمیٹی حکومت کرے گی۔

مرض وعلامات پر غور کے بعد اس کا علاج کیا ہے۔

(۱) برطانوی جمہور اس حقیقت کو پہچانیں کہ مغرب کی غیر مشروط جمہوریت ہندوستان کے لئے قطعاً نامناسب ہے۔ اور اسے ٹھونسنے کی تمام کوششیں بالکل بند کردینی چاہئیں۔

(۲) یہ بات بھی قطعاً تسلیم کرلی جائے کہ ہندوستان کے لئے پارٹی گورنمنٹ موزوں نہیں۔ تمام حکومتیں خواہ وہ مرکزی ہوں یا صوبائی ایسی ہونی چاہئیں کہ وہ عوام کے تمام طبقات کی نمائندہ ہوں۔

اس سلسلے میں آل انڈیا مسلم لیگ نے مندرجہ ذیل اصول پیش کئے ہیں۔

(۱) موجودہ صوبائی آئین پر عمل کرنے سے جو تجربہ ہوا ہے۔ اس کی اور ۱۹۳۹ء میں جو حالات رونما ہوئے ہیں یا جو اس کے بعد رونما ہونے والے ہیں۔ ان سب کی روشنی میں برطانوی حکومت ہندوستان کے تمام آئینی مسئلہ پر غور اور نظر ثانی کرے۔

(۲) گو مسلم لیگ آزاد ہندوستان کی متمنی ہے۔ مگر وہ کسی بھی فیڈرل مقصد کے سخت خلاف ہے جس کا لازمی نتیجہ ڈیموکریسی اور پارلیمنٹری طریق کی حکومت کے نام پر اکثریت کا راج ہے۔

(۳) ہندوستان کی آئینی ترقی کے مسئلہ کے متعلق کوئی اعلان آل انڈیا مسلم لیگ کی منظوری کے بغیر نہ کیا جائے اور نہ اس کی منظوری کے بغیر برطانوی پارلیمینٹ اور ملک معظم کی حکومت کوئی دستور مرتب کرے۔ بلکہ ایک ایسا آئین مرتب ہو جس کی وجہ سے یہ تسلیم ہو کہ ہندوستان میں دو قومیں ہیں۔ جو دونوں

اپنے وطن پر حکومت کرنے میں حصہ دار ہوں۔ اس قسم کا آئین مرتب کرنے میں مسلمان برطانوی حکومت یا کانگریس یا کسی پارٹی سے تعاون کرنے پر تیار ہیں"۔

قائداعظمؒ کے اس بیان میں اس بیماری کا پورا پورا علاج مضمر تھا جو سیاسی ہندوستان کی شرائین و اعصاب تک اثر کر چکی تھی۔ قائداعظمؒ نے دستور ساز اسمبلی کے متعلق جو کچھ فرمایا تھا ہندوستان اور دنیا کے کانوں نے سنا کہ ۴۶۔۱۹۴۷ء میں دستور ساز اسمبلی نے وہی کچھ کہا۔ جس کے انجام میں اخبارات کے کالموں نے "ہندو دستور ساز اسمبلی کے فیصلے" کا عنوان دے کر اسمبلی کی ہندووانہ کارروائیاں شائع کیں۔ اور مسلم پریس نے اس کا کلی طور پر بائیکاٹ کر دیا۔ اگر قائداعظمؒ کے ارشادات کے مطابق حکومت برطانیہ اس وقت سیاسی آنکھوں سے مستقبل کو پرکھ لیتی تو اتنا زمانہ نہ تو کشیدگیوں میں ضائع ہوتا۔ اور نہ ہی ہندوستان خطرات کا مرکز بنتا۔ مگر اس وقت حکومت اور کانگریس دونوں نشے میں تھے۔ جواب ہرن ہو چکا ہے۔

فریبِ آزادی

قائداعظمؒ نے راجکوٹ سے ایک بیان شائع فرمایا تھا۔ جس میں مسلمانوں کو ہدایت کی ہے کہ وہ "یوم آزادی" میں کسی قسم کا حصہ نہ لیں اور کانگریس کے اس فریب میں مبتلا نہ ہوں جو وہ اپنے ترمیم شدہ عہدنامے کے ذریعہ دے رہی ہے۔

میں دیکھتا ہوں کہ خود کانگریسی بھی یہ سمجھ رہے ہیں کہ "یوم کامل آزادی" کا ترمیم شدہ عہدنامہ ایک فریب ہے اور باعث ذلت ہے جو عمل میں ناکام رہے گا۔ مسٹر گاندھی کے تازہ ترین بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ کانگریس ہائی کمانڈ پھر اس کے درپے ہے کہ سلطنت برطانیہ کی سیادت قائم رکھنے کی شرائط پر وائسرائے سے سمجھوتہ کیا جائے اور اس طریقہ پر "جنٹلمین ایگریمنٹ" پھر تازہ ہو اور حکومت برطانیہ اور کانگریس کا اس غرض کیلئے پھر اتحاد ہو کہ مسلمان اور دوسری اقلیتیں مجبور اور پامال کئے جانے کیلئے پھر کانگریس ہائی کمانڈ کے حوالے کر دی جائیں۔

کانگریس ہائی کمانڈ نے دھمکی کے طور پر وزارتوں کو مستعفی ہونے کی ہدایت کی اور اب وزارتوں پر واپسی کے لئے بے قرار ہے۔ کیونکہ وائسرائے نے بھی دھمکی دے دی۔

اب تک دشواری یہ رہی ہے کہ لارڈ لنلتھگو ضرور تا اس وجہ سے کانگریس کو سارے ہندوستان کا نمائندہ ماننے سے انکار کرنے پر مجبور ہوئے کہ مسلم لیگ کی طاقت ترقی پر ہے اور انہوں نے یہ محسوس کیا کہ اس قسم کا طرز عمل خصوصاً اس زمانہ میں حکومت برطانیہ کے لئے سخت خطرناک ہو گا۔ میں متنبہ کئے دیتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ وائسرائے اور حکومت برطانیہ پورے طور پر اس حقیقت کو سمجھ لیں گے کہ اگر اس حالت کا پھر اعادہ کیا گیا کہ وہ ضمانتیں جو پہلے دی جا چکی ہیں پوری نہ کی گئیں یا ان کا احترام نہ ہوا تو ہندوستان

میں نہایت ہی خطرناک صورت حالات پیدا ہو جائے گی۔ اور مسلم ہندوستان ان تمام ذرائع سے جو اس کے اختیار میں ہیں۔ اس حالت کو پیدا ہونے سے روکے گا اور کسی قربانی سے دریغ نہ کرے گا۔ اور اگر حکومت برطانیہ اس ایک پارٹی کی دھمکی اور جبر سے مرعوب اور خوفزدہ ہو کر رضامند ہو گئی تو وہ نتائج کی کلیۃً ذمہ دار ہو گی۔

میں خصوصیت کے ساتھ مسلمانان ہند سے اور نیز غیر مسلم ہم وطنوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اس یوم آزادی سے کوئی تعلق نہ رکھیں۔ جو ۲۶ جنوری ۱۹۴۰ء کو منایا جارہا ہے اور وہ اس وجہ سے کہ اس کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کو یوم آزادی کے نام دھوکہ دیا جائے۔ مسٹر گاندھی کی لغت میں کامل آزادی کے معنی وقتاً فوقتاً تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ اور مجھے یقین ہے کہ مسلمان اس جال میں نہ پھنسیں گے۔ وائسرائے کو چاہئے کہ اس بروقت انتباہ کا پورا اثر لیں۔ اور کانگریس کو خوش کرنے کے لئے ہندوستان کو خرابی میں مبتلا نہ کریں۔

وائسرائے لارڈ لنلتھگو، قائداعظمؒ خط و کتابت

۵ نومبر ۱۹۳۹ء سے ۶ فروری ۱۹۴۰ء تک قائداعظمؒ اور لارڈ لنلتھگو کے درمیان ان مطالبات کے متعلق اطمینان دلانے کے سلسلے میں جو آل انڈیا مسلم لیگ نے پیش کئے تھے حسب ذیل خط و کتابت ہوئی۔

قائداعظمؒ کا خط

نیو دہلی ۵ نومبر ۱۹۳۹ء

ڈیر لارڈ لنلتھگو !

میں چاہتا ہوں کہ اس پر آپ کا شکریہ ادا کروں کہ آپ نے مجھے ۴ نومبر کو اس وعدے کے مطابق ملاقات کا موقع دیا۔ جو آپ نے اپنے ۲۸ اکتوبر کے خط میں فرمایا تھا۔ اور جس کا مضمون یہ تھا کہ اجلاس ورکنگ کمیٹی آل انڈیا مسلم لیگ منعقدہ ۲۲ اکتوبر کے ریزولوشن میں جو خواہش کی گئی ہے۔ اس کے مطابق اب کسی مناسب موقع پر ان معاملات کی بخوشی تشریح کرنے کی کوشش فرمائیں گے۔

۴ نومبر کو میرے اور آپ کے درمیان جو ملاقات ہوئی تھی اس مسئلہ پر اچھی طرح بحث ہو گئی تھی اور اب میں یور ایکسیلینسی کی خواہش کے مطابق ذیل کے مسائل کو آپ کے غور اور جلد سے جلد جواب کیلئے پیش کر رہا ہوں۔

(۱) یہ کہ جیسے ہی حالات اجازت دیں گے یا جنگ کے فوراً بعد گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء سے قطع نظر ہندوستان کے آئندہ دستور کے پورے مسئلہ کی از سر نو جانچ کی جائے گی اور اس پر غور کیا جائے گا۔

(۲) یہ کہ ملک معظم یا پارلیمینٹ ہندوستان کی دو بڑی قوموں یعنی ہندوؤں اور مسلمانوں کی رضامندی اور منظوری کے بغیر اصولاً یا کسی اور طرح نہ کوئی اعلان کیا جائے گا اور نہ کوئی دستور بصورت قانون منظور کیا جائے گا۔

(۳) یہ کہ ملک معظم کی گورنمنٹ کو چاہئے کہ فلسطین کے عربوں کے تمام معقول قومی مطالبات پورے کرے۔

(۴) یہ کہ ہندوستانی فوجوں سے ہندوستان کے باہر کسی ملک یا سلطنت کے خلاف کام نہیں لیا جائے گا۔

۱۸ ستمبر کے بیان میں اور اجلاس ورکنگ کمیٹی منعقدہ ۲۲ اکتوبر کے ریزولیوشن میں جن کی نقول یورایکسی لینسی کو پہلے ہی بھیج دی گئی ہیں میں نے ملاقات کے دوران میں ان مسائل کی تائید میں تفصیل کے ساتھ دلائل ووجوہ بیان کر دیئے تھے۔

۱۸ ستمبر کے اجلاس ورکنگ کمیٹی کے بیان میں ایک معاملہ کا اور ذکر کیا تھا اور یہ کہ ان صوبوں میں جہاں کانگریس کی حکومت تھی اور جہاں مسلمانوں کے ابتدائی حقوق تک بھی بے دردی کے ساتھ پامال کئے گئے۔ وہاں ان کے حق میں انصاف کرایا جائے۔ لیکن چونکہ کانگریسی حکومتیں مستعفی ہو چکی ہیں۔ اب میں اس معاملہ کے متعلق کچھ نہیں کہنا چاہتا۔

میں یورایکسی لینسی کو مطلع کرنا چاہتا ہوں کہ میں کل صبح بمبئی روانہ ہو رہا ہوں۔

آپ کا مخلص

ایم۔ اے۔ جناح

وائسرائے کا خط

وائسرائے ہاؤس۔ نیو دہلی

۷ نومبر ۱۹۳۹ء

ڈیر مسٹر جناح!

آپ کے خط مورخہ ۵ نومبر کا شکریہ۔ میں ان شکایات کی اہمیت کو اچھی طرح محسوس کرتا ہوں جو آپ نے پیش کئے ہیں اور جس قدر جلد عملاً ممکن ہو گا۔ میں جواب دینے سے باز نہیں رہوں گا۔

آپ کا مخلص

لنلتھگو

قائداعظمؒ کا خط

بمبئی ۱۸ نومبر ۱۹۳۹ء

ڈیر لارڈ لنلتھگو! آپ کے خط مورخہ ۷ نومبر ۱۹۳۹ء کا شکریہ! جس وقت سے میرے خط کی رسید آپ کے پاس سے موصول ہوئی ہے۔ ملک کے مختلف حصوں سے میرے پاس خطوط آ رہے ہیں۔ جن میں یہ دریافت کیا جارہا ہے کہ اب ہم کس مقام پر ہیں۔ اس لئے کیا آپ مناسب سمجھیں گے۔ میں اپنا خط مورخہ ۵ نومبر جو میں نے یور ایکسی لینسی کی خدمت میں بھیجا تھا۔ اور آپ کا یہ خط جس کا میں جواب دے رہا ہوں، شائع کر دوں۔

آپ کا مخلص
ایم۔ اے۔ جناح

وائسرائے کا خط

کیمپ وائسرائے۔ مورخہ ۲۶، ۲۷ نومبر ۱۹۳۹ء

ڈیر مسٹر جناح! آپ کے خط مورخہ ۱۸ نومبر کا شکریہ۔ میں اس کو سمجھ رہا ہوں کہ آپ اپنے خط مورخہ ۵ نومبر اور اس کے متعلق میری رسید کو شائع کرنے کے لئے مضطرب ہوں گے۔ مگر میں اس کو بہتر سمجھوں گا۔ اگر آپ ایک دو روز اور اس اشاعت کو ٹال دیں۔ کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ آپ کی طرف سے ان خطوط کی اشاعت اور میرے جواب میں جہاں تک ممکن ہو کم سے کم وقفہ ہو' اور مجھے جواب تیار کرنے میں کچھ وقت لگے گا۔ کیونکہ میں اس معاملہ میں ملک معظم کی گورنمنٹ سے مشورہ کر رہا ہوں۔ لیکن اگر آپ محسوس کریں کہ اتنا انتظار کئے بغیر ان کی اشاعت آپ کے لئے ضروری ہے تو میں کوئی اعتراض نہیں کر سکتا۔ اگرچہ میں آپ سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ ازراہ کرم مجھے پہلے سے مطلع کر دیں کہ وہ کس تاریخ میں شائع ہوں گے۔

آپ کا مخلص
لارڈ لنلتھگو

قائداعظمؒ کا تار

بمبئی مورخہ ۲۹ نومبر ۱۹۳۹ء

امید ہے کہ میرا خط مورخہ ۱۸ نومبر آپ کو موصول ہو گیا ہو گا۔ جہاں تک ممکن ہو۔ میں جلد

جواب کا منتظر ہوں۔

تار۔ از لارڈ لنلتھگو۔ بخدمت قائد اعظمؒ

آپ کے تار کا شکریہ! مجھے امید ہے کہ اس وقت تک میرا خط جو ۲۰ نومبر کو بہاولپور سے بھیجا گیا ہے۔ پہنچ گیا ہو گا۔

کلکتہ۔ مورخہ ۱۳ دسمبر ۱۹۳۹ء کیمپ وائسرائے ہندوستان

اب میں اس قابل ہوں کہ آپ کے خط مورخہ ۵ نومبر کا جس میں آپ نے بعض مضامین 'میرے غور کے لئے پیش کئے ہیں۔ جواب دے دوں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ یہ مانیں گے کہ آپ کے خط میں ایک سے زیادہ ایسے مسائل ہیں کہ ان پر تمام باتوں کی روشنی میں غور کیا جائے۔ جو ان میں مضمر ہیں۔ تو اس کا اثر ہندوستان کے دوسرے فرقوں پر پڑے گا۔ اور نیز یہ بھی مانیں گے کہ میری اور آپ کی خط و کتابت ان مسائل پر اعلان کا مناسب ذریعہ نہیں ہے۔ لیکن مجھے یہ امید ہے کہ میرے جوابات سے اگرچہ وہ معناً محدود ہیں۔ آپ کی دشواریاں رفع ہو جائیں گی۔ آپ کے پہلے سوال کا میری طرف سے یہ جواب ہے کہ میں نے ملک معظم کی گورنمنٹ کی منظوری سے ۱۸ اکتوبر کو جو اعلان کیا تھا اس سے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء کے کسی جزو کی یا اس پالیسی کی جس پر وہ مبنی ہے جانچ خارج نہیں ہے۔

آپ کی دوسری بات کے متعلق میں یقین دلا سکتا ہوں کہ ملک معظم کی گورنمنٹ کو اس معاملہ میں کوئی غلط فہمی نہیں ہے کہ ہندوستان کے آئینی استحکام اور ترقی کے لئے آپ کی قوم کا مطمئن ہونا کس قدر اہم ہے۔ لہٰذا آپ کو اس بات سے ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کہ ہندوستان میں اپنی حیثیت کی وجہ سے آپ کی قوم کی رائے کا جو وزن ہے اس کو گھٹایا جائے گا۔

فلسطین کے متعلق اپنی پالیسی قائم کرنے میں ملک معظم کی گورنمنٹ نے عربوں کے تمام معقول مطالبات پورے کرنے کی کوشش کی ہے اور اس کو اس مسئلہ کی اہمیت کا پورا احساس ہے۔ آخر میں آپ نے یہ ضمانت چاہی کہ ہندوستانی فوجیں کسی مسلم حکومت یا کسی ملک کے خلاف ہندوستان سے باہر استعمال نہیں کی جائیں گی۔

خوش نصیبی سے چونکہ ملک معظم کی گورنمنٹ کسی مسلم حکومت سے برسرپیکار نہیں ہے۔ لہٰذا یہ سوال پیدا ہی نہیں ہوتا۔ بہر کیف یہ آپ مانیں گے۔ ایسی وسیع شرائط میں اس کی ضمانت جو آپ کے خط میں درج ہیں، ممکن نہیں۔ جس کا اثر یہ ہو گا کہ ہندوستان کو اپنی تحفظ میں اور ایسے حالات میں جنھیں کوئی پہلے سے نہیں جان سکتا۔ اپنی فوجیں استعمال کرنے کا کوئی حق نہ رہے گا۔ لیکن موجودہ حالات میں جیسا کہ آپ کو معلوم ہے۔ گورنمنٹ آف انڈیا کی خواہش پر ملک معظم کی گورنمنٹ اس کی پوری احتیاط کر رہی ہے کہ اس ضمن میں مسلمانان ہند کے جذبات کا پورے طور پر احترام کیا جائے۔

قائداعظمؒ کا خط!

نمبر۱۰۔ اورنگ زیب روڈ۔ نئی دہلی۔ مورخہ۶فروری ۱۹۴۰ء

ڈیرلارڈ لنلتھگو! میں عریضہ ہذا کے ساتھ ورکنگ کمیٹی کے اس ریزولیوشن کی نقل بھیج رہاہوں جو ۳فروری کواس رسل ورسائل کے متعلق پاس ہواہے جومیرے اور آپ کے درمیان ہوئی ہے۔

آپ کامخلص

ایم۔ اے۔ جناح

نقل ریزولیوشن منظور شدہ اجلاس ورکنگ کمیٹی

آل انڈیامسلم لیگ منعقدہ ۳فروری ۱۹۴۰ءگل رعنا ہارڈنگ ایونیوزیر صدارت قائداعظمؒ۔

ریزولیوشن نمبرا۔ ۔ ورکنگ کمیٹی آل انڈیامسلم لیگ نےاس خطوکتابت پر غور کیاجو قائداعظمؒ اور ہزایکسی لینسی وائسرائے کے درمیان ہوئی اور جووائسرائے کے اس آخری جواب پر ختم ہوئی جوانہوں نے ۲۳ دسمبر ۱۹۳۹ء کودیا۔ کمیٹی کی رائے ہے کہ ہزایکسی لینسی کاجواب قابل اطمینان نہیں ہے۔ کیونکہ ابھی بعض اہم باتیں ایسی ہیں جن کی مزید توضیح وتشریح کی ضرورت ہے۔ اس لئے یہ کمیٹی صدر کو اختیار دیتی ہے کہ وہ کمیٹی کے خیالات ہزایکسی لینسی کے سامنے پیش کردیں اوران سے درخواست کریں کہ وہ ان ضمانتوں پر جن کے لئے کمیٹی نے ریزولیوشن مورخہ ۱۸ ستمبراور ریزولیوشن مورخہ ۲۲ اکتوبر ۱۹۳۹ء میں خواہش کی تھی۔ دوبارہ غور کریں اوراس طرح مسلمانوں کے دل سے تمام شبہات اوروسوسے دور کریں۔

آخری جج مسلمان ہوں گے

نئی دہلی۔ انگلستان کے مشہوراخبار ڈیلی میل کے نمائندے سے قائداعظمؒ نے فرمایا۔

"مسٹر گاندھی برابر اقلیتوں کونظرانداز کررہے ہیں۔ وہ خودمختاری کامطالبہ کرتے ہیں۔ ان کے اس مطالبہ پر بھی کوئی اعتراض نہیں ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ وہ اس ناقابل اعتراض نصب العین کو کیونکر پورا کرنا چاہتے ہیں؟ مسٹر گاندھی جتنی باتیں کہتے ہیں۔ اس کے باوجود حکومت برطانیہ سے درخواست کرتے ہیں کہ حکومت برطانیہ ہمارے نصب العین کو پورا کردے۔ ان کی تجویز ہے کہ ہندوستان کی ایک نمائندہ اسمبلی ایک ایسا دستور بنانے کے لئے بلائی جائے جس میں اقلیتوں کے پورے پورے اطمینان کاسامان شامل ہو۔ سوال یہ ہے کہ اس اسمبلی کو کون جمع کرے۔ پھر جب وہ اسمبلی ایسے اعلیٰ ترین اور نہایت ہی غیر جانبدار ٹربیونل کی مدد سے جس کاتخیل انسانی ذہن میں آسکتاہے۔ اپنے نتائج مرتب کرلے گی۔ اس وقت ان نتائج کو کون عملی جامہ پہنائے گا؟ اس وقت مسٹر گاندھی کے سامنے

اقتدار برطانیہ کے سوا کوئی دوسری سند موجود نہیں ہے۔

مسٹر گاندھی یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ جائز اقلیتیں ان کے یا ایک پارٹی کے قول پر بھروسہ کریں گی اور یہ مان لیں گی کہ مسٹر گاندھی یا ایک پارٹی کا قول ہمارے پورے پورے اطمینان کی ضمانت ہے۔ صوبوں کے اندر کانگریس کا عہد حکومت مسلمانوں کو ایسے قول پر بھروسہ کرنے نہیں دیتا۔

مسٹر گاندھی حقیقت میں حکومت برطانیہ سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ حکومت برطانیہ کانگریس کی درخواست پر بقیہ ملک کے سر ایسی خود مختار اور ایسا طریقہ حکومت خود اختیاری منڈھ دے۔ جس کی قطع و برید کانگریس پارٹی نے معین کی ہو۔ اگر مسٹر گاندھی عقل کے مطابق کام کرنا چاہتے ہیں تو انہیں مطالبہ کرنا چاہئے کہ فوراً برطانیہ کی ذلت آفرین سنگین ہندوستان سے ہٹالی جائے تاکہ جمہور ہند مکمل آزادی و خود مختاری کی حالت میں اپنے حق خود اختیاری کے استعمال کا طریقہ طے کر سکیں۔ لیکن مسٹر گاندھی ایسا مطالبہ حکومت برطانیہ سے نہیں کرتے، کیونکہ وہ خوب جانتے ہیں کہ اگر ان حالات میں کانگریسی ٹولی سے اپنا موجودہ نصب العین جمہور ہند کے سر منڈھنے کی کوشش کی تو اس کا نتیجہ کیا ہو گا۔

بعض حلقوں میں مسلم لیگ پر یہ جھوٹا الزام لگایا گیا ہے کہ مسلم لیگ رکاوٹیں اور موانع پیدا کر رہی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کا سبب یہ ہے کہ انگلستان میں مسلم لیگ کے خلاف غلط پروپیگنڈہ کیا گیا ہے اور مسلم لیگ کے طرز عمل کے متعلق یہ پروپیگنڈہ بالکل غیر حق بجانب ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ مسلم لیگ نے ایک اثباتی مطالبہ کیا ہے۔ جو یہ ہے کہ جونہی حالات اجازت دیں یا زیادہ سے زیادہ جنگ کے فوراً بعد ہندوستان کے آئندہ دستور کے کل مسئلہ کو ہاتھ میں لینا چاہتے ہیں۔ چنانچہ حکومت برطانیہ اور دوسری پارٹیاں سنجیدگی اور اخلاص کے ساتھ ہندوستان کے آئندہ دستور کے مسئلہ کو چھیڑنے کے لئے تیار ہو جائیں گی۔ اور اس مقصد کے لئے ایک موزوں اور اعلیٰ مشینری قائم کرنے پر اظہار آمادگی ظاہر کریں گی۔ اس وقت ہم ایسی مشینری کے ارا کین اور نوعیت کے متعلق اپنے خیالات ظاہر کرنے میں دیر نہیں کریں گے۔ شدومد باتیں کرنے کے بجائے ہم ٹھوس تجویزیں پیش کرنے کیلئے آمادہ و تیار ہیں۔ مگر اب تک وائسرائے نے یا ملک معظم کی حکومت نے کسی ایسی خواہش کا اشارہ نہیں کیا ہے۔ برخلاف اس کے دونوں مسٹر گاندھی کو اس بات پر آمادہ کرنے میں مصروف ہیں کہ وہ نظریات سے اتر کر اصلیتوں پر آئیں۔

لیکن مجھے یہ بتادینا چاہئے کہ اب ایک بات یقینی ہے اور وہ یہ ہے کہ اسلامی ہندوستان کبھی اس پر راضی نہ ہو گا کہ اپنے مستقبل کو یا اس ملک کی حکومت میں یا کسی آئندہ دستور کی تشکیل سے متعلق اپنے حقوق کو مسٹر گاندھی کے تصور کے کسی ٹریبونل یا کسی اور ٹریبونل کے ہاتھوں میں چھوڑے، نہ مسلمانان ہند اس پر تیار ہیں کہ حکومت برطانیہ کے آخری فیصلے کو قبول کیا جائے۔ ہمارے لئے کیا چیز بہترین ہے اس کے تنہا اور آخری جج مسلمانان ہند کو ہونا چاہئے اور وہی ہوں گے۔"

قائداعظمؒ کے اس مدلل بیان کے بعد بھی مسٹر گاندھی یا کانگریسی حضرات یہ سمجھیں کہ مسلم لیگ

ہندوستان کی راہ آزادی میں روڑا ہے تو اس تجاہل عارفانہ کا جواب کیا ہو سکتا ہے۔ اس سے کسی کو مجال انکار نہیں کہ بہت سے محبِّ وطن ہندوؤں کے نزدیک مسلم لیگ کی سیاست ناقابل فہم حقیقت رکھتی ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کانگریسی پریس نے ہمیشہ غلط پروپیگنڈا کیا ہے۔ وہ لوگ مسلم لیگ کے فیصلوں کو ضد' ہندو دشمنی' ہٹ دھرمی' یا برطانوی دوستی پر محمول کرنے پر مجبور ہیں۔ ہم ان کی نیت پر اس لئے حملہ نہیں کرتے کہ ہم جانتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کی نفسیاتی مقتضیات سے بے بہرہ ہیں۔ وہ اندھیرے میں ہیں یا انہیں اندھیرے میں رکھا گیا ہے یا ان کے سامنے مسلم لیگ کے مقتضیات کو غلط طریق پر پیش کیا ہے۔ اس لئے وہ مسلمانوں کی اس ذہنی کیفیت سے ناآشنا ہیں جو ان میں پیدا ہو چکی ہے۔ ضرورت ہے کہ ہم ان کے سامنے مسلم لیگ کی موجودہ سیاست کے ذہنی پس منظر کو پیش کریں۔ تاکہ وہ اسلامی سیاست کے محرکات سے واقف ہو کر مسلم لیگ کے مطالبات کے حقیقی خدوخال کو دیکھ اور سمجھ سکیں۔ اور ان کو معلوم ہو جائے کہ مسلمانوں کی سیاست وطن دشمنی' ہندو دشمنی' ہٹ دھرمی یا برطانوی دوستی نہیں ۔

یہ حقائق ہیں جو قائداعظمؒ کے بیان سے مترشح ہوتے ہیں اور جنھیں کانگریس خصوصاً مسٹر گاندھی کو سمجھ لینا چاہئے۔ تاکہ وہ مناقشات جن کا اندیشہ ہے ابھی سے ختم ہو جائیں۔

یوم نجات

قائداعظمؒ نے ۲ دسمبر ۱۹۳۹ء کو بمبئی سے اعلان فرماتے ہوئے کہا کہ "مسلمانان ہند عموماً اور صوبائی' ڈسٹرکٹ اور ابتدائی لیگیں خصوصاً ۲۲ دسمبر ۱۹۳۹ء کو "یوم نجات" منائیں" ۔

مفصل اعلان

"میں چاہتا ہوں کہ فرزندان اسلام ۲۲ دسمبر ۱۹۳۹ء بروز جمعۃ المبارک "یوم نجات و شکرانہ" منائیں کہ کانگریسی حکومت کا دور ختم ہوا۔ مجھے امید ہے کہ صوبائی ڈسٹرکٹ اور پرائمری لیگیں نماز جمعہ کے بعد عام جلسے کریں گی۔ اور مندرجہ ذیل تجویز مناسب تبدیلی کے ساتھ پاس کریں گی۔ اور مسلمان شکرانہ کے نوافل ادا کریں گے کہ خدا نے کانگریسی مظالم سے نجات دی ہے۔ مجھے اعتماد ہے کہ تمام جلسے نظم اور انکسار کے ساتھ منعقد ہوں گے۔ اور کوئی ایسی بات نہ ہو گی جو دوسرے فرقوں کے لئے باعث آزار ہو۔ کیونکہ ان مظالم کا بانی کانگریس کا ہائی کمانڈ ہے جو مسلمانوں اور دوسری قلیل التعداد اقوام پر کئے گئے" ۔

ہندوستان کے موجودہ ایماندار سیاست دان اپنے دلوں پر ہاتھ رکھ کر تعصب کی دنیا سے نکل کر

فرمائیں کہ قائد ملت اسلامیہ نے اپنے ارشاد میں کس قدر تدبر اور اسلامی شان کا اظہار فرمایا ہے آپ نے صاف فرمادیا ہے کہ ان مظالم کے بانی وہ لوگ نہیں جو کانگریسی ہیں بلکہ مظالم کی ذمہ دار فقط کانگریس ہائی کمانڈ ہے جو فسطائیت کو اپنا نصب العین بنائے ہوئے ہے۔ جو استبداد کے بل پر ہندوستان میں اقتدار چاہتی ہے۔ جو مظالم سے ڈرا کر مسلمانوں اور دوسری اقلیتوں کو مرعوب کرنا چاہتی ہے۔ جو اکثریت کا ہوّا دکھا کر ہندو راج کی بنیاد رکھنا چاہتی ہے۔ اس لئے مسلمانوں کے اجلاس میں صرف کانگریس ہائی کمانڈ کی ناانصافیوں اور ظلم واستبداد کا ذکر ہو۔ عام ہندوؤں کو ملوث نہ کیا جائے۔

اس کھلے ہوئے بیان کے بعد بھی قائداعظمؒ کی ذات پر حملے سیاسی دیانت کے منافی ہیں۔ مگر کانگریس میں سیاسی دیانت ہے کہاں۔

تجویز یوم نجات

مسلمانوں کا یہ جلسہ عام (مقام کا نام) اپنی رائے کا بے باکانہ اظہار کرتا ہے کہ کانگریسی وزارتوں نے مسلمہ طور پر مسلمانوں کے مقابلے میں اپنی مخالفانہ پالیسی کا قطعی طور پر مظاہرہ کرتے ہوئے یہ ثابت کردیا کہ کانگریس کا یہ دعویٰ باطل ہے کہ وہ تمام ہندی اقوام کے مفاد کی انصاف کے ساتھ نیابت کرتی ہے بڑے غور کے بعد اس جلسہ کی یہ رائے ہے کہ کانگریسی وزارتیں دوسری قلیل التعداد اقوام کے حقوق و مفاد کا تحفظ کرنے میں ناکام رہیں۔

انتظام حکومت اور مجلس قانون ساز دونوں میں کانگریسی وزارت نے اپنے فرائض کی انجام دہی کے دوران مسلم رائے عامہ کی توہین اور مسلمانوں کے کلچر کو تباہ کرنے کی انتہائی کوشش کی۔ مسلمانوں کی مذہبی اور معاشرتی زندگی میں مداخلت کی۔ اور ان کے اقتصادی اور سیاسی حقوق پامال کئے اور اخلاقی مسائل اور جھگڑوں میں ہمیشہ ہندوؤں کی پاسداری کی۔ ان کے مقاصد کی تائید کی۔ انہیں ترقی دی مسلمانوں کے مفاد کو بالکل نظرانداز کردیا اور نقصان پہنچایا۔

کانگریسی وزارتوں نے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لئے حکام ضلع کے جائز اور معمولی فرائض حتیٰ کہ چھوٹے چھوٹے معاملات میں بھی مداخلتیں کیں۔ اور اس طرح ایک ایسا ماحول پیدا کردیا کہ جس سے ہندوؤں کو "رام راج" قائم ہونے کا یقین ہو گیا اور ہندوؤں اور زیادہ تر کانگریس میں یہ جسارت پیدا ہو گئی کہ انہوں نے مختلف مقامات پر مسلمانوں پر زیادتیاں کیں۔ اور ان کی آزادی کے ابتدائی حقوق میں مداخلتیں کیں۔

لہٰذا یہ جلسہ مختلف صوبوں سے کانگریسی وزارتوں کے اختتام پر ایک نجات محسوس کرتا ہے اور اس پر اظہار مسرت کرتا ہے کہ گزشتہ اڑھائی سال سے مسلمانوں پر جو زیادتیاں اور مظالم ہو رہے تھے ان کا خاتمہ ہو گیا اور اس پر آج "یوم نجات" منا رہا ہے۔ اور خدا سے دعا کرتا ہے کہ وہ مسلمانوں کو ایسی طاقت

وتنظیم عطا کرے کہ وہ ان وزارتوں کے دوبارہ قیام کو روک سکیں (اور مسلمانوں نے اللہ کے فضل سے روک دیا) اور ایسی وزارتیں قائم کر سکیں جو واقعی ہر دلعزیز ہوں (مسلمانوں کی یہ دعا بھی قبول ہوئی) اور تمام فرقوں کے ساتھ مساویانہ انصاف کریں۔ یہ جلسہ ہزایکسی لینسی گورنر (صوبہ کا نام) اور ان کے مشیروں کی کونسل سے باصرار درخواست کرتا ہے کہ وہ مسلمانوں کی جائز شکایات اور ان مظالم کی جو سابق کانگریسی وزارتوں نے مسلمانوں پر کئے ہیں تحقیقات کریں۔ اور اس اعلان کے مطابق جو گورنروں نے دفعہ ۹۳ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء کی رو سے اختیار حکومت لیتے وقت کیا تھا جلد ان شکایات کو رفع کریں۔ اور ان مظالم کا مداوا کریں اور اس طرح لوگوں کو یقین دلائیں کہ نئی حکومت تمام فرقوں کے ساتھ بے لاگ انصاف کرنے والی ہے۔

(یہ تجویز ہر جگہ پاس ہوئی اور آل انڈیا مسلم لیگ کے مرکزی دفتر دہلی میں بھیجی گئی)

یوم نجات منانے کی وجہ

یوم نجات منانے کی وجہ کانگریسی وزراتوں کے وہ مظالم تھے جن سے فرزندان اسلام چیخ اٹھے۔ کانگریسی مظالم کی آماجگاہ زیادہ تر سی پی، یوپی اور بہار کے صوبے تھے۔ جہاں ہندوؤں نے کانگریسی وزارتوں کی شہ پر "شیواجی راج" اور "ہندو راج" سمجھتے ہوئے مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا۔ لیکن کانگریسی نیتاؤں کی جسارت قابل آفریں ہے کہ ان بے پایاں مظالم کے بعد بھی قائداعظمؒ کے اعلان "یوم نجات" پر وہ خون منہ لگے شیر کی طرح بپھر گئے اور قائداعظمؒ کی شان میں وہ وہ بیانات دیئے کہ جھوٹ وافترا کی ساری پونجی ختم ہو گئی اور یہ سب اس لئے کہ مسلمانوں نے وہ زخم کیوں دکھائے۔ جو کانگریسی عہد حکومت میں اُنکے کلیجوں پر لگائے گئے تھے جرم یہ تھا کہ مسلمان زخم کھانے کے بعد بھی کراہ کیوں رہے تھے یعنی ؎

نہ تڑپنے کی اجازت ہے نہ فریاد کی ہے
گھٹ کے مر جاؤں یہ مرضی میرے صیاد کی ہے

وہ تازہ واردان بساط حکومت کے استبداد و مظالم اور نئی نویلی سامراجیت کے قاہرانہ انداز پر خاموش کیوں نہیں۔ ان کی آنکھوں وفور غم سے ڈبڈبا کیوں آئیں۔ مسلمان مارنے پر روئے کیوں۔ ان کے خون نے ہماری ردائے حکومت کو داغدار کیوں بنایا۔ ہمارے "مہاتما" کے دعویٰ اہنسا کو بےنقاب کیوں کیا۔ "یوم نجات" کیوں منایا۔ خدا کے حضور میں کیوں گڑگڑائے۔ اور ان کا یہ طرز عمل ان کے نزدیک جائز بھی تھا چونکہ ہر ظالم کا یہ وطیرہ رہا کہ مظلوم ان کے ظلم واستبداد کی شکایت کیوں کرتا ہے لہٰذا اگر آج ہندو مسلمانوں کے "یوم نجات" منانے پر آتش زیرپا ہے تو کوئی نئی بات نہیں۔

نہ ستیزہ گاہِ جہاں نئی نہ حریف پنجہ فگن نئے
وہی فطرت اسداللہی وہی مرحبی وہی عنتری

ہندو پوچھتا ہے کہ تم پر کون سے مظالم توڑے گئے۔ تمہیں ستم واستبداد کے لئے کہاں چنا گیا۔
کانگریسی عہد مظالم کی داستان بڑی دردناک ہے۔کہی نہیں جا سکتی مگر پھر کہتے ہیں کہ ان بھیڑ نما بھیڑیوں نے نہتے مسلمانوں کو گولیوں کا نشانہ بنایا۔ جن کے باپوں نے پدی نہ ماری تھی ان کے بیٹے ایسے تیرانداز بنے کہ نہتے مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی۔ بلند شہر کی گلیوں اور جے پور کی مسجد کے صحن میں مسلمانوں کے مظلوم خون سے لکھی ہوئی تحریریں کانگریسی نبرد آزمائی کا زندہ وجاوید ثبوت ہیں اور یہ ان کی روائے "مہاتمائیت" پر نہ مٹنے والا داغ ہے۔دوری، ٹانڈا اور کانپور کے خونی حادثات ان کی "اہنسائیت" کی غمازی کر رہے ہیں انہوں نے یوسف کا کرتہ بھیڑیئے کے خون میں نہیں رنگا بلکہ یوسف کے خون میں رنگ کر شیواجی کے حضور پیش کیا اس پر بھی پوچھتے ہیں کہ مظالم کی داستان سناؤ۔ ارے کیا کربلائی مظالم کی مثال سنانے کے قابل ہے اگر آج تک تیرہ صدیاں گزرنے پر بھی وہ داستان ختم نہیں ہوئی تو کیا یہ داستان اتنی جلدی ختم ہو جائے گی۔ جس کا عنوان ہی " کانگریسی مظالم اور نہتے مسلمانوں کا خون " ہے۔
آؤ! اپنی کرتوتوں کا ہلکا سا عکس " پیرپور رپورٹ " میں ملاحظہ فرماؤ۔ " مہاتمائیت " کے دعویدارو! تمہاری وزارتیں ان سہاگنوں کے خون میں ڈوب گئیں جنہیں تم نے بیوہ بنایا۔ ان بچوں کی آہیں کارگر ہوئیں جنہیں تمہارے ہاتھوں نے یتیم بنایا۔

ہندو لیڈروں کے ارادے
کانگریسی وزارتوں کے پیش نظر کیا تھا؟

کانگریسی عہد نے سوامی ستیہ دیو کی ۲۰ جون ۱۹۲۴ء کی تقریر کو عملی جامہ پہنانا چاہا جس میں انہوں نے کہا کہ۔
" اگر بھارت میں سوراجیہ ہو سکتا ہے تو صرف ہندو تہذیب کے ذریعہ ہو سکتا ہے اس ملک کی چپہ چپہ زمین بتاتی ہے کہ اس ملک میں ہندو تہذیب ہے"۔
دھرم کے لحاظ سے یہ عین ضروری ہے کہ کہ قرآن کی تعلیم (نعوذ باللہ) اقوام عالم سے نابود کر دی جائے اور اس کی جگہ راشٹر دھرم کی تعلیم مسلمانوں کو دی جائے "۔

(اخبار "تیج" دہلی)

" ہندوؤ! سنگھٹن کرو اور مضبوط بن جاؤ۔ اس دنیا میں طاقت کی پوجا ہوتی ہے جب تم مضبوط ہو جاؤ گے تو یہی مسلمان خواہ مخواہ تمہارے قدموں پر سر جھکائیں گے "۔

یہ خیالات تھے جو "مہاتما گاندھی" کے اہنسا کی اصلی روح تھے۔

یہ فقرے تھے جو ہندوؤں کی زندگی کا واحد کارن بن چکے تھے۔ وہ مضبوط بنتے جا رہے تھے لیکن بھولنے والے یہ بھول گئے کہ مسلمان ہندوستان میں بھیک مانگتا ہوا نہیں آیا تھا بلکہ اس کے ہاتھ میں قاسم کی تلوار تھی۔

لالہ ہردیال

"جب تک پنجاب اور ہندوستان بدیشی مذہبوں یعنی اسلام و عیسائیت سے پاک نہ ہو گا تب تک چین سے سونا نصیب نہ ہو گا اسلام کی بدولت بلوے اور فساد ہونگے بیسوی صدی میں کوئی ملک اسلام کے روڑے کو برداشت نہیں کر سکتا۔"

("ہندو راج کے منصوبے" مطبوعہ پنجاب)

ڈاکٹر مونجے

"جس طرح انگلستان انگریزوں کا ہے۔ فرانس فرانسیسیوں کا اور جرمن جرمنوں کا ہے اسی طرح ہندوستان ہندوؤں کا ہے اگر مسلمان کسی سودے یا لین دین کے بغیر اشتراک کرنا چاہتے ہیں تو ہندو ان کے دوش بدوش آگے بڑھیں گے ورنہ ہندوؤں کو تیار رہنا چاہئے کہ وہ آزادی کی جنگ میں بغیر کسی قوم کی مدد کے لڑیں"۔

لالہ ہردیال کی دوسری للکار

"آج کل ہندی مسلمان تو محض جملہ معترضہ ہیں۔ ان کا یہی مستقبل ہے۔ کہ آہستہ آہستہ دوبارہ ہندو قوم میں مدغم ہو جائیں۔ جب ہندو سنگھٹن کی طاقت سے سوراجیہ لینے کا وقت قریب آئے گا تو جو ہماری پالیسی ہوگی اس کا اعلان کر دیا جائیگا اس وقت سمجھوتہ کی ضرورت نہ ہوگی بلکہ ہندو مہا سبھا اپنے اپنے فیصلے کا اعلان کریگی"۔

تلک کی ذہنیت

تلک نے گنپتی اور سیوا کے میلے اور مسجدوں کے سامنے باجہ بجانے کی بنیاد ڈالی۔ ورنہ اس سے پہلے کبھی مسجدوں کے سامنے باجہ نہیں بجایا جاتا تھا۔

گنپتی اور سیوا کے میلوں کا "اشلوک"

بدطینت لوگ قصائیوں کی مانند اور جلادوں کی طرح گایوں اور بچھڑوں کو ذبح کرتے ہیں اٹھو اور گائے کی مدد کرو۔

یوم شیواجی اور تلک کے خیالات

سوال یہ ہے کہ شیواجی نے افضل خاں کو قتل کر کے پاپ کیا تھا۔ اس کا حال مہابھارت کے اوراق سے مل جاتا ہے۔ بھگوان کرشن کا صاف اپدیش ہے کہ نشٹکام کرتے ہوئے بیشک اپنے گرو اور رشتہ دار تک کو ہلاک کر دو۔ تم پر کوئی الزام عائد نہ ہوگا۔ افضل خاں کے قتل میں شیواجی کی اغراض پوشیدہ نہ تھیں۔ اس نے جو کچھ کیا رفاہ عام کے لئے کیا۔ اس قتل کو گناہ نہیں قرار دیا جا سکتا۔ (پنجاب کمیٹی رپورٹ)

مسٹر گاندھی کا بیان

یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ انگریزوں کے لئے گاؤ کشی جاری رہنے کی بابت ہندو کچھ بھی محسوس نہیں کرتے میں جانتا ہوں کہ ان کا غصہ اس وقت نیچے دبا ہوا ہے۔ جو انگریزی عملداری نے پیدا کر دی ہے مگر ایک ہندو بھی ہندوستان کے طول و عرض میں ایسا نہیں ہے۔ جو ایک دن اپنی زمین کو گاؤ کشی سے آزاد کرانے کی امید نہ رکھتا ہو۔ ہندو مذہب کو جیسا کہ میں جانتا ہوں۔ اس کی روح کیخلاف ہے کہ عیسائی یا مسلمان کو بزور شمشیر گاؤ کشی چھوڑنے پر مجبور کرنے سے اغماض کریگا۔
("سٹیٹسمین" ۹ مارچ ۱۹۱۸ء)

گاندھی جی اور سوراج کے معنی

"میں سوراج کے کتنے ہی معنی بتاؤں مگر میرے نزدیک سوراج کے معنی صرف ایک ہیں یعنی "رام راج"۔

پنڈت نہرو کا فرمان

"میں بوچڑ خانوں کو پسند نہیں کرتا۔ اگر انکے قریب جاتا ہوں تو گھبراتا ہوں۔ جو لوگ بوچڑ خانوں سے وحشت زدہ ہیں ان کی حمایت کرتا ہوں"۔

صدر کانگریس کا اعلان

" کانگریس گوارا نہیں کر سکتی کہ کسی جماعت کے مذہبی حسیات کو ٹھیس لگے کیونکہ یہ بات مصدقہ ہے کہ ہندوؤں کے لئے گائے واجب الاحترام ہے اس لئے کانگریس برداشت نہیں کر سکتی کہ کھلے بندوں ایسا کام جاری ہو جس سے ہندوؤں کو نقصان پہنچے"

(مگر کانگریس یہ برداشت کر سکتی ہے کہ مسلمانوں کی مسجدیں گرائی جائیں 'اذانیں بند ہوں 'عید پر گائے کی قربانی نہ ہو نمازیوں پر گولیاں چلائی جائیں۔

آپ ہی اپنے ذرا جور و ستم کو دیکھو
ہم اگر بات کریں گے تو شکایت ہوگی)

راما سوامی کی تقریر گلبرگہ

۱۔ مسلمانوں سے کہنا چاہئے کہ وہ واپس اپنے ملک عرب جائیں اور وہاں جا کر ریت پھانکیں۔

۲۔ مسلمانوں کا کلمہ جھوٹا ہے۔ (رام چندر دہلوی مفتوں از آریہ سماج کی تحریک ص ۷)

۳۔ ہندوؤں کو چاہئے کہ اپنے دشمن مسلمانوں کو کچل ڈالیں۔ (نریندر پرشاد سکسینہ کی تقریر ۲۴ فروری ۱۹۳۷ء)

۴۔ اسلام کی صداقت کا ڈھنڈورا پیٹنے والو اپنی آنکھیں کھولو اور اپنے مذہب کے شیطانی اصولوں کا عریاں رقص دیکھو (ویدک سندیس بمبئی ۷ اکتوبر ۱۹۳۸ء)

آریہ سماجیوں کے گیت

۱۔ ہم محمدؐ کے پیروؤں کو ایک لات مار کر ختم کر دیں گے۔

۲۔ بہادر آریہ گاؤں میں گھومتے پھرتے ہیں تو مسلمان گلی کوچوں میں چھپ جاتے ہیں۔

۳۔ "مجھے مدینہ بلالو" یہ کیا دعا ہے۔

اے مسلمانو! مدینہ میں کیا رکھا ہے اگر تم وہاں جانے کے خواہشمند ہو تو تمہیں وہاں جانے سے کون روکتا ہے اپنا بوریا بستر لپیٹ کر چل دو پچھتانے کی ضرورت نہیں۔ (منقول از کتاب" آریہ سماج تحریک")

مذکورہ عزائم داعی تھے ان مظالم اور انسانیت سوز حرکات کے جو کانگریسی وزارتوں کے عہد میں مسلمانوں کے ساتھ ہوئیں اور تو اور گاندھی جی کو بھی "شمشیر" کا نام یاد ہو گا جب کبھی شمشیر دیکھنے کا موقعہ آیا تو گاندھی جی سوائے "اشیرباد" کے اور کچھ نہ کہہ سکیں گے۔

چنگیزی مظالم

آیئے ایک طائرانہ نظران مظالم پرڈال لیجئے تاکہ سند رہے اور وقت ضرورت کام آئے۔

ا۔ ۱۹۳۸ء میں قصبہ دُوری کے میلے میں مسلم قصابوں نے کئی ہزار کے مویشی خریدے اور مال گاڑی میں بک کرانا شروع کئے۔ توہندوؤں کی منظم جماعت نے یکبارگی حملہ کر دیا۔ مقامی صدر کانگریس کمیٹی بھی شامل تھے۔ اس حملہ میں مالی نقصان کے علاوہ مسلمان مجروح اور شہید بھی ہوئے۔

(مولانا سیفی ندوی کا بیان)

۲۔ گورکھپور کے ایک محلّہ زاہد آباد میں گائے کی قربانی پر پابندی عائد کر دی گئی۔

۳۔ قصبہ بابو گنج سہارنپور میں ۱۹۳۸ء میں (کانگریسی عہد حکومت) مجسٹریٹ نے قربانی پر پابندی عائد کر دی اور قصبہ کے ارد گرد پولیس کا پہرہ لگا دیا۔

(نظام گزٹ ۱۵ اگست)

۴۔ اٹاوہ ڈسٹرکٹ بورڈ نے مسلمانوں کی مخالفت کے باوجود گاؤ کشی کے انسداد کا ریزولیوشن پاس کر دیا۔

۵۔ قصبہ دوہرہ میں عثمان نورباف کے لڑکے کی ختنہ کی تقریب پر ذبیحہ گائے پر ہندوؤں نے دوہزار کی تعداد میں عثمان پر حملہ کیا۔ مسلمانوں کے مکانات کو آگ لگادی۔ مسلمانوں کو جانی ومالی نقصان پہنچایا۔ مگر حکام ضلع نے کوئی مداوا نہیں کیا۔ بلکہ سب انسپکٹر پولیس نے ہندوؤں کی حمایت کی۔

۶۔ نماز عصر کے وقت موضع ابراہیم پور کی مسجد کو ہندوؤں نے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ مقدمہ ہوا اور مقامی حکام نے ایک سال تک مقدمہ کو طول دے کر مسلمانوں کو پریشان کیا۔

۷۔ موضع دیوکلی مسجد کی ایک دیوار کو ہندوؤں نے شہید کر دیا۔ عشاء کی نماز کے وقت ہندو مسجد میں گھس آئے اور آگ لگادی اور پتھروں کی بارش کی۔

اسی قصبہ میں خود ہندوؤں نے مشہور کیا کہ مسلمان گیارہویں میں گائے ذبح کریں گے اور خود ایک مسلمان کی عدم موجودگی میں اس کے مکان میں گائے کا بچھڑا باندھ گئے اور پولیس کو اطلاع دے کر مسلمان کو گرفتار کروا دیا۔

مقدمہ میں اس مسلمان نے کہا کہ "بچھڑا میرا نہیں۔ نہ میرے ہاں کا پالا ہوا ہے"۔ جب بچھڑا چھوڑا گیا تو سیدھا ایک ہندو کے مکان پر پہنچ گیا۔ اس کا تجربہ کئی بار ہوا۔

۸۔ ضلع مظفر نگر میں مسجد کے مینارے گرا دیئے۔ گاؤں میں آگ لگادی۔ حکام نے ہندوؤں کا ساتھ دیا۔

(بیانات کارکنان مظفر نگر)

۹۔ موضع موچند پور ضلع بریلی میں ہندوؤں کی اکثریت نے ۳ بجے دن کو نخاس بازار کے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ مال و اسباب لوٹ لیا۔ مسجد کے کواڑوں کو جلا دیا مسجد کے صحن اور کنویں میں پیشاب کر دیا۔ بلوائیوں نے "مہاتما گاندھی کی جے" کے نعروں کے ساتھ یہ سب کچھ کیا۔

(اخبار "حق" ۱۵ مارچ ۱۹۳۹ء)

اسی موضع کے زخمی جب قصبہ آنولہ کے ہسپتال میں آئے تو ہندو ڈاکٹروں نے معائنہ کرنے سے انکار کر دیا۔ بمشکل داخلہ ہوا' اور صحت یابی سے پہلے انہیں خارج کر دیا گیا۔ جب مسلمانوں نے حاکم پرگنہ سے شکایت کی تو زخمیوں کو معائنہ کیلئے بلایا گیا۔ کلن خان کے زخموں میں پیپ بھرا ہوا تھا۔ سپرنٹنڈنٹ پولیس نے اپنے ہاتھ سے مرہم پٹی کی۔

(بیانات کارکنان آنولہ)

۱۰۔ ۲۲ جنوری ۱۹۳۹ء کو آریوں اور کانگریس والوں نے مشترکہ جلوس نظام ڈے پر نکالا اور "اسلام برباد" نے نعرے لگائے۔

(اخبار "حق" یکم فروری ۱۹۳۹ء)

جب مسلمانوں نے ان نعروں سے منع کیا تو ہندوؤں نے حملہ کیا۔ اس حملہ کے اثرات عرصے تک رہے اور کئی مسلمان مارے گئے۔

(حق ۲۶ جنوری ۳۹ء)

اور حکام نے کھلے بندوں ہندوؤں کی پشت پناہی کی۔

۱۱۔ موضع راگھوپور بریلی میں ہندوؤں اور حکام کی سازباز سے اذان دینے کی ممانعت کر دی گئی۔ مسلمانوں نے احتجاجی جلسے کئے مگر دادرسی نہ ہوئی۔

(اخبار "حق" مورخہ ۱۴ اپریل ۳۹ء)

۱۲۔ کھٹ پوری سٹیشن پر جس وقت ٹرین آکر رکی۔ تو ہندوؤں نے مسلمان مسافروں پر حملے کئے۔ جس میں بریلی کے خان صاحب سخاوت حسین صاحب بھی زخمی ہوئے۔ ہندو سٹیشن ماسٹر نے حملہ آوروں کی امداد کی اور انہیں اپنے آفس میں چھپالیا۔

(بیان سخاوت حسین صاحب)

۱۳۔ بنارس میں مسجد گیانباپی میں مسلمانوں کو نماز جنازہ وغیرہ پڑھنے سے روک دیا۔ اسی طرح مسجد چوک سے چند گز کے فاصلہ پر نیا مندر بنا کر مسلمانوں کی عبادت میں خلل ڈالا۔

(بیانات کارکنان بنارس)

۱۴۔ بنارس میں دریائے گنگا کے کنارے پر ایک گھاٹ میر رستم علی گورنر بنارس نے تعمیر کرایا تھا۔ اس گھاٹ پر ہر سال مسلمان تعزیوں کو ٹھنڈا کرتے تھے۔ دو سال سے ہندوؤں نے مسلمانوں کو

گھاٹ پر جانے سے روک دیا۔ معاملات بڑھتے گئے۔ ۵ محرم کی شب کو ہندوؤں نے ایک مسلمان پان فروش پر چھری سے حملہ کر دیا۔ ۶ محرم کو جلوس پر سنگ باری کی۔ ایک مسلمان یکہ والے پر حملہ کیا۔ ایک بوڑھے مسلمان کی دکان میں بیل گھس آیا۔ مسلمان نے سامان خراب کرنے پر اسے مار کر نکالنا چاہا۔ ہندوؤں نے اس مسلمان پر حملہ کر دیا۔ اس کے بعد مسلمان دکانداروں پر ہر طرف سے حملے شروع ہو گئے۔ ایک مسلمان کی دکان تھانہ چوک سے تین سو قدم کے فاصلہ پر تھی۔ اس کا بیس ہزار کا سامان لوٹ لیا۔ پولیس کے پہرہ داروں نے مسلمان محلّہ کو گھیر لیا۔ اور ہندوؤں کو آزاد چھوڑ دیا۔ اس ہنگامہ میں مسلمانوں کا ساٹھ ہزار کا نقصان ہوا۔ بہت سی مسجدوں کی توہین کی گئی۔

(اخبار "آواز" بنارس ۱۴ مارچ ۱۹۳۹ء)

۱۵۔ ٹانڈہ ضلع فیض آباد میں کپڑا بننے والے مسلمان بکثرت ہیں۔ ہندو کوری قوم نے ایک جلوس نکالا۔ جس میں کانگریسی کارکنان شریک تھے اس جلوس کو چوک کی مسجد کے راستے پر لایا گیا۔ جہاں سے پہلے کبھی جلوس نہ نکلا تھا۔ جلوس نے مسجد کے سامنے باجہ بجایا۔ مسلمانوں نے ہر طرح منع کیا۔ جس پر کوری قوم تیار ہو گئی کہ وہ جلوس کا راستہ بدل دے مگر کانگریسی کارکنان نہ مانے اور کوریوں سے اصرار کیا کہ جلوس اسی راستہ سے لے جاؤ۔ اسی حالت میں ہندوؤں کے مکانوں سے اینٹیں آئیں۔ بجائے اس کے کہ اینٹیں پھینکنے والوں کی تحقیقات کی جائے۔ مسٹر رندھاوا نے مسلمانوں پر فائرنگ شروع کر دی۔ جس سے ایک مسلمان اُسی وقت شہید ہو گیا۔ جوتا پہن کر مسجد میں نمازیوں پر شدید حملے کئے گئے۔ داڑھیاں نوچی گئیں۔ مسلمانوں پر پانی بند کر دیا گیا۔ جب وہ پانی مانگتے تو کہا جاتا کہ پیشاب پیو۔

(بیانات واطلاعات کارکنان و مسلمانان ٹانڈہ)

مولانا احمد سعید اور مولوی حسین احمد کے بیانات

مولانا احمد سعید ناظم جمعیت العلماء ہند کا بیان:-

"میں فیض آباد سے آج دوپہر ٹانڈہ پہنچا۔ ٹانڈہ کے ذمہ دار حضرات کے علاوہ مجروحین سے ملا۔ مسلمانوں میں سخت خوف وہراس ہے۔ بعض مسلم محلوں میں خشت باری ہو رہی ہے۔ اس سلسلے میں معلوم ہوا ہے کہ دو ہندو گرفتار کئے گئے ہیں، مجھے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ مسٹر یارک کو جو چیف کورٹ لکھنؤ کے جج ہیں۔ تحقیقات کیلئے مقرر کیا گیا ہے"۔

فائرنگ کے بعد رندھاوا کا تبادلہ نہ کیا گیا۔ صرف مالیات کا شعبہ منتقل کر دیا گیا۔ فائرنگ کے بعد ۱۲۸ کی تعداد میں مسلمانوں کو گرفتار کیا گیا جن میں سے نوے رہا کر دیئے گئے۔ مسلمان پولیس کے رویہ سے غیر مطمئن ہیں۔

(اخبار "حق" ۱۹ اکتوبر ۳۹ء)

مولوی حسین احمد صاحب نائب صدر یوپی کانگریس باشندگان ٹانڈہ کے اصرار پر آئے۔ آپ نے بیان

میں فرمایا۔

''مسلمانوں کی داڑھیاں بلوائیوں نے مونڈ دیں۔ مسلمانوں سے یہ بھی کہا گیا کہ اپنے خدا کو امداد کیلئے بلاؤ''۔

مولوی وکیل الدین نائب صدر ٹانڈہ کانگریس نے بھی ان مظالم کے خلاف احتجاج کیا اور وزیر اعظم یوپی کے پاس ایک وفد لے کر گئے مگر شنوائی نہ ہوئی۔

مسلمانان ٹانڈہ کی امداد و تحقیقات کیلئے یوپی پراونشل مسلم لیگ کے صدر نواب اسمٰعیل خان اور دوسرے کارکنان نے خود جا کر واقعات کی تحقیقات کی اور بیانات شائع کرائے۔ یوپی گورنمنٹ سے مسلم لیگ کا حسب خواہش مسلمانان ٹانڈہ' یہ مطالبہ تھا کہ ہندو انچارج کو جس نے فائرنگ شروع کی تھی' تبدیل کر دیا جائے اور آزاد تحقیقات کرائی جائے۔ اسمبلی میں بھی اس مطالبہ کو برابر پیش کیا جاتا رہا۔ مگر شنوائی نہ ہوئی۔ فائرنگ کے بعد وزیر اعظم فیض آباد گئے۔ مسلمانوں نے ٹانڈہ آنے کی دعوت دی۔ مگر منظور نہ ہوئی۔ ہندو افسر جس نے فائرنگ کروائی تھی۔ فائرنگ کے بعد افسران حکومت نے اس کا استقبال کیا۔ کسی طرح مسلمانوں کی فریاد کو نہ سنا۔ آزاد تحقیقات کا مطالبہ ٹھکرا دیا گیا۔ مظلومین ٹانڈہ پر مقدمہ چلا کر ۲۴ مسلمانوں کو ایک ایک سال کی سزا دی گئی۔

(''خلافت'' ۸ ستمبر ۱۹۳۹ء)

۱۶۔ کانگریسی عہد حکومت میں مسلمانان کانپور پر وہ وہ مظالم ہوئے کہ الاماں۔

۱۹۳۸ء کا بلوہ اپنی تباہیوں اور ہولناکیوں کی وجہ سے کانگریسی دور کی بد ترین مثال سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ بانس منڈی کی مسجد کے سامنے جس وقت ہندوؤں نے بلوہ کیا۔ تو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے ہتھیاروں کی ممانعت کر دی۔ لیکن سکھوں کی جماعت ہندوؤں کو سکھوں کے لباس میں لائی اور آزادی سے قرولیوں کا استعمال کرتی رہی۔

۱۹ جنوری ۱۹۳۸ء کو ہندوؤں نے رتھ جاترا کا جلوس نکالا۔ جس میں ہزاروں ہندو تھے۔ یہ جلوس مسجد مول گنج کے سامنے سے عین اس وقت گزرا جبکہ نماز ہو رہی تھی۔ اور مسجد پر سرخ بتی جل رہی تھی جو اس بات کا ثبوت تھی کہ نماز ہو رہی ہے۔ حکام کو اس کا علم تھا کہ نماز ہو رہی ہے مگر انہوں نے بھی جلوس کو نہ روکا۔ دو مسلمان جو نیچے کھڑے تھے۔ انہوں نے ہرچند کوشش کی کہ یا تو باجہ روک دیا جائے' یا جلوس خاموشی سے گزر جائے۔ اسی اثنا میں جلوس پر کچھ پتھر پڑے۔ جس کا کوئی ثبوت نہیں کہ مسلمانوں نے مارے تھے مگر حکام نے یہ فرض کر کے کہ مسلمانوں نے مارے ہیں۔ مسجد پر فائرنگ شروع کر دی۔ مسجد کی دیواروں پر گولیوں کے نشانات اب تک موجود ہیں۔ جو مسلمان نماز کے بعد اپنی جان بچا کر بھاگے۔ ان پر گولیاں چلائی گئیں۔ دو مسلمان اسی وقت شہید ہو گئے۔ ایک ضعیفہ کو پولیس کے سپاہی نے کیرچ مار کر شہید کر ڈالا۔ مسلمانوں کے مکانات پر گولیاں چلائی گئیں۔

اس واقعہ کیلئے پراونشل لیگ نے اسمبلی میں آزاد تحقیقات کا مطالبہ کیا۔ حکومت نے غور کرنے کی بجائے اس کا مذاق اڑایا۔ حکومت نے امداد اس طور پر کی کہ سٹی مسلم لیگ کے دفتر کی تلاشی لی۔ کانپور کے مسلم اخبارات سے ضمانتیں طلب کرلیں۔ کارکنان لیگ پر مقدمے چلائے۔ اسمبلی میں تحریک التواء کو مسترد کر دیا۔ مجبور ہو کر مسلمان ممبران نے واک آؤٹ کیا۔

(اخبار حق 'الاماں' وحدت 'خلافت 'فروری لغائت مارچ ۳۹ء)

۱۷۔ ہلدوانی کی جامع مسجد کے سامنے بھگت سنگھ ڈے کے موقع پر باجہ بجایا گیا۔ مسلمانوں کے منع کرنے پر ان پر حملہ کیا۔ جس سے مسلمان مجروح ہوئے۔

(وحدت ۲۴ مئی ۳۹ء)

۱۸۔ ۲۱ مئی کو ہندوؤں کی ایک برات نے جامع مسجد آگرہ کے سامنے باجہ بجایا۔ مسلمانوں نے نرمی سے منع کیا۔ اس کا جواب حملہ تھا۔ جس سے ساٹھ مسلمانوں کو چوٹیں آئیں۔

("وحدت" ۲۴ مئی ۳۹ء)

۱۹۔ کھجولی ضلع ہردوئی میں مسجد کو منہدم کر دیا۔ (ریورٹ کارکنان)

۲۰۔ عالم نگر اور نگرام ضلع لکھنؤ کی مسجد کے دروازے کو توڑ کر ہندوؤں نے دکانیں بنالیں اور غاصبانہ قبضہ کرلیا۔ حکام نے ہندوؤں کی حمایت کی۔

مذکورہ واقعات کے علاوہ صرف ایک طائرانہ نظر ڈالتے ہوئے گزر جایئے کہ کانگریسی عہد حکومت میں ان مسلمانوں کے ساتھ کیا کیا سلوک ہوا۔ جنھوں نے کانگریس کی بنیادوں کو نہ صرف خود رکھا۔ بلکہ اس عمارت کو کھڑا کرنے کیلئے اپنا خون تک بہایا۔

کاس گنج ضلع ایٹہ کی مسجد شہید کر دی گئی۔ مارہرہ کے مزارات کو منہدم کر دیا گیا۔ مولوی اسرار الحق عثمانی کا اندوہناک واقعہ 'قاسم پور ضلع بدایوں کے بازار پر حملہ 'قصبہ بگرین کے مسلمانوں پر حملہ' بازید پور ضلع بدایوں میں قربانی کی ممانعت 'اوجھیانی ضلع بدایوں کی میونسپلٹی اور انسداد گاؤ کشی 'مسلمانان بدایوں پر ۲۵ ہزار کا ٹیکس 'علی گڑھ میں عاشورہ محرم بند' میو اعظم گڑھ میں مسلمانوں پر فائرنگ 'یوپی میں خاکساروں پر بے پناہ مظالم' میرٹھ میں خاکساروں کے ساتھ سلوک' بلند شہر میں خاکساروں پر فائرنگ 'علی گڑھ میں خاکساروں پر سختیاں 'ممتاز علی خان انسپکٹر کا قتل 'مسٹر ریاض الدین آئی پی ایس پر کانگریسی وزارت کا غصہ 'واردھا سکیم۔

یہ ہے ہلکا سا خاکہ اس عہد حکومت کا جسے کانگریسی دور کہا جاتا ہے۔ جس دور نے چنگیز و ہلاکو کے دور کو شرما دیا۔ اس عہد حکومت میں وہ انسانیت سوز مظالم ہوئے کہ اخلاق و انسانیت سر در گریبان تھے۔ مدتوں کی غلامی کے بعد اپنے استاد سیاست انگریز کے بخشے ہوئے اقتدار کے نشے میں بے خبر کانگریس نے ہندوستان کے ان سات صوبوں میں جہاں اسے حکومت کا موقع ملا۔ وہ "کارہائے نمایاں" سرانجام

دیئے کہ آنے والے مورخ کیلئے اس مسئلہ پر روشنی ڈالنے کی ضرورت ہی نہیں رہی کہ ہندو بھی ہندوستان کی وہ آزادی چاہتے تھے۔ جو ہندوستان کو اتحاد سے ملتی۔ کانگریسی سورماؤں نے اس وقتی اقتدار کو نہ ختم ہونے والی حکومت سمجھ کر مسلمانوں کو تختہ مشق بنایا۔ ان مسلمانوں کو جنھوں نے ہندوستان کو آزادی کا سبق سکھایا۔ جنھوں نے انہیں جاگیریں عطا کیں۔ خلعت بخشے۔ اور زندگی کے طریقے بتائے۔ کانگریسی عہد حکومت میں کانگریس نے یہ اندازہ لگایا تھا کہ مسلمان ان مظالم سے رام ہو جائیں گے۔ وہ مسلمانوں کے مزاج قومی سے ناواقف تھے انہیں معلوم نہ تھا کہ یہ مظالم مسلمانوں میں اتحاد و یکجہتی پیدا کر دیں گے۔ کانگریسی حکومتوں نے سمجھا تھا کہ ان مظالم سے مسلمانوں کی اجتماعی قوت ضائع ہو جائے گی۔ اسی چیز کا خمیازہ ہندو کانگریس کو ۳ جون ۱۹۴۷ء کو رات کے سوا سات بجے بھگتنا پڑا۔ جب ملک معظم کی حکومت نے پاکستان کے قیام کا اعلان کر دیا۔

یومِ نجات کے اعلان پر قائداعظمؒ کا مفصل بیان

قائداعظمؒ نے کانگریسی حکومت کے چنگیزی دور کے خاتمہ پر "یوم نجات" کا اعلان فرماتے ہوئے ایک مفصل بیان دیا۔ جس میں فرمایا۔

"مسلمانوں سے میری "یوم نجات" کی اپیل پر جو میں نے کانگریسی مظالم سے چھٹکارا پانے پر کی ہے۔ بلاوجہ بحث چھڑ گئی ہے۔ چونکہ مجرم اپنے جرم کا اقبال نہیں کرتے۔ اور عوام جلدی بھول جاتے ہیں۔ اس لئے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اپیل کی وجوہات بیان کر دوں۔

شروع ہی میں کہہ دوں کہ مجوزہ تجویز میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہا گیا۔ جو بار بار کہا جا چکا ہے۔ کانگریسی حکومت کے خلاف اس کے عہدے قبول کرنے کے تھوڑے ہی عرصہ بعد میں نے شکایات کی تھیں۔ خصوصاً اجلاس لکھنؤ میں میں نے "بندے ماترم" "ترنگے جھنڈے" اور "اردو پر ہندی کو فوقیت" دینے کے خلاف آواز بلند کی تھی۔ اور گورنروں سے چاہا تھا کہ وہ اپنے اختیارات استعمال کریں۔ اس کے بعد جتنا وقت گزرتا گیا۔ کانگریس کا سٹیم رولر تیزی اختیار کرتا گیا۔ اور مظالم کی شکایات پر شکایات مرکزی دفتر کو موصول ہونی شروع ہوئیں۔ شکایات اس کثرت سے جمع ہوئیں کہ بالآخر مارچ ۱۹۳۸ء میں کونسل آف انڈیا مسلم لیگ کو پیرپور کمیٹی کا تقرر کرنا پڑا۔ جس نے تمام مظالم کی داستان تحقیقات کے بعد پٹنہ کے اجلاس منعقدہ ۱۹۳۸ء میں پیش کر دی۔

اجلاس نے اپنی تجویز میں پاس کر دیا کہ۔

"وقت آگیا ہے کہ ورکنگ کمیٹی کو یہ اختیار دیدیا جائے کہ وہ جب اور جہاں مناسب سمجھے۔ ڈائریکٹ ایکشن شروع کر دے"۔

اس عرصہ میں ڈائریکٹ ایکشن کو روکنے کے لئے بالمشافہ اور بذریعہ خط و کتابت گورنروں سے

اصرار کیا گیا کہ وہ اپنے اختیارات استعمال کریں۔ بالآخر ۱ اپریل کو وائسرائے نے مجھے اطلاع دی کہ وہ معاملے کو اپنے ہاتھ میں لیں گے۔

کانگریسی وزارتوں نے ہماری شکایات کو جھوٹی، مبالغہ آمیز، فتنہ پردازانہ اور پریشان کن کہہ کر ضائع کر دیا۔ اور جب میں نے مسٹر گاندھی کے سامنے الزامات رکھے تو انہوں نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ کانگریس کمیٹیوں کو ہدایت کر دی گئی ہے کہ وہ ایسے مواقع بہم نہ پہنچائیں کہ "بندے ماترم" اور "ترنگے جھنڈے" پر اختلاف ہوں۔

جب مسلمانوں کی کوئی دادرسی نہ ہوئی تو انہوں نے پریشان ہو کر مجلس عاملہ کو نظر انداز کرتے ہوئے سی۔ پی میں ودیا مندر سکیم کے خلاف ڈائریکٹ ایکشن شروع کر دیا۔ میں یہاں پر یہ واضح کر دوں کہ مجلس عاملہ نے ڈائریکٹ ایکشن کی نہ تائید کی اور نہ حوصلہ افزائی۔

جب جولائی ۱۹۳۹ء میں بہار سے ڈائریکٹ ایکشن شروع کرنے کی اجازت مانگی گئی تو مجلس عاملہ نے مسلم لیگ کو ہدایت کی کہ وہ اپنا معاملہ گورنر جنرل، گورنر اور وزیر اعظم کے سامنے رکھے اور نتیجے کی رپورٹ بھیجے۔ جن دوسری لیگوں نے اس مقصد کا اظہار کیا۔ انہیں اسی قسم کی ہدایت دی گئی مگر شکایات متواتر موصول ہوتی رہیں۔ جب کونسل کا اجلاس دہلی میں منعقد ہوا تو ایک تجویز میں پاس ہوا کہ مسلمانان ہند برطانوی حکومت کی اس پالیسی پر اظہار افسوس کرتے ہیں کہ اس نے ان کی مرضی کے خلاف ایک ایسا آئین مسلط کر دیا ہے اور خصوصاً فیڈریشن کی یہ سکیم جو گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ میں موجود ہے۔ مسلط کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ جس کے ذریعہ ایک مستقل فرقہ وارانہ اکثریت کو یہ موقعہ ملتا ہے کہ وہ مسلمانوں کے مذہبی، سیاسی، اقتصادی اور معاشرتی حقوق کو پامال کرے۔ نیز اس پر کہ وائسرائے اور کانگریسی صوبوں کے گورنروں نے اقلیتوں کے تحفظ اور ان کے ساتھ انصاف کرانے کے لئے اپنے اختیارات کے استعمال میں قطعی لاپروائی برتی ہے۔

ستمبر میں اعلان جنگ ہو گیا۔ اور ۱۷ ستمبر کو مجلس عاملہ نے مسلمانوں کی طرف سے مدد کی لازمی شرائط پر اس تجویز کی تصدیق کی۔ اور وائسرائے نے موقعہ کی نزاکت کا احساس کر کے مسٹر گاندھی اور دوسرے کانگریسی لیڈروں پر یہ زور دیا کہ مخلوط وزارت کے اصول پر کم از کم اس وقت تک کیلئے کہ جنگ ختم ہو۔ مسلمانوں کے ساتھ صوبہ جاتی امور میں سمجھوتہ کر لیں۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بابو راجندر پرشاد نے ۵ اکتوبر کو مجھے لکھا کہ کانگریس اس پر آمادہ ہے کہ سر مورس گائر یا کسی دوسرے موزوں شخص سے درخواست کرے کہ ان شکایات کی تفتیش کرے۔ جو مسلم لیگ کانگریسی وزارتوں کے خلاف لگا رہی ہے۔ مگر میں نے حسب ذیل وجوہات کی بنا پر اس تجویز کو قابل عمل نہ سمجھا۔

۱...... کانگریس کی مجلس عاملہ کی از روئے قانون و از روئے آئین نہ آئین میں کوئی حیثیت ہے اور نہ

ہی اس کو کوئی اختیار حاصل ہے۔

۲...... مسلمانوں اور دیگر اقلیتوں کو بعض صوبوں کی حکومتوں سے شکایات تھیں جو مجالس قانون ساز اور رائے دہندوں کو جواب دہ ہیں۔ مجلس عاملہ کو نہیں۔

۳...... تجویز کے ذریعہ مجوزہ عدالت کو یہ اختیار حاصل نہیں ہو سکتا کہ وہ گواہوں کو طلب کرے اور ان سے حلف لے۔ اور نہ اس عدالت کو حق تھا کہ وہ ایسے کاغذات پیش کرنے پر مجبور کر سکتی، جن کی ضرورت ہو۔ آخر میں میں نے یہ معلوم کرنا چاہا کہ یہ عدالت اپنی رپورٹ کس کے سامنے پیش کریگی۔ اور وہ کونسی آخری طاقت ہوگی۔ جو اگر ضرورت ہوگی تو ان وزارتوں کے خلاف کارروائی کرے گی اگر یہ آخری طاقت مجلس عاملہ تھی۔ تو میں نے اس طرف توجہ دلائی کہ وہ مجلس عاملہ ہی ہے جو ابتداً ان نا انصافیوں اور مظالم کی ذمہ دار ہے۔ اور مجھے اس کا بھی یقین نہیں کہ مجلس عاملہ ان وزارتوں کے خلاف واجبی کارروائی کرے گی کیونکہ مجلس عاملہ نے فیصلہ کر لیا ہے کہ مسلم لیگ کے الزامات جھوٹے ہیں۔

میں نے بابو راجندر پرشاد کو یہ بھی اطلاع دی کہ میں نے تمام معاملہ گورنر جنرل کے سامنے پیش کر دیا ہے اور ان سے درخواست کی ہے کہ وہ اقلیتوں کے ساتھ انصاف کرانے کے لئے اور ان کے تحفظ کے لئے بلا تاخیر کارروائی کریں۔

مجھے اس موقعہ پر اس کی بھی تشریح کر دینی چاہئے کہ میں نے گورنر جنرل یا گورنروں سے ہرگز یہ درخواست نہیں کی۔ جیسا کہ مسٹر گاندھی نے اپنی التجا میں جو مجھ سے کی ہے، اشارہ کیا ہے کہ کہ وہ عدالت انصاف کے طور پر عمل کریں۔ بلکہ میں نے یہ درخواست کی تھی کہ وہ ہماری شکایات دور کرنے کے لئے عاملانہ کارروائی کریں۔ لہٰذا مسٹر گاندھی کی مجھ سے یہ التجا کہ میں وائسرئے کی رائے کا انتظار کروں۔ غلط فہمی پر مبنی ہے۔ اور اب تو مداخلت بھی ممکن نہیں۔ کیونکہ وزارتیں مستعفی ہو چکی ہیں۔ پھر اب میں کس بات کا انتظار کروں۔ بہر کیف میرے بابو راجندر پرشاد کو خط لکھنے کے فوراً بعد ہی کانگریسی وزارتیں مستعفی ہو گئیں۔ جس پر مسلمانوں اور دیگر اقلیتوں کا سکون محسوس کرنا قدرتی امر تھا۔ اور میں نے فوراً یہ فیصلہ کیا کہ "یوم نجات" منانے اور اپنے سکون و اطمینان کے اظہار کے لئے اپیل کروں۔ اور یہ اس طریق پر کہ جو کان ہماری فریاد سننے کے لئے بہرے تھے۔ سننے پر مجبور ہو جائیں میں یہ بھی بتلا دوں کہ اگر ہماری اپیلیں وقت پر سن لی گئی ہوتیں۔ تو ہماری طرف سے اس کارروائی کی ضرورت نہ ہوتی۔

ختم کرنے سے پہلے میں مسٹر گاندھی کی اپیل اور پنڈت جواہر لال نہرو کی آمد کے مسئلے پر بحث ضروری خیال کرتا ہوں فرقہ وارانہ سمجھوتہ کے لئے دوستانہ فضا پیدا کرنے کے متعلق گاندھی جی اور دوسرے کانگریسی لیڈر جو وعظ کر رہے ہیں۔ اگر وہ اس پر عامل بھی ہوتے تو میں اس بات کی طرف مائل ہوتا کہ میں گاندھی جی کی التجا قبول کر لوں۔ کیا میں انہیں یاد دلاؤں کہ جس وقت سے دہلی میں گفتگو ہوئی ہے مسلم لیگ کی مخالفت میں ایک مستقل مہم جاری کر دی گئی ہے جس کی ابتدا خود مسٹر گاندھی نے کی ہے دہلی میں

جب سے ان کے اور میرے درمیان اکتوبر میں گفتگو ہوئی۔ جو مسٹر گاندھی نے "ہریجن" میں مسلم لیگ کے متعلق لکھا کہ وہ شہنشائیت کی ایجنٹ ہے۔ وہ ہندوستان کی آزادی و ترقی کی راہ میں روڑا ہے۔ اور مسلم لیگ کا مطالبے کرتے کرتے جی اس لئے نہیں بھرتا کہ وہ ان کو پورا کروانے کی توقع ہمیشہ حکومت برطانیہ سے رکھتی ہے۔ انہوں نے مسلمانوں کو دھمکی دی ہے کہ اگرچہ وہ اس وقت ملک کی ترقی کو روک سکتے ہیں مگر زیادہ عرصہ تک ایسا نہیں کر سکتے۔ اس کے علاوہ کانگریسی اخبارات اور کانگریسی تنظیمیں ہندوستان اور ہندوستان کے باہر مسلم لیگ کو بے اعتبار کہہ رہے ہیں۔ اور مسلمانوں میں انتشار کے لئے کوشاں ہیں۔ ان بہت سی مثالوں میں سے جو میرے پاس موجود ہیں۔ ایک پیش کرتا ہوں۔

مسٹر گاندھی کو شاید خبر نہیں کہ صوبہ بہار کی کانگریس کمیٹی نے صداقت آشرم ڈاک خانہ دھیگا گھاٹ پٹنہ سے ایک خفیہ خط شائع کیا ہے جو صدر کانگریس کمیٹی گیا۔ کے نام ہے۔ یہ خط سٹار آف انڈیا کی ۴ دسمبر کی اشاعت میں شائع ہوا ہے اور اس کی ابھی تک کوئی تردید نہیں ہوئی۔

یہ خاص اعتراض ہے کہ اس اپیل سے میری اور پنڈت جواہر لال نہرو کی اس گفتگو کو صدمہ پہنچے گا جو فرقہ وارانہ سمجھوتہ کے لئے ہو رہی ہے۔ اس لئے میں عوام کو مطلع کر دوں کہ عوام کا یہ خیال کہ ہم سمجھوتہ کے قریب آ رہے ہیں صحیح نہیں۔ اس قسم کی گفتگو تو ابھی شروع ہونے والی ہے میرے پنڈت نہرو اور دوسرے کانگریسی لیڈروں کے درمیان جو گفتگو ہوئی ہے وہ خالص سیاسی نوعیت کی تھی۔

خود کانگریسی لیڈروں کا بیان ہے۔ میں نے انہیں دہلی میں اس بات سے مطلع کر دیا تھا کہ میں کسی ایسے متفقہ مطالبہ میں جو برطانیہ سے کیا جائے گا مسلم لیگ کو اس وقت تک شریک۔ نہیں کر سکتا۔ جب تک کہ پہلے کانگریس اور مسلم لیگ میں سمجھوتہ نہ ہو جائے۔ اور میں نے انہیں اس سے بھی مطلع کر دیا ہے کہ اس وقت تک کوئی سمجھوتہ نہیں ہو سکتا۔ جب تک مسلم لیگ کو مسلمانوں کی واحد مختار اور نمائندہ جماعت نہ مان لیا جائے اور چونکہ یہ حیثیت انہیں منظور نہ تھی اس لئے گفتگو اس پر ختم ہو گئی۔ اور اب پنڈت نہرو نے جب مجھے دوبارہ ملنے کی خواہش ظاہر کی تو میں نے خوشی سے قبول کر لیا۔ اور میں ان کی آمد کا منتظر ہوں"۔

قائد اعظمؒ کے ارشاد کے بموجب ۲۲ دسمبر ۱۹۳۹ء کو ہندوستان کے کونے کونے میں "یوم نجات" اس شان سے منایا گیا کہ وہ تاریخی مظاہرہ اپنا جواب نہیں رکھتا ہر مقام پر پرامن جلسے ہوئے۔ جلوس نکالے گئے۔ تجاویز منظور ہوئیں۔

قائد اعظمؒ نے خود محمد علی روڈ بمبئی کے جلسے میں شرکت فرمائی حاضرین کی تعداد اخباری رپورٹ کے لحاظ سے ایک لاکھ سے زیادہ تھی۔ "یوم نجات" کے بعد کانگریس کی متواتر و پیہم کوششوں کے بعد بھی ہندوستان بھر میں کہیں کانگریسی وزارتیں قائم نہ ہو سکیں اور یہ اس دعوے کا اثر تھا جو پیغمبر سیاست قائد اعظمؒ نے پیشن گوئی کی صورت میں فرمایا تھا کہ "آج سے کانگریسی وزارتیں ہمیشہ کے لئے دفن

ہو گئیں۔ مسلمانوں اور دیگر اقلیتوں کو ہمیشہ کے لئے ان سے نجات مل گئی"۔

ملک کی نمائندگی اور فلاح کی دعویدار کانگریس اگر اپنی وقتی حکومت کے دوران میں یزیدی اور چنگیزی مظالم سے کام نہ لیتی۔ تو قائد اعظمؒ کو "یوم نجات" منانے کا حکم دینے کی ضرورت پیش نہ آتی' اور اس کی حکومتیں انصاف و مساوات پر مبنی ہوتیں تو قائد اعظمؒ ان کی طرف تعاون کا ہاتھ بڑھاتے۔ اور کولیشن وزارتیں بنانے کا حکم صادر فرماتے۔ چونکہ قائد اعظمؒ نے اپنی ایک تقریر میں فرمایا تھا کہ۔

"۱۹۳۵ء کا قانون جیسا بھی ہے اسے چلانا پڑیگا"۔ مگر یہ سب کچھ ہوا صرف ان مظالم کی وجہ سے جو مسلمانوں پر توڑے گئے ؎

ہم نہ کہتے تھے کہ تو ان دل کے چھالوں کو نہ چھیڑ
اب یہ ایذا کس کو پہنچی ہاتھ کس کا جل گیا

تاریخ ہند پر طائرانہ نظر

انگریزوں کے تسلط سے قبل ہندوستان میں اس سے کوئی واقف نہ تھا کہ سیاسی معنی میں قوم کسے کہتے ہیں۔ اس وقت ہندوستان میں صرف ذاتیں تھیں اور مذہب۔ اور ان ہی کی یگانگت کی بنا پر لوگوں کے درمیان وابستگیاں تھیں۔ سیاسی ضروریات کیلئے تاریخ کو کسی طرح لکھ لیں اور بیان کریں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان کی تاریخ میں ہمیشہ دو ہی جذبے کام کرتے رہے۔ ایک نسلی اور دوسرا مذہبی۔ تمام جنگیں ان ہی سے پیدا ہوئیں اور ہر انقلاب نے ان ہی کی حرارت میں پرورش پائی۔

ہندوستان میں آریہ آئے۔ نسل کی بنا پر دراوڑ قوموں کے مقابلہ میں وہ افضل ہونے کے دعویدار تھے ہر حصہ ملک میں اختیار و اقتدار حاصل کرنے کیلئے ہندوستان کے قدیم باشندوں سے انہوں نے جنگ کی۔ ان سے حکومتیں چھینیں۔ اس پر بھی انہیں صبر نہ آیا۔ جن علاقوں میں آریہ حکومتیں قائم ہوئیں۔ وہاں سے آریوں نے دراوڑوں کو یا تو نکال یا انہیں اپنا غلام اور خدمت گار بنا کر ایسا مسخ کیا کہ ان کو اپنا ماضی بھی یاد نہ رہا۔ اب ان قدیم اور دراوڑ قوموں کو اگر تلاش کیجئے تو صرف وسطی ہند کے جنگلوں اور جنوبی ہند میں ملیں گی۔ شمالی ہند میں جو غیر آریہ نسل کے لوگ ہیں۔ وہ ہندو سماج میں خدمت گزار کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اپنے ماضی سے ناواقف ہیں اور احساس کمتری کی وجہ سے ان کے دل میں اس کے سوا اور کوئی تمنا نہیں کہ اونچی ذات کے ہندوان کو اپنے برابر سمجھیں۔ آریوں اور درواڑوں کے درمیان یہ نسلی جنگ تھی جس میں آریوں کی پوری جیت رہی۔ مگر یہ جنگ اب تک کمزوری کے ساتھ جاری رہی۔ جنوبی ہند کے دراوڑ برہمنوں کے مقابلہ میں غیر برہمنوں کے حقوق کے دعویدار ہیں اور بقیہ ہندوستان میں اسی نسل کے لوگ اپنے کو اچھوت اور پست اقوام کہہ کر اپنے حق کا دعویٰ کر رہے ہیں۔

آریوں کے قدیم اور مذہبی تصورات میں استمداد زمانہ کے ساتھ ساتھ بہت سے تغیرات ہوئے۔

مگر یہ تدریجی تھے اور اپنی اصل سے کچھ زیادہ الگ نہیں۔ اس لئے ابتدائی دور میں اس جذبہ کا کوئی طاقتور مظاہرہ نہیں ہوا۔ بالآخر بدھ پیدا ہوا۔ اس کی تعلیمات سے ایک مستقل مذہب وجود میں آیا اور اس کی تبلیغ نے اس قدر وسعت اختیار کی کہ ہندوستان کے اکثر راجہ بدھ مت کے پیرو ہو گئے۔ برہمنی مذہب صرف برہمنو ں کی کتابوں میں رہ گیا۔ برہمنو ں نے جواباً اپنی قوتیں مجتمع کیں۔ برہمنو ں اور بدھوں کی جنگیں ہوئیں۔ ستیہ گرہ اور عدم تشدد کی جنگیں نہیں۔ بلکہ تلوار کی جنگیں جن میں سخت خونریزیاں ہوئیں، بدھ مغلوب ہونے لگے۔ یہاں تک کہ مفقود ہو گئے' یہ ہزاروں برس کی تاریخ ہے۔ جو ہم نے یہاں چند فقروں میں بیان کر دی ورنہ بدھ کی پیدائش قبل مسیح کا واقعہ ہے اور ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد تک ہندوؤں اور بدھوں میں کشمکش جاری تھی۔

بالآخر مسلمان آئے' مسلمانوں کی حکومت قائم ہو گئی۔ اس حکومت نے وسعت اختیار کی۔ ہر مسلمان بادشاہ کی تمنا یہ رہی کہ پورا ہندوستان اس کے زیر نگین ہو۔ محض باقتضائے فطرت بشری۔

ہفت اقلیمی بگیرد بادشاہ
ہم چناں در بند اقلیمی دگر

اسلامی دور کی پوری تاریخ کا غور سے مطالعہ کیجئے۔ یہ ہندوؤں اور مسلمان بادشاہوں کے درمیان ایک مسلسل کشمکش اور آویزش کی تاریخ ہے۔ جہاں ہندو مغلوب ہو جاتے اطاعت کرتے اور بادشاہ سے ہر قسم کی مراعات پاتے۔ جہاں مغلوب نہیں ہوئے یا مغلوبیت کے بعد شاہی گرفت ڈھیلی ہو گئی۔ وہیں ہندوؤں نے سرکشی اور بغاوت کی۔ یہ بغاوتیں اور کبھی کبھی جنگیں ہندو سرداروں اور بادشاہوں کے درمیان محض اس ناگواری اور مخالفت کی علامتیں تھیں۔ جو ہندو مفتوحین اور مسلمان فاتحین کے درمیان برابر قائم رہیں۔

اس دور کی تاریخ موجود ہے۔ ہندوؤں کا پورا لٹریچر موجود ہے۔ کسی ایک جگہ کوئی بتائے کہ لفظ قوم سیاسی معنی میں وارد ہوا ہے۔ کہیں کہیں ایک آدھ جگہ یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ پورا ہندوستان ایک ملک ہے؟ مسلمانوں کی آمد سے قبل تمام ہندوستان میں صدہا اور شاید ہزارہا چھوٹے چھوٹے راج قائم تھے اور ہر راج اس کے فرمانروا کی نسل اور قبیلہ کے نام سے مشہور تھا۔ تنوروں کا راج' چوہانوں کا راج' راٹھوروں کا راج' وغیرہ وغیرہ۔ جنوبی ہند میں گونڈوں اور بھیلوں کے بھی راج تھے۔ بلکہ ہندوستان کی زبانوں میں اس پوری سرزمین کا کوئی نام تک موجود نہیں۔ جسے ہم ہندوستان کہتے ہیں۔ ہندوستان فارسی لفظ ہے۔ اس ملک کی کسی زبان کا نہیں ہندوستان کی وحدت ملکی کا تصور ہی موجود نہ تھا۔ واحد نام کہاں سے آیا؟

مسلمانوں کے طاقتور ریلے کے مقابلے میں یہ چھوٹی چھوٹی ہندو حکومتیں ایک ایک کر منہدم ہوتی گئیں۔ ان کی پچھلی سرحدیں مسمار ہوئیں اور جتنا رقبہ مسلمانوں کے قبضہ میں آتا رہا۔ اس کے درمیان ایک بادشاہ کی حکومت کی بنا پر وحدت قائم ہوتی گئی۔ جو باقی رہا اس پر ان بادشاہوں کی نظر رہی۔

ہندوستان کی حکومتیں شخصی تھیں۔ یا زیادہ سے زیادہ ایک خاندان کے تنگ دائرہ میں نسلی۔ عام باشندوں کا ان میں کوئی حصہ نہ تھا۔ لہٰذا فاتحین سے اگر سیاسی بنیاد پر کسی کو عداوت ہو سکتی تھی تو ان حکمران خاندانوں کو جو بے اختیار ہو گئے تھے۔ عوام کو نہیں۔ مگر اس بنا پر سب کو تھی کہ یہ بالکل ایک غیر مذہب لوگ تھے۔ اور ان کے مذہبی تصورات ہندوستان کے مذہبی تصورات کی ضد تھے۔ تاریخ شاہد ہے کہ اس دور میں مسلمان حملہ آوروں کے مقابلہ میں ہندوؤں کا نعرۂ جنگ قومی و وطنی نہیں تھا بلکہ مذہبی تھا۔ لہٰذا مسلمانوں کی حکومت جتنی وسیع ہوتی گئی اور جہاں جہاں ان کے تسلط کا اندیشہ قوی ہوتا گیا وہیں تک ہندو ان کے تسلط کے خلاف مذہبی نفرت کی بنا پر متحد ہوتے گئے او جب کوئی ہندو سردار اتنا طاقتور ہوا کہ بغاوت کر سکے تو اس نے ہندوؤں کے اس مشترکہ مذہبی جذبہ سے فائدہ اٹھایا۔ گائے ایک عام اور چلتی ہوئی اپیل تھی۔

اس طرح مسلمانوں کے جذبہ ملک گیری اور مرکزی طرز حکومت سے تمام ہندوستان ایک ملک بنا اور مسلمانوں کے خلاف مختلف مفتوح اور محکوم علاقے کے باشندوں کی مشترکہ مذہبی عصبیت سے ایک ہندو قوم بنی، مگر ہندو قوم اور وطن کے نام سے اب بھی نا آشنا تھے۔

مسلمانوں کے مقابلہ میں ہندوؤں کا نسلی تعصب اس وجہ سے زیادہ فروغ نہ پا سکا کہ جتنے مسلمان باہر سے آئے اس سے کہیں زیادہ ہندوستان کے باشندے مسلمان ہو گئے اور ابتدا ان ہی نسلوں نے اسلام قبول کیا جو شریف ترین جنگ جو تھیں۔ اس بات کی دلیل کہ مسلمان اور ہندوؤں کے درمیان تمام مغائرت صرف مذہبی ہے، یہ ہے کہ ہندوؤں نے اپنے طرز عمل میں غیر ملکی مسلمانوں اور ہندوستانی نو مسلموں کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا۔ اب بھی نہیں کرتے۔

جس وقت ہندوستان میں انگریزوں کا تسلط قائم ہوا۔ تو انہوں نے تمام ہندوستان کو ایک ملک پایا اور خود ان کے ملکی اور سیاسی مصالح کیلئے یہی بہتر تھا کہ تمام ہندوستان ایک ملک ہو۔ انہوں نے مسلمانوں سے بھی زیادہ چست نظام حکومت قائم کیا۔ رسل ورسائل کی سہولتوں نے اس میں اور زیادہ اعانت کی اور پھر انگریزی تعلیم کی وسعت کے ساتھ اس کی تکمیل ہوتی گئی۔

ملک اور قوم انگریزی ادب کا قوام ہیں' ملک اور قوم انگریزی سیاست کی حقیقت ہیں' ملک اور قوم انگریزی تصورات وجذبات کی جان ہیں۔ ہندوؤں نے انگریزی ادب میں یہ نئے دیوتا پائے اور انگریزوں ہی سے ان کی پوجا کی انہیں ترغیب بھی ملی۔ پھر جن تصورات کے ساتھ ان بتوں کا ان سے تعارف کرایا گیا۔ انہوں نے ہندوؤں کی نظر میں ان کو ان کی صدہا برس کی تمناؤں کی تصویر بنا دیا۔

ہندوستان کو حکومت خود اختیاری ملے گی۔ نیابتی طرز حکومت قائم ہو گا۔ اختیار حکومت اس کو ملے گا جن کی اکثریت ہو گی۔ صوبہ جاتی خود اختیاری اور فیڈریشن بہت بعد کی پیداوار ہیں۔ ہندوؤں کے سامنے اس وقت انگریزوں کا مرکزی نظام حکومت تھا۔ انہوں نے اپنے تصور میں بجنسہٖ اس کو اپنی طرف

منتقل ہوتے ہوئے دیکھا اور ان کے دل میں ان کی تمنائیں رقص کرنے لگیں۔ ہندوؤں کی مذہبی قومیت نے اس طرح سیاسی قومیت کا لباس پہنا۔ مگر صرف لباس ہی وجود متفرق رہا۔ چنانچہ گزشتہ نصف صدی کے اندر ہندوؤں کی تمام سیاسی تنظیم مسلمانوں کے خلاف اسی مذہبی تعصب کی بنا پر ہوئی جو صدیوں سے ان کے دلوں میں پرورش پا رہا تھا۔

اس ثبوت کیلئے کیا اب بھی کسی دلیل کی ضرورت ہے؟ ڈھائی سال تک ہندوستان کے گیارہ میں سے سات صوبوں میں ایسی حکومتیں قائم رہ چکی ہیں۔ جن میں ہندو عنصر غالب تھا اور وہ سب مسلمان زندہ ہیں۔ جنھوں نے اپنے مقابلہ میں ان کا حاکمانہ تجبّر اور بکتر دیکھا ہے۔ اور جو زیادتیاں اور زبردستیاں ان حکومتوں نے ان پر کی ہیں۔ انہیں بھگتا ہے۔ کیا جس کے جسم پر زخم لگے۔ اس کو یہ بھی بتانے کی ضرورت ہے کہ تیرے زخم کہاں لگا ہے۔ اور کس نے مارا ہے۔ ان صوبوں میں حکومت کا تمام نظام اور اس کے تمام شعبے اس مقصد کیلئے عمل کر رہے تھے کہ ہر وہ چیز جو اسلامی ہے مٹ جائے۔ مسلمان جلد سے جلد مسخ ہو کر اچھوتوں کی حیثیت اختیار کر لیں اور مکمل طور پر ہندو قوم کا غلبہ قائم ہو جائے۔ کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس اختیار حکومت میں سے مسلمانوں کو کوئی حصہ ملا۔ جو ان صوبوں کے باشندوں کو گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء کے ذریعے دیا گیا تھا؟ کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ وہ مسلمان جو ان صوبوں میں ہندوؤں کی طرح وطنی حق رکھتے تھے اور ہمیشہ سے مساوی حیثیت کے مالک تھے۔ کانگریسی حکومتیں قائم ہوئیں اور وہ عملاً ہندوؤں کی رعایا بن گئے۔ ہر گاؤں میں عملاً ہندو آبادی مسلمان آبادی پر حکومت کرنے لگی۔ ان حکومتوں کا شعبہ امن و انتظام ہندو مقاصد کی تکمیل کا آلہ کار بن گیا۔ مسلمانوں کیلئے اس کانگریسی دور میں امن مفقود تھا اور اس دور کی نمایاں خصوصیت یہ تھی کہ کانگریس اور انگریزوں کے درمیان مسلمانوں سے پوشیدہ ایک معاہدہ ہوا۔ جس کو مسٹر گاندھی نے "جنٹلمین ایگریمنٹ" کہا۔ اس کی شرائط کسی نے نہیں دیکھیں۔ وہ تحریری نہیں زبانی معاہدہ تھا۔

اس کے بر خلاف ان صوبوں میں جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ مسلمانوں نے ہندوؤں کو اختیار حکومت میں پورا حصہ دیا اور وہاں ہندو اور مسلمان دونوں امن و عافیت سے رہے' اور ہیں۔

کانگریس ہائی کمانڈ اور کانگریسی حکومت کے طرز عمل سے اس کی تصدیق ہو گئی کہ مسلمانوں کا یہ اندیشہ صحیح تھا کہ ہندو نہ آزادی چاہتے ہیں اور نہ جمہوریت۔ وہ صرف زیر سایہ حکومت برطانیہ ہندو راج چاہتے ہیں اور اس راج کا پہلا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کو مرعوب کیا جائے۔ رعایا بنایا جائے اور بالآخر فنا کر دیا جائے۔ ہندو یہ کسی طرح گوارا نہیں کر سکتے کہ امور حکومت کے انصرام و انتظام میں مسلمانوں کو شریک کریں اور ہم وطن کی حیثیت سے ان کے وہی حقوق تسلیم کریں۔ جن کے وہ خود اپنے کیلئے دعویدار ہیں۔ یہ ثابت ہو گیا کہ اقلیتوں کے یہ تحفظات جو گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ میں درج ہیں۔ عملاً اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کیلئے بیکار ہیں۔ یہ حقیقت اچھی طرح کھل گئی کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے

درمیان اس کے سوااور کوئی بات مشترکہ نہیں ہے کہ وہ ایک سرزمین میں آباد ہیں اور ہندو یہ بھی نہیں چاہتے کہ مسلمان ہندوستان میں آباد رہیں۔ مسلمان اوہندو دو الگ الگ قومیں ہیں۔ جن کے مذہب ' کلچر ' مفاد اور طرز فکر مختلف ہی نہیں بلکہ متضاد اور متصادم ہیں۔

اس صورت میں مسلمانوں کیلئے اس کے سوااور کیا چارہ ٔکار تھا کہ وہ ہندوستان کے مستقبل کے تمام مسئلہ پر ان تجربات اور نتائج کی روشنی میں غور کریں اور کوئی ایسا اصول وضع کریں جو مسلمانوں کو اس ملک میں امن و آزادی کے ساتھ رہنے میں معین ہو اور ہندوؤں اور مسلمانوں کی یہ باہمی کشمکش ہمیشہ کیلئے ختم ہو جائے۔

ہندوستان کے تمام مسلمان اہل فکر گزشتہ تیس سال سے غور کر رہے تھے اور تدریجاً ان پر حقیقتیں روشن ہوتی جارہی تھیں۔ یہاں تک کہ ۲۲ مارچ ۱۹۴۰ء کو جب لاہور میں سر جوڑ کر بیٹھے تو اس پر متفق ہو گئے کہ ہندوستان کی یہ مصنوعی ملکی وحدت جو مسلمانوں نے اپنی انتظامی سہولتوں کیلئے قائم کی تھی اور جس کو انگریزوں نے ان ہی مصالح کی بنا پر ترقی دی ' غیر طبعی ہے، قومی اعتبار سے ہندوستان مختلف علاقوں میں تقسیم ہو۔ جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ وہاں علیحدہ کامل طور پر آزاد حکومتیں قائم ہوں اور جہاں دوسری قوموں کی اکثریت ہے وہاں علیحدہ۔ تاکہ دونوں قومیں جہاں اکثریت میں ہیں اپنے اپنے تصورات اور روایات کے مطابق اپنا مستقبل تعمیر کریں ' اور ان مواقع سے فائدہ اٹھائیں ' جو قدرت نے ان کو دیئے ہیں۔

مردِ دانائے روز گار

۲۰ مارچ ۱۹۴۰ء ساڑھے سات بجے ملت اسلامیہ کے فرزند جلیل قائد اعظمؒ ایک نئے عزم کو دل میں لئے ہوئے جہاں آباد (دہلی) کے سٹیشن پر آئے جہاں ریل گاڑی منتظر کھڑی تھی۔ آپ کی آمد کے بیس منٹ بعد گاڑی ہندوستان کے اس حصہ کی طرف چلی جس کو قائد اعظمؒ اپنے دل میں اسلامی ریاست کا نام دے چکے تھے۔ اور اس امر کے اعلان کیلئے لاہور جا رہے تھے کہ دل کی بات مسلمانوں ' ہندوؤں دیگر اقلیتوں اور انگریزوں تک پہنچادیں۔ مسلمان ۲۲ مارچ سے وہ مطالبہ کرنے والے ہیں جو ان کی زندگی اور موت کا مطالبہ ہو گا۔

راستہ میں غازی آباد ' میرٹھ ' مظفر نگر ' سہارنپور غرض ہر سٹیشن پر مسلمان اپنے محبوب قائد کی زیارت کو آئے۔ اور نذر عقیدت گزارتے ہوئے بعض تو ساتھ ہی گاڑی پر سوار ہو جاتے اور بعض لوٹ جاتے۔

ٹرین ۲۱ مارچ کو صبح نو بجے لاہور سٹیشن پر پہنچی۔ مسلمان ملت اسلامیہ کے فرزند جلیل کیلئے چشم براہ تھے۔ اخباری رپورٹ کے مطابق عقیدت مندوں کی تعداد ستر ہزار کے قریب تھی۔ مسلمان اپنے قائد

کیلئے ہزاروں باغوں کے پھول سمیٹ لائے تھے۔ سٹیشن کی فضائیں زندہ باد و پائندہ باد کے نعروں سے گونج اٹھیں۔

قائداعظمؒ کا شاہانہ جلوس نکالنے کا انتظام کیا گیا تھا لیکن دردمندِ ملت، قائداعظمؒ نے لاہور میں خاکساروں پر ۱۹ مارچ کو پولیس کے گولی چلانے کی وجہ سے جلوس نکالنے کی ممانعت کر دی۔ آپ سٹیشن سے سیدھے جائے قیام پر پہنچے اور وہاں سے میو ہسپتال خاکسار مجروحین کو دیکھنے گئے (ان خاکساروں کو جن کی جماعت کے ایک فرد نے قائداعظمؒ پر بھی قاتلانہ حملہ کر دیا اور جس جماعت کا لیڈر علامہ مشرقی قائداعظمؒ کو دنیائے اسلام کا سب سے بڑا دشمن گردانتا ہے۔ خاکسار اور قائداعظمؒ ایک مستقل عنوان کی صورت میں آئندہ صفحات پر ملاحظہ فرمایئے)۔

شام کو ۶ بجے قائداعظمؒ نے پرچم کشائی کی رسم ادا کرتے ہوئے فرمایا!

"آپ نے مجھے مسلم لیگ کا پرچم بلند کرنے کا اعزاز بخشا ہے۔ اس پر میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ ابھی ابھی میں ان زخمیوں (خاکساروں) کو میو ہسپتال میں دیکھ کر آیا ہوں جو ایک الم ناک حادثہ کا شکار ہوئے ہیں۔ یہ حادثہ جس میں بہت سی جانیں ضائع ہوئی ہیں اور بہت لوگ زخمی ہوئے ہیں۔ بہت اندوہناک ہے۔ ہم میں سے ہر مرد اور عورت کو ان مقتولین اور مجروحین کے اعزاء کے ساتھ دلی ہمدردی ہے۔

مسلم لیگ کا یہ اجلاس پُرالم حالات میں شروع ہو رہا ہے میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ ایک بڑی قوم کا بڑے سے بڑا امتحان اور کیا ہو سکتا ہے۔ کلیہ ہے کہ جتنی بڑی کوئی قوم ہو گی۔ اس کو اتنی ہی زیادہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ مجھے امید ہے کہ مسلم لیگ ان حالات کا پورا پورا مقابلہ کرے گی۔ اور ایسا فیصلہ کرے گی جس میں کسی پارٹی کے ساتھ کسی معاملہ میں کوئی رعایت نہ ہو گی۔ بلکہ انصاف پر مبنی ہو۔ میں آپ کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ صرف مسلم لیگ ہی مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے۔ اس لئے ہم کو چاہئے کہ ایک زبان اور ایک دل ہو کر اس طرح مسلم لیگ کے فیصلوں کی تائید کیلئے کثرت سے بڑھیں جیسے اس جھنڈے کے نیچے کھڑے ہیں۔

اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ مجھ کو میری قوم پر پورا پورا اعتماد ہے اور مجھے یقین ہے کہ ہم متحد ہو کر تمام مشکلات و مصائب کا مقابلہ کریں گے۔ میں آپ سے نہایت مخلصانہ اپیل کرتا ہوں کہ اس اجلاس میں صحیح فیصلہ کیجئے اور پھر مستعدی کے ساتھ اس کی تعمیل کیجئے"۔

تحریک خاکسار اور قائداعظمؒ

دوسرے دن قائداعظمؒ نے تجویز پیش کرتے ہوئے فرمایا!

"میں آپ کے سامنے اس الم ناک حادثہ کے متعلق تجویز پیش کرنے والا ہوں۔ جو خاکساروں

اور پولیس کے درمیان تصادم کی صورت میں رونما ہوا ہے اور جس کے نتیجہ میں بہت سی جانیں ضائع ہوئیں اور بہت سے لوگ زخمی ہوئے۔ قائداعظمؒ نے تجویز پڑھ کر سنائی۔ جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

تجویز نمبر ۳

آل انڈیا مسلم لیگ کا یہ اجلاس ۱۹ مارچ ۱۹۴۰ء کے اس حادثہ پر انتہائی رنج و غم کا اظہار کرتا ہے۔ جو خاکساروں اور پولیس کے درمیان تصادم کی صورت میں رونما ہوا اور جس کے نتیجہ میں بہت سی جانیں ضائع ہوئیں۔ اور ان سے بھی زیادہ زخمی ہوئے ان کے ساتھ جو قتل و زخمی ہوئے اور ان کے خاندان والوں کے ساتھ اور نیز ان کے ساتھ جو ان سے وابستہ تھے باخلاص ہمدردی کرتا ہے۔

یہ اجلاس حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ فوراً ایک ایسی آزاد اور غیر جانبدار تحقیقاتی کمیٹی مقرر کرے۔ جس کے ارکان پر عوام کو پورا پورا اعتماد ہو اور اس کو یہ ہدایت کرے کہ وہ اس معاملہ کی پوری تحقیقات اور تفتیش کرے اور جس قدر جلد ممکن ہو اپنی رپورٹ پیش کرے۔

یہ اجلاس ورکنگ کمیٹی آل انڈیا مسلم لیگ کو یہ اختیار دیتا ہے کہ رپورٹ کی اشاعت کے فوراً ہی بعد اس معاملہ میں جو کارروائی وہ ضروری سمجھے کرے۔

یہ اجلاس مختلف حکومتوں سے اصرار کرتا ہے کہ جس قدر جلد ممکن ہو۔ وہ تمام احکام منسوخ کر دے جن کے ذریعہ نظام خاکسار کو غیر آئینی قرار دیا گیا ہو"۔

قائداعظمؒ نے فرمایا کہ سبجیکٹس کمیٹی میں اس تجویز پر ۹ بجے شب سے ۲ بجے تک غور کیا گیا اور بحث ہوئی اور بالآخر باتفاق رائے منظور ہوا۔ مندوبین سے قائداعظمؒ نے کہا کہ یہ آپ کا کام ہے کہ تجویز پر غور کریں لیکن سبجیکٹس کمیٹی نے مجھ سے خواہش کی ہے کہ میں آپ سے یہ کہہ دوں کہ اگر آپ کو منظور ہو تو بعض وجوہ کی بنا پر سبجیکٹس کمیٹی کے خیال میں یہ مناسب ہے کہ تجویز کرسی صدارت کی طرف سے پیش کر دی جائے۔

قائداعظمؒ نے فرمایا کہ ان میں سے بعض وجوہ میں بیان کئے دیتا ہوں۔ مگر بعض ایسے ہیں جنہیں میں بیان کرنا نہیں چاہتا۔

تجویز کو صدر کی طرف سے پیش کرنے کی پہلی وجہ یہ ہے کہ ایسی تقریریں ہونا مناسب نہیں جن میں مقررین وہ باتیں کہہ سکتے ہیں جو مقصد کیلئے مضر ثابت ہوں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ معاملہ زیر تحقیقات اور زیر سماعت ہے۔ ہم پوری پوری تحقیقات کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ یہ مناسب نہیں کہ ایک طرف ہم تحقیقات کی خواہش کریں اور دوسری طرف فیصلہ صادر کرنے کیلئے بیٹھ جائیں۔ اس کے بعد قائداعظمؒ نے مندوبین سے دریافت کیا کہ آیا وہ سبجیکٹس کمیٹی اس درخواست کو منظور کرتے ہیں یا نہیں کہ تجویز صدر کی طرف سے پیش کی جائے۔

تمام مندوبین نے بآوازِ بلند کہا "ہاں" ایک آواز آئی "نہیں"۔

اس پر قائدِاعظمؒ نے مکرّر دریافت کیا۔ اس مرتبہ سب نے کہا "ہاں ہاں" وہ ایک آواز بھی نہ آئی۔

مندوبین کی غیر مشتبہ رضامندی حاصل کرنے کے بعد قائدِاعظمؒ نے فرمایا کہ مجھے آپ کے سامنے یہ تجویز کرنے کی عزت حاصل ہے۔ میں آپ کو یہ یقین دلاتا ہوں کہ ہم اس وقت تک چین نہیں بیٹھیں گے جب تک پورا پورا انصاف نہ کرالیں۔ خواہ وہ گورنمنٹ پنجاب ہو یا گورنمنٹ آف انڈیا ہو۔ پنجاب کی وزارت ہو یا وزیرِاعظم ہو۔ ہم مفاد کے معاملہ میں کسی کی پرواہ نہ کریں گے۔

(دیر تک مسلسل نعرے اور تالیاں)

قائدِاعظمؒ نے فرمایا کہ میں پنجاب کے ہر مسلمان اور خاکسار اور بالخصوص ان سے جو لاہور میں ہیں۔ یہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ سر جوڑ کر بیٹھیں تاکہ تحقیقات کے وقت وہ تمام مواد ان کے سامنے پیش کر سکیں اور خواہ اس میں کتنا ہی خرچ ہو۔ مواد فراہم کرنے میں پوری سعی کی جائے۔ آپ کو چاہیئے کہ آپ کسی شخص کو اس خدمت پر مامور کریں کہ وہ کمیٹی کو تمام مواد پیش کرے۔ یہ بہت ہی اہم معاملہ ہے اس کو انجام تک پہنچایئے۔ اگر خدا نے چاہا تو ہم دیکھیں گے کہ کیا کیا ہوتا ہے۔

(دیر تک تالیاں بجتی رہیں اور نعرے بلند ہوتے رہے)

لاہور۔ ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کی تقریر

"آج ہم اپنے اس اجلاس میں ۱۵ مہینے کے بعد مل رہے ہیں۔ آل انڈیا مسلم لیگ کا پچھلا اجلاس ۳۸ء میں پٹنہ کے مقام پر منعقد ہوا تھا۔ میں سب سے پہلے مختصر طور پر بتانا چاہتا ہوں کہ پٹنہ کے اجلاس کے بعد سے مسلم لیگ کو کن کن مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ آپ کو یہ یاد ہوگا کہ ایک کام جو ہمارے ذمہ تھا اور جو اب تک تکمیل سے بہت دور ہے۔ یہ تھا کہ تمام ہندوستان میں مسلم لیگیں قائم کی جائیں۔ اس راہ میں گزشتہ پندرہ مہینے کے اندر ہم نے بہت بڑی ترقی کی۔ میں مسرت کے ساتھ آپ کو مطلع کرتا ہوں کہ ہم نے ہر صوبہ میں صوبہ لیگیں قائم کر دی ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ لیجسلیٹو اسمبلیوں کے انتخابات میں ہم کو ہر جگہ طاقتور حریفوں کا مقابلہ کرنا پڑا۔ میں مسلمانوں کو مبارکباد دیتا ہوں کہ ان تمام آزمائشوں اور امتحانوں میں انہوں نے کمال جرأت اور جوش کا اظہار کیا۔ کسی ایک انتخاب میں بھی مسلم لیگ کے امیدوار کے مقابلہ میں ہمارے حریف کامیاب نہیں ہو سکے۔ یوپی کی کونسل یعنی ایوانِ اعلیٰ کے انتخابات میں مسلم لیگ کی فتح سو فیصدی رہی۔ میں آپ کو مسلم لیگ کی ترقیوں کی تفصیلات سنا کر تھکانا نہیں چاہتا۔ بس اتنا ہی بتا دینا کافی ہے کہ مسلم لیگ قدم قدم نہیں بلکہ جستوں اور زقندوں سے ترقی کر رہی ہے۔

جنوری ۱۹۳۹ء سے لے کر اعلان جنگ تک ہمیں بہت سی دشواریوں کا مقابلہ کرنا پڑا۔ ناگپور میں ودیامندر، تمام ہندوستان میں واردھا سکیم، بعض دیسی ریاستوں میں جیسے جے پور اور بھاؤنگر میں مسلمانوں کے ساتھ بدسلوکیاں کی گئیں۔ کانگریس نے راجکوٹ کو ایک امتحان گاہ قرار دیا۔ اس کا ایک تہائی ہندوستان پر اثر پڑنے والا تھا۔ اس طرح مسلم لیگ کو اعلان جنگ تک طرح طرح کے مسائل حل کرنے پڑے اور طرح طرح کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اس اعلان جنگ سے قبل جو سب سے بڑا خطرہ مسلم لیگ کے بالمقابل تھا۔ وہ مرکزی حکومت میں وفاقی سکیم کے نفاذ کا امکان تھا۔ آپ کو معلوم ہے کہ کیا کیا سازشیں ہو رہی تھیں۔ مگر مسلم لیگ ہر سمت مصائب و خطرات اور سازشوں کا مستعدی اور مضبوطی کے ساتھ مقابلہ کر رہی تھی۔ ہم نے یہ محسوس کیا کہ مرکزی فیڈرل گورنمنٹ کی اس سکیم کو ہرگز منظور نہیں کر سکتے جو گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء میں درج ہے۔ مجھے یقین ہے کہ حکومت برطانیہ کو اس سکیم کے التواء پر آمادہ کرنے میں ہماری کوششوں کو کچھ کم دخل نہیں تھا۔ بلاشبہ مسلم لیگ نے اس میں بڑا کام کیا۔ آپ جانتے ہیں کہ انگریز بڑی سخت قوم ہیں۔ وہ بہت ہی قدامت پسند بھی ہیں۔ اگرچہ وہ بڑے ہوشیار ہیں۔ مگر بطی الفہم ہیں۔ جب اعلان جنگ ہو گیا تو فطرتاً وائسرائے نے مسلم لیگ کی مدد چاہی۔ یہ صرف اس وقت ہوا جب انہوں نے یہ سمجھا کہ واقعی مسلم لیگ بھی ایک طاقت ہے۔ آپ کو یہ یاد ہو گا کہ اعلان جنگ تک وائسرائے کو میرا خیال کبھی نہ آیا۔ ان کے خیال میں سوائے گاندھی کے اور کوئی نہ تھا۔ میں ایک عرصہ سے لیجسلیٹو اسمبلی میں ایک پارٹی کا لیڈر تھا۔ وہ پارٹی مسلم لیگ کی پارٹی سے بڑی تھی۔ جس کی قیادت کی لیجسلیٹو اسمبلی میں مجھے اس وقت بھی عزت حاصل ہے۔ اس پر بھی وائسرائے کو کبھی میرا خیال نہ آیا۔ لہٰذا جب مسٹر گاندھی کے ساتھ میرے پاس بھی وائسرائے کا دعوت نامہ آیا تو مجھے حیرت ہوئی کہ یہ مجھے یکایک عروج کیوں ملا۔ اور بالآخر میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ اس کا جواب ہے آل انڈیا مسلم لیگ! جس کا میں صدر ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ یہ سخت ترین صدمہ ہے جو کانگریس کو پہنچا اور وہ اس لئے کہ اس سے اس کے اس دعوے کا انکار لازم آتا تھا کہ وہ تمام ہندوستان کی طرف سے بولنے کا اختیار رکھتی ہے اور اب یہ مسٹر گاندھی اور کانگریس ہائی کمانڈ کے طرز عمل سے اچھی طرح نمایاں ہے کہ وہ اس صدمہ سے اس قدر متاثر ہیں کہ ابھی تک ان کے حواس بجا نہیں ہیں۔ اس سے میرا مقصد یہ ہے کہ آپ اپنی تنظیم کی قدر و قیمت اور نتائج سے آگاہ ہوں۔ اب میں اس مسئلہ پر اس سے زیادہ کہنا نہیں چاہتا۔

مگر ابھی بہت کچھ کرنا ہے۔ میں جو کچھ دیکھتا ہوں اس بنا پر مجھے یقین ہے کہ اب مسلم ہندوستان بیدار ہے۔ ہوش میں ہے اور اب مسلم لیگ ایک ایسی طاقتور تنظیم ہو گئی ہے کہ اسے خواہ وہ کوئی ہو مٹا نہیں سکتا۔ لوگ آئیں۔ لوگ جائیں۔ لیکن مسلم لیگ ہمیشہ زندہ رہے گی۔

اب سنئے کہ اعلان جنگ کے بعد ہماری کیا حالت تھی۔ ہمارے ایک طرف گہرا سمندر تھا اور

دوسری طرف عفریت خونخوار۔ مگر میرا خیال ہے کہ یہ دونوں ہمارا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔ اب بہر حال ہماری حالت یہ ہے کہ ہم غیر مبہم طور پر ہندوستان کی آزادی کے درپے ہیں۔ لیکن وہ تمام ہندوستان کی آزادی ہونی چاہئے کسی ایک عنصر کی نہیں۔ اور اس سے بھی بدتر یہ نہیں کہ صرف کانگریس کی ایک ٹولی آزاد ہو۔ مسلمان اور دوسری اقلیتیں غلام بنیں۔

اپنی اس حیثیت کے اعتبار سے جو ہندوستان میں ہمیں حاصل ہے فطرتاً ماضی کے متعلق ہمارے تجربات ہیں اور بالخصوص یہ تجربات جو کانگریسی صوبوں میں ڈھائی سال کے اندر صوبہ جاتی دستور کے عمل کے سلسلہ میں ہوئے ہیں۔ ہم نے ان سے بہت سے سبق لئے ہیں۔ اس لئے ہم بہت بدگمان ہیں اور کسی پر بھروسہ نہیں کر سکتے۔ میرے خیال میں یہ عاقلانہ اصول ہے کہ کسی پر زیادہ اعتماد نہ کیا جائے بعض اوقات ہم اس پر مائل ہوتے ہیں کہ لوگوں پر اعتماد کریں۔ مگر جب واقعی یہ تجربہ میں آجاتا ہے کہ ہمارا اعتماد توڑا گیا۔ تو پھر آدمی کیلئے یہ ایک سبق ہونا چاہئے کہ جس نے اعتماد توڑا ہے اس پر آئندہ اعتماد نہ کرے۔

خواتین و حضرات! یہ بات ہمارے ذہن میں کبھی نہ آئی تھی کہ کانگریس ہائی کمانڈ یہ کرے گی جو واقعی اس نے ان صوبوں میں کیا جہاں کانگریس کی حکومتیں تھیں۔ میرے تصور میں بھی نہیں آتا تھا کہ کانگریس پستی کی اس سطح تک گرے گی۔ میں یہ کبھی باور نہیں کر سکتا کہ کانگریس اور گورنمنٹ کے درمیان یہ جنٹلمین اگریمنٹ ہو گا۔ ہم گلے پھاڑ پھاڑ کر فریاد کرتے کرتے تھک جائیں گے اور گورنر بت بیٹھے رہیں گے' اور وائسرائے لاچار۔ ہم نے ان کو ان کی وہ خاص ذمہ داریاں یاد دلائیں جو ہمارے اور دوسری اقلیتوں کے تحفظ کے متعلق ان پر عائد ہیں۔ اور وہ وعدے یاد دلائے جو انہوں نے ہم سے کئے تھے۔ مگر یہ سب دفتر منسوخ ہو کر رہ گئے۔ خوش نصیبی سے خدا نے ہماری مدد کی اور جنٹلمین اگریمنٹ پارہ پارہ ہو گیا اور خدا کا شکر ہے کہ کانگریس اقتدار سے محروم ہو گئی۔ میرا خیال ہے کہ اب کانگریس والے اپنے استعفوں پر بہت پچھتا رہے ہیں۔ ان کی دھمکی بے اثر ثابت ہوئی۔ یہ بہت اچھا ہے۔ اب میں دلی جوش کے ساتھ آپ سے اپیل کرتا ہوں کہ آپ اپنی اس طرح تنظیم کریں کہ آپ کو سوائے اپنی طاقت کے اور کسی پر بھروسہ کرنے کی ضرورت نہ رہے۔ بس اپنے اوپر بھروسہ کیجئے۔ اس کا مقصد یہ نہیں ہے کہ دوسروں کی طرف سے ہم اپنے دل میں برائی رکھیں یا ان سے ناراض رہیں۔ بلکہ اپنے حقوق کے تحفظ کیلئے آپ کو اپنے اندر وہ طاقت پیدا کرنی چاہئے جس کے ذریعہ آپ حملوں اور دست درازیوں کے مقابلہ میں اپنی مدافعت کر سکیں۔ بس یہ ایک بات ہے جو میں آپ کو اچھی طرح جتانا چاہتا ہوں۔

آئندہ دستور اور مسلمان

اب آئندہ دستور حکومت کے معاملہ میں ہماری حیثیت کیا ہے؟ وہ یہ ہے کہ جس وقت حالات

اجازت دیں یا زیادہ سے زیادہ جنگ ختم ہونے کے فوراً بعد ہندوستان کے آئندہ دستور کے مسئلہ کی نئے سرے سے جانچ کی جائے اور گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء ہمیشہ کیلئے ختم ہو جائے گا۔ ہم حکومت برطانیہ سے اعلانات کرنے کیلئے کہنا نہیں چاہتے۔ یہ اعلانات فی الحقیقت کسی کام کے نہیں ہوتے۔ اس کا کوئی امکان نہیں ہے کہ آپ صرف اعلانات کی درخواستیں کر کے حکومت برطانیہ کو ہندوستان سے نکالنے میں کامیاب ہو جائیں۔ وائسرائے نے کہا "میں نے اعلان کر دیا" ۔ کانگریس نے کہا۔ نہیں ہم اور طرح کا اعلان چاہتے ہیں۔ تمہیں اب فوراً یہ اعلان کرنا چاہئے کہ ہندوستان آزاد اور خود مختار ہے اور اس کو یہ حق حاصل ہے کہ ایسی کانسٹی ٹیونٹ اسمبلی کے ذریعہ اپنا دستور مرتب کرے جو ہر بالغ کے ووٹ کے اصول پر وسیع ترین حق رائے پر منتخب کی گئی ہو۔ اس اسمبلی سے اقلیتیں اپنے جائز مطالبات کی وجہ سے آپ سے آپ مطمئن ہو جائیں گے۔ مسٹر گاندھی نے کہا کہ اگر اقلیتیں مطمئن نہ ہوئیں تو وہ اس پر راضی ہو جائیں گے کہ بہترین قسم کی اور غیر جانبدارانہ ثالثی عدالت کے سامنے معاملہ پیش کر دیا جائے تاکہ اس جھگڑے کا تصفیہ ہو جائے۔ اب اس سے قطع نظر کہ یہ تاریخی اور آئینی طور پر لغو ہے کہ حاکم وقت سے یہ کہا جائے کہ وہ دستور ساز اسمبلی کے حق میں حکومت کے اختیار سے دستبردار ہو جائے۔ فرض کیجئے کہ ہم اس اصول رائے دہندگی سے اختلاف کریں۔ جس پر دستور ساز اسمبلی منتخب ہونے والی ہے' یا فرض کیجئے کہ ہم تمام مسلم نمائندوں کی مجموعی جمعیت دستور ساز اسمبلی کی ہندو اکثریت سے اتفاق رائے نہ کرے تب کیا ہو گا؟ یہ کہا گیا ہے کہ سوائے ان معاملات کے جن کا تعلق اقلیتوں کے تحفظات سے ہے۔ تمہیں کسی اور کے معاملہ میں بولنے کا حق نہیں ہے۔ اس عظیم درجہ دوم کیلئے دستور ساز اسمبلی کیسا ہی دستور مرتب کر دے۔ تمہیں اس سے کوئی سروکار نہیں۔ گویا ہمیں اس طرح صرف یہ رعایتی حق دیا گیا ہے کہ صرف ان معاملات میں جو محض اقلیتوں کے حقوق اور مفاد کے متعلق ہیں' اختلاف کر سکتے ہیں ہمیں یہ رعایتی حق بھی دیا گیا ہے کہ ہم اپنے نمائندے بطریق انتخاب جداگانہ منتخب کر کے بھیجیں۔ یہ تجویز اس مفروضہ پر مبنی ہے کہ جیسے ہی آئین نافذ العمل ہو گا برطانیہ کا ہاتھ مفقود ہو جائے گا۔ ورنہ دوسری صورت میں اس کے کوئی معنی ہی نہیں ہیں۔ بیشک مسٹر گاندھی یہ فرماتے ہیں کہ آئین یہ فیصلہ کرے گا کہ برطانیہ کا ہاتھ رہے یا نہ رہے۔ اور کسی حد تک دوسرے الفاظ میں انکی تجویز کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ پہلے مجھے یہ یقین دلاؤ کہ ہم آزاد اور خود مختار قوم ہیں۔ پھر ہم یہ فیصلہ کریں گے کہ تمہیں اس میں سے کیا واپس کر دیں۔ جب مسٹر گاندھی اس طرح کی باتیں کر رہے ہیں تو یہ کیسے سمجھا جائے کہ وہ واقعی ہندوستان کیلئے کامل آزادی چاہتے ہیں۔ لیکن انگریز یہاں سے جائیں یا نہ جائیں' یہ نتیجہ تو صاف ہے کہ ہندوستان کے باشندوں کی طرف بہت وسیع اختیارات منتقل کر دیئے جائیں گے۔ اول یہ کہ اگر دستور ساز اسمبلی کی اکثریت اور مسلمانوں کے درمیان اختلاف ہوا تو ثالثی عدالت کون مقرر کرے گا؟ اور فرض کیجئے کہ ایک متفقہ ثالثی عدالت مقرر ہو بھی گئی 'اس نے اپنا فیصلہ دے بھی دیا۔ کیا میں جان

سکتاہوں کہ اس وقت یہاں وہ کون ہو گا جو اس فیصلہ کی تعمیل کرے گا اور اس کی شرائط پوری کرائے گا؟ اور جیسا کہ ہم سے کہا جارہا ہے کہ برطانوی تو اپنا کُل یا زیادہ سے زیادہ اختیار ہندوستانیوں کے حوالے کر ہی چکیں گے۔ اس صورت میں اس فیصلہ کا احترام کرنے والا کون ہو گا۔ اور پھر اس فیصلہ کی پشت پر وہ کون سی طاقت ہوگی جو اسے نافذ کرے گی؟ ہم پھر اسی جواب پر واپس آتے ہیں کہ "ہندو اکثریت کرائے گی"۔ مگر وہ کس طاقت کے زور سے' برطانوی سنگینوں کے یا گاندھی جی کی اہنسا کے؟ کیا ہم ان پر ابھی اور اعتماد کر سکتے ہیں؟

خواتین و حضرات! اس سے قطع نظر کیا یہ بات آپ کے تصور میں آتی ہے کہ معاہدہ عمرانی کا اس قدر اہم معاملہ جس پر ۹ کروڑ مسلمانوں کے مستقبل کا مدار ہے' دیوانی عدالت کے ذریعہ سے طے ہو سکتا ہے؟ مگر پھر بھی کانگریس کی یہ تجویز ہے۔

کانگریسی لیڈر کیا کہتے ہیں

اس سے قبل کہ میں اس پر بحث کروں جو مسٹر گاندھی نے چند ہی روز قبل کہا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ کانگریس کے ان دوسرے لیڈروں کے اقوال کے متعلق کہہ دوں جو سب بالکل مختلف آوازوں میں بولتے ہیں۔ مسٹر راج گوپال اچاریہ سابق وزیر اعظم مدراس کہتے ہیں کہ ہندو مسلم اتحاد کا واحد ذریعہ مخلوط طریق انتخاب ہے۔ یہ نسخہ گویا ان کا تجویز کردہ ہے جو کانگریس میں کانسٹی ٹیوشن کے بڑے ڈاکٹر ہیں (قہقہہ) بابو راجندر پرشاد نے ابھی چند روز ہوئے فرمایا ہے کہ "یہ مسلمان آخر اس سے زیادہ اور چاہتے کیا ہیں"؟ میں آپکو خود ان ہی کے الفاظ سناتا ہوں۔ اقلیت کے مسئلہ کے متعلق فرماتے ہیں!

"اگر برطانیہ ہمارا حق خود اختیاری دے دے تو یہ تمام اختلافات مٹ جائیں"۔ ہمارا اختلاف کیسے مٹ جائے گا۔ یہ انہوں نے کچھ نہیں بتایا۔

وہ پھر فرماتے ہیں!

"لیکن جب تک برطانیہ موجود ہے اور اختیار رکھتی ہے۔ یہ اختلافات قائم رہیں گے۔ کانگریس نے یہ واضح کر دیا کہ آئندہ دستور خود کانگریس ہی نہیں بنائے گی۔ بلکہ تمام پارٹیوں اور مذہبی گروہوں کے نمائندے بنائیں گے۔ کانگریس اس سے بھی اور آگے بڑھی اور اگرچہ کانگریس انتخاب جداگانہ کو ایک برائی تصور کرتی ہے۔ اس نے یہاں تک کہہ دیا کہ اقلیتیں اپنے نمائندے بطریق انتخاب جداگانہ منتخب کریں۔ یہ جو فیصلہ کرنے والے ہوں گے۔ بلا تخصیص و استثناء ہر مذہب و ملت و سیاسی پارٹی کے نمائندے ہوں گے"۔

پس بابو راجندر پرشاد کے قول کے مطابق "جیسے ہی ہم اس اسمبلی میں داخل ہوں گے۔ یکبارگی ہماری سیاسی' مذہبی اور ہر طرح کی تفریقیں مٹ جائیں گے۔ ہم وہاں بیٹھ کر صرف ہندوستان کے مستقبل

کافیصلہ کر رہے ہوں اور باتوں کا نہیں، اقلیتوں کو اس سے بہتر اور کیا ضمانت مل سکتی ہے"۔
یہ وہ اعلان ہے جو ۱۸ مارچ ۱۹۴۰ء کو بابو راجندر پرشاد نے فرمایا۔

دستور ساز اسمبلی کے لئے لڑائی مسلمانوں سی لڑائی ہے

اب وہ سنئے جو ۲۰ مارچ کو مسٹر گاندھی فرماتے ہیں۔
"میرے لئے ہندو، مسلمان، پارسی، ہریجن سب یکساں ہیں۔ میں اوچھا نہیں ہو سکتا"۔ مگر میرا خیال ہے کہ وہ اوچھے ہیں۔ "جب میں قائد اعظم جناحؒ کے متعلق گفتگو کرتا ہوں۔ تو میں اس وقت اوچھا بن نہیں سکتا۔ وہ میرے بھائی ہیں"۔ صرف ایک ہی فرق ہے کہ بھائی گاندھی کے پاس تین ووٹ ہیں اور میرے پاس صرف ایک (قہقہہ) مسٹر گاندھی آگے فرماتے ہیں "مجھے واقعی مسرت ہو اگر وہ مجھے اپنی جیب میں رکھ سکیں"۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ان کی اس نئی فرمائش کے متعلق کیا کہئے۔
پھر فرماتے ہیں۔ "ایک زمانہ تھا جب کوئی ایسا مسلمان نہ تھا جس کا مجھے اعتماد حاصل نہ ہو۔ یہ میری بدنصیبی ہے کہ اب یہ بات نہیں ہے"۔
خواتین و حضرات! کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ انہوں نے یہ اعتماد کیوں کھو دیا۔
پھر مسٹر گاندھی لکھتے ہیں۔ "اردو اخبارات میں جو کچھ شائع ہوتا ہے۔ وہ میں سب نہیں پڑھتا۔ لیکن شاید ان میں مجھ پر بہت گالیاں پڑتی ہیں۔ مجھے اس پر افسوس نہیں ہے۔ مجھے اب بھی یقین ہے کہ بغیر مسلم ہندو اتحاد کے سوراجیہ نہیں مل سکتا"۔
مسٹر گاندھی گزشتہ بیس برس سے یہی کہہ رہے ہیں۔ اور آگے چل کر مسٹر گاندھی فرماتے ہیں۔
"آپ شاید مجھ سے پوچھیں گے کہ پھر اس حالت میں جنگ کی گفتگو کیوں کرتا ہوں۔ میں یہ گفتگو اس لئے کرتا ہوں کہ یہ جنگ دستور ساز اسمبلی کے لئے ہوگی"۔
مسٹر گاندھی انگریزوں سے لڑ رہے ہیں۔ مگر میں مسٹر گاندھی اور کانگریس کو بتاؤں کہ وہ اس دستور ساز اسمبلی کے لئے لڑ رہے ہیں۔ جس کے متعلق مسلمان کہتے ہیں کہ ہم کو قبول نہیں کہ وہاں ہم تین کے مقابلہ میں صرف ایک ہونگے۔ اور جس کے متعلق مسلمان کہتے ہیں کہ اس مین سر گننے کے طریقہ پر ہم اس قابل نہ ہو سکیں گے کہ ایسا سمجھوتہ کریں جو دل سے ہو اور جس سے ہمیں دوستانہ طریقہ پر مل کر کام کرنے کا موقعہ ملے۔ لہٰذا دوسرے اعتراضات سے قطع نظر دستور ساز اسمبلی کا خیال اس وجہ سے بھی قابل اعتراض ہے۔ لیکن پھر بھی مسٹر گاندھی دستور ساز اسمبلی ہی کے لئے لڑ رہے ہیں۔ مسلمانوں سے ہرگز نہیں۔
مسٹر گاندھی فرماتے ہیں۔ "میں یہ اس وجہ سے کر رہا ہوں کہ یہ لڑائی دستور ساز اسمبلی کے لئے

ہوگی۔ وہ مسلمان جو دستور ساز اسمبلی میں آئیں گے" ۔ ذرا الفاظ پر توجہ کیجئے۔ "وہ مسلمان جو کانسٹی ٹونیٹ اسمبلی میں مسلم ووٹوں سے آئیں گے" ۔ مسٹر گاندھی ہمیں دستور ساز اسمبلی میں آنے پر مجبور کر رہے ہیں۔ وہ کہتے ہیں "اگر یہ اعلان کر دیں کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان کوئی چیز مشترک نہیں ہے۔ اس وقت میں تمام امیدوں سے ہاتھ اٹھالوں گا۔ لیکن میں ان سے اس وقت بھی اتفاق کرونگا۔ کیونکہ وہ قرآن پڑھتے ہیں اور میں نے بھی اس کتاب کا کچھ مطالعہ کیا ہے" ۔ (قہقہہ) ۔

پس مسٹر گاندھی مسلمانوں کی رائے معلوم کرنے کے لئے دستور ساز اسمبلی چاہتے ہیں۔ اور جب اس وقت مسلمان اتفاق رائے نہ کریں گے تب مسٹر گاندھی تمام امیدیں توڑ دیں گے۔ لیکن اس وقت بھی وہ ہم سے اتفاق کرلیں گے۔ (قہقہہ)

کانگریس ہندو انجمن ہے اور مسٹر گاندھی اس کے نمائندے

خواتین حضرات! میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اگر مسٹر گاندھی کے دل میں مسلمانوں سے سمجھوتہ کرنے کی خواہش ہے بھی تو کیا اس کے اظہار کا یہ طریقہ ہے؟۔ (آوازیں "نہیں۔ نہیں") مسٹر گاندھی کیوں نہیں متفق ہو جاتے۔ میں نے ان سے بارہا کہا ہے اور اب اس پلیٹ فارم سے پھر کہتا ہوں کہ مسٹر گاندھی کیوں نہیں ایمانداری کے ساتھ تسلیم کر لیتے کہ کانگریس ایک ہندو تنظیم ہے۔ اور وہ (مسٹر گاندھی) سوائے ہندوؤں کی ٹھوس جماعت کے اور کسی کی نیابت نہیں کرتے۔ مسٹر گاندھی اس پر نازاں کیوں نہیں ہیں۔ اور کیوں نہیں کہتے کہ "میں ہندو ہوں اور کانگریس کو ہندو قوم کی ٹھوس تائید حاصل ہے؟" میں تو یہ کہنے میں ذرا بھی نہیں شرماتا میں مسلمان ہوں (پرجوش نعرے اور تالیاں) ۔ میں صحیح کہتا ہوں اور مجھے امید ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اب تو وہ بھی جو بالکل اندھا ہے اس کا قائل ہو گیا ہے کہ مسلم لیگ کو تمام مسلمانانِ ہند کی ٹھوس تائید حاصل ہے (نعرے اور تالیاں) ۔ پھر یہ فریب کاریاں کیوں؟ یہ سازشیں کیوں؟ یہ برطانویوں کو مجبور کر کے مسلمانوں پر غلبہ حاصل کرنے کی کوشش کیوں؟ یہ عدم تعاون کا اعلان کیوں؟ یہ سول نافرمانی کی دھمکیاں کیوں؟ اور یہ دستور ساز اسمبلی کے لئے اس غرض سے جنگ کیوں؟ کہ مسلمانوں کی رائے عامہ معلوم کی جائے کہ آیا وہ رضامند ہوتے ہیں یا نہیں؟۔ مسٹر گاندھی اپنی قوم کے نمائندے کی حیثیت سے اس پر نازاں کیوں نہ ہوں۔ اور میں اس پر نازاں ہوں کہ مسلمانوں کا نمائندہ ہوں (نعرے اور تالیاں) ۔ کانگریس کے متعلق مجھے جو کچھ کہنا تھا وہ یہ ہے۔

جہاں تک حکومت برطانیہ کا تعلق ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ اس سے ہماری گفت و شنید ابھی ختم نہیں ہوئی ہے۔ ہم نے بعض معاملات کے متعلق اس سے یہ چاہا تھا کہ وہ ہمیں اطمینان دلادے۔ کم

سے کم ایک معاملہ کے متعلق ہم نے کچھ ترقی کی ہے اور وہ یہ ہے۔ آپ کو یاد ہو گا ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء کو نظر انداز کر کے ہندوستان کے آئندہ آئین حکومت کے مسئلہ کی از سر نو جانچ کی جائے۔ اس کے متعلق ملک معظم کی گورنمنٹ کی سند کے ساتھ وائسرائے کا جواب یہ ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اپنے الفاظ میں نہیں بلکہ میں انہی کے الفاظ میں اس کو نقل کر دوں۔ ان کا وہ جواب جو ہمیں ۲۳ دسمبر کو موصول ہوا یہ ہے۔ "آپ کے سوال پر میرا جواب یہ ہے کہ میں نے ملک معظم کی منظوری سے ۱۹ اکتوبر کو جو اعلان کیا تھا اس سے" ذرا الفاظ کو ملحوظ رکھئے "قانون ۱۹۳۵ء کے کسی جزو یا اس کی پالیسی اور خاکہ کی جس پر وہ مبنی نہیں۔ جانچ کرنا خارج نہیں ہے۔ (تالیاں)

اہم معاملات

دوسرے معاملات کے متعلق ہم ابھی گفت و شنید کر رہے ہیں اہم معاملات یہ ہیں۔

(۱) ہندوستان کے آئندہ دستور کے متعلق ہماری منظوری اور رضامندی کے بغیر ملک معظم کی گورنمنٹ کوئی اعلان نہ کرے (تالیاں)۔ اور ہماری پیٹھ پیچھے کسی مسئلہ کے متعلق کسی فریق سے سمجھوتہ نہ کیا جائے۔ (تالیاں)۔ جب تک اس کے متعلق ہم اپنی رضامندی اور منظوری نہ دے دیں۔

خواتین و حضرات! اب حکومت برطانیہ اپنی عقل کی روشنی میں ہمیں اس معاملہ میں یقین دلائے یا نہ دلائے لیکن مجھے اعتماد ہے کہ یہ ان کو نظر آئے گا کہ ہمارا یہ مطالبہ منصفانہ ہے۔ اور ہمارا یہ قول حق پر مبنی ہے کہ ہم نو کروڑ مسلمانوں کے مستقبل اور قسمت کا فیصلہ کسی دوسرے جج پر نہیں چھوڑیں گے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہم اور صرف ہم اپنے آخری جج ہوں یقیناً یہ منصفانہ مطالبہ ہے۔ ہم یہ نہیں چاہتے کہ حکومت برطانیہ مسلمانوں پر وہ دستور حکومت مسلط کرے جس کو وہ منظور نہ کریں یا جس سے وہ اتفاق رائے نہ کریں لہٰذا حکومت برطانیہ کے لئے یہ اچھی طرح ہے کہ وہ اس معاملہ میں مسلمانوں کو یقین دلائے۔ انہیں اعتماد اور سکون دے اور ان کی دوستی حاصل کرے۔ لیکن وہ یہ کرے یا نہ کرے۔ میں آپ سے پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ آپ کو اپنی اندرونی طاقت پر اعتماد کرنا چاہئے۔ اور اس پلیٹ فارم سے اس بات کو واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ اگر مسلمانوں کی منظوری اور رضامندی کے بغیر کوئی اعلان کیا گیا یا کوئی عارضی سمجھوتہ کیا گیا تو ہندوستان کے مسلمان اس کی مخالفت کریں گے (تالیاں)۔ اور اس معاملہ میں کوئی غلطی نہیں ہونی چاہیئے۔

اس کے بعد فلسطین کا معاملہ تھا۔ ہم سے کہا گیا کہ عربوں کے قومی مطالبات پورے کرنے کے لئے کوششیں اور مخلصانہ کوششیں کی جا رہی ہیں بہت خوب' مگر ہم مخلصانہ کوششوں سے' پر جوش کوششوں سے اور بہترین کوششوں سے مطمئن نہیں ہو سکتے (قہقہے) ہم یہ چاہتے ہیں کہ حکومت برطانیہ حقیقت میں اور واقعی فلسطینی عربوں کے مطالبات پورے کرے (تالیاں) پھر افواج بھیجنے کا مسئلہ تھا۔

اس معاملہ میں کچھ غلط فہمی ہے۔ لیکن بہر حال ہمارا جو مقصد ہے وہ ہم نے صاف صاف بیان کر دیا ہے۔ یہ ہم کبھی نہیں چاہتے تھے کہ ہندوستان کی فوجوں کو خود اپنے ہی ملک کی حفاظت کے لئے پوری طرح استعمال نہ کیا جائے۔ اگر اس معاملہ میں کوئی غلط فہمی یا پریشانی ہے تو وہ غلط ہے ہمارے مطالبہ کے الفاظ ہی سے یہ ثابت ہے کہ اس قسم کی غلط فہمی حق بجانب نہیں ہے، ہم نے اس معاملہ میں جو کچھ چاہا ہے۔ وہ یہ ہے کہ حکومت برطانیہ ہمیں یقین دلائے کہ ہندوستانی فوجیں کسی مسلم ملک یا مسلم حکومت کے خلاف نہیں بھیجی جائیں گی۔ (نعرے اور تالیاں) ہمیں یہ امید کرنی چاہئے کہ ہم اب بھی حکومت برطانیہ سے ان معاملات کی مزید وضاحت کرا سکیں گے۔

اب حکوت برطانیہ کے متعلق صورت حالات یوں ہے۔ ورکنگ کمیٹی کے گزشتہ اجلاس نے وائسرائے سے یہ درخواست کی تھی کہ وہ اپنے ۲۳ دسمبر کے خط پر نظر ثانی فرمائیں اور اس کو ملحوظ رکھ کر جو ورکنگ کمیٹی کے ریزولیوشن مورخہ ۲ر فروری کے تحت ان کو واضح کیا گیا ہے ہمیں اطلاع دی گئی کہ وائسرائے اس معاملہ پر توجہ کے ساتھ غور فرما رہے ہیں۔

خواتین و حضرات! جنگ کے بعد ۳ر فروری تک ہم اس مقام پر ہیں۔

مسلمان ایک قوم ہیں

اب رہی ہماری داخلی حالت، ہم اس کا بھی معائنہ اور جانچ کر رہے ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ بہت سی سکیمیں ہیں جو ہمیں باخبر لوگوں نے اور ایسے حضرات نے بھیجی ہیں جو ہندوستان اور اس کے مستقبل سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ اور ہم نے بھی ان سکیموں کی تفصیلات کی جانچ کرنے کے لئے جواب تک موصول ہوئی ہیں ایک سب کمیٹی مقرر کی ہے لیکن بات بالکل صاف ہے۔ غلطی سے یہ بات مسلمہ سمجھی گئی ہے کہ مسلمان اقلیت میں ہیں، اور ہم اس کو سننے کے اتنے عرصہ سے عادی ہوگئے ہیں کہ ان قائم شدہ توہمات کو دور کرنا مشکل ہوگیا ہے۔ مسلمان اقلیت نہیں ہیں۔ مسلمان ایک قوم ہیں اور اس تعریف کے مطابق جس کی بنا پر برطانوی حکومت بالخصوص کانگریس یہ کہتی ہے کہ "اچھا! آپ بہر حال اقلیت ہیں۔ آپ اب چاہتے کیا ہیں"۔ اور جیسا کہ بابو راجندر پرشاد کہتے ہیں۔ "اس کے علاوہ اقلیتیں اور چاہتی کیا ہیں"۔ لیکن مسلمان یقیناً اقلیت نہیں ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ہندوستان کے برطانوی نقشہ کے مطابق بھی ہم ہندوستان کے ایسے بڑے حصہ پر قابض ہیں جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ مثلاً بنگال، پنجاب، صوبہ سرحد، سندھ اور بلوچستان اب سوال یہ ہے کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان اس مسئلہ کا بہترین حل کیا ہے؟ یہ ہم سوچ رہے ہیں اور جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا مختلف تجاویز پر غور کرنے کے لئے ایک کمیٹی مقرر کر دی گئی ہے۔ لیکن دستور کی آخری سکیم کچھ ہی ہو۔ میں آپ کے سامنے اپنے خیالات پیش کر دوں گا اور اس کی تصدیق میں آپ کو لالہ لاجپت رائے کا ایک خط پڑھ کر سناؤں گا۔ جو انہوں

نے مسٹر سی۔ آر۔ داس کو لکھا تھا۔ مجھے یقین ہے کہ یہ اب سے بارہ یا پندرہ سال قبل لکھا گیا تھا۔ اور اب اس کو کسی شخص مسمّی اندر پرکاش نے شائع کیا ہے۔ اس طرح یہ خط پھر روشنی میں آیا ہے۔ جو نہایت ہوشیار ماہر سیاست اور پکے مہا سبھائی لالہ لاجپت رائے نے لکھا ہے۔ لیکن اس سے قبل کہ میں آپ کو یہ خط پڑھ کر سناؤں۔ اس سے یہ واضح ہے کہ اگر تم ہندو ہو تو ہندو ہونے سے بچ نہیں سکتے (قہقہے)۔ لفظ قوم بازیگران سیاست کے ہاتھ میں ایک کھلونا بن گیا ہے۔ اب سنئے وہ فرماتے ہیں۔

لالہ لاجپت رائے کا خط

ایک مسئلہ اور ہے، جو مجھے عرصہ سے بہت پریشان کر رہا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ آپ بھی اس پر اچھی طرح غور کریں۔ یہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے اتحاد کا مسئلہ ہے۔ گزشتہ چھ ماہ کے اندر میں نے اپنا بیشتر وقت مسلمانوں کی تاریخ اور مسلم قانون کے مطالعہ میں صرف کیا ہے اور اب میں یہ سوچنے کی طرف مائل ہوں کہ یہ ناممکن ہے اور ناقابل عمل بھی۔ تحریک عدم تعاون میں مسلمان لیڈروں کے اخلاص کو مان کر اور تسلیم کر کے بھی میرا خیال ہے کہ کسی اس قسم کی چیز (اتحاد) میں ان کا مذہب مانع ہے۔

آپ کو وہ گفتگو بھی یاد ہوگی جو مجھ سے اور حکیم اجمل خان اور ڈاکٹر کچلو سے ہوئی تھی۔ جس کا میں نے آپ سے کلکتہ میں ذکر کیا تھا۔ حکیم اجمل خان سے بہتر اور ستھرا مسلمان ہندوستان میں کوئی دوسرا موجود نہیں ہے۔ لیکن کیا کوئی مسلمان لیڈر قرآن کے خلاف عمل کر سکتا ہے؟ میں صرف یہ امید ہی کر سکتا ہوں کہ اسلامی قانون کا میرا جو مطالعہ ہے وہ غلط ہو"۔

میرا خیال ہے کہ انکا مطالعہ بالکل صحیح تھا (قہقہے)۔

خط کا مضمون، "مجھے اس سے زیادہ کوئی چیز باعث راحت نہیں ہوگی کہ وہ ایسا ہے۔ لیکن اگر میرا مطالعہ صحیح ہے تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ اگرچہ ہم برطانویوں کے خلاف متحد ہو سکتے ہیں۔ لیکن برطانوی طرز کے مطابق ہندوستان پر حکومت کرنے کے لئے ہم متحد نہیں ہو سکتے۔ ہندوستان میں جمہوری طرز پر حکومت کرنے کے لئے ہم ایسا نہیں کر سکتے"۔

خواتین و حضرات! جب لالہ لاجپت رائے نے یہ کہا کہ ہندوستان میں جمہوری طرز کی حکومت نہیں کر سکتے تو وہ ٹھیک تھا۔ جب ۱۸ ماہ ہوئے میں نے یہی بات کہنے کی جسارت کی تو میرے اوپر نکتہ چینیوں اور حملوں کی بوچھاڑ ہونے لگی مگر لالہ لاجپت رائے نے پندرہ برس قبل کہا کہ ہم ایسا نہیں کر سکتے۔ یعنی ہم ہندوستان میں جمہوری طرز پر حکومت نہیں کر سکتے۔ اب اس کا علاج کیا ہے؟ کانگریس کے نزدیک اس کا علاج یہ ہے کہ ہم کو اقلیت میں اور اکثریت کی حکومت کے ماتحت رکھے لالہ لاجپت رائے اس سے آگے فرماتے ہیں۔ "پھر اس کا علاج کیا ہے؟"

خط کا مضمون،" میں سات کروڑ مسلمانوں سے نہیں ڈرتا۔ لیکن ہندوستان کے مسلمان اور ان کے

ساتھ افغانستان، وسطی ایشیا عرب، عراق، ٹرکی کے مسلح دل بادل ناقابل مدافعت ہیں (قہقہے) میں اخلاص سے ہندو مسلم اتحاد پر عقیدہ رکھتا ہوں۔ میں مسلمان لیڈروں پر بھی پورا اعتماد کرنے کے لئے تیار ہوں۔ لیکن قرآن اور حدیث کے فرمان کا کیا علاج ہے؟ لیڈران سے سرتابی نہیں کر سکتے۔ تو پھر کیا ہماری قسمت پر مہر لگ گئی۔ مجھے امید ہے کہ آپ کا ذی علم اور ذی شعور دماغ اس دشواری کا کوئی حل نکالے گا۔

مسلمان اور ہندو ایک حکومت کے ماتحت نہیں رہ سکتے

خواتین و حضرات! یہ تو محض ایک خط تھا جو ایک بڑے ہندو لیڈر نے دوسرے بڑے ہندو لیڈر کو اب سے پندرہ برس قبل لکھا تھا۔ اب ان تمام باتوں کو پیش نظر رکھ کر جو مجھے محسوس ہو رہا ہے۔ اس کے مطابق اپنے خیالات آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ کئی قرن سے برطانوی گورنمنٹ اور پارلیمنٹ اور ان سے بھی زیادہ برطانوی قوم ہندوستان کے مستقبل کے متعلق ان معین خیالات کے ساتھ پرورش پا رہی ہے جو ان سرگرمیوں پر مبنی ہیں جو خود ان کے ملک میں جاری رہی ہیں اور جن سے یہ برطانوی دستور بنا ہے، جو اس وقت ایوان ہائے پارلیمنٹ اور وزارت کے طرز کے ذریعہ عمل کر رہا ہے۔ ان پارٹیوں کا تخیل جو سیاسی خاکوں کے مطابق عمل کرتا ہے۔ ان کے لئے ایک آئیڈیل (مثال) بن گیا ہے جس کو وہ ہر ملک کے لئے بہترین طرز حکومت تصور کرتے ہیں اور ایک طرف طاقتور پراپیگنڈے نے جو طبعاً برطانویوں پر اثر کرتا ہے ان کو ایک سخت غلطی میں مبتلا کر دیا جس سے یہ دستور حکومت پیدا ہوا۔ جس نے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء کی صورت اختیار کی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ برطانیہ عظمیٰ کے بڑے سے بڑے مدبر جن کا دماغ ان خیالات سے معمور ہے نہایت سنجیدگی کے ساتھ اپنے بیانات میں کہتے ہیں اور امید ظاہر کرتے ہیں کہ امتداد زمانہ سے ہندوستان کے متضاد عناصر موافق اور ہموار ہو جائیں گے۔

انگلستان کے ایک بہت بڑے اخبار" لندن ٹائمز "نے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء پر دوران تنقید میں کہا کہ "بلاشبہ ہندو اور مسلمانوں کے درمیان جو اختلاف ہے وہ محدود معنی میں صرف مذہب ہی کا نہیں بلکہ قانون اور کلچر کا بھی ہے اور اس درجہ تک ہے کہ یہ دونوں دو مختلف تہذیبیں ہیں۔ بہر کیف جیسے جیسے زمانہ گزرے گا یہ توہمات فنا ہوتے جائیں گے اور تمام ہندوستان ایک قوم کی صورت اختیار کر لے گا (گویا لندن ٹائمز کے خیال میں یہ تمام دشواریاں توہمات ہیں۔ ان بنیادی مذہبی، اقتصادی، کلچرل، معاشرتی اور سیاسی اختلافات کو جن کی جڑیں بہت ہی گہری ہیں۔ نرمی کے ساتھ توہمات کہہ کر ٹال دیا گیا۔ لیکن یقیناً یہ کہنا کہ یہ محض توہمات ہیں۔ برِاعظم ہندوستان کی گزشتہ تاریخ اور اسلامی اور ہندو سوسائٹی کے تصورات کو بری طرح نظر انداز کرنا ہے۔ وہ قومیں جو ایک ہزار برس یکجا رہیں اور جن کے درمیان تعلقات کے اعتبار سے قریب ترین اتصال رہا۔ اب تک ایسی ہی الگ الگ اور

دور ہیں جیسی ہمیشہ تھیں۔ وہ محض جمہوری دستور کے ماتحت آکر اور برطانوی پارلیمنٹری آئین کے ذریعہ غیر طبعی اور مصنوعی ذرائع سے زبردستی یکجا کر کے ایک قوم نہیں بن سکتیں۔ یہ بات ناقابل تصور نہیں ہے کہ یہ مختلف قومیں جو اس براعظم میں آباد ہیں کسی رضامندی اور وفاداری سے ایک گورنمنٹ کے احکام اور فرامین کی تعمیل کریں گی۔ سوائے اس حالت کے کہ ان کی پشت پر مسلح حکومت ہو۔

فرقہ وارانہ نہیں بین الاقوامی ہے

ہندوستان کا مسئلہ فرقہ وارانہ مسئلہ نہیں بلکہ بین الاقوامی ہے اور اس کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ بھی ہونا چاہئے جب تک یہ بنیادی حقیقت تسلیم نہ کی جائے گی۔ جو دستور بھی بنے گا وہ تباہی پر منتج ہو گا۔ تباہ کن اور مضر ثابت ہو گا۔ صرف مسلمانوں ہی کے لئے نہیں بلکہ برطانویوں اور ہندوؤں کے لئے بھی۔ اگر برطانوی حکومت واقعی اس براعظم ہندوستان کے باشندوں کے لئے اخلاص اور توجہ کے ساتھ امن اور خوشحالی چاہتی ہے تو ہم سب کے لئے اس کی ایک ہی تدبیر ہے۔ وہ یہ کہ ہندوستان کو خود اختیار قومی حکومتوں میں تقسیم کر کے بڑی قوموں کے لئے قومی وطن معین کر دیئے جائیں۔ اس کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ یہ دونوں قومیں آپس میں دشمنی رکھیں اس کے برخلاف ان کی رقابتیں اور ہر ایک کی طرف سے یہ طبعی خواہش اور کوشش رفع ہو جائیگی کہ دوسرے پر اجتماعی حیثیت میں اور گورنمنٹ کے اندر سیاسی حیثیت میں غلبہ حاصل کرے۔ بین الاقوامی معاہدوں کے ذریعہ وہ طبعی رضامندی کی طرف مائل ہونگی اور اپنے ہمسائیوں کے ساتھ پورے پورے امن کے ساتھ رہ سکیں گی۔ مزید یہ کہ اس سے اقلیتوں کے معاملہ میں باہمی انتظام اور دوستانہ رضا و تفہیم کے ذریعہ ہندو ہندوستان اور مسلم ہندوستان کے درمیان دوستانہ سمجھوتہ کی طرف رہنمائی ہوگی۔ اس سے مسلمانوں اور دوسری اقلیتوں کے حقوق و مفاد کا زیادہ موثر اور بہتر طریقہ پر تحفظ ہو جائے گا۔

اسلام اور ہندویت

یہ جاننا بہت ہی مشکل معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے ہندو دوست اسلام اور ہندویت کی اصل حقیقت سمجھنے سے عاری کیوں ہیں۔ یہ لفظ مذاہب کے حقیقی معنی میں مذہب نہیں ہیں۔ بلکہ واقعی دو مختلف معاشرتی اور عمرانی نظام ہیں۔ یہ محض ایک خواب ہے کہ ہندو اور مسلمان کبھی ایک قوم بنیں گے۔ ہندوستانی قوم کے متعلق یہ غلط فہمی اب حد سے گزر گئی ہے۔ یہی ہماری بہت سی دشواریوں اور تکلیفوں کا باعث ہے۔ اور اگر ہم جلد ان خیالات پر نظر ثانی کرنے میں کامیاب نہ ہوئے تو ہندوستان کو بربادی کی طرف لے جائے گی۔ ہندو اور مسلمانوں کا دو مختلف مذہبی حلقوں، معاشرتی رسموں اور ادبیات سے تعلق ہے۔ نہ وہ آپس میں بیاہ شادیاں کرتے ہیں، نہ ساتھ کھاتے ہیں، درحقیقت ان کی دو مختلف تہذیبیں ہیں جو دو بڑے

اصولوں کے اعتبار سے متضاد خیالات اور افکار پر مبنی ہیں۔ یہ بالکل صاف بات ہے کہ ہندو اور مسلمان دو مختلف تاریخی ذرائع سے افکار، جذبات اور تمنائیں حاصل کرتے ہیں۔ ان کے کارنامے مختلف ہیں۔ انکے حوادث مختلف ہیں اوران کے ہیرو (بڑے آدمی جو قوم میں ممدوح کی حیثیت اختیار کریں) مختلف ہیں۔ اکثرایک کا ہیرو دوسرے کا دشمن ہے۔ اور ایک کی فتح دوسرے کی شکست ہے۔ ایسی دو قوموں کو ایک حکومت کے جوئے میں جوتنا، ایک کو اقلیت کی حیثیت سے اور دوسری کو اکثریت کی حیثیت سے یقیناً بڑھتی ہوئی بے چینی کی طرف لے جائیگا۔ اور ایسی گورنمنٹ کے لئے جو نظام بھی بنایا جائے گا وہ اس سے تباہ ہو جائے گا۔

تاریخی مثالیں

تاریخ نے ہمارے سامنے اس کی بہت سی مثالیں پیش کی دی ہیں۔ جیسے برطانیہ عظمیٰ اور آئرلینڈ چیکوسلاویکیا اور پولینڈ۔ تاریخ نے ہمارے سامنے ایسے بہت سے جغرافیائی علاقے بھی پیش کر دیئے ہیں جو ایک ملک ہو سکتے تھے لیکن ان میں جتنی قومیں آباد ہیں اتنی ہی ان میں حکومتیں قائم کی گئی ہیں۔ جزیرہ نمائے بلقان میں سات یا آٹھ خود مختار حکومتیں ہیں۔ جزیرہ نمائے آئی بیریا میں سپین اور پرتگال الگ الگ حکومتیں ہیں اس کے مقابلہ میں وسیع ہندوستان کی وحدت ملکی اور وحدت قومی کا حیلہ پیش کر کے مرکزی حکومت قائم کرنے کی کوشش کی جارہی ہے حالانکہ صاف ظاہر ہے کہ ۱۲ سو برس کی تاریخ ہندوستان میں یہ اتحاد پیدا نہ کرسکی اور اس نے دیکھا کہ اس طویل زمانہ میں ہندو ہندوستان اور مسلم ہندوستان الگ الگ رہے ہے۔ ہندوستان کی موجودہ مصنوعی وحدت صرف برطانوی دور کی پیداوار ہے اور وہ بھی صرف برطانوی سنگینوں کے زور سے قائم رہی لیکن برطانوی حکومت کا اعلان جو ملک معظم کی حکومت کے حالیہ بیانات کی رو سے قطعی ہے بالکل علیحدگی اور ایسی بری قسم کی تباہی کا پیش خیمہ ہو گا جو ایک ہزار برس میں مسلم حکومت کے ماتحت کبھی نہیں ہوئی یقیناً یہ ورثہ ایسا نہیں جسے برطانیہ ڈیڑھ سو برس کی حکومت کے بعد ہندوستان کے لئے چھوڑے اور نہ ہندو مسلمان اتنے بڑے فتنہ کا خطرہ مول لینا گوارا کریں گے۔

ہندو راج

مسلم ہندوستان ہرگز ایسا دستور منظور نہیں کرے گا جو ہندو اکثریت کی حکومت پر منتج ہو۔ اسے جمہوری طرز حکومت میں ہندوؤں اور مسلمانوں کو یکجا کرنے کے معنی جو اقلیتوں پر زبردستی مسلط کیا گیا ہو۔ سوائے ہندو راج کے اور کچھ نہیں ہو سکتے یہ جمہوریت جس کے عشق میں کانگریس ہائی کمانڈ مبتلا ہے۔ ان سب چیزوں کی قطعی بربادی کے مرادف ہے۔ جو اسلام میں سب سے زیادہ بیش بہا ہیں۔ ہمیں گزشتہ ڈھائی سال کے اندر صوبجاتی خود اختیاری کا اچھی طرح تجربہ ہو چکا ہے۔ اور ایسی حکومت کا دوبارہ قیام یقیناً خانہ جنگی اور اس قسم کی نجی فوجوں کی بھرتی پر منتج ہو گا۔ جو مسٹر گاندھی نے سندھ کے ہندوؤں کے لئے

تجویز کی ہیں۔ یعنی انہوں نے یہ فرمایا تھا کہ ان کو چاہئے کہ بلا تشدد یا بہ تشدد اپنی حفاظت کریں۔ ضرب کے جواب میں ضرب لگائیں۔ اور ان سے یہ نہ ہو سکے تو ترک وطن کریں۔

مسلمان اقلیت نہیں ہیں

جیسا کہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے۔ مسلمان اقلیت نہیں ہیں۔ کوئی دیکھے اس وقت برطانوی نقشے کے مطابق بھی گیارہ صوبوں میں سے چار صوبوں میں جہاں کم و بیش مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ اس کے باوجود بھی ان کی حکومتیں قائم ہیں اور چل • ہی ہیں۔ گو کانگریس نے عدم تعاون کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اور سول نافرمانی کی تیاری کر رہی ہے۔ مسلمان ایک قوم ہیں اور قوم کی ہر تعریف کے مطابق ان کا وطن ہونا چاہئے ان کا علاقہ ہونا چاہئے اور ان کی حکومت ہونی چاہئے۔ ہم اپنے ہمسایوں کے ساتھ بحیثیت آزاد اور خود مختار قوم کے امن و آشتی کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہماری قوم روحانی، کلچرل، اقتصادی، سیاسی غرض ہر شعبہ حیات میں اسی طرح ترقی کرے، جسے ہم بہتر سمجھیں اور اپنے تصورات اور اپنے مزاج کے مطابق دیانت اور اپنی قوم کے کروڑوں نفوس کا مفاد ہم پر یہ پاک فرض عاید کر رہا ہے کہ ہم کوئی ایسا باعزت اور پرامن حل نکالیں جو سب کے لئے منصفانہ ہو۔ لیکن اس کے ساتھ ہی سن لیا جائے کہ دھمکیوں کے ذریعہ ہم اپنے مقصد سے پیچھے نہیں ہٹ سکتے۔ ہمیں تمام مشکلات اور نتائج کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار رہنا چاہئے اور اس مقصد اور مطمع نظر کو حاصل کرنے کے لئے اسے ہم نے اپنے سامنے رکھ لیا ہے۔ ہمیں ہر قسم کی قربانیاں کرنے کے لئے تیار رہنا چاہئے۔

مسلمانوں سے اپیل

خواتین و حضرات! یہ کام ہے جو ہمارے سامنے ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ میں نے حد سے زیادہ وقت لے لیا۔ بہت سی باتیں ہیں جو میں آپ کو بتانا پسند کرتا ہوں۔ مگر میں نے پہلے ایک چھوٹا سا رسالہ شائع کر دیا ہے جس میں وہ سب کچھ درج ہے جو میں نے کہا ہے اور کہنا چاہتا ہوں۔ وہ آپ اردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں آل انڈیا مسلم لیگ کے دفتر سے لے سکتے ہیں۔ اس سے آپ کو اپنے مقاصد کا صاف صاف اندازہ ہو جائیگا۔ اس میں مسلم لیگ کے بہت سے اہم ریزولیوشن اور بیانات درج ہیں۔ بہر حال میں نے وہ سب کام آپ کو بتا دیا جو آپ کے سامنے ہے۔ آپ کو اندازہ ہے کہ وہ کس قدر عظیم ہے۔

آپ اس کا اندازہ کریں کہ آپ آزادی اور خود مختاری محض دلائل سے حاصل نہیں کر سکتے۔ میں تعلیم یافتہ لوگوں سے اپیل کرتا ہوں۔ ہر ملک میں تعلیم یافتہ آزادی کی ہر تحریک کا مقدمتہ الجیش رہے ہیں۔ اب مسلمانوں کا تعلیم یافتہ طبقہ کیا کرنا چاہتا ہے؟ میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ جب تک آپ کے دل کو نہ لگے اور آپ آستین چڑھا کر قربانی اور بے نفسی کے ساتھ، اخلاص کے ساتھ اور جوش کے ساتھ

اپنی قوم کے لئے کام کرنے کو تیار نہ ہو جائیں۔ آپ کبھی اپنا مقصد حاصل نہ کر سکیں گے۔
دوستو! اس لئے میں چاہتا ہوں کہ آپ قطعی عزم کر لیں اور تدبیریں نکالیں اپنی قوم کو منظم کریں۔ اپنی تنظیم کو مضبوط کریں۔ اور تمام ہندوستان میں مسلمانوں کو مستحکم بنائیں۔ میرا خیال ہے کہ عوام اچھی طرح بیدار ہیں۔ وہ صرف آپ سے رہنمائی اور ہدایت چاہتے ہیں۔ اسلام کے خدمت گاروں کی طرح آگے آؤ اور اپنی قوم کو اقتصادی حیثیت سے، معاشرتی حیثیت سے، تعلیمی اور سیاسی حیثیت سے منظم کرو۔ پھر مجھے یقین ہے کہ آپ ایسی طاقت ہونگے جس کو سب تسلیم کریں گے۔" (نعرے او تالیاں)۔

دستور لیگ میں تبدیلی

نواب زادہ لیاقت علی خان صاحب آنریری سیکرٹری آل انڈیا مسلم لیگ نے دستور لیگ میں ذیل کی ترمیمات پیش کیں۔
دفعہ ۲۸۔ (الف) آل انڈیا مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی بالکل ان اغراض ومقاصد اور قواعد کے مطابق جو لیگ کے دستور میں درج ہیں تمام صوبہ لیگوں کی سرگرمیوں اور عمل پر ضبط و نظم قائم رکھے گی۔ اور انہیں ہدایات دے گی۔
ورکنگ کمیٹی آل انڈیا مسلم لیگ کو اختیار ہو گا۔
(الف) انفرادی طور پر کونسل آل انڈیا مسلم لیگ کے ان ارکان کے خلاف باضابطہ کارروائی کرے (یعنی ڈسپلنری ایکشن لے) جو لیگ کے فیصلوں کے خلاف عمل کریں۔ یا اس کے اغراض ومقاصد کی خلاف ورزی کریں۔ ایسے ارکان کونسل آل انڈیا مسلم لیگ میں اپیل کر سکیں گے۔
(ب) ایسی صوبہ لیگ کو معطل کرے گی اور اس کا الحاق منسوخ کرے گی۔ جو اپنے فرائض انجام نہ دے۔ آل انڈیا مسلم لیگ کے فیصلوں کی یا ہدایات کی خلاف ورزی کرے یا انہیں نظر انداز کرے۔ یا کسی طریقہ پر لیگ کی ترقی روکے۔ ایسی صوبہ لیگ کو کونسل آل انڈیا مسلم لیگ میں اپیل کرنے کا حق ہو گا۔

انتخاب عہدیداران

نواب زادہ لیاقت علی خان بالاتفاق رائے سال آئندہ کے لئے آنریری سیکرٹری آل انڈیا مسلم لیگ کے منتخب ہوئے۔
راجہ محمود آباد اعزازی خزانچی منتخب ہوئے۔
جوائنٹ سیکرٹریوں کے انتخاب کا اختیار کونسل آل انڈیا مسلم لیگ کو دیا گیا۔

اختتامی تقریر

قائداعظمؒ نے اپنی اختتامی تقریر میں فرمایا "جس وقت میں نے خاکساروں کے حادثہ فائرنگ کے متعلق سنا تو مجھے سخت پریشانی ہوئی۔ مجھے یہ مشورہ دیا گیا کہ میں لیگ کا اجلاس ملتوی کر دوں۔ لیکن چونکہ مجھے اپنی قوم پر پورا بھروسہ تھا۔ لہٰذا میں نے یہ فیصلہ کیا کہ اجلاس ملتوی نہ کیا جائے۔ میں جس وقت لاہور پہنچا تو میں نے اخبارات کے نمائندوں سے ایک ملاقات کے دوران میں کہا تھا کہ لاہور کا اجلاس مسلم لیگ مسمانان ہند کی آئندہ تاریخ میں تعین حدود کا ایک نشان ثابت ہو گا۔ مجھے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اگر ٹھیک اجلاس کے آغاز کے وقت یہ حادثہ پیش نہ آگیا ہوتا تو یہ اجلاس اور بھی زیادہ کامیاب ہوتا۔ اگر یہ حادثہ پیش نہ آیا ہوتا تو بہت ہی عظیم الشان جلوس نکلتا۔ جس میں مسلمانوں کو اپنے دلی جوش کے اظہار کا موقع ملتا۔ ہمارے دشمن اجلاس کو بے رونق کرنا چاہتے تھے۔ ان کی تمام کوششیں ناکام رہیں۔ اور اجلاس کامیابی کے ساتھ ختم ہوا۔

مجھے مسرت ہے کہ اجلاس کی کارروائی سکون اور سکوت کے ساتھ انجام پذیر ہوئی۔ یہ مسلمانوں کا سخت امتحان تھا۔ تیس مسلمان گولیوں سے ہلاک ہو چکے تھے ہمارا خون کھول رہا تھا ان حالات میں سکون قائم رکھنا بہت ہی دشوار تھا۔ مگر آپ نے دنیا کے سامنے اس کا مظاہرہ کر دیا کہ مسلمانوں میں غم پر صبر کرنے کی صلاحیت موجود ہے۔ آپ نے اس کا بھی مظاہرہ کر دیا کہ آپ لاکھوں کے مجمع میں اپنا کام بخیرو خوبی انجام تک پہنچا سکتے ہیں۔ یہ بہترین سند ہے جو کسی قوم کو دی جا سکتی ہے۔ اس اجلاس کی کامیابی سے میں اپنے اندر وہ طاقت اور جوش محسوس کر رہا ہوں کہ گویا میری عمر اس سے دس برس کم ہے۔ جتنی کہ واقعی اس وقت ہے۔

اس وقت مسلم لیگ کا وقار مسلمانان پنجاب کے ہاتھ میں تھا۔ لہٰذا میں تہہ دل سے ان کو مبارک باد دیتا ہوں۔ اس کامیابی سے آپ کی خدمت کی مجھ میں اور زیادہ ہمت بڑھ گئی ہے لاہور کا اجلاس ہندوستان کی تاریخ میں ایک نمود ہے۔ اور وہ اس وجہ سے کہ اس میں ہم نے اپنا مطمع نظر معین کر دیا ہے۔ ہم نے نہایت اخلاص کے ساتھ یہ عظیم فیصلہ کیا ہے۔ میں مسلمانان پنجاب سے اپیل کرتا ہوں کہ پنجاب میں مسلم لیگ کی اچھی طرح تنظیم کریں اور گاؤں گاؤں اور گھر گھر مسلم لیگ کا پیغام پہنچا دیں۔ آپ جتنی زیادہ تنظیم کریں گے۔ اتنی ہی زیادہ آپ کے اندر اپنے حقوق حاصل کرنے کی قابلیت پیدا ہوگی"۔

پاکستان

پاکستان کیا ہے۔ اس کا حدود اربعہ کیا ہو گا۔ اس کے نظام حکومت کی اساس کیا ہوگی۔ اس کی اقتصادی و معاشرتی حالت کیسی ہوگی۔ یہ وہ سوالات ہیں جو تجویز پاکستان کے فوراً بعد اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس پر ہندو مفکرین مسلمان مدبرین اور خود قائداعظمؒ نے "پاکستان اینڈ مسلم انڈیا" کے پیش لفظ میں

اظہار فرمایا۔

"ہندوستان اپنے موجودہ معنی کے لحاظ سے جس میں جغرافیائی وحدت کا تخیل شامل ہے۔ انگریز دماغوں کی پیداوار ہے جو اس براعظم کو ایک بنا کر اپنی مٹھی میں لئے بیٹھے ہیں۔ اور جس کی پشت پر رائے عامہ کی بجائے تلوار لٹک رہی ہے۔ اسی حالت سے ہندو کانگریس ہندو مہا سبھائی کافی فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان نہ تو ایک ملک ہے اور نہ ہی ایک قوم کا مسکن ہے۔ بلکہ یہ ایک براعظم ہے جس میں مختلف قومیں اور نسلیں آباد ہیں۔ جن میں ہندو اور مسلمان سب سے بڑی قومیں ہیں۔ اس براعظم میں مرکزی دستور حکومت کے معنوں میں متحدہ ہندوستان کی گفتگو ایک بے معنی افسانہ سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتی۔

ہندوستان کی دو قوموں مسلمان اور ہندوؤں میں جو اختلافات ہیں۔ وہ یورپ کی مختلف اقوام کے اختلافات سے ہزار گنا زیادہ ہیں۔ ہندوستان میں نسل، مذہب، زبان اور تہذیب و کلچر کے اعتبار سے جتنا اختلاف ہے۔ دنیا کے کسی حصہ میں نہیں۔

خوش قسمتی سے مسلمانوں کے علاقے شمال مغرب اور شمال مشرق میں الگ واقع ہوئے ہیں۔ ان علاقوں میں مسلمانوں کی آبادی سات کروڑ ہے۔ مسلمانوں کی خواہش ہے کہ ان علاقوں کو الگ کر کے انہیں آزاد و خود مختار ریاستوں کی حیثیت دیدی جائے۔ مسلمان چاہتے ہیں کہ وہ اس براعظم میں خود بھی آزاد ہوں اور ہندو بھی۔ برخلاف اس کے ہندوؤں کے منصوبے ہیں کہ وہ سارے ہندوستان میں "رام راج" قائم کریں۔"

ڈاکٹر امبیدکر نے پاکستان کے متعلق کہا ہے۔(یہاں یہ یاد رکھنے کی ضرورت ہے کہ بادی النظر میں ڈاکٹر امبیدکر اچھوت ہیں۔ لیکن حقیقت میں وہ اتنے ہی بڑے ہندو ہیں جتنے بڑے مسٹر گاندھی اور جواہر لال۔ اگر وہ ہندو نہ ہوتے تو وہ ہزار ہا سال سے اونچی ذات کے ہندوؤں کے پنجہ مظالم کے بعد بھی ہندو نہ رہتے)۔

"ہندو کہہ سکتے ہیں کہ پاکستان کے قیام کے بعد ہندوستان کی وحدت جاتی رہے گی۔ اور اس کی سرحدات باقی نہ رہیں گی۔ سوال یہ ہے کہ محض سرحد کے سوال پر مسلمان پاکستان کے مطالبہ سے دستبردار نہیں ہو سکتے"۔

دوسرا مسئلہ وسائل کا ہے جو زیادہ اہم ہے اگر وسائل کی بہتات ہو۔ تو پہلے کمزوری پر غلبہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ ہندوستان اور پاکستان کے وسائل ملاحظہ فرمائیے۔

پاکستان کے وسائل

صوبہ	رقبہ	آبادی	محاصل
سرحد	۱۳۵۱۸	۲۴۲۵۰۰۳	۱۹۰۱۱۸۴۲
پنجاب	۹۱۹۱۹	۲۳۵۵۱۲۱۰	۱۲۵۳۸۷۷۳۰
سندھ	۴۶۲۷۸	۳۸۸۷۰۷	۹۵۷۶۲۶۹
بلوچستان	۵۴۲۲۸	۴۲۰۶۴۸	....
بنگال	۸۴۹۵۵	۵۰۰۰۰۰۰۰	۳۶۵۵۶۲۴۸۵
میزان	۲۸۸۲۹۸	۸۰۲۸۳۹۳۱	۶۰۵۶۳۵۰۳۲۶

ہندوستان کے وسائل

صوبہ	رقبہ	آبادی	محاصل
اجمیر میواڑ	۲۷۱۱	۵۰۱۰۲۹۲	۲۱۰۰۰۰۰
آسام	۵۵۰۱۴	۸۶۲۲۲۵۱	۴۴۶۰۴۴۴۱
(نوٹ = ۳ر جون کے اعلان کے مطابق آسام کا کافی حصہ پاکستان میں شامل ہو گا)			
بہار	۶۹۳۴۸	۳۲۳۷۱۴۳۴	۶۷۸۲۱۵۸۸
بمبئی	۷۷۱۷۱	۱۷۰۰۰۰۰۰	۳۴۹۸۰۸۰۰
سی، پی، برار	۹۹۹۵۷	۱۵۵۰۷۷۲۳	۴۵۸۸۳۹۶۲
(نوٹ = برار آزاد حکومت صوبہ حیدر آباد کا جزو ہو رہا ہے)			
کورگ	۱۵۹۳	۱۶۳۳۴۷	۱۱۰۰۰۰۰
دہلی	۵۷۳	۶۳۶۲۴۶	۷۰۰۰۰۰۰
مدراس	۱۴۲۲۷۷	۴۶۰۰۰۰۰۰	۴۵۶۶۷۱۲۶۵
اڑیسہ	۳۲۶۹۵	۸۰۴۳۸۱	۸۷۶۷۲۶۹
یو، پی	۲۰۶۲۴۸	۴۸۴۰۷۶۳	۱۶۸۵۵۲۸۸۱
میزان	۶۰۶۷۵۷	۱۷۸۱۲۹۱۹	۹۶۲۴۰۵۲۰۶

مختصر یہ کہ پاکستان کا محصول ۶ کروڑ ہو گا۔ اور ہندوستان کا بیس کروڑ۔ مرکزی حکومت کا ۵۲ کروڑ فوج پر خرچ ہوتا ہے۔ یہ صریحاً مسلمانوں کے پاکستان پر خرچ ہوتا ہے۔ اور یہ جس فوج پر خرچ ہوتا ہے۔ اس میں ہندو بہت کم شریک ہیں۔ اگر ہندو اسے جاری رکھنا نہیں چاہتے تو انہیں مطالبہ پاکستان مان لینا

چاہئے۔

جب یہ بات تسلیم کی جاچکی ہے کہ ہر دو فرقے کسی حالت میں متحد نہیں ہو سکتے۔ اور اس سلسلے میں تمام کوششیں سعیِ لاحاصل ہیں۔ اس لئے ہر دو فرقوں کو ایک ساتھ نہ رہنا چاہئے۔

ڈراویڈین اور پاکستان

۵ر مئی ۱۹۴۰ء کے سنڈے ابزرور میں مسٹر گوپال چیٹی سابق ایڈیٹر نیوز فارمر نے ایک مضمون میں لکھا تھا۔

"چونکہ طریقۂ انتخاب اور نمائندہ مجالس بالکل ناکام ہو چکی ہیں۔ ڈراویڈین اور مسلمان کانگریس کی مجوزہ مجلس دستور ساز پر آئندہ ذمہ دار حکومت کے سلسلے میں کوئی اعتماد نہیں کر سکتے۔ ہندوستان کے اس الجھے ہوئے مسئلہ کا صحیح حل مسٹر جناح یہ پیش کرتے ہیں کہ ہندوستان کو تقسیم کر دیا جائے۔ اور ڈراویڈین ان سے اس معاملہ میں کلیتہً اتفاق کرتے ہیں۔ کانگریس اس سے اختلاف کر کے خود اپنی تردید کر رہی ہے۔ چونکہ وہ بھی تو لسانی اعتبار سے صوبوں کی تقسیم کی قائل ہے۔"

سر راما سوامی نے 'سلیم' (مدراس) میں مورخہ ۱۹ اپریل ۴۰ء کو یوم پاکستان کے موقعہ پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔

"ہمارے آج کے جلسے کو بعض سیاسی مخالفین نے درہم برہم کرنے کی کوشش کی۔ یہ ان کا بدترین طریقہ تھا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کانگریس کے پاس غالباً کوئی معقول پروگرام اور پالیسی نہیں"۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا۔ "ہندوستان کبھی ایک ملک نہ تھا۔ ہاں باہر سے آنے والوں نے مختلف اوقات میں اپنے سیاسی مصالح کی بناء پر اسے ایک بنا دیا۔

تقسیم ہند کا مطالبہ صرف اس امر کا مطالبہ ہے کہ ایک نسل دوسری نسل پر جو ظلم کر رہی ہے۔ اسے ختم کر دیا جائے۔

مسلمانوں کا مطالبہ ہے کہ جہاں ان کی اکثریت ہے۔ وہاں ان کی علیحدہ حکومت ہو۔ ان کا مطالبہ حکومت برطانیہ سے ہے۔ ان سے نہیں۔"

سر ہومی مودی اور سر جان متھائی

سر ہومی مودی اور سر جان متھائی نے بھی ۳۱ر دسمبر ۴۵ء میں اپنے ایک بیان میں پاکستان کی حمایت کی تھی۔

مسٹر گاندھی پاکستان کے مؤید تھے

مسٹر گاندھی نے اپنے ۵ر مئی ۴۰ء کے ایک انٹرویو میں جو آپ نے ہندوستان ٹائمز دہلی کو دیا تھا۔

فرمایا......

"اگر ہندوستان کے آٹھ کروڑ (اب دس کروڑ) مسلمان پاکستان کی سکیم کو نافذ کرنا چاہتے ہیں تو پھر اس خطۂ ارضی پر کوئی طاقت ایسی نہیں جو انہیں ان کے مطالبہ سے روک لے خواہ کتنا ہی تشدد آمیز یا عدم تشدد کے ذریعہ سے اس کی مخالفت کی جائے۔"

پاکستان ایک انگریز کی نظر میں

"اگرچہ یہ ٹھیک ہے کہ فی الحال پاکستان خواب وخیال سے زیادہ کچھ نہیں۔ مگر اس سے مجال انکار نہیں کہ وہ ایک سلطنت ہے اور مسلمان اس کے وجود واقعی پر یقین کامل رکھتے ہیں۔

پاکستان کے دو منطقے ہیں۔ شمال مغربی منطقہ جس میں بلوچستان سندھ۔ پنجاب اور صوبہ سرحد شامل ہیں۔ اور مشرقی منطقہ جس میں تقریباً پورا بنگال شامل ہے۔

تجویز یہ ہے کہ جن علاقوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ بقیہ ہندوستان سے جن میں ہندوؤں کی اکثریت ہے علیحدہ کرائے جائیں۔

اس تجویز کو مسلم لیگ کی زبردست تائید حاصل ہے مسلم لیگ کی پشت پر جس کے قائد مسٹر محمد علی جناحؒ ہیں۔ ۸۵ فیصدی ہندوستان کے جوشیلے اور سرفروش مسلمان ہیں۔

اس بات کا قوی امکان ہے کہ ایک دن ایسا آئے کہ یہ خیالی سلطنت عالم وجود میں آجائے۔ خود میں ان لوگوں میں سے ہوں۔ جو نہ صرف یہ یقین رکھتے ہیں کہ ایسا ہو کر رہے گا۔ بلکہ یہ کہ ایسا ضرور بالضرور ہونا چاہئے۔ جب کبھی ایسا ہو گا۔ ایشیا کے نئے حالات ہوں گے اور موجودہ توازن قوت پارہ پارہ ہو جائے گا۔ اس سلطنت کی اہمیت کو دیکھتے ہوئے معلوم ہوتا ہے کہ اس پر تفصیلی بحث کی جائے۔ مگر اس سے پہلے یہ دیکھئے کہ اس کی ضرورت کیوں لاحق ہوئی کہ پاکستان بنایا جائے۔

ہندوستان کے دوسرے شہروں کے مقابلے میں بمبئی ایک پرسکون منظم اور مہذب شہر ہے۔ اس شہر میں فرقہ وارانہ جذبات نسبتاً کم ہیں۔

مگر اس پر بھی فروری ۱۹۲۹ء سے اپریل ۱۹۳۸ء تک اس پرسکون شہر کا خونی ریکارڈ حسب ذیل ہے۔

۱۹۲۹ء میں دو مرتبہ فرقہ وارانہ فسادات ہوئے۔ پہلی مرتبہ ۱۴۹ مقتول اور ۷۳۹ زخمی ہوئے۔ اور فساد ۳۶ دن تک رہا۔ اور دوسری مرتبہ فساد ۲۲ دن تک رہا جس میں ۳۵ مقتول اور ۱۰۹ زخمی ہوئے۔

۱۹۳۰ء اور ۱۹۳۲ء کے دونوں سالوں میں دو دو مرتبہ فسادات ہوئے۔ ۱۹۳۲ء کا دوسرا فساد ۴۹ روز تک رہا۔ اس میں ۲۱۷ مقتول اور ۲۷۱۳ سخت زخمی ہوئے۔

۱۹۳۳ء ۱۹۳۴ء اور ۱۹۳۵ء بھی خالی نہ گئے۔ لیکن یہ فسادات معمولی تھے۔ ۱۹۳۶ء کا فساد بڑا خونیں تھا۔ جو ۶۵ دن تک رہا۔ جس میں ۹۴ مقتول اور ۶۳۲ زخمی ہوئے۔

۱۹۳۷ء نسبتاً پر امن گزرا۔ لیکن اس میں بھی ۱۲ روز کے فساد میں ۱۱ قتل اور ۸۵ زخمی ہوئے۔

۱۹۳۸ء کے ایک فساد میں جو صرف ڈھائی گھنٹہ رہا۔ ۱۲ قتل ہوئے اور ۱۰۰ زخمی پولیس کے علم میں آئے۔ (اعداد و شمار ٹھٹوٹس آف پاکستان سے حاصل کئے گئے)

(۱۹۴۱ء میں بھی فسادات ہوئے۔ اور ۱۹۴۵ء میں فساد ہوا۔ اور اس کے بعد یکم ستمبر ۱۹۴۶ء سے لیکر جون ۱۹۴۷ء تک فسادات کا سلسلہ رہا۔ یہ فسادات ہندوستان گیر تھے۔ مؤلف)۔

یہ اس شہر کا حال ہے، جو زمانے کے شہروں سے پر امن اور تجارتی ہے۔

ہندو مسلم اتحاد کے لئے مسٹر گاندھی کی دیوانہ وار کوشش کے باوجود ۱۹۲۰ء سے ۱۹۴۰ء تک ہندو مسلم تعلقات کا ریکارڈ بہت تکلیف دہ اور دل ہلا دینے والا رہا۔

ہمارے وہ دوست جن کی کانگریسی پروپیگنڈا کے باعث مت ماری گئی ہے اور جن پر ہندوستان کی جغرافیائی وحدت جادو کا سا اثر رکھتی ہے۔ اگر یہ حضرات بادلوں کی بلندی سے ذرا نیچے آکر قریب سے ہندوستان کا مطالعہ کریں تو یقین ہے کہ وہ اپنی رائے بدل دیں گے (۳ جون ۴۷ء کو بدل دی)۔

ہندوستان کا یہ حال ہے کہ اگر کسی نے ہندوؤں کے دیوتا کی ذرا توہین کر دی۔ یا مسلمانوں کے اللہ کے متعلق کچھ کہہ دیا۔ جلوس پر اینٹ پھینک دی۔ یا مسجدوں کے سامنے باجہ بجا دیا۔ سمجھئے کہ غضب ہو گیا۔ تلواریں کھینچ گئیں۔ بندوقیں سر ہونے لگیں۔ لاٹھیاں اور پتھر برسنے لگے۔ اور خون کی ندیاں بہہ نکلیں۔

ہندو مسلم نفرت کی شہادت ایسی عام اور نمایاں ہے کہ اس کی وضاحت کرنا قارئین کی ذہانت کی توہین کرنے کے مترادف ہے۔

یہ ہے پاکستان کا پس منظر۔ ایک خونی پس منظر۔ ماضی بھی خونیں۔ حال بھی خونیں۔ اور اگر اس خواب کی تعبیر صحیح نہ ہو تو اندیشہ ہے کہ مستقبل خونین تر رہے گا۔

در حقیقت حکومت خود اختیاری کے بعد مطالبہ پاکستان نے شدید صورت اختیار کر لی۔ ایسا کیوں ہوا؟ استدلال ناقابل تردید ہیں یہ صرف اس وجہ سے ہوا کہ حکومت خود اختیاری کے معنی سو فیصدی "ہندو حکومت" کے ہیں۔ اور جونہی ہندوؤں کے ہاتھوں حکومت آئی۔ انہوں نے اسے بری طرح استعمال کیا۔

۳۷-۱۹۳۶ء کے موسم سرما میں انتخابات عمل میں آئے۔ گیارہ صوبوں میں سے سات میں کانگریس کو اکثریت حاصل رہی۔ ان صوبوں میں طاقت حاصل ہوتے ہی کانگریس کا اصل چہرہ بے نقاب ہو گیا۔ بجائے اس کے کہ کانگریس کسی قسم کے اتحاد کی کوشش کرتی اور عہدوں کے "مال غنیمت" میں

حصہ بٹانے کیلئے مسلمانوں کو دعوت دیتی۔ اس نے ایک دم آنکھیں پھیر لیں۔ اور ایک قلم مسلمانوں کو اقتدار سے محروم کر دیا۔ غضب تو یہ کہ کانگریس نے اپنے مطلق العنان اقتدار کو صرف سیاسی معاملات تک ہی محدود نہ رکھا۔ بلکہ اس نے مسلمانوں کی زندگی کے مادی اور غیر مادی ہر شعبہ پر حملہ کیا۔ بجائے سادہ اور سلیس اردو کے سنسکرت آمیز زبان جبراً جاری کرنے کی مہم شروع کر دی۔

مدراس میں ایسے نفرت انگیز طریقے اختیار کئے جو صرف نازیوں کو ہی پسند آسکتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ مسلمان بچوں کو مجبور کیا گیا کہ ہندو بچوں کے ساتھ گاندھی کی تصویر کی پوجا کریں۔ کانگریسی جھنڈے کو قومی جھنڈا اقرار دیا۔ انصاف بری طرح پامال کیا۔ بعض حالات میں تو پولیس نے مسلمانوں کے خلاف ایسی خود سری اور تمرد کا اظہار کیا کہ مسلمان آج تک کانگریسی پولیس کو "گسٹاپو" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

ان الزامات کا ثبوت اس واقعہ سے ملتا ہے کہ کانگریسی وزارتوں کے مستعفی ہونے پر صدر مسلم لیگ مسٹر جناح نے کانگریسی "عہدِ استبداد" کے خاتمہ پر "یوم شکر گزاری" کے لئے اپیل کی۔

مسلمانوں کا دعویٰ ہے کہ وہ علیحدہ اور آزاد قوم ہیں۔ اور وہ بالکل حق بجانب ہیں۔

ہندو یا ان کی ایک بڑی تعداد کا دعویٰ ہے کہ وہ ایک علیحدہ اور آزاد قوم ہیں۔ وہ بھی حق بجانب ہیں۔ لیکن جب مسلمان چاہتے ہیں کہ اپنی آزادی کو روبہ عمل لائیں اور اپنا ایک قومی وطن بنائیں تو ہندو آسمان سر پر اٹھا لیتے ہیں۔ کانگریسی پریس پوری قوت سے اس کی مخالفت کرتا ہے۔ نوجوان ہندو جو تمام دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اور جن کو اس کام کے لئے بڑی بڑی رقمیں ملتی ہیں۔ بڑی قوت سے اکھنڈ ہندوستان کا پرچار کرنے لگتے ہیں۔ اور مسٹر گاندھی بستر پر لیٹ کر برت کی دھمکی دیتے ہیں۔

ان سب کا مطلب کیا ہے جواب صاف ظاہر ہے کہ پاکستان سے ان کے ذاتی اغراض و مقاصد متاثر ہوتے ہیں۔

ہم پہلی مرتبہ ہندوستان کو ملزم نہیں ٹھہرا رہے۔ بلکہ ذیل میں مسلم لیگ کے ایک مستند ترجمان کا فیصلہ ملاحظہ فرمائیے۔

"ہندو پاکستان کی کیوں اتنی شدید مخالفت کرتے ہیں۔ اس کا اصل سبب یہ ہے کہ پاکستان ان کے ذاتی اغراض پر ضرب کاری ہے۔ اور پورے ملک پر دستبرد کرنے کے خواب کو خواب پریشان بنا دیتا ہے۔ ہندوستان کی وحدت اور اس کے ناقابل تقسیم ہونے کا دعویٰ ایک چال ہے جس کے ذریعہ وہ مسلمانوں کی سیاسی بیداری اور ان کے جوش کو ٹھنڈا کرنا چاہتے ہیں۔ تاکہ مسلمان سیاسی اور معاشی میدانوں میں اپنے حصہ سے دستبردار ہو جائیں۔"

کوئی شخص جو اس حقیقت سے آگاہ ہے کہ کس طرح بڑے بڑے ہندو تاجر کانگریس پر چھائے ہوئے ہیں۔ اس دعویٰ کی صداقت میں ذرا بھی شبہ نہیں کر سکتا۔ یہ امر واقعہ ہے کہ ہندو سرمایہ دار اپنی

دولت کے زور پر اقتدار حاصل کرنے کے لئے بے تاب ہیں۔ وہ مسلمانوں پر اپنی معاشی گرفت کو مضبوط کرنا چاہتے ہیں۔

بے شک ہندو سرمایہ دار اپنے اغراض کی خاطر آخری دم تک پاکستان کے خلاف لڑیں گے۔ وہ دنیا میں خوب شور مچائیں گے اور مادرِ ہند کے ٹکڑے کئے جانے کے خلاف پُرزور پروپیگنڈا کریں گے، روئیں گے چیخ وپکار مچائیں گے دھمکی دیں گے، رشوت دیں گے اور دنیا کو فریب میں مبتلا کرنے کے لئے ایسے سربر آوردہ ہندوؤں کی خدمات حاصل کریں گے جن کو ہندو قومیت کے جذبہ نے واقعات سے اندھا کر رکھا ہے۔ اس قسم کی ایک بڑی ہندو شخصیت پنڈت نہرو ہیں۔ ایسے وقت میں جب ہندوستان میں خون کی ندیاں بہہ رہی تھیں۔ اور ایک خوفناک خانہ جنگی کا خطرہ سر پر منڈلا رہا تھا۔ پنڈت نہرو نے نہایت اطمینان کے ساتھ امریکہ والوں کو حسب ذیل بحری تار روانہ کیا تھا۔

"ایک مٹھی بھر لوگوں کے سوا ہندوؤں اور مسلمانوں میں نسلی، تہذیبی اور لسانی کسی قسم کے اختلافات نہیں ہیں"۔

اس دل ہلا دینے والے دعوے پر جتنا بھی حیرت واستعجاب کا اظہار کیا جائے کم ہے۔ طُرّہ یہ کہ پنڈت جی اس دعوے کے بعد حسب ذیل بیان کا اضافہ کرتے ہیں۔

" آجکل کچھ مسلمان ہندوستان کی تقسیم کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ اس مطالبہ کی عمر مشکل سے چار سال ہے۔ کچھ لوگوں نے اس مسئلہ کو بڑا سنجیدہ بنا رکھا ہے"۔

دس کروڑ کی مہیب تعداد کو پنڈت جی نے "کچھ" کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے۔ معلوم نہیں کیوں۔ زندگی یا موت کا عزم رکھنے والی ایک زبردست قوم کے طوفانِ جذبات کو پنڈت جی یوں ظاہر کرتے ہیں۔

"کچھ لوگوں نے اس مسئلہ کو بڑا سنجیدہ بنا رکھا ہے"۔

قارئین کرام! ہم نے آپ کو متنبہ کر دیا ہے۔ باوجود شور وشغب اور غلط پروپیگنڈا کے اس سلطنت کا نقشہ دنیا کے انصاف پسند حضرات کے ذہنوں میں مرتسم ہو گیا ہے۔ ہم چاہتے ہیں۔ کہ پاکستان کے خلاف تنقیدیں کی جائیں۔ جھوٹ تراشا جائے۔ اور غلط بیانیوں کا ایک طوفان برپا کیا جائے۔ لیکن مجھے یقین واثق ہے کہ پاکستان ان سب آزمائشوں میں کامیاب نکلے گا۔ میں اس پر اپنے کامل یقین کا اظہار کرتا ہوں کہ یہ سلطنت ضرور بضرور وجود میں آئیگی"۔ (بحوالہ "ورڈکٹ آن انڈیا")

مشہور صحافی مسٹر بیورلی نکلس ایک غیر جانبدار انگریز زاد کے خیالات ملاحظہ فرمایئے۔ اور پھر اس ظلم عظیم پر غور فرمائے کہ "ظالم مارے اور رونے بھی نہ دے" کے مقولے پر کانگریس کس طرح عامل ہے۔

پاکستان کی اقتصادی حالت

پاکستان کے مخالفین سب سے بڑا اعتراض یہ کرتے ہیں کہ اگر پاکستان قائم بھی ہو گیا تو اس کی اقتصادی حالت بڑی نازک ہوگی۔ بادی النظر میں یہ اعتراض کچھ صحیح معلوم ہوتا ہے۔ مگر حقیقت میں بڑا بودا، پھسپھسا اور لچر ہے۔

پاکستان اور دوسرے ممالک کا اگر مقابلہ کیا جائے تو مندرجہ ذیل اعداد و شمار ایسے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر پاکستان اپنی زراعت، تجارت، صنعت و حرفت اور دوسرے ذرائع کو فروغ نہ بھی دے۔ تو بھی اپنی کفالت خود کر سکتا ہے۔ اور اگر اس نے مذکورہ ذرائع کو فروغ دیا تو پھر وہ دنیا کا نہ صرف ایک طاقتور بلکہ امیر ملک ہو گا۔

ممالک کے نام	سالانہ آمدنی
ترکی	۴۰ کروڑ
مصر	۳۵ کروڑ
ایران	۱۵ کروڑ
افغانستان	۹ کروڑ ۵ لاکھ
مغربی پاکستان	۳۵ کروڑ ۵۸ لاکھ
مشرقی پاکستان	۳۷ کروڑ ۶۳ لاکھ

آبادی کا تناسب

نام ملک	آبادی
فرانس	۴ کروڑ۔ ۱۵ لاکھ۔ ۸۰ ہزار
انگلستان	۴ کروڑ۔
اٹلی	۴ کروڑ۔ ۳۵ لاکھ۔ ۸۰ ہزار
ایران	ا کروڑ۔ ۶۰ لاکھ۔
افغانستان	ا کروڑ۔ ۳۰ لاکھ
ترکی	ا کروڑ۔ ۸۰ لاکھ
مصر	ا کروڑ۔ ۷۰ لاکھ
مشرقی پاکستان	۵ کروڑ۔ ۵۴ لاکھ۔ ۹۱ ہزار

اور ۳۳۸

مغربی پاکستان ۴ کروڑ ـ ۴۵ لاکھ ـ ۴۹ ہزار

اور ۸۵۷

(مگر ۳ جون ۱۹۴۷ء کے برطانوی اعلان کے بعد پاکستان کے ہر دو حصوں کی کچھ آبادی اور آمدنی کم ہو جائے گی۔ چونکہ بنگال اور پنجاب کی تقسیم ہو گئی ہے۔ تفصیلات آئندہ ابواب میں ملاحظہ فرمائے)۔

پاکستان اور انگریز صحافی

مسٹر رائٹ نامہ نگار خصوصی 'ڈیلی ایکسپریس' نے ایک بیان میں کہا۔

"ہندوستان کی سیاسیات میں پاکستان ایک نئی طاقت کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس کی طاقت ایسے اچانک طور پر بڑھی کہ ہر شخص کا اندازہ غلط ہو گیا"۔

۲ جنوری ۴۵ء کو سر آرتھر مُور نے ایک بیان میں کہا۔

"مسٹر جناح کے قول کے مطابق پاکستان کی حیثیت وفاق کی ہو گی۔ قیام پاکستان کے بعد یورپ کے بین الاقوامی نظام کے مقابلہ میں یہ ملک بھی دنیا کی حکومتوں کے دوش بدوش نظر آئے گا"۔

میجر وہائٹ نے ۸ فروری ۴۶ء کو ایک بیان میں کہا۔

"مسلم لیگ کے دعادی مسترد کرنا مشکل ہے۔ ممکن ہے صوبائی انتخابات ختم ہو جائیں اور مسلمانوں کی اکثریت پاکستان لینے پر تل جائے۔ ایسی حالت میں اس مطالبہ کو نظر انداز کرنا مشکل ہو گا"۔

۱۲ فروری ۴۶ء کو مسٹر ہاپکن مارلین ڈپٹی لیڈر پارلیمنٹری وفد نے ایوننگ نیوز کراچی کو بیان دیتے ہوئے کہا۔

"دونوں قوموں میں اتحاد کی تمام امیدیں منقطع ہو جانے کے بعد ہندوستان کے سیاسی تعطل کو دور کرنے کا واحد ذریعہ پاکستان ہے۔

پاکستان ٹھوس دلائل رکھتا ہے۔ انتخابات نے ثابت کر دیا ہے کہ مسلمانوں کی اکثریت پاکستان کے حق میں ہے"۔

ہندو اور پاکستان

لالہ جگت نرائن نے ۱۹۴۲ء میں ایک تجویز کانگریس کے سامنے پیش کی۔ جس میں پاکستان کی مخالفت تھی۔ کانگریس نے تجویز منظور کر لی۔ اس کے بعد راجہ جی کو کانگریس سے مستعفی ہونا پڑا۔

مسٹر جیکر نے ۱۲ دسمبر ۴۴ء کو پونا کالج میں تقریر کرتے ہوئے کہا۔

"پنجاب کو مسلمان اپنا وطن کہتے ہیں مگر ۱۹۱۱ء سے پہلے وہاں مسلمانوں کی اکثریت نہیں تھی۔

ویدوں کے زمانہ میں پنجاب ہندوؤں کے بعض مقدس مقامات کا گہوارہ تھا۔ سکھوں کا مقدس مقام ہے۔

رہ گیا حق خود ارادیت تو دنیا میں مذہب کی بنیاد پر اصول کہیں نہیں مانا جاتا"۔

مسٹر گاندھی نے ۲۲ ستمبر ۱۹۴۴ء کو قائد اعظم کو ایک خط میں لکھا۔

"میں دو قوموں کے نظریہ پر جتنا غور کرتا ہوں۔ وہ اتنا ہی میرے لئے تشویش انگیز بنتا جارہا ہے۔ اس نظریہ کو تسلیم کر لینے کے نتائج نہایت خطرناک ہونگے"۔

پھر ۲۴ ستمبر ۴۴ء کے ایک خط میں لکھا۔

"علیحدگی کا ایک معاہدہ ہوگا۔ جس میں امور خارجہ دفاع داخلی امور رسل ورسائل، تجارت اور اس قسم کے دوسرے مسائل مشترک ہوں گے"۔

کانگریس کی ساٹھویں سالگرہ کے موقعہ پر (جو گوالیا ٹینک بمبئی میں منائی گئی تھی) ۲۹ دسمبر ۴۵ء کو سردار پٹیل نے کہا۔

"حکومت مسلمانوں کو پاکستان تو کیا ایک انچ زمین بھی نہیں دے سکتی۔ پھر بھی مسلمان پاکستان کا شور مچاتے ہیں۔ پاکستان اگر مل سکتا ہے تو ہندوؤں سے"۔

مسٹر جواہر لال نے ۸ جنوری ۴۶ء کو حیدر آباد سندھ میں ایک تقریر کرتے ہوئے کہا۔

"مسلمانوں کا مفاد اس میں ہے کہ وہ پاکستان نہ لیں"۔

نیشنلسٹ مسلمان اور پاکستان

ملک خدا بخش سپیکر سرحد اسمبلی ورکن خدائی خدمتگار نے مسٹر بیورلی نکلس سے کہا۔

"مسلمان اور ہندو مذہبی اعتبار سے دو نہیں۔ بلکہ تمدن اور ثقافت کے اعتبار سے بھی الگ ہیں"۔

پھر کہا۔ "مسلمان ایک ممتاز اور جداگانہ قومیت کے حامل ہیں"۔

مولانا آزاد نے پونا میں ۱۵ دسمبر ۴۵ء کو ایک تقریر میں کہا۔

"تمام مسلم جماعتیں متحد ہو کر مسلم لیگ کا مقابلہ کریں۔ اور متحدہ ہندوستان کا مطالبہ کریں"۔

۲۱ دسمبر ۴۵ء کو مسٹر بھولا بھائی ڈیسائی کے بنگلہ پر پریس کانفرنس میں مولانا آزاد نے کہا۔

"کانگریس متحدہ ریاست پر پوری طرح ایمان رکھتی ہے"۔

۱۲ اکتوبر ۴۵ء کو ملک خضر حیات خان نے کہا۔

"میں اور میری پارٹی کے تمام مسلم اراکین پاکستان کے سختی سے حامی ہیں"۔

۲۹ دسمبر ۴۵ء کو مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری نے بمبئی میں ایک تقریر کرتے ہوئے کہا۔

"پاکستان کے دو حصے ایک دوسرے سے الگ ہونگے۔ ان کے درمیان ایک ۲۶ کروڑ کی آبادی ہوگی۔ جس کے پاس طاقت سرمایہ اور دماغ ہونگے، جواہر لعل ہو گا۔ مسٹر گاندھی ہونگے، راجگوپال اچاریہ ہوں گے۔ مسٹر مالوی ہونگے۔ اس کے بر خلاف پاکستان میں زیادہ تر کمین لوگ لوہار، موچی بڑھئی، کسان اور مزدوروں کے علاوہ بھنگی ہوں گے"۔

کمیونسٹ اور پاکستان

۳ر جولائی ۴۵ء کو کامریڈ جوشی نے ایک بیان میں کہا۔

"کانگریس اور مسلم لیگ کو پھر ایک بار اتحاد کی کوشش کرنی چاہئے تاکہ وائسرائے کی ڈکٹیٹریت ختم ہوجائے"۔

۱۴ستمبر کو ڈاکٹر اشرف نے ایک بیان میں کہا۔

"یہ خیال کرنا حماقت ہے کہ مطالبہ پاکستان مسلم عوام کے جذبات کا آئینہ دار نہیں۔ مسلمان برطانوی اقتدار کے خاتمہ کے ساتھ ہی ہندو اقتدار کو ختم کر دینا چاہتے ہیں"۔

پھر کہا" کانگریسی حضرات مولانا محمد علی کے اس خطبے کو پڑھیں جو آپ نے ۲۳ء میں کناڈا کانگریس میں پڑھا تھا۔ اور جس میں کہا تھا۔

"مذہبوں کی بنیاد پر ایک وفاق قائم کیا جائے"۔

پہلا شہید پاکستان

۹ر جنوری ۴۶ء کو لدھیانہ میں احراریوں نے لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ مسلم لیگ کو گالیاں دیں۔ مسٹر محمد صادق نے منع کیا۔ احراریوں نے قاتلانہ حملہ کیا اور محمد صادق شہید ہو گئے۔

یہ تار جو اخباروں میں شائع ہوا ایسوسی ایٹڈ پریس آف انڈیا کا ہے۔ پنجاب مسلم لیگ نے ۱۸ جنوری کو "یوم شہید" منا کر شہید پاکستان محمد صادقؒ کو خراج عقیدت پیش کیا۔

خاکسار اور پاکستان

علامہ مشرقی کو راقم الحروف نے نہ صرف یہ کہ دیکھا ہے بلکہ اس کی تحریک خاکسار میں ایک معزز عہدہ پر رہ چکا ہے۔ اہالیان صوبہ بمبئی جانتے ہیں کہ میں نائب حاکم اعلیٰ تھا۔ لیکن جب مسلسل چار سال اس تحریک کی خدمت کے بعد یہ پتہ چلا کہ علامہ مشرقی صرف ذاتی اغراض کے بندے ہیں تو اس تحریک سے مستعفی ہو کر مسلم لیگ میں شامل ہو گیا۔

مسٹر دیوان سنگھ مفتوں ایڈیٹر "ریاست" دہلی نے لکھا ہے۔

"جب لاہور میں خاکساروں پر گولیاں چل رہی تھیں۔ علامہ مشرقی ڈسٹرکٹ جیل میں انڈے مرغی اور حقہ کے لئے لڑ رہا تھا"۔

علامہ مشرقی نے مسلم لیگ کے خلاف جو بودی حرکات کی ہیں انہیں طوالت سمجھ کر نظر انداز کرتا ہوں۔ صرف اتنا کہتا ہوں۔ کہ علامہ مشرقی اس قابل نہیں کہ انہیں قوم کی کوئی بھی امانت سپرد کی جائے۔

۱۱ جنوری ۱۹۴۶ء کو لاہور میں علامہ مشرقی نے قائد اعظمؒ کی تقریر کے بعد ایک ہنگامہ کرا دیا۔

یہ ہے کردار ایک "صحابہ صفت" آدمی کا۔ جو مسلمانوں کے اخلاق کو بلند کرنا چاہتا ہے ؎

گر ہمیں مکتب و ہمیں مُلّا .... کار طفلاں تمام خواہد شد

علماء اور پاکستان

۲۰ جنوری ۴۴ء کو حضرت شاہ شرف الدین بو علی کی درگاہ کے متوّلی عبدالرشید نے پانی پت سے حسب ذیل دیا۔

"اس وقت مسلمانانِ ہند کی واحد جماعت مسلم لیگ ہے اور پاکستان مسلمانوں کا بہترین نصب العین ہے"۔

۱۹ اکتوبر ۱۹۴۵ء کو پشاور میں تقریر کرتے ہوئے مولانا شبیر احمد عثمانی نے فرمایا!

"ہر مسلمان کو پاکستان کیلئے پوری جدوجہد کرنا چاہئے"۔

۲۶ اکتوبر ۴۵ء کو مولانا ظفر احمد صاحب نے ایک بیان میں فرمایا۔ یہ بیان مولانا حسین احمد مدنی کے اس خطبہ صدارت کا جواب تھا جس میں مدنی صاحب نے سہارنپور میں کانگریس سے اشتراک عمل کو جائز قرار دیا تھا۔

مولانا ظفر احمد صاحب نے فرمایا۔

"جب تمام ہندوستان کو موجودہ حالت میں پاکستان نہیں بنا سکتے۔ تو ان صوبوں کو جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ اسلامی سلطنت بنا لینا نہایت ضروری اور لازمی ہے"۔

۲۱ نومبر ۴۵ء کو مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی کا ایک بیان "عصر جدید" کلکتہ میں شائع ہوا۔

"پاکستان ایک ابتدائی قدم ہے۔ آئندہ چل کر یہ قرآنی اصول کے مطابق حکومت عادلہ کی حیثیت اختیار کر سکتا ہے"۔

شیخ الاسلام نے صوبہ پنجاب علماء اسلام کانفرنس میں اپنے خطبہ صدارت میں (جو ۸۰ صفحات پر شائع ہو چکا ہے) فرمایا۔

"مسلمان بیدار ہو چکا اور اس نے اپنی منزل متعین کر لی ہے۔ خوش قسمتی سے علمائے اسلام اور

مشائخ طریقت نے بھی مذہبی نقطہ نظر سے پاکستان کی تائید و حمایت کا بیڑا اٹھالیا ہے"۔

نومبر ۴۵ء کے آخری ہفتہ میں جمعیت علمائے اسلام کا پہلا شاندار اجلاس کلکتہ میں ہوا۔ جس میں مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی۔ مولانا میر محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی۔ مولانا عبدالرؤف صاحب داناپوری۔ مولانا محمد طاہر صاحب قاسمی۔ مولانا آزاد سبحانی۔ مولانا غلام مرشد لاہوری اور دیگر بہت سے علمائے اسلام نے شرکت فرمائی۔ اس جلسے میں ایک تجویز منظور ہوئی۔

"کل ہند جمعیت علمائے اسلام کا یہ اجلاس تمام مسلمانوں سے اپیل کرتا ہے کہ وہ مسلم لیگ کے نمائندوں کو ووٹ دیں۔ چونکہ پاکستان کے سوال کا فیصلہ ان انتخابات کے نتائج پر ہے"۔

۲۱ نومبر ۴۵ء کو خواجہ حسن نظامی صاحب نے اخبارات کو حسب ذیل بیان دیا۔

"میں چشتی اور نظامی برادری کی طرف سے وائسرائے کو تار دے چکا ہوں کہ ہم سب مسلم لیگی ہیں۔ اور اب بھی میں اس رائے پر قائم ہوں۔ لہٰذا میرے مرید۔ تمام نظامی و چشتی مسلم لیگ کو ووٹ دیں۔(یہ یاد رکھنا چاہئے کہ یہ انتخاب پاکستان کے نام پر لڑا جارہا تھا)

۲۶ دسمبر ۴۵ء کو مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی نے دیوبند کے ایک جلسے میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔

"اگر حصول پاکستان کے لئے میرے خون کی ضرورت ہو۔ تو اس راہ میں اپنا خون دینا باعث افتخار سمجھوں گا۔ پاکستان کیلئے اگر میری زندگی کام آجائے تو میں اسے کامیاب قرار دوں گا"۔

۲۶ر دسمبر ۴۵ء کے "صدق" میں مولانا سید سلیمان ندوی کا ایک نوٹ شائع ہوا۔ جس میں آپ نے فرمایا۔

"مسلمانوں کی اکثریت ایک طرف ہے اور اکثریت کی رائے کو آسانی سے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ خصوصاً اس صورت میں جبکہ اس میں مفاد اسلامیہ کا پرتو بھی موجود ہو"۔

سید آلِ رسول صاحب سجادہ نشین حضرت خواجہ صاحب اجمیریؒ نے ایک بیان غازی محی الدین اجمیری کے ذریعہ کلکتہ کانفرنس کو روانہ کیا۔

"میں اپنے جدِ امجد حضرت اجمیریؒ کے نام پر سب مسلمانوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ مسلم لیگ کے نمائندوں کو ووٹ دیں"۔

پیر جماعت علی شاہ نے جمعیت العلماء اسلام کانفرنس لاہور کی صدارت کرتے ہوئے فرمایا:۔

"حکومت اور کانگریس کان کھول کر سن لیں کہ مسلمانوں کو مطالبہ پاکستان سے کوئی طاقت نہیں ہٹا سکتی"۔

شیعہ اور پاکستان

مسٹر علی ظہیر اور حسین بھائی لال جی جب شیعوں کو پاکستان کے خلاف بھڑکانے لگے۔ تو

۲۳ر جون ۴۵ء کو مسٹر حبیب ابراہیم رحمت اللہ نے حسب ذیل تار وائسرائے کو دیا۔

"تمام شیعہ مسلم لیگ کے ساتھ ہیں۔ اور قائد اعظم کی قیادت پر پورا پورا بھروسہ رکھتے ہیں"۔

۹ر اکتوبر ۴۵ء کو اودھ چیف کورٹ کے سابق جج جسٹس ضیاء الحسن نے ایک بیان میں فرمایا۔

"اس نازک عہد میں تمام مسلمانوں کو مسلم لیگ کے پلیٹ فارم پر جمع ہو جانا چاہئے۔ اور وہ اس لئے کہ ان کی حالت اچھوتوں کی سی نہ ہو۔ اور ہندوستان انکے لئے دوسرا اسپین ثابت نہ ہو"۔

۱۶ر اکتوبر ۴۵ء کو چودھری محمد علی رئیس ردولی مسلم لیگ میں شریک ہوئے آپ کے ساتھ بہت سے شیعہ حضرات مسلم لیگ میں شامل ہو گئے۔

شیعہ کانفرنس کو قائد اعظمؒ کا جواب

شیعہ کانفرنس کے پروپیگنڈا سیکرٹری کے دعوتی تار کا جواب دیتے ہوئے ۷ر اکتوبر ۱۹۴۵ء کو قائد اعظمؒ نے فرمایا۔

"مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ شیعہ کانفرنس کے بانی غلط فہمی کا شکار ہو گئے ہیں۔ اور ہمارے دشمنوں نے انہیں گمراہ کر دیا ہے۔ ہر شیعہ کو میری نصیحت ہے کہ وہ مسلم لیگ میں شریک ہو جائے۔ دوسرا کوئی طریقہ بھی ہو وہ نہ صرف یہ کہ مسلمانوں کے لئے نقصان دہ ہے بلکہ شیعہ حضرات کے لئے زیادہ ضرر رساں ہے۔ مسلم لیگ کی طرف سے اور میری طرف سے بار بار وضاحت کر دی گئی ہے کہ مسلمانوں کے ہر فرقہ کے ساتھ انصاف برتا جائے گا"۔

یہ کانفرنس مسٹر علی ظہیر کی کوششوں سے قائم ہوئی۔ لیکن وہ مسلم لیگ کے خلاف محاذ قائم نہ کر سکے۔

اس کانفرنس میں مسلم لیگ کے خلاف ایک تجویز پیش ہوئی لیکن مسٹر بشیر احمد صاحب رضوی ایڈووکیٹ نے ترمیم پیش کی کہ۔

"آنے والے انتخابات میں شیعہ من حیث القوم مسلم لیگ کی تائید کریں۔ اور اصل تجویز کو اس وقت تک ملتوی رکھا جائے"۔

اس ترمیم پر صدر اور مسٹر رضوی میں سخت کلامی ہوئی۔ اور صدر نے ترمیم پیش کرنے کی اجازت نہ دی۔ صدر کی اس غیر آئینی رُولنگ کے خلاف ایک سو مندوبین واک آؤٹ کر گئے۔ اس جلسہ میں مسٹر کلب مصطفےٰ نے کہا۔

"مسلم لیگ میں شرکت اور مسلمانوں کے سواد اعظم کی تائید نہ صرف شیعہ روایات کے مطابق ہے بلکہ اسلام کی بہترین خدمت ہے"۔

جو مندوبین اٹھ کر چلے گئے تھے۔ انہوں نے اور بہت سے حضرات کے ساتھ نواب نوازش علی خاں

کی صدارت میں جلسہ کیا اور تجویز پاس کی۔

"شیعہ آل پارٹیز کانفرنس دھوکہ ہے" اس جلسہ میں قائداعظمؒ اور مسلم لیگ پر کامل اعتماد کا اظہار کیا گیا۔

۱۰ نومبر ۴۵ء کو راجہ غضنفر علی خان نے شیعانِ پنجاب کے نام اپیل کی۔

"اس نازک موقعہ پر مسٹر حسین بھائی لال جی نے لکھنؤ کی شیعہ کانفرنس کے نام سے شرمناک ڈھونگ کھڑا کیا ہے۔ اور ذاتی اغراض کیلئے شیعہ جماعت میں نفاق پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ مجھے امید ہے کہ شیعہ پنجاب میں جلسے کر کے مسٹر لال جی کی مذبوحی حرکت کے خلاف اظہار مذمت کریں گے"۔

۱۱ نومبر ۴۵ء کو سید حسن علی خان کا ایک تار اخبارات میں شائع ہوا۔

"ضلع مظفر نگر کے صرف دو درجن شیعہ سرفراز علی خان کے ساتھ ہیں۔ وگرنہ سب مسلم لیگ کے ساتھ ہیں۔ سادات بارہہ کو مسلم لیگ اور قائداعظم پر پورا اعتماد ہے شیعہ پاکستان کو حاصل کرنے کے لئے ہمیشہ جدوجہد جاری رکھیں گے۔ وہ ہندو راج میں نہیں رہنا چاہتے"۔

مسٹر علی ظہیر کا بھرم

۲۳ نومبر ۴۵ء کو مسٹر کلبِ مصطفیٰ نے اورینٹ پریس آف انڈیا کو حسب ذیل بیان دیا۔

"مسٹر علی ظہیر نے اپنے حالیہ بیان میں شیعوں سے کہا ہے کہ وہ مسلم لیگ کے خلاف ووٹ دیں۔ اس سے آل انڈیا شیعہ پارٹیز کا بھرم کھل گیا ہے۔ موصوف کا حکم ہے کہ شیعہ ان لوگوں کو ووٹ دیں۔ جنہوں نے ہمیشہ ان کے جذبات کو کچلا ہے"۔

مجھے مسٹر علی ظہیر بتائیں کہ نام نہاد آل انڈیا شیعہ پولیٹیکل کانفرنس سوائے چند بغیر فیس والے ممبروں کے کن شیعوں کی ترجمانی کرتی ہے۔

مسلم لیگ نے شیعوں کی ہمیشہ حفاظت کی ہے۔ اس لئے شیعہ اپنے ووٹ پاکستان کے حق میں دیں گے۔

سر آغا خان

۶ اگست ۴۵ء کو سر آغا خان نے فرانسسکو میں اخباری نمائندوں کو بیان دیتے ہوئے کہا۔

"ہندوستان کے مختلف خطے گزشتہ ڈیڑھ سو سال سے برطانوی تسلط کی وجہ سے متحد ہیں۔ ورنہ ہندوستان میں وسیع تر تاریخی لسانی اور نسلی اختلافات موجود ہیں۔ ان خطوں کو ایک مرکزی حکومت کے تحت کر دیا گیا تو یہ عملی سیاست نہ ہوگی۔"

۱۱ نومبر ۴۵ء کو ہندوستان آنے کے بعد کلکتہ میں سر آغا خان نے بیان دیتے ہوئے کہا۔

"یہ امر قابلِ تعجب ہے کہ پاکستان کو انقلابی اور نئی چیز تصور کیا جا رہا ہے۔ حالانکہ میسور، حیدر آباد اور کشمیر ایک قسم کے پاکستان ہی تو ہیں۔ کم از کم ان کی شکل میں پاکستان کا بنیادی اصول موجود ہے"۔

قادیانی اور پاکستان

۱۹ اکتوبر کو مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ نے بیان دیتے ہوئے کہا۔

"آئندہ انتخابات میں تمام احمدی مسلم لیگ کو ووٹ دیں۔ کیونکہ اگر مسلم لیگ کو شکست ہو گئی۔ تو غیر معین عرصہ کیلئے مسلمانوں کا مستقبل تاریک ہو جائے گا"

مرزا بشیر الدین محمود

۲۱ اکتوبر ۴۵ء کو مرزا بشیر الدین محمود احمد امام جماعت قادیان نے بیان دیتے ہوئے کہا۔

"کانگریس کے اس اعلان سے میرے خیالات بدل گئے ہیں۔ کہ میں اب مسلم لیگ سے نہیں بلکہ مسلمانوں سے بات کرونگی"۔ اس کا مطلب تو دروازے کی بجائے سرنگ سے داخل ہونا ہے۔ اس کے معنی مسلم لیگ کی بربادی کے نہیں بلکہ مسلم لیگ کے کیرکٹر اور مسلم قوم کے تباہی کے ہیں۔

میں نے فیصلہ کیا ہے کہ جب تک حالات نہ بدلیں ہمیں مسلم لیگ کی حمایت کرنا چاہئے"۔

آگے چل کر کہا۔

"ہر احمدی مسلم لیگ کو ووٹ دے تاکہ انتخابات کے بعد مسلم لیگ کانگریس سے بلا خوف تردید کہہ سکے کہ وہ مسلمانوں کی نمائندہ ہے۔ اگر ہم اور دوسری جماعتیں ایسا نہ کریں تو مسلمانوں کی سیاسی حیثیت کمزور ہو جائیگی اور چالیس پچاس سال تک ان کا سنبھلنا مشکل ہو جائیگا"۔

عرب اور پاکستان

۳۰ جون ۴۵ء شیخ نشاشیبی رکن عرب پروپیگنڈا کمیٹی نے لندن میں ایک بیان دیتے ہوئے کہا۔

"مسٹر جناح نے شام و لبنان کے مطالبات کی ہندوستان میں سب سے پہلے حمایت کی۔ دوسرے جناب جناح نے فلسطین میں یہودیوں کو آباد کرنے کی پالیسی کے خلاف لیبر پارٹی کو احتجاجی تار روانہ کیا' پاکستان میرے نزدیک ایک خوش آئند چیز ہے۔ تمام ممالکِ عرب جناح صاحب کی پاکستانی سکیم کو دل سے پسند کرتے ہیں"

جناب طٰہٰ عرب پروپیگنڈا کمیٹی کے جنرل سیکرٹری نے کہا۔

"ہم ہندوؤں کے مقابلہ میں جناب جناح صاحب سے بہت قریب ہیں"۔

۲۹ اگست کو عرب وفد کے رکن جناب انور نشاشیبی نے لندن مسلم لیگ کے صدر مسٹر عباس علی

کے نام ایک خط میں کہا۔

"اگر پاکستان قائم ہو جائے تو فلسطین کا مسئلہ خود بخود حل ہو جائے گا۔ دس کروڑ ہندوستانی مسلمانوں کی ایک عظیم الشان حکومت کا قیام ایشیا کی تاریخ کو بدل دے گا۔ اور عرب حکومتوں کے لئے رحمت کا باعث ہو گا۔ اسلامی حکومت کے قیام کے سلسلے میں مسلم لیگ جو مبارک جدوجہد کر رہی ہے۔ میں اس پر اپنی اور اپنی قوم کی طرف سے پسندیدگی اور تحسین کا اظہار کرتا ہوں"۔

فارس الخوری

ڈان کے نمائندہ نے ۲۳ جنوری ۴۵ء کو لندن سے ایک بحری تار دیتے ہوئے کہا۔

"میں شام کے سابق وزیر اعظم فارس الخوری سے ملا انہوں نے کہا۔ میں ہندوستان میں مسلمانوں کی آزاد حکومت کو بیحد پسند کرتا ہوں۔ مسلمانوں کی یہ آزاد حکومت اسلامی ممالک کے لئے بیحد مفید ثابت ہوگی۔ ہمیں یقین ہے کہ انگریز ہندوستانی مسلمانوں اور دوسرے اسلامی ممالک کے مسلمانوں کے جذبات کا پورا پورا احترام کریں گے"۔

آخر بیان میں جناب فارس نے ہندوؤں سے اپیل کی کہ وہ مسلمانوں سے دوستی کی اہمیت کو سمجھیں۔

عزام بے

متحدہ عرب لیگ کے جنرل سیکرٹری جناب عزام کا ایک تار جو قاضی عیسیٰ صاحب کو آپ نے روزانہ کیا اور ۱۵ جنوری ۴۶ء (ہندوستان رائٹر) کو نشر ہوا۔

"ہم دس کروڑ مسلمانوں کی نمائندہ جماعت مسلم لیگ کی آواز سننے پر فخر محسوس کرتے ہیں۔ ہم خوش ہیں کہ وہ عرب لیگ کے مقاصد و اعمال کی تائید کرتی ہے۔ ہمیں خوشی ہے کہ استقلالِ اسلام کے لئے مسلم لیگ دس کروڑ مسلمانوں کو ایک جھنڈے کے نیچے متحد و منظم کر رہی ہے"۔

ریاض الصلح

۱۹ جنوری ۴۶ء کو مارننگ نیوز کلکتہ کے نامہ نگار نے حسب ذیل بحری تار دیا۔

ریاض الصلح وزیر اعظم لبنان جو بین الاقوامی کانفرنس لندن میں لبنان کے نمائندہ ہیں۔ ان سے میں نے دریافت کیا۔

"کیا آپ مسلمانوں کی سعیٔ آزادی سے واقفیت رکھتے ہیں؟"

انہوں نے جواب دیا۔

"آپ ایک آزاد، مستقل اور خود مختار حکومت چاہتے ہیں۔ کیا یہی بات ہے نا۔

عرب ہندوستان کے مسلمانوں کی تحریک آزادی کے دل وجان سے متمنی ہیں۔ ہم خوب جانتے ہیں کہ ہندوستان میں آزاد اسلامی حکومت کا قیام ساری دنیا کے لئے کتنی بڑی طاقت کا باعث ہو گا۔ بلاشبہ سلطنت پاکستان دنیا کی مضبوط ترین اسلامی سلطنت ہوگی۔ ہمیں امید ہے کہ ہندو قوم مسئلہ پاکستان اور استقلال اسلام کے متعلق آپ کے جذبات کا احترام کرے گی"۔

حافظ وہبہ

۱۲ فروری ۱۹۴۶ء کو حافظ وہبہ سفیر سلطنت سعودیہ عربیہ نے جو اقوام متحدہ کی عالمگیر کانفرنس لندن میں جلالتہ الملک سلطان ابن سعود کے نمائندے تھے۔ 'مارننگ نیوز' کلکتہ کے نمائندہ کو بیان دیتے ہوئے کہا۔

"میرے لئے یہ مشکل ہے کہ میں یہ باور کروں کہ مولانا آزاد مسلم لیگ کے ماتحت مسلم اتحاد کے مخالف ہیں۔ یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے۔ کہ مولانا آزاد مسٹر جناح سے اختلاف رکھتے ہوں۔ لیکن یہ اختلاف رائے چاہے کتنا ہی شدید کیوں نہ ہو۔ مگر مولانا آزاد مسلمانوں کی جماعت مسلم لیگ سے جدا اور ہندو جماعت کانگریس سے وابستہ رہیں یہ انہیں کیسے زیب دیتا ہے۔ کیونکہ شریعت کا مسلمہ اصول ہے کہ کسی صورت مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ مسلمانوں کی جماعت اور سواد اعظم سے اپنے آپ کو منقطع کرلے۔ معاملات میں ایک مسلمان کی اختلاف رائے ہمیشہ امت کی اکثریت اور سواد اعظم کی خواہش و مرضی کے تابع ہوتی ہے۔ اگر میں مولانا آزاد کی جگہ ہوتا۔ اور پاکستان کے خلاف بھی ہوتا۔ پھر بھی پاکستان کی حمائت کرتا۔ اور وہ اس لئے کہ مسلمان پاکستان چاہتے ہیں میرا خیال ہے کہ ہندوستان میں اسلامی سلطنت کا ظہور وقیام نہ صرف اسلامیان ہند اور عالم اسلام کیلئے عظیم ترین فائدہ اور بھلائی کی بات ہوگی۔ بلکہ امن عالم کے لئے بھی بڑی چیز ہوگی"۔

جناح اقبال خط و کتابت

مفکرِ اسلام علامہ اقبالؒ نے قائداعظمؒ کو نظریہ پاکستان کے متعلق چند خطوط لکھے۔ جن کا اقتباس درج ذیل ہے۔ یہ خط علامہ نے ۲۸ مئی ۱۹۳۸ء کو لکھا۔

"اسلامی قانون کے طویل اور گہرے مطالعہ کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اگر اس نظام قانون کو اچھی طرح سمجھ کر عملی جامہ پہنایا جائے۔ تو کم از کم ہر فرد کے معاشی حقوق کا تحفظ ہو سکتا ہے۔ لیکن اس ملک میں اسلامی قوانین کا تحفظ۔ شریعت اسلامی کا نفاذ۔ ایک آزاد مسلم ریاست یا چند ریاستوں کے بغیر ناممکن ہے۔ کیا آپ کے نزدیک ابھی اس مطالبہ کا وقت نہیں آیا"۔

مسٹر جواہر لال نے کلکتہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا کہ "ہندوستان میں صرف دو طاقتیں ہیں ایک کانگریس اور دوسری حکومت"۔

مسٹر نہرو کی اس تقریر کے بعد علامہ نے قائد اعظمؒ کو ۲۱ جون کو ایک اور خط لکھا۔

"صدر کانگریس نے مسلمانوں کے سیاسی وجود سے صریحاً انکار کر دیا ہے۔ ان حالات میں ہندوستان میں قیام امن کی واحد راہ یہی ہے کہ نسلی، مذہبی اور لسانی لحاظ سے ہندوستان کی تقسیم عمل میں آئے۔

مجھے یاد ہے کہ انگلستان سے واپسی کے وقت لارڈ لوتھین نے مجھ سے کہا تھا کہ تمہاری سکیم (سکیم پاکستان) ہی ہندوستان کے درد کا درماں ہے۔

میرے خیال میں فیڈریشن کا تصور جو دستور جدید میں پیش کیا گیا ہے۔ بالکل مایوس کن ہے۔ مسلم صوبوں کی جداگانہ فیڈریشن ہی وہ واحد حل ہے۔ جس کے ذریعہ ہم پر امن ہندوستان حاصل کر سکتے ہیں اور غیر مسلم تسلط سے ہم مسلمانوں کو محفوظ رکھ سکتے ہیں"۔

مطالبۂ پاکستان

پاکستان پر اس کے مخالفین جو چاہیں اعتراض کر سکتے ہیں، جس جس پہلو سے چاہیں نکتہ چینی کر سکتے ہیں اور داعیان پاکستان کو جن جن طریقوں سے چاہیں بدنام کر سکتے ہیں مگر وہ ایک چیز بھولتے ہیں، وہ یہ فراموش کر جاتے ہیں کہ مطالبۂ پاکستان ایک فطری اِقتِضا ہے، مسلمانوں کی بیداری اور ان کے احساسِ خودی کا، مسلمان اب اپنے وجود کی اہمیت کو سمجھ چکے ہیں۔ انہوں نے اقوام عالم میں اپنے منصب کو پہچان لیا ہے، اس لئے اب جب تک مسلمانوں کے اس احساس وجود کو نہ ختم کر دیا جائے، اور جب تک ان کے دلوں میں وہی نفرت انگیز احساس کمتری نہ پیدا کر دیا جائے، جو اب سے پچاس سال قبل موجود تھا تب تک حصول پاکستان کے جذبہ کو نہیں دبایا جا سکتا۔ انگریزوں کی طاقت، ہندوؤں کا روپیہ اور بنیوں کا پریس ہمارے مطالبہ کی راہ میں مزاحم ضرور ہو سکتا ہے مگر ہمیں ہماری راہ سے نہیں ہٹا سکتا۔ خود شناسی کی وہ منزلیں جو ہم طے کر چکے ہیں ہمیں اس پر مجبور کرتی ہیں کہ ہم ایک اسلامی حکومت کے قیام کا مطالبہ کریں اور یہی وجہ ہے کہ پاکستان یا جداگانہ قومیت کے خلاف پرزور پروپیگنڈے کے باوجود پاکستان کا تخیل مسلمانوں میں عام ہوتا جا رہا ہے۔

ہمارے مخالفین اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ پاکستان کا مطالبہ محض نتیجہ ہے ہندو دشمنی یا فرقہ وارانہ تعصب کا، خود ہمارے ہی اکثر افراد اس دھوکہ میں مبتلا ہیں کہ قوم نے پاکستان کا مطالبہ ہندو غلبہ کے خوف یا ہندو راج کے ڈر سے پیش کیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہ پاکستان کے جواز میں یا تو کانگریسی وزارتوں کے مظالم گنانا شروع کر دیتے ہیں یا پھر ہندو سیاست کی تنگ نظری کا رونا رونے لگتے ہیں۔ حالانکہ یہ دونوں تصور غلط ہیں مسلمانان ہند اپنی قوت کا پورا احساس رکھتے ہیں وہ نہ انگریز سے ڈرتے ہیں اور نہ ہندو سے، پاکستان کا مطالبہ کسی خوف کا نتیجہ نہیں ہے اس لئے کہ اگر مسلمان انگریز سے ڈرتے تو اس کے مقبوضہ ہندوستان کا

چوتھائی حصہ اس سے طلب نہ کرتے اور اگر ہندو سے ڈرتے تو ان کے مقابلہ میں خم ٹھونک کے ہرگز کھڑے نہ ہوتے، ثبوت کے لئے ان کا عام انداز تخاطب موجود ہے، وہ نہ انگریزوں کے سامنے گڑگڑا رہے ہیں اور نہ ہندوؤں کے خوف سے انکی گھگھی بندھی ہوئی ہے، ان کے تیور شیرانہ ہیں اور وہ ایک طاقتور غیور اور بہادر حریف کی حیثیت سے اپنے مطالبات کی تکمیل کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ ان کا انداز طلب بزدلوں اور کم ہمتوں کے انداز سوال سے بالکل مختلف ہے۔ وہ برابر والوں کی حیثیت سے مطالبہ کر رہے ہیں اور ان کا یہ انداز ہی اس بات کا ثبوت ہے کہ ان کے مطالبہ کی پشت پر نہ تو ہندو غلبہ کا خوف ہے اور نہ تنگ نظرانہ تعصب کی کارفرمائی۔ ان کا مطالبہ ایک طاقتور خود شناس اور احساس خودی سے سرشار قوم کے فطری مقتضیات کا نتیجہ ہے، جس طرح دنیا کی ہر زندہ فعال اور بیدار قوم اپنے انفرادی وجود کو دوسری اقوام عالم کے منوانے کی سعی کرتی ہے۔ اسی طرح مسلمانان ہند بھی اپنے مستقل ملی وجود کو دنیا سے تسلیم کرانا چاہتے ہیں جس طرح دوسری قومیں اپنی قسمت کی مالک اور اپنے مستقبل کی معمار بننا چاہتی ہیں اور جس طرح دنیا کی ہر قوم اس کی طالب ہوتی ہے کہ وہ ایک خاص علاقہ میں اپنی قومی خصوصیات کو باقی رکھتے ہوئے ترقی کر سکے اسی طرح اور بالکل اسی طرح مسلمانان ہند بھی اس کے طالب ہیں کہ ہندوستان کے ایک مخصوص حصہ میں ان کی اپنی حکومت قائم ہو۔ جہاں وہ اسلام کے مقرر کردہ مخصوص سیاسی، اقتصادی، تمدنی، علمی اور معاشرتی نظریات کے مطابق زندگی گزارتے ہوئے ایک خوش حال اور ترقی یافتہ قوم بن جائیں۔ یہ ایک نفسیاتی تقاضا اور ایک فطری خواہش ہے۔ جو ہر قوم میں ہو سکتی ہے اور ہوتی ہے، ہمارے مخالفین ہمارے مطالبات کے اس نفسیاتی رخ کو نہیں سمجھ رہے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ وہ پاکستان کے خلاف اپنی تمام طاقتیں صرف کر چکنے کے بعد بھی ناکام ہیں۔ اور نہ صرف ناکام ہیں، بلکہ مخالفت میں جتنی شدت بڑھتی جاتی ہے اتنا ہی پاکستان کا تخیل بھی عام ہوتا جاتا ہے۔

قائداعظمؒ کی مجاہدانہ نکتہ چینی

۱۹ نومبر ۱۹۴۰ء کو قائداعظمؒ نے مرکزی مقننہ میں معرکۃ آلارا تقریر فرماتے ہوئے کہا۔

"نائب صدر! میں رنج و افسوس کے ساتھ اس مباحثہ میں حصہ لینے کے لئے کھڑا ہوا ہوں۔ گزشتہ چھ دن کے دوران میں ہم نے مختلف تقریریں سنیں۔ تاریخی اور تحقیقی مقالے، مذہبی اور اخلاقی مواعظ ہوتے رہے ہیں۔ میں اس علمی بحران اور تدریس و تحقیق میں نہیں جاؤں گا جس کا مظاہرہ اس ایوان میں کیا گیا ہے۔

موقف کا جائزہ لینے کے بعد اسے تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ماضی۔ حال۔ اور مستقبل۔ ماضی کے متعلق باہمی اتہامات الزامات اور حجت و تکرار سے کوئی فائدہ نہیں۔ کیا ایک دوسرے پر تہمت دھرنے اور یہ کہنے کا موقعہ ہے کہ یہ "تمہاری بداعمالیاں ہیں" ۔ اور دوسرا فریق کہنے لگے کہ یہ

"تمہاری کرتوتیں ہیں" ۔ اس سے کیا حاصل۔ اس سے تو تلخیوں میں اور اضافہ ہو گا۔ اور مسئلہ کی الجھنیں اور زیادہ بڑھ جائیں گی۔ اس لئے ہم ماضی کو نہ چھیڑیں کیونکہ ہم اسے جانتے اور سمجھتے ہیں۔

سب سے پہلی اور اہم بات یہ ہے کہ حکومت ہند نے فوجوں کو غیر ممالک میں بھیجنے کے سلسلے میں ہم سے کوئی مشورہ نہیں لیا۔ ہمیں بتایا ضرور گیا کہ ملک معظم کی حکومت نے یہ طے کیا ہے کہ فوج کو ممالک غیر میں فلاں فلاں جگہ بھیجا جائے۔ اگر آپ اسے مشورہ کہتے ہیں تو کہہ لیجئے۔

میں نہیں کہتا کہ کون فریق صحیح ہے اور کون غلط۔ لیکن یہ تو سب جانتے ہیں۔ خصوصاً میرے دوست سر راما سوامی مدلیار۔ حکومت ہند کی حیثیت ویسٹ منسٹر کی مقبوضاتی نوعیت سے بالکل علیحدہ ہے۔ پھر کیوں ظاہرداری کی جائے اور کیوں مسٹر گرفتھن کو یہ کہنے کی اجازت دی جائے۔ میرے خیال میں ان کی رائے قطعی غیر دانشمندانہ تھی کہ "جب کانگریسی جماعت یہاں موجود نہ ہو تو یہ ایوان نمائندہ نہیں رہتا" ۔ کیا باقی ارکان کسی شمار میں نہیں۔ اس سے کیا مطلب ہے تمہارا۔

مسٹر پی۔ جے گرفتھن: میرا یہ مطلب ہے کہ جزو کل کی نمائندگی نہیں کرتا۔

قائد اعظمؒ: بے شک نہیں۔ اگر ایک بڑا حصہ نکل جائے۔ لیکن کیا یہ کہنا قرین انصاف ہے کہ محض اس وجہ سے حکومت اس ایوان سے کوئی مشورہ کرنا مناسب نہیں سمجھتی۔ یہ کوئی وجہ نہیں۔ بات یہ ہے کہ حکومت کو ایسا اختیار ہی نہیں ہے۔ یہی اس کی اصلی وجہ ہے۔ اس ایوان کو یہ کہنے کا اختیار ہے کہ "ہم ہندوستان کے شریک جنگ ہونے کا اعلان نہیں کرتے" ۔ یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ ہندوستان برطانیہ عظمیٰ کے قبضہ میں ہے اور اس سے گریز ممکن نہیں۔ کیا آپ ایک لمحہ کیلئے بھی یہ استدلال کر سکتے ہیں کہ اس حکومت کو نمائندۂ تاج وائسرائے کو اس مجلس قانون ساز سے مشورہ کرنے کا اختیار ہے۔ اس لئے اس مجلس کے فیصلہ اعلان جنگ یا عدم اعلان جنگ کو انہیں تسلیم کرنا ہو گا۔ پھر کیوں ظاہر داری کی جائے۔ گمراہ کیا جائے۔ ہم جانتے ہیں کہ حکومت ہند ایسا نہیں کر سکتی۔ معاملہ یہیں ختم ہے۔ اعلان جنگ کر دیا ہے۔ بہت اچھا۔ میں جانتا ہوں کہ ملک معظم کی حکومت اور ملک معظم نے اعلان جنگ کر دیا ہے۔ اب خواہ ہندوستان اسے پسند کرے یا نہ کرے۔ خواہ چاہے یا نہ چاہے۔ ہندوستان بر سر جنگ ہے۔ اور یہ ایک حقیقت ہے۔

اب میں ایوان کے معزز ارکان کی توجہ موجودہ حالات کی طرف منعطف کراؤں گا کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہئے۔ ایوان کے پیش نظر یہ سوال ہے کہ اگر حکومت مجھے اس دلیل سے خوفزدہ کر دے کہ اگر انگلستان کو شکست ہو گئی تو ہمارا کیا حال ہو گا۔ میں پھر بھی جو کچھ کہہ سکتا ہوں وہ یہی ہے کہ میں انگلستان کی شکست نہیں چاہتا۔ میں نے ایسا کبھی نہیں کہا۔ میں یہ کیوں نہ کہوں کہ اگر انگلستان کو شکست ہو جائے تو کس کو زیادہ نقصان پہنچے گا۔ مجھے یا تمہیں؟

اگر انگلستان کو شکست ہو گئی۔ تو نہ صرف اپنی آزادی و خود مختاری کھوئے گا۔ نہ صرف نازیوں

کے پاؤں تلے روندا جائے گا۔ بلکہ اس کے لئے کچھ بھی باقی نہ رہے گا۔ میں کیوں نہ حکومت سے کہہ دوں کہ مجھ سے زیادہ تم خطرے میں ہو۔

تم بے خبر اور ناواقف لوگوں سے کہہ سکتے ہو کہ "اگر انگلستان کو شکست ہو گئی تو ہندوستان کی آزادی یا آزادی کا تصور اور حکومت کا خیال، مذہب، عبادت گاہیں اور مساجد تباہ و برباد ہو جائیں گی" شاید ایسا ہو۔ لیکن اس کا وہی جواب ہے جو میں نے دیا ہے۔ مسلمانوں سے کہا جاتا ہے کہ اسلامی ممالک خطرے میں ہیں بے شک انہیں خطرہ لاحق ہے۔ مگر کیا تم اس تبلیغ سے کامیاب ہو جاؤ گے۔ تم بہت پروپیگنڈہ کر سکتے ہو۔ لیکن بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ تم محض خوف دلا کر اپنا کام نہیں نکال سکتے۔

جہاں تک مسلم لیگ کا تعلق ہے میں بلاخوف و تردید کہہ سکتا ہوں کہ ہم نے حکومت کے راستے میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کی۔ ۴ ستمبر ۱۹۳۹ء سے ۲۹ ستمبر ۱۹۴۰ء تک ہم کہیں بھی سنگِ راہ ثابت نہیں ہوئے۔

میں ایوان کے سامنے مختصر طور پر کچھ واقعات رکھ دوں۔ جب نمائندہ تاج نے لیگ کے سربر آوردہ اور نمائندہ اشخاص سے گفتگو کر لی تو دفعتاً اکتوبر ۱۹۳۹ء کو مجھے مسٹر گاندھی اور بابو راجندر پرشاد صدر کانگریس کے ساتھ مدعو کیا۔ مجھے اکتوبر میں نمائندہ تاج کی تجویز کا کوئی علم نہ تھا اور میں سنتا ہوں کہ مسٹر گاندھی اور بابو راجندر پرشاد کو بھی کوئی علم نہ تھا۔

میں چند جملوں میں اس چیز کو بیان کر دوں۔ جہاں تک صوبائی امور کا تعلق ہے۔ یہ کلیتہً کانگریس اور مسلم لیگ کے سپرد تھے۔ چونکہ یہ بڑی جماعتیں تھیں۔ اگر ہم صوبائی امور میں متفق ہو جاتے تو وہ مجلس عاملہ کی توسیع پر آمادہ تھے۔ مجلس عاملہ کے ارکان کی تعداد کا تعین ہی نہیں اور نہ ہی قانون میں کوئی توضیح ہے۔ اس کی تعداد غیر محدود ہے انہوں نے یہی سمجھا یا کہ مجلس عاملہ کی توسیع میں وہ ہمارے مطالبات کو امکانی حد تک پورا کرنے پر آمادہ ہیں۔ مطالبات کے سلسلے میں ہم دونوں غیر مطمئن تھے لیکن میں نے وائسرائے کی تجاویز پر غور کرنے کی آمادگی کا اظہار کیا۔ گاندھی جی نے انکار کیا۔ لیکن فروری میں وائسرائے کی اورینٹ کلب والی تقریر نے گاندھی جی پر واضح کر دیا کہ ایک باعزت سمجھوتہ کا اب موقع ہے۔

فروری میں ایک اور کوشش ہوئی مگر بیکار۔ اس کے بعد کیا ہوا۔ مجھے اس کا علم نہیں۔

میں نے بار بار کہا کہ اپنے گھر بار اور بال بچوں کے دفاع کو مستحکم کرو۔ جون میں ہم نے ایک اور قرار داد بھی پاس کی تھی جس کا مطلب یہ تھا کہ ہندوستانی اپنے ملک کے دفاع کے لئے سخت جدوجہد کریں۔

ظاہر ہے کہ جنگ جاری رکھنے کے لئے روپیہ کی ضرورت ہے اور خواہش کی جا رہی ہے کہ ہم اس کی تائید میں رائے دیں لیکن ہمارے پاس یہ جاننے کے ذرائع نہیں کہ اس کو کس طرح خرچ کر رہے ہو۔ تم نے اب تک جو کچھ کیا یا آئندہ کرنے والے ہو۔ اس میں ہمارا کوئی مشورہ یا آواز نہیں۔ ہمیں کئی

شکایات ہیں۔

محکمہ رسد کس طرح چلایا جارہا ہے۔ محکمہ فوج کا کیا حال ہے۔ دوسرے محکموں کی کیا حالت ہے۔ اعتماد کا فقدان ہے اور اندیشے ہیں۔ لوگوں کو تعجب ہوتا ہے کہ تم پردے کے پیچھے کیا کر رہے ہو۔

کیا آپ ہم سے توقع رکھتے ہیں کہ ہم محکمہ رسد کے خرچ کی تائید میں رائے دیں۔ اس میں ہمارا کوئی دخل نہیں۔ میں مالیاتی نشستوں سے پوچھتا ہوں۔ یورپین حلقے سے کہتا ہوں کہ کیوں تم سر جوڑ کر کوئی تجویز نہیں بناتے۔ اور اُن میں کچھ شعور پیدا نہیں کرتے۔ جن کے ہاتھوں میں اس وقت اقتدار ہے۔

اب میں مسٹر جیمس سے مخاطب ہوتا ہوں۔ یادر کھو ہماری قرار داد اس پیشکش کو مسترد کر رہی ہے۔ ہم واقعی رسد کے خرچ کی تائید میں کوئی رائے نہیں دے سکتے جس میں ہماری کوئی آواز نہیں۔

اس کے بعد مجھ سے پوچھا گیا کہ اگر ہم نے مسودہ کی شکست گوارا کر لی اور کانگریس حکومت کو شکست دینے پر تلی ہے تو ممالکِ غیر میں اس کا کیا اثر ہو گا۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ کانگریس نے حکومت کو شکست دی تو یہ میری غلطی نہ ہوگی۔ یہ تمہارے دستور کی غلطی ہے۔ اگر مسلم لیگ نے تمہاری موافقت میں رائے دے دی اور تمہیں چند راؤں سے کامیابی ہو بھی گئی تو اس سے کیا ہو گا۔ انہوں نے ممالک غیر میں یہ خبر پہلے ہی بھیج دی ہے کہ منتخب اراکین کی اکثریت اس کے خلاف ہے۔ امریکہ میں کون ایسا بیوقوف ہے، جو تمہارے قانون کو نہیں جانتا۔ جرمنی میں کون ایسا احمق ہے جو اس مقننہ کی ترتیب و تشکیل سے واقف نہیں۔ وہ کون شخص ہے جو یہ یقین کرے گا کہ تم مسودۂ قانونِ مالیات کے مسترد ہو جانے کی وجہ سے جنگ ہار گئے ہو۔

اس وقت جب تم خطرے کی زد میں ہو۔ غیر معمولی مطالبات کرنا شیوہ دانائی نہیں۔ کیونکہ یہ طریق مذموم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے یہ نہیں کہا کہ ہماری تائید حاصل کرنے کے لئے پہلے پاکستان دینے کا اقرار کیجئے۔ میرے کانگریسی دوست خواہ کچھ کہیں۔ لیکن پاکستان ہمارا واحد مقصد ہے۔ ہم اس کیلئے لڑیں گے اور اپنی جانیں تک دیدیں گے۔ اس میں کسی کو غلط فہمی نہ ہونی چاہئے۔ مسٹر ڈیسائی کی جمہوریت مر چکی۔ ہم تعداد میں کم ہیں تو ہوا کریں۔ لیکن میں تم کو بتادوں۔ شاید تم نہیں جانتے۔ میں جانتا ہوں اور یہ کہنے کی جراُت رکھتا ہوں۔ یہ دھمکی نہیں۔ تمہارے علم و اصلاح کے لئے اگر ہم چاہیں اور تہیہ کر لیں تو تمہیں کانگریس سے سو گنی زیادہ تکلیف پہنچا سکتے ہیں۔

اب مجھے چند باتیں اپنے کانگریسی دوستوں سے کہنی ہیں۔ چاہے وہ مجھ سے متفق ہوں یا نہ ہوں۔ مسٹر ڈیسائی نے کانگریس کی مجلس عاملہ کا ایک بیان پڑھا جو ۱۰ ستمبر کا بتایا گیا ہے۔ اس میں ہندوستان کی آزادی و خود مختاری کے ساتھ ساتھ اپنے دستور کو ایک مجلس دستور ساز کے ذریعہ تشکیل دینے کا حق طلب کیا گیا ہے۔ جس کا انتخابی ذریعہ حق رائے دہی بالغان اور اقلیتوں کے لئے خاص حق رائے دہی ہو گا۔ اس کے علاوہ ان کی طمانیت کے لئے تحفظات بھی ہوں گے۔ ہر چند وقت کم ہے۔ لیکن میں آپ سے

اور کانگریسی دوستوں سے کہوں گا کہ ابھی تک ان کے دماغ میں یہی ہے کہ کانگریس ہی باشندگان ہند اور ملک کی واحد نمائندہ ہے مسلمان اور دوسری اقوام محض اقلیتیں ہیں۔

میں ایوان کو بتادوں کہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں ابتک سمجھوتہ نہ ہونے کا باعث کیا ہے۔ کانگریسی قائدین مجھے معاف کریں۔ گویہ امرِ واقعہ ہے کہ کانگریس ایک ہندو ادارہ ہے۔ کانگریسی رہنماؤں کے دماغوں میں ہے کہ مسلمانوں کو کانگریس اور ہندو راج کے حلقہ میں آنا چاہئے گو مسلمانوں کا ایقان ہے کہ وہ ایک علیحدہ قوم ہیں۔

مسٹر اینے : مسٹر جناح کا نقطہ نظر کم از کم ۱۹۲۰ء سے پہلے تو یہ نہ تھا۔

قائد اعظمؒ : ۱۹۱۶ء سے جب سے دو جداگانہ بنیادی اصولوں پر" میثاق لکھنو " کی تکمیل ہوئی تھی۔

مسٹر اینے : میں اس وقت وہاں موجود تھا۔

قائد اعظمؒ : ممکن ہے میرے دوست اس وقت وہاں موجود ہوں، لیکن اس وقت کوئی ان کا نام تک نہ جانتا تھا۔

اس موقعہ پر میں اپنے دوست مسٹر ستیہ مورتی نائب قائد کا حوالہ دونگا۔ انہوں نے گزشتہ مئی میں فرمایا تھا۔ "مسٹر ایمری کی سنجیدگی اور تدبر کو پرکھنے کی کسوٹی یہ ہوگی کہ وہ مسلم لیگیوں سے کہہ دیں کہ نہ پاکستان نہ متفقہ وزارتیں اور نہ غیر ممکن تحفظات ہیں (مسلمانوں کو) اکثریت (ہندوؤں) سے تصفیہ کر لینا چاہئے۔ اگر وہ (مسٹر ایمری) ایک مرتبہ یہ کہہ دیں تو باقی کام آسان ہو جائے گا"۔

ایک معزز رکن : یہ کس نے کہا تھا؟

قائد اعظمؒ : مسٹر ستیہ مورتی نے۔ وہ کہتے ہیں نہ متفقہ وزارتیں ملیں گی اور نہ غیر ممکن تحفظات بس اکثریت سے تصفیہ کر لو۔ میرے دوست کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کو ہندوؤں کے رحم و کرم پر چھوڑ دو۔ بس یہی وہ مقام ہے۔ جہاں کانگریس سے میرا بنیادی اختلاف ہوتا ہے۔ وہ ہندوستان کی آزادی نہیں چاہتے۔ مسٹر گاندھی نے جو کچھ کہا ہے اسے دہراتا ہوں۔ وہ چاہتے ہیں کہ برطانیہ کے زیر سایہ مسلمانوں اور دیگر اقلیتوں پر تسلط حاصل کریں۔ مسٹر گاندھی یہی کہتے ہیں۔ اور میں اس کی تائید نہیں کر سکتا۔

۲۹ اکتوبر کو انہوں نے جو مضمون لکھا وہ بھی اس کا ایک قطعی ثبوت ہے۔ یہ صحیح ہے مسٹر گاندھی کے مضامین اور تقریریں ایسی ہوتی ہیں کہ آپ ان سے کسی بھی تجویز کی تائید حاصل کر سکتے ہیں۔ ان کے فرمودات ڈلفی کے دارالاستخارہ کی طرح ہوتے ہیں۔ مسٹر گاندھی کو سمجھنے کیلئے غور و فکر کی گہرائیوں میں جانے کی ضرورت ہوتی ہے۔

(ڈلفی قدیم یونان کا ایک غیب داں گنا جاتا تھا۔ اس کے دارالاستخارہ سے غیب کی باتیں معلوم ہوتی تھیں۔ اس کی خصوصیت تھی کہ جواب مبہم ہوتے تھے۔ لوگ جس طرح کا چاہتے مطلب نکالتے۔)

وائسرائے کی پیش کش نامنظور کرتے ہوئے مسٹر گاندھی نے سال گزشتہ ۲۹ اکتوبر کو کہا تھا۔

"اگر آج برطانوی حکومت ہندوستان سے چلی جائے تو پنجابی پنجاب سے (لیکن وہ دیانتداری سے بجائے پنجابی کے مسلمان کہہ سکتے تھے) اور مشرق سے گورکھے نکل کر سارے ملک کو تاراج کر دیں گے۔ اس لئے ہندوستان پر برطانوی اقتدار اعلیٰ قائم رکھنے کا اگر کوئی خواہشمند ہے تو وہ صرف کانگریس ہو سکتی ہے"۔

ایک معزز رکن: براہ کرم اس کے آگے بھی پڑھیے۔

قائداعظمؒ: میں اس کے آگے کا حصہ بھی پڑھ رہا ہوں۔ میں نے آپ سے کہیں زیادہ اس کی تحقیق کی ہے۔ اب اس کے بعد اس کا دوسرا اور کارگر حصہ آتا ہے۔

"یہ باشندگانِ ہند اور ان ہندوؤں کی جو اپنی اکثریت کے باعث کمزور ہیں واحد نمائندہ اور مقتدر جماعت ہے"۔

میں اسی ایوان سے پوچھتا ہوں کہ اس کا کیا مفہوم ہے۔ کانگریس کی ۱۰ اکتوبر والی قرارداد کے بعد ۲۹ اکتوبر کو صرف بیس دن کے اندر اندر مسٹر گاندھی یہ مضمون لکھتے ہیں۔ اگر آپ دیانتداری سے یقین کریں تو دیکھیں گے کہ اس قرارداد میں مکمل خود مختاری کا مطالبہ موجود ہے۔ لیکن اس مضمون کے بعد اس قرارداد کا کیا مطلب ہوا۔ اب تو حکومت برطانیہ سے وہ کہہ رہے ہیں۔

"تم مجھ سے سمجھوتہ کر لو کیونکہ میں پنجابیوں اور گورکھوں کی بہ نسبت یہاں تمہارا اقتدار قائم رکھنے کا آرزومند ہوں"۔

ہم دیکھتے ہیں کہ کانگریسی قراردادیں منظور ہوتے ہی مفسرین اس کی تفسیر شروع کر دیتے ہیں حتیٰ کہ تشریح میں اصل متن بھول جاتے ہیں۔ لیکن یہاں ماہر مفسر ملے ہیں جو کہتے ہیں کہ قومی حکومت کے معنی مشترک حکومت کے ہیں۔ کیا میں ٹھیک کہہ رہا ہوں؟

مسٹر بھولا بھائی ڈیسائی: ہاں!

قائداعظمؒ: بلکہ متفقہ حکومت۔ اگر آپ چاہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ کابینہ کی تشکیل ہر جماعت سے ہوگی۔

مسٹر بھولا بھائی ڈیسائی: بقول مسٹر ایمری انگلستان کی حکومت اور کم از کم انہوں نے یہی موازنہ کیا تھا۔

قائداعظمؒ: مسٹر ایمری نے اسی تقریر میں کہا تھا۔ "تمہیں ایسی حکومت نہیں مل سکتی جیسی انگلستان میں ہے"۔

سب سے پہلے میں ایک لمحہ کے لئے بھی باور نہیں کر سکتا کہ کوئی طاقت کسی ملک یا قوم کو محض ایک اعلان کے ذریعہ آزاد کرا سکتی ہے میرا ایقان ہے کہ آزاد ہونے والوں کو کوئی غلام نہیں بنا سکتا۔ یہ اعلان کی بات نہیں۔ اگر کامل خود مختاری پر تمہارا ایقان ہے تو میں تمہاری عزت کروں گا تم بندوقوں پر اپنی گرفت

مضبوط کر لو۔ پھر حکومت برطانیہ سے گفت وشنید کی کوئی وجہ اور سبب باقی نہ رہے گا۔ یوں مانگنے سے کیا فائدہ کہ پہلے مجھے مجلس دستور ساز دیجئے۔ اگر آپ مجھ سے متفق ہیں کہ اقتدار فوراً منتقل ہونا چاہئے تو وہ برطانوی حکومت اور برطانوی پالیمان ہی ہے جو اپنے رجسٹر قوانین میں ایک قانون وضع کر کے اس ملک کے باشندوں کا وہ اقتدار منتقل کر سکتی ہے۔

میں کانگریسی جماعت سے مخاطب ہوں۔ ہم سب ایک خطرے میں ہیں۔ ہم اس سے بے اعتنائی نہیں برت سکتے۔ اگر تمہارے پاس کوئی قابلِ عمل تجویز ہے جسے معقول پسند جماعتیں پسند کر سکتی ہیں۔ آیئے' صحیح راستہ کیوں اختیار نہیں کرتے۔

مسٹر بھولا بھائی ڈیسائی نے اپنی تقریر میں صرف انہی دو امور پر زور دیا ہے۔ جمہوریت اور قومی حکومت۔

اس سے کیا حاصل۔ کابینہ خواہ کیسی ہی کیوں نہ ہو۔ وہ اس مجلس دستور سازی کو تو جوابدہ ہوگی۔ جس کے دو تہائی ارکان پر مسٹر بھولا بھائی ڈیسائی اپنا اقتدار رکھتے ہیں۔ میں اس شخص کو قابل رحم سمجھتا ہوں جو ایسی کابینہ میں ہو۔ اور کانگریسی انتداب اور کانگریس کے حکم کی تعمیل نہ کرے۔"

مداری کے چھوکرے

نومبر ۱۹۴۰ء میں پراونشل مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن دہلی کی پہلی کانفرنس کا افتتاح کرتے ہوئے قائداعظمؒ نے فرمایا۔

"ہم محسوس کرتے ہیں کہ برطانیہ ہی نہیں ہندوستان بھی خطرے میں ہے۔ اگر برطانیہ عظمیٰ کو شکست ہو گئی تو فی الحقیقت ہم سب کو خطرہ لاحق ہو جائیگا۔ انہی وجوہات کی بناء پر ہم نہیں چاہتے کہ فاشسٹوں کی فتح ہو۔ ہم برطانیہ سے اپنی آزادی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے ابتدا سے ہی برطانیہ کے راستہ میں رکاوٹیں نہیں ڈالیں۔ مثلاً باوجودیکہ پاکستان ہی ہماری کشتی کا لنگر ہے۔ ہم نے برطانیہ کی حمایت کے لئے پاکستان کو شرط اول قرار نہیں دیا۔ ہم نے تو صرف یہ یقین مانگا ہے کہ برطانیہ کانگریس سے کوئی مستقل یا عارضی سمجھوتہ کر کے ہمارا ساتھ نہ چھوڑ دے۔ میں برطانیہ کو پورے نو کروڑ مسلمانوں کی امداد دینے پر تیار ہوں۔ وہ بھی مشترک مفاد کے لئے۔ لیکن اختیارات میں میرا مساوی اور مؤثر حصہ ہونا چاہئے"۔

کانگریس کا حوالہ دیتے ہوئے آپ نے فرمایا "ہر مسلمان کو یقین ہو گیا ہے کہ کانگریس ایک ہندو ادارہ ہے اور کانگریس ہائی کمانڈ کا مقصد اول ہندوستان میں ہندو راج ہے"۔ آپ نے ڈاکٹر مونجے اور ساورکر کے بیانوں کی طرف توجہ دلائی جن میں انہوں نے کہا تھا کہ "مسلمان جرمنی کے یہودیوں کی طرح ہیں اور ان کے ساتھ ویسا ہی سلوک ہونا چاہئے"۔

کانگریس کی قومیت ایک گمراہ قومیت ہے اگر وہ اپنی نام نہاد قومیت کے دعوے سے دست کش ہو جائے تو دوسری اقوام کے بہت سارے "مداری کے چھوکروں" کے لئے اس میں کوئی گنجائش نہیں۔

در حقیقت کانگریس برطانوی سنگینوں کے سایہ میں ہندوستان پر اقتدار چاہتی ہے۔ وہ دوسرے فرقوں پر جبر و استبداد کرنے کیلئے قوت و توانائی کی آرزومند ہے۔ وہ برطانیہ پر اس لئے زور ڈال رہی ہے کہ وہ دب کر صلح کرلے۔ یہ کھلا ہوا فریب اور مکاری ہے۔ حکومت اس سے آگاہ ہے اور ہم بھی واقفیت رکھتے ہیں۔ لیکن حکومت مسلمانوں کو کانگریس یا ہندوؤں کے رحم و کرم پر چھوڑنے کی جسارت نہ کریگی اور اگر اس نے یہ جرأت کی تو اس دن حکومت کو پشیمانی ہوگی۔

مسلمانوں نے گزشتہ رُبع صدی میں باعزت سمجھوتہ کی کوشش کی۔ مگر کانگریس اور ہندو وہ سمجھوتہ چاہتے ہیں کہ سارے ہندوستان پر ان کا اقتدار ہو۔ دوسری طرف مسلمان یہ چاہتے ہیں کہ آزادی، خود مختاری اور ہندوستان کی آئندہ حکومت میں مساوی حصہ ملے ہم ہندوؤں کو غور و فکر کی دعوت دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ گزشتہ رُبع صدی کے تجربوں کی روشنی میں مصالحت کے نکات پر غور کریں۔ ہندوؤں کو چاہئے کہ وہ ہندو راج کا خواب دیکھنا چھوڑ دیں۔ اور ہندوستان کو ہندو وطن اور مسلم وطن میں تقسیم کرنے پر رضامند ہو جائیں۔ آج ہم ہندوستان کی ایک چوتھائی چاہتے ہیں اور ان کیلئے تین چوتھائی چھوڑتے ہیں۔ اگر وہ اس پر تیار نہ ہوئے تو شاید انہیں یہ تین چوتھائی بھی نہ ملے۔ اب ہمارا مقصد پاکستان ہے۔ جس کیلئے مسلمان زندہ رہیں گے۔ اور ضرورت کے وقت جانیں دیں گے۔

قائداعظمؒ کا نیک مشورہ

۲۸ر نومبر ۱۹۴۰ء کو قائداعظمؒ نے مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے ایک جلسہ عام منعقدہ منگل داس میموریل ہال احمد آباد میں تقریر فرماتے ہوئے کہا۔

"ہندوستان کو تقسیم کر دینا چاہئے تاکہ ہندو اور مسلمان اچھے پڑوسیوں کی طرح رہ سکیں۔ اگر ہندوؤں نے سارا ہندوستان لینے کی کوشش کی تو وہ سارے کا سارا کھو دیں گے۔ اگر انہوں نے ایک تہائی مسلمانوں کو دینے پر رضامندی کا اظہار کیا تو انہیں دو تہائی مل جائے گا۔

ہندو صوبوں کی مسلم اقلیتیں اپنی تقدیر پر شاکر و صابر رہیں گی۔ قیام پاکستان کے بعد ہندو صوبوں کی مسلم آبادی کو ہجرت عام کی رائے نہیں دونگا میں جو کچھ چاہتا ہوں وہ صرف یہ ہے کہ مسلم اکثریتی صوبوں میں جہاں اب بھی پاکستان ہے مرکزی حکومت کا اقتدار ہندو اکثریت کے ہاتھوں میں نہ جانے پائے۔

ہندو مہا سبھا نہایت بے تکے پن سے اقلیم ہند پر ہندو راج کی فکر کر رہی ہے۔ کانگریس کی زبان پر جمہوریت، مشترکہ انتخاب اور قومی حکومت ہے۔ لیکن جمہوریت معنوی اعتبار سے دنیا کے کسی حصہ میں موجود نہیں۔ حتیٰ کہ انگلستان میں بھی اونچا طبقہ حکومت کرتا ہے۔ لیکن ہندوستان میں تو ایسی جمہوریت کا

امکان ہی نہیں، مذہب کا کیا ذکر۔ مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان تہذیبی یا معاشرتی کوئی شے مشترک نہیں۔ ایک قومی حکومت جو مجلس قانون ساز کے منتخب ارکان کو جوابدہ ہو۔ صرف ایک مشتعل ہندو اکثریت کے تابع فرمان ہو کر تشکیل پا سکتی ہے۔ اس میں مسلمان اور دوسری اقلیتیں قطعی ہندو راج کے رحم و کرم پر ہونگی"۔

"میں مسلمانوں کو ہندوؤں کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑ سکتا"

۱۳ جنوری ۱۹۴۱ء کو آپؒ نے انجمن ترقی مسلمین و مجلس مسلم کے ایک جلسہ عام میں تقریر فرماتے ہوئے کہا۔

"کیا سارے اقلیم ہند کیلئے ایک ایسی متحدہ حکومت کی تشکیل ممکن ہے جو چالیس کروڑ انسانوں پر حکومت کرے۔ اس نظام میں تین ہندو اور ایک مسلمان کا تناسب ہوگا۔ جس کے معنی ہوں گے کہ ہندوؤں کے احکام سب پر جبراً نافذ کیے جائیں گے۔ ہندوستان میں جمہوریت اور حقِ رائے دہی بالغان کے رواج کا مطلب ہندو راج کا قیام ہے۔

مسلمان پاکستان کے مطالبے پر ہندوؤں پر اقتدار نہیں چاہتے مسلم لیگ صرف یہ چاہتی ہے کہ دو منطقوں میں جسے وہ اپنا وطن سمجھتی ہے۔ اس پر حکومت کرے۔

میں جس صوبے میں اقلیت میں ہوں۔ اپنی قسمت پر شاکر رہ کر اپنا فرض ادا کرونگا۔ مگر اکثریتی صوبوں کے مسلمانوں کو ہندوؤں کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑ سکتا۔ مسٹر گاندھی کانگریس اور ہندو مہا سبھا سارے ہندوستان پر اقتدار چاہتی ہے۔ لیکن انہیں یہ کبھی حاصل نہ ہوگا۔ ہاں اگر انہوں نے ایک تہائی ہمیں دیدیا تو دو تہائی شاید ان کو مل جائے اور اس طرح قضیہ ختم ہو جائے"۔

مسلمان قوم ہیں اقلیت نہیں

۱۰ مارچ ۱۹۴۱ء کو قائداعظمؒ نے انجمن اتحاد طلباء مسلم یونیورسٹی علیگڑھ کے ایک جلسہ میں تقریر فرماتے ہوئے کہا۔

"گزشتہ سال میں نے یہاں تقریر کرتے ہوئے آپ حضرات کے دل میں پاکستان کا خیال موجزن پایا تھا۔ حالانکہ اس وقت قرارداد لاہور پاس نہیں ہوئی تھی۔ یہی احساس ہندوستان کے دوسرے حصوں میں بھی پایا جاتا تھا۔ میں نے مسلمانانِ ہند کے دلوں میں جو خیال موجزن تھا اس کا نہایت بے باکی سے اظہار کر دیا ہے۔ اس پر سارے ہندو پریس ہندو لیڈروں اور کانگریس کو ایک جنون سا ہو گیا ہے۔ مگر ان کے پریس کی تشہیر، دشنام طرازی غلط بیانی اور شور و دیوانگی ہمارے پائے استقلال کو متزلزل نہیں کر سکتی۔

میں بار بار کہہ چکا ہوں کہ جمہوری پارلیمانی نظامِ حکومت جیسا کہ انگلستان اور دوسرے مغربی ممالک

میں ہے۔ ہندوستان کے لئے قطعاً غیر موزوں ہے۔ کانگریسی اخبارات میں آزادی کے دشمن کی طرح مجھے معتوب و مطعون کیا گیا۔ مگر میرے بیان کی حقیقت سمجھدار دل و دماغ بتدریج قبول کر رہے ہیں۔

ہندوستان میں برطانوی حکمت عملی کی دو بنیادیں ہیں۔ اول وحدتِ ہندوستان اور دوسرے مغربی طرز کا جمہوری نظام۔ مگر مسلمانوں نے بلاشک وشبہ یہ حقیقت مسلّمہ کر دی ہے کہ وہ اقلیت نہیں بلکہ ایک قوم ہیں۔

مجھے کہنے کی اجازت دیجئے کہ آج وحدتِ ہند کا ایک ستون ٹوٹ گیا ہے۔ دوسرا ستون جمہوریت تھا۔ خود یورپ میں جمہوریت پر کیا بیتی! آیئے دیکھیں، وہاں جمہوریت کی آڑ میں امراء اور اونچے درجہ کے آدمی حکومت کر رہے ہیں۔ اگر انگلستان میں جمہوریت ایک حد تک کامیاب ہے۔ تو اس کی وجہ ایک قوم اور ایک معاشرہ ہے۔

ہندوستان میں جمہوریت کے تحت لازماً اقلیتیں ہونگی۔ ہندوؤں اور مسلمانوں میں زندگی کے سب بنیادی اور لازمی امور میں سخت اختلاف ہے۔ حقائق پر پردہ ڈالنے سے فائدہ؟ خود ہندوؤں میں اونچی اور نیچی ذاتیں ہیں۔ لیکن وہ دفعتاً جمہوریت کے عشق میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ اب تو وہ جمہوریت کے سوا کوئی دوسرا ذکر ہی نہیں کرتے۔ ہندوستان میں اس طرح کسی دستور کی تعمیر کرنا کہ ہندو مسلم اختلافات کا وجود ہی نہیں، دانشمندانہ فعل نہ ہوگا۔ حقیقت ہے کہ ہندو جمہوریت کے مطالبے سے اپنے ہی لوگوں کو ضرر پہنچا رہے ہیں۔

ہم نے قرار دادِ لاہور بڑے غور و فکر کے بعد پاس کی ہے۔ تجویزِ تقسیم کو کانگریس نے ہوا سمجھ لیا ہے، یا کوئی خطرناک جانور۔ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان یہاں صدیوں سے قائم ہے آج بھی ہے اور قیامت تک رہیگا۔ یہ ہم سے چھین لیا گیا تھا۔ اب ہمیں واپس لینا ہے۔ ہندوؤں کا اس پر کوئی حق نہیں۔

ہماری تجویزِ تقسیم کے متعلق برطانوی اور کانگریسی حلقوں میں بتدریج احساس ہو رہا ہے۔ اب "گئو ماتا کو کاٹا جا رہا ہے" ۔ اور "مادر وطن کے ٹکڑے کئے جا رہے ہیں" ۔ کے نعرے ختم ہو گئے ہیں۔

ہندو اخبارات نے یہ بھوت کھڑا کر دیا ہے کہ اگر ہندوستان کو منقسم کر دیا گیا تو مسلمان سارے ملک کو تاخت و تاراج کر دیں گے۔ یہ ایک بے بنیاد الزام ہے۔ اگر انہیں خوف ہے تو پھر وہ سارے ہندوستان پر حکومت کا عزم کس طرح کر سکتے ہیں۔ پاکستان میں سات کروڑ سے زیادہ مسلمان نہیں ہونگے۔ اور ہندو ہندوستان میں بائیس کروڑ سے کم نہ ہوں گے۔ کیا وہ سات کروڑ کے مقابلہ میں اپنی آزادی قائم نہ رکھ سکیں گے۔

ہم سے پاکستان کی حفاظت کا بھی سوال کیا جاتا ہے۔ کیا مجھے بتایا جا سکتا ہے کہ پرتگالی، فرانسیسی اور برطانوی آقا کہاں سے آئے تھے۔ اور اب تو جدید جنگ وجدل سرحدوں کی قید سے آزاد ہے۔ پہلا درجہ فضائی بیڑے کا ہے۔ برّی اور بحری طاقتیں دوسرا درجہ رکھتی ہیں۔ آیئے تاہم اچھے پڑوسیوں کی طرح

رہیں۔ ہندو جنوب مغرب کی حفاظت کریں اور مسلمان سرحدوں کی۔ پھر ہم مل کر کھڑے ہوں گے اور دنیا سے کہیں گے کہ ہندوستان سے الگ رہو۔ ہندوستان ہندوستانیوں کا ہے۔"

آپؒ نے فرمایا "عملی طور پر پاکستان ہی وہ واحد مقصد ہے جس کے ذریعہ آپ اس ملک میں اسلام کو قطعاً فنا ہونے سے بچا سکتے ہیں۔ پاکستان موجود تو ہے لیکن اسے حاصل کرنا ہے۔ آزادی حاصل کرنے سے آزادی کا برقرار رکھنا مشکل امر ہے۔ امریکہ و برطانیہ کو اپنی آزادی برقرار رکھنے کے لئے کتنی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ تم اپنے آپ کو مضبوط بناؤ۔ ہمارے سامنے داخلی حفاظت اور حملوں کی دفاع کے مسائل ہونگے' آزادی چرخہ چلانے سے نہیں ملتی۔ ہمیں اپنے نصب العین کیلئے تیار رہنا چاہئے۔ گو ہندوستان متفقہ جنگ سے باہر ہے۔ مگر یہاں بھی ایک قسم کی جنگ جاری ہے۔ اپنے آپ کو ناگہانی ضرورت کیلئے تیار رکھو علی گڑھ مسلم ہندوستان کا میگزین ہے اور تم اس کے لئے بہترین سپاہی ہو۔

کانگریس اور گاندھی جی کی ریشہ دوانیوں کے باوجود آج مسلم لیگ ایک مضبوط ادارہ ہے۔ گزشتہ سال گاندھی جی مجھ سے دہلی ملنے آئے تھے۔ وہ مجھ سے نہیں مسلم ہندوستان سے ملنے آئے تھے۔ کیونکہ میں مسلم ہندوستان کے نمائندے کے سوا کچھ نہیں ہوں۔

مجھے معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ انگلستان اور کانگریس کے ذمہ دار حلقوں میں پاکستان پر سنجیدگی سے غور کیا جارہا ہے ہمیں مقصد کی طرف بڑھنا ہے۔ جب تم بالکل تیار ہو جاؤ گے۔ میں بتاؤں گا کہ اب کیا کرنا ہے"۔

تیس سال میں ہندو مسلم سمجھوتہ کیوں نہ ہو سکا

۳۰ مارچ ۱۹۴۱ء کو مسلم فیڈریشن کانپور کے جلسے میں تقریر فرماتے ہوئے کہا۔

"گزشتہ تیس سالوں میں ہندو مسلم سمجھوتہ نہ ہو سکا جس کی وجہ یہ تھی کہ ہندو اور مسلم نظریات میں اختلاف تھا۔ ہندو کہتے ہیں مسلمان اقلیت ہیں۔ اور یہ ان کی صلح جویانہ گفتگو کی ابتدا ہے۔ اس لئے انہیں زیادہ سے زیادہ چند ضروری تحفظات دیئے جاسکتے ہیں۔ مسلمانوں کا دعویٰ ہے کہ وہ ایک علیحدہ قوم ہیں۔ وہ کوئی ایسا سمجھوتہ منظور نہ کریں گے۔ جس میں ان کی حیثیت اقلیت کی ہو۔

کانگریس نے اپنی حکومت کے عہد میں مسلمانوں کے ساتھ اقلیت کا برتاؤ کر کے اپنے نظریئے کی وضاحت کر دی۔ مسلمانوں نے ۲۳ مارچ ۴۰ء کو لاہور میں پاکستان کی تجویز منظور کر کے اپنے مطمع نظر کی وضاحت کر دی۔

جب سے گاندھی جی کانگریس میں "پدھارے" ہیں۔ اس میں روحانیت کا بدنصیب عنصر داخل ہو گیا ہے۔ گاندھی جی کی آمریت نے اس حقیقت کا انکشاف کر دیا ہے کہ وہ ایک ہندو ادارہ ہے۔ لیکن گاندھی جی اب تک بہت دعویٰ سے کہے جارہے ہیں کہ وہ سارے ہندوستان کی طرف سے بول رہے

ہیں۔

گاندھی جی گول میز کانفرنس میں پنجاب کے مسلمانوں کو ۵۱ فیصدی بھی دینے کو تیار نہ تھے۔ جس کا نتیجہ پاکستان کی دریافت ہے"۔

غیر پاکستانی صوبوں میں رہنے والے مسلمانوں کے متعلق آپ نے فرمایا "ساٹھ کروڑ مسلمانوں کی آزادی کیلئے اگر ضرورت پڑے تو میں اپنے بمیت دو کروڑ مسلمانوں کے پرخچے اڑا کر آخری رسم شہادت ادا کرنے کو تیار ہوں"۔

مسلمان مدغم نہیں ہوں گے

۱۴ اپریل ۱۹۴۱ء۔ قائداعظمؒ نے آل انڈیا مسلم لیگ کانفرنس مدراس میں تقریر فرماتے ہوئے کہا۔

"مسلم لیگ شمال مغربی اور مشرقی ہندوستان میں ایسے علاقے معین کرنا چاہتی ہے۔ جہاں کے مسلمان اپنے علاقوں میں دفاع مالیات امور خارجہ، مواصلات، محصول، سکہ اور لین دین غرضیکہ بقائے ریاست کے جتنے محکمے ہیں ان پر ان کا پورا پورا قابو ہو۔ ہم ان علاقوں کو اپنا وطن بنانا چاہتے ہیں۔ کسی دوسری قوت یا حکومت کی جاگیر بنانا نہیں چاہتے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم کسی ایسے ہندوستان گیر دستور سے متفق ہونا نہیں چاہتے۔ جو عملی طور پر پورے غلبۂ اقتدار کے ساتھ ہندو راج ہو۔

مسلمان ایک علیحدہ قوم ہیں۔ ان کو کسی دوسری قوم میں مدغم کرنے کی کوشش قطعی بیکار ہے۔ کیونکہ ہم نے عزم کر لیا ہے کہ ہم پاکستان حاصل کئے بغیر اپنی کمریں نہیں کھولیں گے۔

مسلمانوں کو اس قدر منظم ہو جانا چاہئے کہ دشمن تنہا یا جمع ہو کر نبرد آزما ہونا چاہیں تو ان کا مقابلہ کامیابی سے کیا جا سکے۔ مسلم لیگ نے مسلمانوں کو خود اعتمادی اور عزت نفس کا دلدادہ بنا دیا ہے۔ لیکن ابھی انہیں اور مضبوط کرنے کی ضرورت ہے تاکہ مجتمع ہو کر منزل مقصود کی طرف بڑھیں۔ مسلمانوں کو اب ایسا سیاستدان ہونا چاہئے کہ وہ دنیا کے ہر حصہ میں اور ہر موقعہ پر حریفوں پر غالب آسکیں"۔

"جنم بھومی" کا افتراء

"جنم بھومی" (بمبئی کا گجراتی اخبار) نے مسٹر ایمری کا ایک جعلی خط چھاپ کر قائداعظمؒ پر سنگین الزامات اور بہتان تراشے تھے۔ قائداعظمؒ نے مسلم لیگ صوبہ بمبئی کی معرفت اس سازشی اور مصنوعی خط کی تردید کرتے ہوئے فرمایا۔

"یہ خط محض جھوٹا اور بے بنیاد ہے"۔

ہندوستان کبھی ایک نہ تھا

جون ۱۹۴۱ء میں قائداعظمؒ نے مسلمانانِ اوٹی کے سپاسنامہ کا جواب دیتے ہوئے فرمایا۔

"پاکستان کے خلاف جھوٹی اور گمراہ کن تشہیر کے باوجود وہ دن دور نہیں جبکہ پاکستان کو ہر ہندوستانی قبول کرلے گا۔ مجھے یقین کامل ہے کہ میں جس چیز کی حمایت کر رہا ہوں۔ اس میں مسلمانوں کے ساتھ دوسرے تمام فرقوں کے مفادات مضمر ہیں۔ نمائندہ حکومت کا ذکر ہی نہیں۔ ہندوستان میں کبھی ایک قوم نہیں رہی اور نہ ہی ایک قومی حکومت۔ یہاں چاہے ہندوؤں کی حکومت رہی یا مسلمانوں کی۔ ہمیشہ شخصی اور مطلق العنان رہی۔ آج صرف برطانوی سنگین ہندوستان کو ایک بنائے ہوئے ہیں۔ جس وقت یہ سنگین یہاں سے ہٹالی جائیں گی۔ ہندوستان کی ایک جغرافیائی وحدت بھی نہ رہے گی"۔

اہالیانِ میسور کو مشورہ

جون ۱۹۴۱ء میسور سٹیٹ مسلم لیگ کے ایک سپاسنامہ کا جواب دیتے ہوئے آپ نے فرمایا۔

"دستوری طور سے آپ ایک خود مختار ریاست میں رہتے ہیں۔ جو برطانوی ہند سے مختلف ہے۔ لیکن میسور ہو یا دنیا کا کوئی کونہ۔ مسلمانوں کے درمیان ایک رشتہ اخوت ہوتا ہے۔ انکی ایک قومی نسبت ہوتی ہے۔ فرزندانِ اسلام سرحد وحدود کی قید و بند سے آزاد ہوتے ہیں"۔

مسٹر محمد امام کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا "بعض اوقات ہمارے نمائندے ہمارے رہنما یا وزراء اپنے ذاتی فرائض کے لئے ممکن ہے کہ ہمیں آگ میں جھونک دیں۔ لیکن ایک ٹھوس اور متفقہ رائے عامہ سے مضبوط کوئی چیز نہیں۔ تم قائد بنا بھی سکتے ہو اور بگاڑ بھی سکتے ہو"۔

مولوی فضل الحق کو قائداعظمؒ کا جواب

بمبئی ۱۱ ستمبر۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ مولوی فضل الحق نے نیشنل ڈیفنس کونسل سے استعفا دے دیا ہے۔ اس طرح انہوں نے مجلس عاملہ کا حکم مان لیا ہے۔ اب اس معاملہ میں ان کے خلاف کوئی کارروائی نہ ہوگی لیکن ان کا خط بنام سیکرٹری مسلم لیگ جو آج اخبارات میں شائع ہوا ہے۔ یہ سراسر غلط بیانیوں، غلط فہمیوں اور نامعقولیت کا پلندہ ہے اور اراکین مسلم لیگ پر جن میں میرا بھی شمار ہے نازیبا حملوں کا مجموعہ ہے۔ مسٹر موصوف جیسی پوزیشن کے آدمی کے لئے یہ زیب نہیں دیتا تھا ٹھنڈے دل سے غور کرنے کے بعد وہ اس خط کی اشاعت پر خود پچھتائیں گے۔

قابلِ نفریں جھوٹ

۲ نومبر ۱۹۴۱ء کے روز مسلم یونیورسٹی یونین علی گڑھ میں تقریر کرتے ہوئے قائداعظمؒ نے فرمایا۔

"اس سال کے دوران میں میں دوسری مرتبہ علی گڑھ آیا ہوں میں اس طرح کے فقرے استعمال کرنے کا عادی نہیں۔ آج کا نوجوان کل کا قائد ہوگا۔ بلکہ میں کہتا ہوں عملی آدمیوں کی طرح تم پر ذمہ

داریاں عائد ہوتی ہیں اور تمہیں ان سے عہدہ براہونا ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ عرصہ دراز تک میرے اور وائسرائے کے درمیان ملاقاتوں اور گفت وشنید کا سلسلہ جاری رہا ہے۔ مختصر الفاظ میں ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ جیسے ہی حالات اجازت دیں یا جنگ کے فوراً بعد دستور کی از سرِ نو تنقیح کی جائے۔ وزیر ہند کی تشریح واعلان سے واضح ہو گیا ہے کہ حکومت برطانیہ اس دستور کو ہندوستان میں نافذ نہ کریگی۔ اور جب تک اس ملک کی بڑی جماعتوں میں اتفاق نہ ہو۔ کسی دستور کی تدوین نہ ہوگی۔ چلو اس حد تک تو ہمارا مطالبہ منظور کر لیا گیا۔

مسلم لیگ کی رائے ہے کہ ہندوستان کے مفادات کیلئے سعیٔ جنگ کو تیز کرنا چاہئے۔ اگست ۱۹۴۰ء کے اعلان کے بموجب بڑی جماعتوں کے نمائندوں کو اس تجویز میں شامل کیا جائے گا۔ اور انہیں اقتدار و اختیار بھی حاصل رہیگا۔ وائسرائے نے گفت وشنید کے دوران میں کہا تھا۔

"میں آپ کو کچھ نہیں بتا سکتا سوائے اس کے کہ آپ کو دو نشستیں دوں گا"۔

ہر سمجھدار سمجھ سکتا ہے کہ حکومت نے ہمارے تعاونِ عمل کے پیشکش کی کوئی قدر نہیں کی۔ کیا ہم تختہ مشق بننے کے لئے ہیں یا خانہ پری کیلئے؟ یاد رہے کہ اگر کانگریس کابینہ سے باہر رہی تو اس حالت میں سارا بوجھ مسلمانوں پر پڑیگا۔ یہ محض چند عہدے حاصل کرنے کا مسئلہ نہیں بلکہ برطانیہ کی یہ تجویز ایک جنگی معاہدہ ہے۔ اگر کانگریس ستیہ گرہ کر جائے تو صرف مسلم لیگ واحد جماعت ہوگی۔ حالات کے تحت مجھے کابینہ میں اکثریت ملنی چاہئے۔

میں اعلانیہ کہتا ہوں کہ کانگریس کابینہ میں آئے اور مسلمانوں کے ساتھ مساوی تعداد کے تحت مل کر ہندوستان کے دفاع کا کام سرانجام دے۔ بعض ذمہ دار حلقوں میں کہا جا رہا ہے کہ یہ دو قومی نظریے کو تسلیم کر لینے کے مترادف ہو گا۔ لیکن موجودہ دستور میں وزراء کی مکرر ترتیب کو دو قومی نظریے سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ اس کی تشکیل سروں کی گنتی سے نہیں بلکہ جو سروں کے اندر ہے اس کی اساس پر ہونی چاہئے۔

حقیقت یہ ہے کہ حکومت برطانیہ ایک سال کے بعد دفعتاً جاگی ۲۲ جولائی ۱۹۴۱ء کو حکومت نے مجلس وزراء کی توسیع اور نام نہاد قومی مجلس دفاع کی تشکیل کا اعلان کر دیا۔ ہماری مخالفت کے باوجود حکومت نے اس کو ہم پر نافذ کر دیا۔ مجھے مسرت ہے کہ اس کے انجام سے حکومت کو اچھا سبق مل گیا۔ کبھی شر سے خیر پیدا ہو جاتا ہے۔ مسلم ہندوستان کے کونے کونے میں مظاہرے کئے گئے اور ثابت ہو گیا کہ مسلمان مسلم لیگ کے ساتھ ہیں۔

دوسرا امر مجلس قانون ساز میں ہمارا رزِ عمل ہے۔ ہمارے مطالبے کی پرواہ کئے بغیر مرکزی حکومت کی دوبارہ تشکیل کو مسلم ہندوستان پر جبراً عائد کیا گیا۔ جس کی بناء پر بطور احتجاج ہم مرکزی مقننہ سے واک آؤٹ کر گئے۔ اگر حکومت برطانیہ نے اسلامی حکومتوں کے بارے میں اپنے ارادوں کی وضاحت نہ کی تو مسلم ہندوستان کو قابو میں رکھنا مشکل ہو جائے گا۔

پاکستان کے مخالف حکومت سے کہتے ہیں کہ اگر پاکستان وجود میں آیا تو آسام میں خفیف سی سرگوشی انقرہ و استنبول میں گونج پیدا کر دیگی۔ اور پاکستان ہندوؤں سے زیادہ برطانیہ کیلئے خطرناک ہو گا چنانچہ وہ حکومت کو مشورہ دیتے ہیں۔ "شدید ضرورت اس کی ہے کہ اسلامی ممالک کے ٹکڑے کر دئے جائیں۔ اس طرح پاکستان گہری قبر میں دفن ہو جائیگا۔ پھر ہم تم ہندوستان پر حکومت کریں گے"۔ یہ نہایت احمقانہ مشورہ ہے۔

سیاسی صورت حال کے متعلق مسٹر گاندھی نے کہا تھا۔ "اس منزل پر فرقہ وارانہ اتحاد کے بغیر کوئی عام کارروائی کرنا خانہ جنگی کو دعوت دینا ہے"۔ اگر خانہ جنگی ہمارے مقدر ہی میں ہے تو ہوگی۔ لیکن میں مسٹر گاندھی سے کہوں گا کہ اس کی دعوت پر نہ ہو۔ (چاہے کانگریسی لیڈر سردار پٹیل ۱۹۴۶ء میں احمد آباد میں خانہ جنگی کی دھمکیاں دیتے رہیں) میرا خیال ہے کہ مسٹر گاندھی کے یقین دلانے سے مسلم ہندوستان کو بڑا اطمینان ہو رہا ہو گا۔ آخر خانہ جنگی کا ذکر ہی کیوں۔ ہم تو اس ملک کی حکومت کو ایسے نظام کے تحت لانا چاہتے ہیں جسے ہم دونوں چلا سکیں۔ آخر اس نظام کا نام ہی کیوں لیتے ہو جو چوتھائی صدی سے ناکام ہوتا آرہا ہے۔

ہم نے پاکستان کو اپنا منشور قرار دیدیا ہے۔ مخالفین دماغ سے ہی نکال دیں کہ یہ بازاری لین دین ہے۔ ۱۹۳۹ء میں مسٹر گاندھی نے کہا تھا مسلم لیگ زیادہ بولی دینے والے کے ہاتھ بک جائیگی۔ یہ ایک قابل نفریں جھوٹ ہے۔ ہم اپنے مطالبہ سے ایک انچ پیچھے ہٹنے والے نہیں۔ ہم اپنے مفادات کی نگرانی اور حفاظت کی پوری اہلیت رکھتے ہیں"۔

عزمِ قائد

قائداعظمؒ ایک اسپیشل ٹرین کے ذریعہ سراج گنج پہنچے۔ سٹیشن پر قائداعظمؒ کا شاہانہ استقبال ہوا۔ کانفرنس پنڈال کا نام "جناح نگر" تھا۔ ۱۴ فروری ۱۹۴۲ء کو بنگال مسلم لیگ کے اسپیشل اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا۔ "اس وقت ہندوستان کے کونے کونے میں پاکستان کا نعرہ گونج رہا ہے۔ گزشتہ تین سال سے پاکستان مسلمانوں کا نصب العین بن چکا ہے۔ میں اس کی وضاحت کر دوں کہ ہندوستان ہمارا ہے۔ اس میں ہماری رضامندی کے بغیر کوئی حکومت نہیں بن سکتی۔ میں آپ کو انقطاعی طور پر یقین دلاتا ہوں کہ میں اپنا مطالبۂ پاکستان منظور کرا کر رہوں گا"۔

قائداعظمؒ کا عزمِ شہادت

۲۳ مارچ ۱۹۴۲ء کو یوم پاکستان کے موقعہ پر دہلی میں پچاس ہزار کے مجمع میں تقریر کرتے ہوئے قائد اعظمؒ نے فرمایا۔

"میں بلاخوفِ تردید کہہ سکتا ہوں کہ دیگر جماعتوں سے کہیں زیادہ مسلم لیگ ہندوستان کی آزادی وخود مختاری کی علمبردار ہے۔ ہم انصاف کے طالب ہیں۔ ہم دیگر فرقوں سے جلبِ منفعت کا ارادہ نہیں رکھتے۔ ہم ایک خود مختار اور آزاد قوم کی طرح اس ملک میں زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں۔ ہم اقلیت نہیں بلکہ ایک قوم ہیں۔

سر کرپس کی تجویز کے بارے میں میرا مشورہ ہے کہ اب تک حکومتِ ملک معظم کی تجاویز ہمارے سامنے نہیں آئیں۔ آپ صبر وسکون سے کام لیں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں۔ اگر وہ تجویز ہندوستان کے مفاد کے خلاف ہوگی۔ تو ہم نہ صرف اسے مسترد کر دیں گے بلکہ پوری قوت سے اس کی مخالفت کریں گے۔ اور اس کوشش میں اگر جان بھی دینی پڑی تو دیدیں گے۔ میں حکومت کو متنبہ کرتا ہوں کہ وہ مسلم لیگ کو دبانے یا اس کی صفوں میں انتشار کی کوشش نہ کرے۔ یہ بہتانِ عظیم ہے کہ ہم برطانوی شہنشاہیت کے معاون ومددگار ہیں۔ مجھے ساری زندگی میں کبھی اس کا تصور بھی نہیں ہوا کہ اس ملک میں کسی اجنبی اقتدار کے تحت رہنا چاہئے۔ مسلمانوں کو خوف ہے کہ سر کرپس کانگریس کے دوست ہیں۔ اور آنند بھون میں پنڈت نہرو کے مہمان بھی۔ سر کرپس ہندوستان میں ذاتی حیثیت نہیں بلکہ برطانوی نمائندہ کی حیثیت سے آئے ہیں اس لئے حکومت کا جو منصوبہ یا تجویز وہ اپنے ساتھ لائے ہیں۔ جب تک ہمارے سامنے نہ آجائے، صبر سے کام لینا چاہئے۔ سر کرپس نے پریس کانفرنس میں اس امر پر زور دیا ہے کہ مسلمانوں اور دوسرے فرقوں کے دلوں میں جو تشویش ہے اسے دور ہو جانا چاہئے۔ میں واضح کر دوں کہ ہم بے خوف ہیں ہمارا مقصد صداقت پر مبنی ہے۔ ہم انصاف کے طالب ہیں۔ ہم حکومت کو پریشان کرنا نہیں چاہتے۔ لیکن ہم بیگاروں کی طرح حکومت کی کوئی مدد کرنے کے لئے تیار نہیں۔

اگر مسلمانوں کے مفاد کے خلاف کوئی حل یا تجویز زبردستی عائد کی گئی تو اس کی مزاحمت کریں گے۔ اور اسکے جو بھی نتائج ہونگے ان کا مقابلہ کرنے کیلئے تیار ہیں۔ اگر ہندو یا برطانوی قیادت الگ الگ یا مل کر فریب کاریوں اور سازشوں پر اتر آئے تو ہم اس کی مدافعت کریں گے۔ تا آنکہ ہم سب کے سب مر جائیں"۔

کرپس تجاویز

دورانِ جنگ میں سر اسٹیفورڈ کرپس ایک عارضی حکومت کی تجاویز لے کر ہندوستان آئے۔ اس کو ہندوستان کی دونوں بڑی قوموں ہندو مسلم نے نامنظور کر دیا۔ ہندوؤں نے اس لئے ٹھکرایا کہ اس میں اقلیتوں کو پورے طور پر غلام بنانے کی صلاحیت نہ تھی۔ مسلمانوں نے اس لئے کہ وہ چاہتے تھے کہ اصولِ پاکستان کو صاف صاف لفظوں میں تسلیم کر لیا جائے اور جنگ کے بعد اس کی تفصیلات پر بحث ہو۔ چونکہ ان تجاویز میں ترمیم کی گنجائش نہ تھی اس لئے حکومت نے واپس لے لیں۔ ان تجاویز میں پاکستان کے اصول کو مبہم طور پر تسلیم کر لیا گیا تھا۔

۲۳ مارچ ۱۹۴۲ء کو سر اسٹیفورڈ کرپس تجاویز کا ایک مسودہ لے کر ہندوستان پہنچے۔ انہوں نے پہلے ہندوستانی رہنماؤں کے سامنے اپنا مسودہ رکھا۔ حکومت کا اعلان تھا کہ یہ مسودہ بجنسہٖ منظور ہو۔ یا مسترد دوسری کوئی صورت نہیں۔

۳۰ مارچ ۱۹۴۲ء کو یہ مسودہ شائع کر دیا گیا۔

مسودہ کا خلاصہ

۱۔ اختتام جنگ کے بعد ہندوستان کو مکمل آزادی دے دی جائے گی۔

۲۔ اقوام ومذاہب کے تحفظ کی ذمہ داری فی الحال برطانیہ پر ہوگی۔

۳۔ جنگ کے خاتمہ پر صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات ہونگے اور مرکزی دستور ساز اسمبلی کا قیام عمل میں لایا جائے گا۔

۴۔ یہ فیڈرل دستور ہو گا۔ یعنی صوبے ایک یونین میں شریک ہونگے۔

۵۔ مجلس دستور ساز کا آئین ہندوستان کا دستور ہو گا۔

۶۔ ہر صوبہ یا ریاست کو حق ہو گا کہ وہ دس سال کے بعد چاہے تو یونین سے علیحدگی اختیار کر لے۔ اس طرح علیحدہ ہونیوالے صوبے یا ریاستیں چاہیں تو اپنی جداگانہ فیڈریشن یا یونین بنا سکتے ہیں۔

۷۔ اختتام جنگ تک گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ نافذ رہے گا۔

۸۔ محکمہ دفاع بدستور وائسرائے کے ماتحت رہے گا۔ اگرچہ ملک کی تمام سیاسی پارٹیاں متحد کیوں نہ ہو جائیں۔

فاشسٹ مجلس اعلیٰ

قائداعظمؒ نے ۱۳ اپریل ۱۹۴۲ء کو دہلی میں ایک پریس کانفرنس میں فرمایا۔

"ملک معظم کی حکومت کی جو تجاویز سر کرپس لیکر آئے تھے ناقابل ترمیم تھیں۔ مجھ سے کہا گیا کہ جزوی نہیں کلی طور پر تجاویز قبول کرنی ہوں گی۔ یہ کیونکر ممکن تھا کہ ہم مستقبل کو نظر انداز کر کے صرف حال پر غور کرتے۔ اس میں پاکستان کو واضح طور پر قبول نہیں کیا گیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے انہیں مسترد کر دیا۔

مجھے معلوم ہوا ہے کہ پنڈت نہرو اب بھی نمائندگان پریس کانفرنس میں یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ کانگریس پورے ہندوستان کی نمائندہ ہے۔ مگر اس دعویٰ کی کوئی بنیاد نہیں۔

مسلم لیگ نے سر کرپس کی تجاویز کو بڑی احتیاط سے جانچا اور ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ مستقبل کے تعلق سے اس میں پاکستان کو قبول نہیں کیا گیا۔ صرف کسی صوبے یا صوبوں کے لئے اختیارِ علیحدگی ہے۔ ہم اس کو رد کرنے کے باوجود معترف ہیں کہ یہ ایک ایسی تاریخی دستاویز ہے جس پر آئندہ برطانوی حکمت عملی

کی تعمیر ہو سکتی ہے۔

سر کرپس اور میرے مابین یہی گفتگو ہوئی کہ وائسرائے متعلقہ جماعتوں کے ساتھ اس کی تفصیل اور ترتیب کا تصفیہ کر لیں گے۔ کانگریسی کیمپ کے شور و غوغا سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ سر کرپس اور کانگریسی حضرات کے مابین کیا گفتگو ہوئی۔ لیکن میں یہ ضرور کہوں گا کہ ہندوستان کی خود مختاری اور فوری آزادی کے نام پر اگر کانگریس کی متبادل تجاویز منظور کر لی جائیں یعنی بڑی جماعتیں مشترکہ ذمہ داری کے ساتھ کابینہ کو نامزد کرتیں۔ وائسرائے دستوری گورنر جنرل ہوتے۔ وزیر ہند اور ملک معظم کی حکومت کو مداخلت کا اختیار نہ ہوتا۔ تو اس کا مطلب ایک ایسی ناقابل تحلیل کابینہ تشکیل دینا ہو گا۔ جو سوائے اکثریت کے اور کسی کو جوابدہ نہ ہوگی" ظاہر ہے کہ یہ کابینہ کانگریس کی تابع فرماں ہو۔

ایسے تصفیہ کی رو سے، جو کابینہ بنتی۔ وہ ایک "فاشسٹ مجلس اعلیٰ" کی مثال ہوتی ۔ جس میں مسلمان اور دیگر اقلیتیں کانگریس راج کے رحم و کرم پر ہوتیں۔

ہم مسلمان آزادی و خود مختاری کے علمبردار ہیں۔ ہمارے جذبات حریت کسی سے کم نہیں۔ لیکن مسلمان اور دیگر اقلیتیں اگر اس کابینہ کا شکار ہوئیں تو آزادی سے قطعی محروم ہو جائیں گی۔

ایک سوال۔ موجودہ حالات میں مسلم لیگ کیا چاہتی ہے؟

جواب۔ اگر تمام جماعتیں مطالبہ پاکستان کو مان لیں۔ چاہے اس کی تفصیلات کا تصفیہ بعد از جنگ ہو۔ تو ہم صورت حال کو بہتر بنانے کے لئے کسی معقول عارضی انتظام میں شریک ہوں گے۔

کانگریس اور ہلاکت خیز خانہ جنگی

۱۳ ستمبر ۱۹۴۲ء کو قائداعظمؒ نے دہلی میں امریکی، برطانوی، چینی اور ہندوستانی صحافیوں کی کانفرنس میں تقریر فرماتے ہوئے کہا۔

"ہمارے قابل اطمینان معاہدوں کی رو سے منتقل ہونے والے اختیارات میں کسی صورت میں بھی معین نہیں کرتا۔ لیکن یہ امر لازماً مشروط ہو گا کہ ساری جماعتیں مسلم رائے عامہ کے فیصلہ پر ہندوستان کی تقسیم کا اپنے آپ کو حلفاً پابند کریں۔ اگر اس شرط کو پورا نہ کیا گیا اور موجود دستور کے خاکے کے باہر کوئی عارضی حکومت بنائی گئی تو اس کا مطلب ہو گا کہ ہم گرفتارِ دام ہو گئے ہیں۔ ہم جنگ کی ناگہانی ضرورتوں کیلئے مطالبہ پاکستان کو متاثر یا مفلوج نہ ہونے دیں گے۔

مسٹر چرچل کا یہ بیان ہے کہ کانگریس ہندوستان کی جماعت نہیں۔ نو کروڑ مسلمان اس سے بنیادی اختلاف رکھتے ہیں۔ کانگریس کی موجودہ تحریک برطانیہ کے علاوہ مسلمان اور دیگر اقلیتوں کیلئے بھی اعلان جنگ ہے۔ جن کے مشورہ کے بغیر تحریک سول نافرمانی کا آغاز کر دیا گیا تاکہ اپنے ان مطالبات کو جبراً منوا لیا جائے جن کی مخالفت لیگ اور دیگر ادارے کر رہے ہیں۔ کانگریس کی موجودہ تحریک ہلاکت خیز خانہ جنگی کا اعلان ہے۔"

اس کے بعد آپؒ نے کانگریس کے رویہ اور دعویٰ نمائندگی پر کڑی تنقید فرمائی۔
اس کے بعد نامہ نگار نے پوچھا کہ جناح مکرجی گفتگو کامیاب رہی یا نہیں؟
قائداعظمؒ نے فرمایا۔"بڑے فسادی اور حرص و آز کے بندے بھی معقولیت پر اتر آئے ہیں۔"
آپ نے فرمایا کہ"اگر میں کہہ دوں کہ برطانیہ سے تعاون نہ کرو۔ تو حکومت جس قدر مصیبت کانگریس کے ہاتھوں بھگت رہی ہے۔ اس سے پچاس گنا زیادہ ہمارے ہاتھوں بھگتنا پڑے گی۔ کیونکہ مسلمان زیادہ دلیر ہیں۔ مسلمانوں کا مزاج اور طریقہ تربیت ہی کچھ ایسا ہے۔ مسلم لیگ میں اب اس قدر طاقت ہو گئی ہے کہ اگر چاہے تو جنگ کے کاموں میں رکاوٹ پیدا کر سکتی ہے۔"
برطانیہ کے ایک نامہ نگار نے پوچھا۔ کیا ایسے اقدام سے فوج اور مشرق وسطیٰ کے مسلمان متاثر ہوں گے؟
قائداعظمؒ نے فرمایا۔"فوج ۶۵ فیصدی مسلمانوں پر مشتمل ہے اور مجھے افسوس ہوتا ہے۔ اگر لیگ اپنی مہم کا آغاز کر دے تو فوج کا بڑا حصہ متاثر ہو جائیگا۔ اس کے علاوہ سارا سرحد بھڑک اٹھے گا۔ افغانستان، ایران، عراق، ترکی، مصر اور دیگر ممالک کے اخبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو اسلامیان ہند کے مطالبات سے پوری ہمدردی ہے۔"
کانگریس نے ایک اہم فیصلے کے بعد برطانیہ سے کہا کہ تم یہاں سے چلے جاؤ۔ اور جب تک تم چلے نہ جاؤ۔ ہندو مسلم اتحاد پر غور ہی نہیں ہو سکتا۔ کانگریس کی جب تک یہ ذہنیت رہے گی۔ ہندو مسلم سمجھوتہ کی گنجائش کہاں؟"

پاکستان حاصل کرو یا مٹ جاؤ

۲ نومبر ۱۹۴۲ء کو قائداعظمؒ نے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔
"مسلمانوں کا نصب العین غیر مبہم اور واضح ہے۔ ہمیں افسوس ہے کہ ہندو رہنما کبھی امریکہ اور کبھی برطانیہ کی طرف دیکھتے ہیں اور کبھی چیانگ کائی شک اور اسٹالن سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ ہندوستان کے آئینی مسئلہ کو حل کریں۔ لیکن وہ مسلمانوں سے بات چیت نہیں کرتے۔ مسلم لیگ اس حالت میں ہندوستان کیلئے لڑیگی۔ جب ہندو سارے ہندوستان کا لالچ چھوڑ کر تین چوتھائی ہندوستان پر قناعت کریں۔ مسلمانوں کا نعرہ ہے۔ "پاکستان حاصل کرو یا مٹ جاؤ"۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ مسلمان مٹے گا نہیں بلکہ پاکستان حاصل کرے گا۔
آپ نے کانگریس کے رویہ پر تنقید کرتے ہوئے فرمایا۔ "یہ پہلا موقعہ تھا کہ جنگ کے زمانے میں مسٹر گاندھی کے ساتھ مجھے بھی وائسرائے نے مدعو کیا۔ بس اس دن سے گاندھی جی اس کوشش میں ہیں کہ صدر مسلم لیگ کی حیثیت گھٹا دی جائے۔ مسٹر گاندھی نے اس دوران میں کئی روپ بدلے۔ وائسرائے سے پہلی گفتگو میں برطانوی پارلیمان اور ویسٹ منسٹر ایبے کی ممکنہ تباہی کا تصور کر کے آنکھوں

میں آنسو بھر لائے اور وائسرائے سے کہا ''اگر انگلستان کو شکست ہو گئی تو ہندوستان کی آزادی سے کیا حاصل'' ۔ پھر ہندوستان کو مشورہ دیا کہ وہ برطانیہ عظمیٰ کو غیر مشروط امداد دے ۔ اس کے بعد مجلس عاملہ میں شرکت کے لئے گئے ۔ اور اب کہتے ہیں ۔ میں کیا کر سکتا ہوں ۔ عاملہ کا فیصلہ ہے ۔ فوری خود مختاری اور اس کے ساتھ ہی عوام (عوام غور طلب ہے) کے اس حق کا اعلان کہ ایک ایسی مجلس دستور ساز کے ذریعہ جو رائے دہی بالغان کے دستور سے تشکیل پائے ۔ اپنا دستور مرتب کریں ۔ اور بطور ضمانت مرکز میں فوراً ایک قومی حکومت کو تشکیل دے کر اختیارات کی ایک حقیقی مقدار اس کو منتقل کر دیں ۔ لیکن ہمارا مطالبہ تھا کہ ہماری مرضی کے خلاف کوئی فیصلہ نہ ہو ۔ آخر برطانوی حکومت نے مسلم لیگ کے مطالبے کو منظور کرتے ہوئے وفاقی جزو کو منسوخ کر دیا ۔

مارچ ۱۹۴۲ء میں سر کرپس ہندوستان آئے ۔ جن کی تجویز یہ تھی ۔

(۱) جنگ کے بعد حکومت برطانیہ ہندوستان کو ایسی حکومت دیگی جیسی مقبوضات برطانیہ میں ہے یا خود انگلستان میں ہے ۔

(۲) ہندوستان کو اس کا بھی حق رہیگا ۔ اگر وہ چاہے تو برطانوی دولت مشترکہ سے علیحدہ ہو سکتا ہے ۔

(۳) مرکزی مجلس دستور ساز میں صوبائی مجالس قانون ساز کے منتخب نمائندوں کی تعداد دس فیصدی ہو گی ۔

(۴) ایک متحدہ مملکت کی طرح جب سارے ہندوستان کا دستور مرتب ہو جائے تو ہر ایک صوبہ کی مجلس قانون ساز میں اس کو منظوری کیلئے پیش کیا جائے گا اور ان مجالس کو اس میں شرکت یا عدم شرکت کا اختیار ہو گا ۔

سارے ہندوستان کی ایک متحدہ مملکت کیلئے ایسی جماعت سے جو دستور تشکیل پائے گا ۔ وہ یقیناً سارے کا سارا ہندوؤں کا ہو گا ۔ لیکن اس میں مسلمانوں کی اشک شوئی کی گئی تھی کہ ان کو علیحدگی کا اختیار دیا گیا تھا ۔ یہ سارا طریقہ ہمارے خلاف بچھائے ہوئے دام کی طرح ہے ۔ اس لئے ہم نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا ۔ مسٹر گاندھی کے انکار کی وجہ تھی کہ اگر ایک مرتبہ کانگریس نے علیحدگی کے اصول کو تسلیم کر لیا ۔ تو پھر اس کے تمام متعلقات کو بھی تسلیم کرنا پڑیگا ۔ اور اس میں پاکستان کا بنیادی اصول جنم لے رہا تھا ۔ اس تصور کو منتشر کرنے کے لئے گاندھی جی نے ''ہندوستان چھوڑ دو'' کا نعرہ لگایا ۔

اگر ہمیں انگریزوں پر اعتماد ہوتا تو ہم ان کا ساتھ دیتے ۔ لیکن ہمیں ان پر بھی اعتماد نہیں ۔ وہ اپنے داؤ پر ہیں ۔ اس لئے ہم نے کہا کہ ان دونوں کو آپس میں لڑنے دو''

اب انتظار نہیں کیا جائے گا

۹ نومبر ۱۹۴۲ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے اجلاس منعقدہ عربک کالج ہال میں قائداعظمؒ نے

تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔

"مسلم لیگ کونسل کا اجلاس گزشتہ اپریل میں ہوا تھا۔ اس وقت سے اب تک ہندوستان اور سمندر پار نئے نئے واقعات رونما ہو چکے ہیں۔ جن پر میں مسلم یونیورسٹی علیگڑھ کی تقریر میں کافی روشنی ڈال چکا ہوں۔ کچھ باتوں پر آج روشنی ڈالنا ہے۔

ہندوستان کی تاریخ میں کبھی بھی ایک طاقت نے ہندوستان پر حکومت نہیں کی۔ اب بھی برطانوی راج میں ایک تہائی ہندوستان پر نوابوں اور راجاؤں کا راج ہے۔ حکومت برطانیہ اب تک لوگوں کی مرضی سے نہیں بلکہ سنگین کی نوک اور مشین گن سے ہندوستان پر حکومت کر رہی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اپنے ملک کا خود انتظام کریں اور برطانوی حکومت کو خیرباد کہہ دیں۔ ہم تین چوتھائی حصہ ہندوؤں کو دینے کو تیار ہیں۔ اس علاقہ میں ۲۵ کروڑ ہندوؤں کی آبادی ہے شاید اس قدر آبادی سوائے چین اور روس کے کسی ملک میں نہ ہو۔ ہم اپنے اوپر خود اپنی حکومت کرنا چاہتے ہیں۔

اس وقت جبکہ ہندوستان کو خطرہ ہے۔ ہمارے امریکی دوست امریکہ اور برطانوی دوست انگلستان جا سکتے ہیں۔ لیکن ہم کہاں جائیں گے؟۔ اس لئے ہمیں اس سرزمین کی حفاظت کرنا ہے برطانیہ کی موجودہ منطق ناقابل فہم اور انوکھی ہے۔ وہ "انتظار کرو اور دیکھو" کی حکمت عملی پر عمل پیرا ہے۔ یہ فاش غلطی ہے۔ اب انتظار نہیں کیا جائیگا۔ وقت گزرتا جا رہا ہے۔ ہماری سرحدیں محفوظ نہیں۔ میں کہوں گا کہ بڑھے چلو۔ حرکت کرتے رہو۔ اگر سو فیصدی نہیں تو اسی فیصدی سہی۔ مگر حرکت کرو۔ اگر برطانیہ نے ہمارے مطالبہ کو مان لیا۔ تو ہندو اسے جھٹلا نہیں سکیں گے۔ کیونکہ انہیں معقول اور کافی سے زیادہ حصہ مل رہا ہے۔

برطانوی حکومت اور حکومت ہند کے اعتراف کے باوجود مسلمانوں نے تحریک سول نافرمانی میں حصہ نہیں لیا۔ میرے علم میں ایسے واقعات آ رہے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمانوں پر بھی اجتماعی جرمانے عائد کئے گئے ہیں۔ میں گورنروں اور حکومت ہند کو توجہ دلاتا ہوں کہ مسلمانوں پر عائد کردہ جرمانوں کی وصول یابی نہ ہونی چاہئے۔

مسلم لیگ کی سول ڈیفنس کمیٹی نے دو ماہ میں چودہ ہزار میل کا دورہ کیا ہے۔ یہ کمیٹی مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلم حضرات کی بھی اعانت کرے گی"۔ آخر میں آپ نے فرمایا کہ "ہم احتیاط کے ساتھ آہستہ آہستہ مقصد کی طرف بڑھ رہے ہیں"۔

قائداعظمؒ جالندھر میں

۱۵ نومبر ۱۹۴۲ء کو آپ نے آل انڈیا مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کی صدارت فرمائی۔ آپ نے خطبہ صدارت میں طلباء کو نصیحت کی کہ وہ خلوص و وفاداری کے ساتھ اپنے دستور کی پہلی دفعہ پر عمل کریں۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان طلباء میں سیاسی بیداری پیدا کی جائے اور انہیں پاکستان کے حصول میں پورا حصہ لینے پر آمادہ کیا جائے۔ مگر تعلیم کے زمانے میں ان کی سیاسی سرگرمیاں نظری ہونی چاہیئے۔ عملی حصہ لینے سے فی الحال احتراز کرنا چاہیئے۔ تمہارا فرض ہے کہ ہندوستان کے مسلم طلباء کی تنظیم کرو۔ اور ملت اسلامیہ کی معاشرتی اقتصادی اور تعلیمی ترقی وارتقائے تعمیری کا پروگرام ترتیب دو۔ ثقافتِ اسلامی اور تعلیماتِ محمدیؐ کا احیاء کرو۔ اور ہندوستان کی اقوام و ملل کے درمیان رابطہ کا باعث بنو۔ تمہارا یہ بھی فرض ہے کہ ہندوستان، ممالک اسلامیہ اور دیگر اقطاع عالم کے درمیان رابطہ وتعاون پیدا کرو۔

جب میں کہتا ہوں کہ آپ کو سیاسیات میں حصہ نہ لینا چاہیئے۔ تو اس سے آپ غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں۔ میرا مقصد ہے پہلے آپ عملی سیاسیات کے لئے تیار ہو جائیں۔ یہ صحیح ہے کہ آپ بیدار ہو چکے ہیں۔ نعرے زبانوں سے ٹکرا رہے ہیں۔ لیکن عزیزانِ مَن ہندوستان کا مسئلہ اتنا پیچیدہ ہے کہ اس کی مثال دنیا کی تاریخ میں ملنا مشکل ہے۔ میں طلبائے پنجاب کی خدمات پر جو انہوں نے مارچ ۱۹۴۱ء سے انجام دی ہیں مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

اس وقت ہندوستان کے طول و عرض میں تعطل کا دور دورہ ہے۔ مئی ۴۲ء میں راج گوپال اچاریہ نے تصور پاکستان کو پسند کیا تھا۔ یہ ایک بڑے ہندو قائد اور صف اول کے لیڈر ہیں۔ مسٹر اچاریہ کی تجویز کو جو ہماری تجویز سے مختلف تھی۔ بڑی اکثریت کے ساتھ مسترد کر دیا گیا۔ اور ایک نئی قرار داد منظور کی گئی۔ جس کا مطلب تھا کہ کانگریس کو "پاکستان" یا "اکھنڈ ہندوستان" سے کوئی سروکار نہیں۔ وہ مسلمانوں کے مطالبہ پاکستان پر غور کرنے کے لئے تیار نہیں۔ اس طرح کانگریس نے مفاہمت کا دروازہ بھی بند کر دیا۔ اس کے بعد مسٹر گاندھی پر ایک غیر معمولی نظریے کا ارتقاء ہوا، اور وہ یہ تھا کہ برطانوی حکومت ہندوستان چھوڑ دے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر انگریز کل ہی ایسا کریں تو مجھے بڑی مسرت ہوگی۔ پھر ہم ان سے بخوبی سمجھ لیں گے۔

اب مسٹر گاندھی کہتے ہیں کہ انگریز کے ہندوستان سے جانے سے پہلے ہندو مسلم اتحاد ناممکن ہے۔ حالانکہ مسٹر گاندھی کا ایمان تھا کہ ہندو مسلم سمجھوتہ کے بغیر ہندوستان کو آزادی نہیں مل سکتی۔ اور یہ اُن چار شرائط آزادی میں سے پہلی شرط تھی۔ جو آزادیٔ ہند کے لئے معین کی گئی تھیں لیکن اسے ایک ہی رات میں دریا برد کر دیا گیا۔ حکومت کو ہمارے مشورہ کے بغیر تنبیہہ کی گئی کہ وہ ہندوستان چھوڑ دے۔ یہ دفعتاً کیونکر ہوا۔ حالانکہ مسٹر گاندھی حکومت کی کچھ خوشامدیں کر رہے تھے۔ کچھ دھمکیاں دے رہے تھے اور بات چیت بھی ہو رہی تھی۔ اور آنسو بھی بہا چکے ہیں۔ جب یہ سب حربے ناکام ہوئے تو انگریزوں پر اتنا غصہ آیا کہ انہیں ہندوستان سے نکل جانے کا حکم دیدیا کیوں؟ اس کی وجہ ظاہر ہے۔ ان کا مقصد وہ نہیں ہوتا جو کہتے ہیں اور جو ان کا مقصد ہوتا ہے کہتے نہیں۔ کانگریس نے سول نافرمانی کا آغاز کیا۔ اس میں حکومت برطانیہ کو تنبیہہ بھی تھی لیکن حکومت نے سول نافرمانی سے پہلے سب کو جیل بھیج دیا۔ میں مسلمانوں

کو قابل مبار کباد سمجھتا ہوں کہ انہوں نے اس میں حصہ نہ لیا۔

حکومت کی یہ روش ناقابل فہم ہے۔ جو وہ کہتی ہے کہ ہم کانگریس کے بغیر عارضی حکومت کیسے ترتیب دے سکتے ہیں۔ اگر وہ ہندوستان کی سو فیصدی تائید حاصل نہیں کر سکتی ہے۔ تو دس کروڑ مسلمانوں ہی سے ابتدا کرے۔ اور وہ اس طرح ہمارے حق خود اختیاری کو تسلیم کرے"۔

اس کے بعد قائداعظمؒ نے اچھوت فیڈریشن کے سپاسنامہ کا جواب دیتے ہوئے فرمایا۔

"میں جہاں بھی رہوں۔ آپ کے فرقے کے مفادات کو نظرانداز نہ کرونگا آپ میں سے جو لوگ ہمارے پاکستان میں رہیں گے۔ ان سے انسانیت و مساوات کا سلوک کیا جائیگا۔ چونکہ ہماری مذہبی روایات بھی یہی ہیں۔

میں سکھ دوستوں سے کہوں گا کہ وہ بیرونی اثرات سے آزاد ہو جائیں ہم سے ملیں۔ مجھے یقین ہے کہ ہم ایسے سمجھوتہ پر پہنچ جائیں گے۔ جو ہمیں اور سکھوں کو معقول حد تک مطمئن کر دیگا۔ میں نے سکھوں سے غیر رسمی ملاقاتیں کی ہیں۔ ان میں سے بعض حضرات نے مجھے خلوص سے مدعو بھی کیا ہے۔ میری ان سے اپیل ہے کہ آؤ ہم سر جوڑ کر فیصلہ کرلیں۔

یوں تو پاکستان کے خلاف متعدد اعتراضات کئے گئے ہیں اور ان کا تار و پود بھی بکھیرا جا چکا ہے۔ اب ایک نئی چال چلی گئی ہے اور وہ یہ کہ حق خود ارادیت صرف مسلمانوں تک کیوں محدود رکھا جائے۔ اور اسے دوسرے فرقوں تک کیوں نہ وسیع کیا جائے۔

میں جواب دونگا کہ مسلمان ایک ایسے علاقے میں جو ان کا وطن ہے۔ اور جہاں ان کی اکثریت ہے۔ حق خود ارادیت کا مطالبہ کرتے ہیں۔ مسلمان ایک ذیلی جماعت نہیں۔ بلکہ وہ ایک قوم ہیں۔ حق خود ارادیت کا مطالبہ ان کا پیدائشی حق ہے"۔

قائداعظمؒ لائل پور میں

۱۸ نومبر ۱۹۴۲ء کو پنجاب پراونشل مسلم لیگ کانفرنس لائل پور کا افتتاح فرماتے ہوئے قائداعظمؒ نے کہا۔

"حق خود ارادیت کے مسئلے کو سمجھنے کے لئے مطالعہ کی ضرورت ہے۔ جب میں نے اس فارمولا کا حوالہ جالندھر میں دیا تھا تو میرا مطلب اس فارمولا سے نہیں تھا۔ جو ابھی ابھی پنجاب میں معرض وجود میں آیا ہے۔ جس کا میں نے ابھی تک مطالعہ بھی نہیں کیا ہے۔ میں تو مخالفین کی عیارانہ سرگرمیوں کا حوالہ دے رہا تھا۔ جنہوں نے پاکستان کی مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور صرف کر دیا ہے۔ اگر وہ اصول مان لیا جائے تو حکومت خود اختیاری لغویات کا پلندہ ہو کر رہ جائے گی"۔

قائداعظمؒ کو میونسپل کمیٹی کی طرف سے سپاسنامہ پیش کیا گیا۔ جس میں کہا گیا تھا کہ وہ ایک دوررس

سیاسی مدبر، وسعتِ نگاہ اور غیر معمولی صفات کے دل و دماغ رکھنے والے قائد ہیں۔ انکی ذات گرامی سے امید ہے کہ موجودہ خلفشار کو ختم کر کے ملک کی ترقی میں ممد و معاون ہوگی۔

اس کے علاوہ قائد اعظمؒ کی خدمت میں کرسچین ایسوسی ایشن پنجاب، ادھرمی ایسوسی ایشن۔ لائلپور مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن نے بھی سپاسنامے پیش کئے۔

"مرنے کی نہیں جینے کی بات کرو"

۲۱ نومبر ۱۹۴۲ء کو لاہور میں ساڑھے دس بجے صبح قائد اعظمؒ نے ایک پریس کانفرنس میں جواب دیتے ہوئے فرمایا۔

سوال۔ کیا آپ نے جو کچھ سکھوں کو پیش کیا اس کا کوئی نتیجہ نکلا؟

جواب۔ دعا کیجئے۔

سوال۔ کیا آپ متحدہ محاذ قائم کرنے کے لئے کوشاں ہیں؟

جواب۔ متحدہ محاذ کے لئے ایک فریق کی کوشش بیکار ہے۔ کانگریس کی پوزیشن یہ ہے کہ اس کے ہاتھ میں پستول ہے۔ اس حالت میں گفتگو ہونا مشکل ہے۔ جب تک کانگریس سول نافرمانی کا پستول نہ پھینک دے۔کیا گفتگو ہو سکتی ہے۔ کانگریس کی موجودہ تحریک صرف برطانیہ کے خلاف نہیں۔ بلکہ ایک خانہ جنگی کی تحریک ہے۔

سوال۔ کیا راجہ جی سے آپ کا سمجھوتہ ہوا؟

جواب۔ پہلے بنیادی اصول تو مان لیا جائے۔ اس کے بعد تفصیلات بھی بتائی جا سکتی ہیں۔ اگر کانگریسی جیل میں ہیں تو ہندوؤں کا فرض ہے کہ وہ باعزت سمجھوتہ کی کوشش کریں۔ اگر ایک گروہ پاگل ہو گیا ہے تو دوسرے کا فرض ہے کہ اسے راہ پر لائے۔

سوال۔ کیا لیگ انتظامِ حکومت کی ذمہ داری سنبھالنے کو تیار ہے؟

جواب۔ اگر حکومت برطانیہ لیگ کو ذمہ داری سونپے تو وہ اسے قبول کرنے پر آمادہ ہے۔

سوال۔ کیا آپ کانگریس کے بغیر حکومت چلالیں گے؟

جواب۔ ہم کانگریس کو ساتھ ملا کر یا اس کے بغیر جس طرح بھی ممکن ہو گا حکومت چلائیں گے۔ ہم ہر پارٹی کو ساتھ ملانے کی کوشش کریں گے۔

سوال۔ کیا آپ پاکستان کو دفاع وطن کے لئے ملتوی کر سکتے ہیں؟

جواب۔ یہ خوب منطق ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ ملک کی حفاظت کرو۔ اور اپنے آپ کو ہلاک کر دو ہم دوران جنگ تک ذمہ داری سنبھالنے کو تیار ہیں۔ بشرطیکہ آپ پاکستان کا اصول تسلیم کرلیں۔

ایک ہندو اخبار نویس نے پوچھا۔ کیا آپ کسی سمجھوتہ کی عدم موجودگی میں برطانوی راج پسند

کرتے ہیں؟

جواب۔"یہ سوال ہتک آمیز ہے"۔ اس اخبار نویس نے کہا کہ" آپ غیروں کے ساتھ مرنے کی بجائے اپنوں کے ساتھ مریں۔ " قائداعظمؒ نے فرمایا۔

" مرنے کی بات کیوں کرتے ہو۔ جینے کی بات کرو"۔

قائداعظمؒ نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ " کانگریسی مطالبات تسلیم کرنے کا مطلب اپنی موت کے حکم نامہ پر دستخط کرنا ہے۔ جسے میں پسند نہیں کرتا"۔

چار سو بیس

۲۱ نومبر ۴۲ء کو لاہور ٹاؤن ہال گراؤنڈ میں مسلم خواتین کے جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے قائداعظمؒ نے فرمایا۔

" میں آپ کا شکر گزار ہوں آپ کی تقریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اتنا سمجھ گئی ہیں کہ میرے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ میں خدا سے دعا مانگتا ہوں اور آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ انشاءاللہ ضرور کامیاب ہوں گی"۔

آپ نے کانگریس اور برطانیہ کی حکمت عملی پر تنقید کرتے ہوئے فرمایا۔" عارضی حکومت ہو یا قومی سب چار سو بیس ہے"۔

آخر میں آپ نے فرمایا" اتاترک کو بھی ترکی کو زندہ کرنے کے لئے چودہ سال لگ گئے تھے۔ ہم تو دو سو سال کے غلام ہیں۔ اب ہم آزاد ہونا چاہتے ہیں۔ اپنی حکومت قائم کرنے کے لئے علاقہ مانگتے ہیں۔ جس میں ہم اسلامی عدل وانصاف کی تاریخ دہرائیں گے"۔

قائداعظمؒ علامہ اقبالؒ کے مزار پر

۲۲ نومبر ۱۹۴۲ء کو قائداعظمؒ ہمراہ دیگر لیگی قائدین کے حکیم مشرق علامہ اقبالؒ کے مزار مبارک پر تشریف لے گئے۔ حکیم مشرق کے پرائیویٹ سیکرٹری نے قائداعظمؒ کو یاد دلایا کہ چھ سال پہلے شاعر مشرق نے آپ کو ایک خط لکھا تھا۔

" آپ ہی وہ تنہا آدمی ہیں جو مسلم ہند کو آنے والی مشکلات سے بچا سکتے ہیں۔ جس کے آثار صاف نظر آرہے ہیں"۔

قائداعظمؒ نے فرمایا" ۱۹۳۶ء میں صرف علامہ کی ذات گرامی سے مجھے دلچسپی ہوئی تھی۔ انہوں نے ہی ہمیں پاکستان کا نظریہ دیا تھا۔ اور اس نظریے کے حصول پر ہندی مسلمانوں کی آزادی موقوف ہے۔ "

قائداعظمؒ کی زبان سے یہ جملے سن کر حاضرین کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔

۲۳ نومبر ۱۹۴۲ء کو جناح کالج اور جناح سکول کی طالبات کی طرف سے قائداعظمؒ کی خدمت میں ایک سپاسنامہ پیش کیا گیا۔
میاں بشیر احمد بیرسٹر ممبر مجلس عاملہ نے اپنے بیان میں فرمایا کہ۔
"قائداعظمؒ نے گزشتہ ہفتہ پنجاب کا دورہ فرمایا ہے اور اس دورہ میں آپ جالندھر، کپور تھلہ، امرتسر لائلپور اور لاہور وغیرہ میں تشریف لے گئے تھے۔ دورے نہایت کامیاب ہوئے ہیں۔ جالندھر اور لائلپور کے اجلاس اپنی نظیر آپ تھے"۔

شاعر کا تخیل

۲۵ دسمبر ۱۹۴۲ء کو ولنگڈن پویلین دہلی میں عمائدین شہر نے آپ کے اعزاز میں گارڈن ڈنر دیا اور سپاسنامے پیش کئے۔ آپ نے جوابی تقریر میں کہا۔

"شعرائے کرام نے جو نظمیں پڑھی ہیں۔ میں اس کے متعلق یہ کہوں گا کہ شاعر کا تخیل آزاد ہوتا ہے۔ اس کے تصور کی پرواز پر کوئی پابندی نہیں۔ لیکن میری حالت اس سے مختلف ہے۔ کہنے سے پہلے مجھے سو مرتبہ سوچ لینا پڑتا ہے۔ مجھے سب سے زیادہ مسرت اس وقت ہوتی ہے جب میں اپنے ہی لوگوں کے درمیان بولتا ہوں۔ مجھے ان کا خلوص اور محبت بے حد متاثر کرتی ہے۔ میں نے جیسی بھلی بری ان کی خدمت کی ہے۔ لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں مسلمان اسے پسندیدگی کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اور یہی میری سب سے بڑی عزت ہے۔ اور یہی اعزاز ہے"۔
ایک شاعر نے کہا ہے "قائداعظم جوان ہوتے جا رہے ہیں"۔ میں جوان ہوتا جا رہا ہوں۔ معلوم ایسا ہی ہوتا ہے۔ تو یہ احساس مسرت کا نتیجہ ہے۔ مسرت مقوی القلب ہوتی ہے۔
جب سپاسنامے اور نظمیں پڑھی جا رہی تھیں تو میرا تصور ایک نقطے پر مرکوز تھا۔ مجھے گزشتہ دو صدیوں کا خیال آ رہا تھا۔ جبکہ اسلامی ہندوستان کا جہاز بغیر پتوار اور ناخدا ایک بحر زخار میں ہچکولے کھا رہا تھا۔ وہ دو سو سال تک یونہی ڈگمگاتا رہا۔ چٹانوں سے ٹکراتا۔ حادثوں کا شکار ہوتا اور غیر منظم عالم میں تیرتا رہا۔ تا آنکہ ۱۹۳۶ء میں ہم نے اور بہت سے لوگوں کی امداد سے اس کی مرمت کی۔ آج یہ حیرت انگیز جہاز ہو گیا ہے۔ جس کے پتوار بھی مضبوط ہیں اور ناخدا بھی ہے۔ جو خدمت کرنا چاہتا ہے۔ جہاز کی مشینری بہت عمدہ حالت میں ہے۔ اس کا عملہ وفادار ہے اور گزشتہ پانچ سال سے تو یہ ایک جنگی جہاز میں تبدیل ہو گیا ہے۔ جن حضرات نے مسلمانوں کی فلاح کے لئے انتھک کوششیں کی ہیں ان کا سب سے بڑا یہی انعام ہے کہ آج مسلمان ایک جسد واحد کی طرح متحد ہیں۔ میں دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ اس براعظم میں مسلمانوں سے زیادہ منظم کوئی فرقہ نہیں۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کا انعام ہے۔ ہم نے اپنا منشور مرتب کر دیا ہے اور وہ منشور اوقیانوس نہیں بلکہ ہمارا منشور پاکستان ہے۔ پاکستان موجود ہے صرف بڑھ کر اسے لینا ہے۔

پاکستان کے متعلق ہمارا عزم محکم اور غیر متزلزل ہے۔ اگر یہ میری زندگی میں پورا ہو جائے تو میرے لئے اس سے زیادہ کوئی مسرت نہ ہوگی۔ آپ کو دینے کے لئے میرے پاس کوئی چیز نہیں۔ میں آپ کو کوئی انعام نہیں دے سکتا۔ نہ کوئی عہدہ اور خطاب دے سکتا ہوں۔ بلکہ ہر مسلمان سے الٹا قربانی اور ایثار طلب کرتا ہوں۔ کوئی نہ کوئی مشکل کام کرنے کو کہتا ہوں۔ اس کے باوجود اسلامی ہندوستان کی محبت کیا اسرار ہے۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ میں نے لاکھوں مسلمانوں کے دل کی بات بے باکی سے کہہ دی ہے۔ آپ کی خدمت وفاداری سے کی ہے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ اسی طرح اسلام اور مسلمان کی خدمت کرتا رہوں گا"۔

کانگریسی قیدی

۲۴ جنوری ۱۹۴۳ء کو بمبئی مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے جلسے میں تقریر کرتے ہوئے قائداعظمؒ نے فرمایا۔

"موجودہ تعطل کو دور کرنے کا اختیار مسٹر گاندھی اور کانگریسی قائدین کو ہے۔ اگر وہ مسائل کو سلجھانا چاہیں تو معاملہ بآسانی طے ہو سکتا ہے۔ کہا جا رہا ہے کہ میں مسلم لیگ کے صدر کی حیثیت سے معاملہ اپنے ہاتھ میں لوں۔ اور کانگریسی قائدین کو جیل سے رہائی دلاؤں۔ میں اسے قدر افزائی پر محمول کروں گا۔

کانگریس کی ۸ اگست والی قرارداد اور آزادیٔ ہند کے متعلق اس کے گزشتہ رویہ میں بڑا فرق ہے۔ مسٹر گاندھی نے ۱۹۴۲ء میں کہا تھا کہ "تاوقتیکہ مسلم لیگ سے کوئی قابل عمل سمجھوتہ نہ ہو جائے۔ سول مدافعت "مخالف لیگ مدافعت" میں تبدیلی ہو جائیگی۔ اور کوئی کانگریسی ایسی تحریک کا مؤید نہیں ہو سکتا۔

ایک اور موقعہ پر مسٹر گاندھی نے کہا۔ "فرقہ وارانہ سمجھوتہ کے بغیر دوران جنگ میں اگر کسی تحریک کا آغاز کر دیا گیا تو یہ خانہ جنگی کی صورت اختیار کرے گی اور یہ خود کشی کو دعوت دینے کے مترادف ہو گا"۔

کانگریس کی موجودہ حکمت عملی بقول مسٹر گاندھی "خود کشی کے مترادف ہے"۔ مسٹر گاندھی اور کانگریس یہ سمجھتے ہیں کہ وہ برطانوی حکومت کو جھکانے کے لئے کافی ہے تاکہ حکومت مسلمانوں کے مفادات کو پامال کر دے۔ ہندو سبھا اور کانگریسی حکومت کو خطرناک انجام سے دھمکانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ مگر مجھے یقین ہے کہ دس کروڑ مسلمان بلاشبہ ایک انقلاب پیدا کر دیں گے۔

فرض کیجئے کہ اگر انگریز ہندوستان چھوڑ بھی گئے اور کانگریسی تصور کے مطابق ہندوستان کو خود مختاری مل بھی گئی تو کیا اس سے براعظم ہند کی آزادی قائم رہ سکے گی۔ یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ مسلمان اسے قبول

نہ کریں گے۔ نتیجہ یہ ہو گا کہ ملک میں انتشار اور طوائف الملوکی ہوگی۔ خود مسٹر گاندھی نے کہا تھا۔ ممکن ہے انگریزوں کے چلے جانے کے بعد کوئی مصالحت نہ ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ خانہ جنگی ہو۔ ان متضاد جذبات کے مدنظر کانگریس اور مہاسبھا کی پالیسی کا سمجھنا مشکل ہے۔ لیکن ہندو اخبارات لکھ رہے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح سمجھوتہ پر پہنچنا ہی چاہئے۔ مسٹر ایمری ہندوستان میں اکبری سی حکومت قائم کرنے کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ وائسرائے کی عاملہ دربار اکبری کے نام نہاد نورتن کا ایک نقش موہوم ہے۔

ادھر مسٹر ایمری متحدہ ہندوستان کی تلقین کر رہے ہیں اور مسٹر لنلتھگو نے یہاں سات سال گزارنے کے بعد دفعتاً انکشاف کیا کہ ہندوستان ایک جغرافیائی وحدت ہے۔ پھر اس پر مستزاد مہاسبھا کی اکھنڈ ہندوستان کی قرارداد۔ ان حالات میں بتائیے کہ میں اس تعطل کو کس طرح دور کر سکتا ہوں"۔

آخر میں آپ نے فرمایا کہ "موجودہ تعطل کو دور کرنے کا اختیار صرف مسٹر گاندھی اور کانگریس کے ہاتھوں میں ہے۔ مجھے بھلا کیا اختیار ہے مجھے جب انہیں جیل بھیجنے کا اختیار نہیں تو جیل کے دروازے کھولنے کا اختیار کہاں سے لاؤں"۔

قائداعظمؒ، فضل الحق خط و کتابت

مارچ ۱۹۴۳ء۔ قائداعظمؒ نے وہ خط و کتابت پریس کو دے دی جو ان کے اور مولوی فضل الحق کے درمیان ہوئی تھی۔ اس پوری خط و کتابت میں مسٹر فضل الحق نے قائداعظمؒ کو یقین دلایا کہ وہ لیگ کے قریب آنا چاہتے ہیں۔ قائداعظمؒ نے اس کے جواب میں فرمایا "مجھے آپ سے کوئی مخالفت نہیں۔ صرف آپ کے افعال و اقوال کی وجہ سے آپ کا لیگ سے اخراج کیا گیا ہے۔ جس کی وجہ سے لیگ کے اصولوں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا"۔

قرآن اور تلوار

۳ جولائی ۴۳ء کو قائداعظمؒ نے بلوچستان مسلم لیگ کے تیسرے سالانہ اجلاس کا افتتاح کرتے ہوئے فرمایا۔

"بحمد اللہ آج ہمارا ایک پرچم ایک آواز اور ایک تنظیم ہے۔ ۱۹۳۷ء سے ہمارے ارتقائی دور کا آغاز ہوتا ہے۔ اور ۱۹۴۰ء سے جب پاکستان ہماری تمناؤں کا مرکز بنا۔ ہم ایک جادۂ مستقیم پر گامزن ہیں۔ تاریخ گواہ ہے۔ مسلمان آج سے پہلے کبھی اتنے منظم نہیں ہوئے۔ وقت آگیا ہے کہ مسلمانان بلوچستان بھی خواب سے بیدار ہوں اور فرزندان اسلام کی صفوں میں شامل ہو جائیں۔ میں بلوچستان کے نوابوں کو مخلصانہ مشورہ دوں گا کہ وہ دنیا کے بدلتے ہوئے حالات کو مدنظر رکھیں۔ میں یہاں کی تعلیمی پستی کی مرکزی مقننہ کی لیگی پارٹی کو پوری اطلاع دوں گا"۔

اسی کانفرنس کے دوسرے اجلاس میں مسلمانان بلوچستان نے قائداعظمؒ کی خدمت میں قرآن پاک اور ایک تاریخی تلوار پیش کی۔

آپ نے فرمایا۔ "اگر آپ لیگ کے پرچم تلے سب جمع ہو جائیں تو نہ صرف اپنی رکاوٹوں کا خاتمہ کریں گے بلکہ اسلامی ہندوستان کے اقتدار کا ذریعہ ہوں گے۔

شمشیر جو آپ نے عنایت کی ہے۔ صرف حفاظت کیلئے اٹھے گی۔ سب سے ضروری امر علم ہے۔ یہ تلوار سے زیادہ طاقتور ہے۔ ہم وقت پر جان و مال کی قربانی کریں گے۔ لیکن بے وقت قربانی سے کیا حاصل"

قائداعظمؒ پر قاتلانہ حملہ

خاکسار تحریک جس کا مقصد "غلبہ اسلام" کی آڑ میں مسلمانوں کی تباہی، بربادی اور علامہ مشرقی کا اقتدار ہے۔ اس نے ہندوستان میں جس حسن بن صباحی فتنے کا باب کھولا ہے وہ بڑی حد تک خطرناک ہے۔ اور مسلمانوں کی تباہی کا باعث بھی۔ علامہ مشرقی نے اپنے اقتدار کیلئے سینکڑوں مسلم نوجوانوں کو حکومت کی بے رحم سنگینوں سے شہید کروایا۔ سینکڑوں کو جیلوں میں بھجوایا۔ سہاگنوں کو بیوہ بنایا۔ بچوں کو یتیمی سے دوچار کیا۔ یہ احسان ہے علامہ مشرقی کا قوم وملت اور ملک پر۔ علامہ مشرقی جب مارچ ۱۹۴۰ء میں گرفتار ہوئے اور خاکسار تحریک خلاف قانون قرار دی گئی۔ اس وقت صرف قائداعظمؒ کی مہربانی اور مسلم لیگ کی وجہ سے نہ صرف علامہ صاحب رہا ہوئے بلکہ خاکسار تحریک پر سے پابندیاں بھی اٹھالی گئیں۔ لیکن علامہ صاحب نے یہ احسان بھی نہ مانا اور کہا کہ "میری رہائی کا باعث اور تحریک پر سے پابندی اٹھانے کی وجہ میرا اسی دن کا روزہ تھا"۔ تعجب ہے اس جھوٹ اور احسان فراموشی پر علامہ صاحب نے اسی پر بس نہ کیا۔ بلکہ رہا ہوتے ہی مسلم لیگ اور قائداعظمؒ کے خلاف پروپیگنڈا شروع کر دیا۔ اور قائداعظمؒ کی جگہ اپنی لیڈری کا خواب دیکھنے لگے (یہ اندرونی حالات مجھے اس لئے معلوم ہیں کہ میں چار سال تک خاکسار تھا۔ ایک ذمہ دار خاکسار اور ان کا مشیر کار) اس خواب کی تعبیر کے سلسلے میں وہ مصر ہوئے کہ قائداعظمؒ مسٹر گاندھی سے آغاخان پیلس جیل میں جا کر ملیں۔ جہاں گاندھی جی ۸ اگست والی تجویز کے سلسلے میں بند تھے۔ ۵ جون ۱۹۴۳ء کو علامہ مشرقی نے ایک اعلان کیا۔ جس میں قائداعظمؒ سے کہا گیا کہ وہ مسٹر گاندھی سے مل کر موجودہ تعطل کو دور کریں۔ اس اعلان میں قائداعظمؒ کو ۲۵ جولائی ۱۹۴۳ء تک مسٹر گاندھی سے ملنے کو کہا گیا اور ساتھ ہی علامہ مشرقی نے تمام خاکساروں کو حکم دیا کہ وہ قائداعظمؒ کو ہزاروں تار اور لاکھوں خطوط روانہ کریں۔

حملہ آور کی آمد

مورخہ ۲۶ جولائی ۱۹۴۳ء کو رفیق صابر مزنگوی (قائداعظمؒ کا حملہ آور) پنجاب میل سے اترا۔ جس

کا مطلب یہ ہے کہ لاہور سے آیا تھا اور حاجی اسماعیل کے مسافر خانہ میں ٹھہرا۔ مسافر خانہ کے رجسٹر میں نام غلط بتایا (محمد صادق) ۔ اس کے بعد وہ خاکسار دفتر میں آیا۔ اور افسران تحریک خاکسار سے ملا۔ (جن میں میں بھی شامل تھا۔ اس بد بخت کی سب سے پہلی ملاقات مجھ سے ہوئی تھی۔ مؤلف) گو اس نے یہ نہیں بتایا کہ وہ خاکسار ہے مگر علامہ مشرقی کا لٹریچر بیچتا تھا۔ سرخ بلا (خاکساری بیج) بھی اس کے پاس تھا۔ خاکی وردی تھی اور علامہ صاحب کا فوٹو بھی اس کے بٹوے میں ہر وقت رہتا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ خاکساروں میں رہنے لگا۔ تا آنکہ وہ خاکسار طلبا کے مرکزی دفتر میں منتقل ہو گیا۔ اور ایک خاکسار افسر کے ہاں ملازم ہو گیا۔

۲۳ جولائی کو قائداعظمؒ کراچی سے تشریف لائے۔ رفیق صابر بمبئی سنٹرل اسٹیشن پر موجود تھا۔

۲۶ جولائی کی دوپہر کو یہ ظالم قائداعظمؒ کی کوٹھی پر گیا۔ قائداعظمؒ کے سیکرٹری سے کہا کہ میں قائداعظمؒ سے ملنا چاہتا ہوں۔ سیکرٹری نے کہا کہ آج انہیں فرصت نہیں۔ ظالم بپھر گیا۔ اتفاقیہ قائداعظمؒ کوئی فائل لینے آئے اور ظالم نے ملت اسلامیہ کے محسن اعظمؒ پر ایک لمبے چاقو سے حملہ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے قائداعظمؒ کی مدد فرمائی اور حملہ آور اپنے ناپاک اور ذلیل ارادہ میں ناکامیاب ثابت ہوا۔ گرفتار ہوا۔ اور پانچ سال کیلئے جیل بھیج دیا گیا (تفصیل کیلئے "قائداعظمؒ پر قاتلانہ حملہ" ملاحظہ فرمایئے)

علامہ مشرقی کا بیان

قائداعظمؒ پر حملے کی خبر بجلی کی طرح سارے ہندوستان میں پھیل گئی۔ ۲۷ جولائی کی صبح کو اخبارات میں علامہ مشرقی کا ایک بیان تھا۔ جس میں علامہ صاحب نے رفیق صابر کے متعلق لکھا تھا کہ وہ خاکسار نہیں۔ آج جبکہ ہم علامہ صاحب کے چنگل سے چھٹکارا حاصل کر چکے ہیں۔ اب آ کر معلوم ہوا ہے کہ رفیق صابر کے خاکسار ہونے کے باوجود علامہ صاحب نے یہ بیان کیوں دیا تھا۔ اگر ان میں سیاسی بصیرت ہوتی تو کہہ سکتے تھے کہ یہ ایک فرد کا قصور ہے۔ اور فرد کا قصور جماعت کا قصور نہیں ہوا کرتا۔ "مگر چور کی داڑھی میں تنکا" ۔ والی مثال کے تحت علامہ صاحب بھڑک اٹھے اور فوراً کہہ دیا کہ وہ خاکسار نہیں۔ حالانکہ اس کے بعد علامہ صاحب کے بیانات سے مترشح ہوتا ہے کہ علامہ صاحب کو رفیق صابر سے گہری ہمدردی ہے۔

(خاکسار کا قائداعظمؒ پر حملہ ایک مستقل کتاب کے صفحات چاہتا ہے اور یہاں اتنی گنجائش نہیں۔ اگر حالات نے یاوری کی تو میں مستقل کتاب لکھوں گا۔ مؤلف)

علامہ مشرقیؔ کا خط' قائداعظمؒ کے نام

قائداعظمؒ ۱۸ مارچ ۴۴ء کو صبح آٹھ بجے لاہور پہنچے۔ سٹیشن پر ہزارہا مسلمانوں کے علاوہ ہندوؤں

نے بھی استقبال کیا۔ آپ سارا دن مختلف انجمنوں اور جماعتوں کے لیڈروں سے ملتے رہے۔ رات کو مسلم سٹوڈنٹس کانفرنس کا افتتاح فرمایا۔

اس رات کو علامہ مشرقی نے بھی ایک خط اپنے قاصد کے ہاتھ قائداعظمؒ کی خدمت میں روانہ کیا۔ جس میں لکھا کہ آپ ہندو مسلم اتحاد نہیں چاہتے۔ قائداعظمؒ نے دوسرے دن خط کا جواب دیتے ہوئے اس الزام کی تردید کی۔

خضر حیات کی مخالفت

قائداعظمؒ نے اپنے قیام لاہور میں اس بات کی کوشش کی کہ خضر حیات خان ٹوانہ وزیراعظم پنجاب سے کوئی سمجھوتہ ہو جائے۔ مگر لیلئ وزارت کے شیدائی خضر حیات خان نے ہندوؤں کی مخالفت کی وجہ سے کوئی سمجھوتہ نہ کیا۔

قائداعظمؒ اپریل کے اوائل میں لاہور سے واپس ہوئے۔

اواخر اپریل ۱۹۴۴ء میں قائداعظمؒ پھر لاہور تشریف لے گئے۔ اور خضر حیات خان وزیراعظم پنجاب سے ۲۰ اپریل سے لے کر ۲۷ اپریل تک گفتگو کی۔ مگر خضر حیات نے قائداعظمؒ کی پیش کردہ شرائط کو ماننے سے انکار کر دیا۔ جس پر قائداعظمؒ نے حسب ذیل بیان دیا۔

"میرے اور خضر حیات کے درمیان ۱۹ مارچ سے گفتگو کا سلسلہ شروع ہوا تھا۔ اور طول و طویل تبادلہ خیالات ہوا۔ میں ۲ اپریل کو خضر حیات سے ملا۔ انہوں نے نصف درجن ملاقاتوں کے دوران میں جن میں ہر ملاقات دو یا تین گھنٹے سے زیادہ جاری رہی۔ مجھ سے وعدہ کیا کہ وہ آج اپنا آخری جواب دیں گے۔

آج سہ پہر کو وہ میری قیام گاہ پر آئے۔ میں نے پوچھا کہ چھوٹو رام سردار بلدیو سنگھ اور خود ان کا ان تجاویز کے متعلق کیا خیال ہے۔ جو میں ان کے سامنے رکھ چکا ہوں۔ اس پر زبانی انہوں نے بہت سی باتیں کیں۔ لیکن میں نے کہا کہ جواب تحریری ہونا چاہئے۔ میں نے اسی وقت اپنے سیکرٹری سے خط ٹائپ کروا کے انہیں دیا۔ انہوں نے وعدہ کیا کہ صبح ۹ بجے جواب دوں گا صبح ۹ بجے جواب نہ آیا۔ میں نے ۹ بج کر ۲۰ منٹ پر ٹیلیفون کیا کہ جواب نہیں آیا۔ انہوں نے کہا۔ جو کچھ زبانی گفتگو ہو چکی ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی جواب نہیں۔ ۲۷ کی رات کو میں نے ایک اور خط ایک ذمہ دار آدمی کے ہاتھ بھیجا۔ مگر خضر حیات خان نے وصول یابی کی رسید پر دستخط دینے سے بھی انکار کر دیا۔

پھر مجھے نواب دولتانہ اور نواب صاحب ممدوٹ کے ذریعہ خط بھیجنا پڑا۔ لیکن خضر حیات خان نے خط وصول کرنے سے انکار کر دیا۔

میں نے اپنے خط میں حسب ذیل تجاویز پیش کی تھیں۔

۱۔ پنجاب اسمبلی میں لیگ کے ہر ممبر کو اعلان کر دینا چاہئے کہ وہ مسلم لیگ کا وفادار ہے۔
۲۔ کولیشن کا موجودہ لیبل یونینسٹ پارٹی ترک کر دے۔
۳۔ کولیشن کا نام مسلم لیگ کولیشن پارٹی رکھا جائے۔
غرض خضر حیات نے ان تجاویز کا کوئی جواب نہ دیا"

قائداعظمؒ سیالکوٹ میں خضر حیات کا دھوکہ

صوبہ پنجاب مسلم لیگ کانفرنس کے سلسلے میں قائداعظمؒ سیالکوٹ تشریف لے گئے۔ مسلمانوں نے آپ کا وہ شاندار جلوس نکالا کہ سیالکوٹ کی تاریخ میں ایسا جلوس کبھی نہیں نکلا تھا۔

کانفرنس کا افتتاح کرتے ہوئے آپ نے فرمایا۔

"ملک خضر حیات خان نے مسلم لیگ کو دھوکہ دیا ہے اور صرف مسلم لیگ کو نہیں بلکہ مسلمانان ہندوستان کو دھوکہ دیا ہے۔ انہوں نے اس جماعت کے ساتھ غداری کی ہے جس کے وہ خود ممبر تھے انہوں نے ایسا رویہ اختیار کیا۔ جس کی مثال کسی ملک اور کسی سیاسی جماعت کی تاریخ میں نہیں ملتی۔" اس کے بعد آپ نے وہ خط پڑھ کر سنائے جو خضر حیات کو لکھے گئے تھے۔

آگے چل کر آپ نے فرمایا۔" خضر حیات کا فرض تھا کہ مسلم لیگ کا ممبر ہونے کی حیثیت سے اس کانفرنس میں شریک ہوتے۔ اور قوم کے سامنے اپنی پوزیشن صاف کرتے اور یہاں آ کر بتاتے کہ میری (قائداعظمؒ کی) کیا غلطی ہے۔ انہوں نے ایک لمبا چوڑا بیان شائع کیا ہے۔ جس میں لیگ کا ذکر ہی نہیں۔" قائداعظمؒ خضر حیات کے بیان کے ایک حصہ پر تنقید کرتے ہوئے کہنے لگے کہ" وہ لیگی کی حیثیت نہیں بلکہ کسی بیرونی طاقت کے ایک پکے اداکار کے اعتبار سے بول رہے ہیں۔" آخر میں آپ نے اتحاد و اتفاق کی تلقین فرمائی۔

۱۱ مئی کو علامہ مشرقی نے پھر ایک تار قائداعظمؒ کو دیا۔ جس میں لکھا کہ مسٹر گاندھی سے ملئے۔

قائداعظمؒ کشمیر میں

مئی ۱۹۴۴ء کو قائداعظمؒ کشمیر کے دورے پر تشریف لے گئے۔

۲۱ مئی ۱۹۴۴ء کو علامہ مشرقی نے پھر ایک بیان پریس کو دیا۔ جس میں قائداعظمؒ سے درخواست کی کہ آپ کشمیر سے فوراً واپس آ کر گاندھی جی سے (جو اس وقت رہا ہو چکے تھے) ملیں۔ یہ وہی علامہ صاحب ہیں جو قائداعظمؒ کو سردار پٹیل اور جواہر لال کی طرح دھمکیوں پر دھمکیاں دے رہے ہیں۔ ان کی بے ڈھنگی سیاست کی اونٹ کی طرح کوئی کل سیدھی نہیں۔ آج خاکسار ٹکٹ پر الیکشن بھی لڑ رہے ہیں۔

حالانکہ انجام سے واقف ہیں کہ ہندوستان کے کسی گوشے میں کسی بھی خاکسار کا کامیاب ہونا ناممکن ہی نہیں امرِ محال ہے۔

گاندھی قائداعظمؒ خط و کتابت

رہائی کے بعد مسٹر گاندھی نے ۱۷ جولائی ۴۴ء کو پنچ گنی سے قائداعظمؒ کو ایک خط میں لکھا۔ "میں آپ کو مادری زبان میں خط لکھ رہا ہوں۔ آپ مجھے اسلام یا مسلمانوں کا دشمن خیال نہ کریں۔ میں ساری دنیا کا خادم ہوں"۔ (یہاں "مہاتماجی" نے اردو کو مادری زبان تسلیم کر لیا ہے)

قائداعظمؒ نے کشمیر سے جواب دیا۔

"میری واپسی وسط اگست تک ہوگی۔ آپ مجھے میرے مکان پر ملیں"۔

قائداعظمؒ کے بمبئی آنے پر مسٹر گاندھی اور قائداعظمؒ کی تاریخی ملاقات کیلئے ۱۹ اگست کا دن مقرر ہوا۔ مگر یک بیک قائداعظمؒ کی طبیعت خراب ہوجانے کی وجہ سے ملاقات کچھ عرصہ کے لئے ملتوی ہوگئی۔

اس دوران میں علامہ مشرقی کے حکم سے صرف دو سو نو خاکسار بمبئی آئے۔ جس کو خاکساری پروپیگنڈا نے چار ہزار بتایا۔ مبالغہ اسی کو کہتے ہیں۔ آخر ۹ ستمبر ۱۹۴۴ء کو قائداعظمؒ اور مسٹر گاندھی کے مابین پہلی ملاقات ہوئی۔ اور یہ سلسلہ ۲۷ ستمبر تک قائم رہا۔ ہندوستان کے علاوہ تمام دنیا کو اس ملاقات سے بڑی امیدیں وابستہ تھیں۔ مگر مسٹر گاندھی نے جو ہندوؤں کے نمائندے کی حیثیت سے نہیں ذاتی حیثیت سے قائداعظمؒ کو ملنے آئے تھے۔ تمام امیدوں پر پانی پھیر دیا۔ اور ۲۷ ستمبر کو یہ ملاقات ناکامیوں پر ختم ہوئی۔ قائداعظمؒ نے ۱۰ ستمبر ۱۹۴۴ء کو مسٹر گاندھی کو ایک خط میں لکھا۔

"آپ ذاتی حیثیت سے ملنے آئے ہیں۔ میرا خیال تھا کہ دوسری طرف سے کوئی نمائندہ آتا۔ جس سے گفت و شنید کے بعد کچھ سمجھوتہ کر سکوں نیز آپ کے رویہ سے میرے راستے میں بڑی رکاوٹیں پڑتی ہیں یہ تو آپ جانتے ہیں کہ میں مسلم لیگ کے قواعد و ضوابط کا پابند ہوں۔ جب تک دونوں جماعتوں کے نمائندے سر جوڑ کر نہ بیٹھیں کوئی کارروائی کیسے سرانجام دی جاسکتی ہے۔

تاہم میں نے آپ کے سامنے مارچ ۱۹۴۰ء کی لاہور والی قرارداد کی وضاحت کی۔ جس پر آپ نے فرمایا "آپ کے اور میرے درمیان ایک سمندر حائل ہے"۔ آپ نے مسٹر اچاریہ کا فارمولا پیش کیا جس کو آپ کی منظوری حاصل ہے۔ میں نے مسٹر اچاریہ کے فارمولا کی آپ سے تشریح چاہی۔ جو میں نے لکھ دی۔ جس کا جواب آپ نے ۱۱ ستمبر سہ پہر کو دینے کا وعدہ کیا ہے"۔ قائداعظمؒ نے کچھ نقطے تحریر فرمائے۔

مسٹر گاندھی نے ۱۱ ستمبر کو قائداعظمؒ کو ایک خط میں لکھا۔

"میں آپ سے انفرادی حیثیت سے ملنے آیا تھا آپ نے اس پر بھی ملاقات کا شرف بخشا۔ اس

کیلئے شکریہ قبول فرمائیے۔ میرا مقصد حیات ہندو مسلم اتحاد ہے۔ اور یہ اس وقت تک ناممکن ہے جب تک بدیسی حکمران طاقت کو ہندوستان سے خارج نہ کر دیا جائے۔ میرا مطلب آپ کے ساتھ وعدہ ہے کہ آپ کے اور میرے مابین جو سمجھوتہ ہو گا اسے کانگریس سے زور دے کر بھی منظور کرادوں گا۔ راجہ جی فارمولا کی غایت یہ تھی کہ پہلے اس کے متعلق آپ کی منظوری حاصل کر لی جائے۔ پھر لیگ کے سامنے پیش کیا جائے۔" اس کے بعد گاندھی جی نے قائداعظمؒ کے سوالوں کا جواب بالترتیب دیا۔

اس کے بعد قائداعظمؒ نے دس خط اور مسٹر گاندھی کو لکھے۔ اور مسٹر گاندھی نے جواب دیا۔ یہ تمام خط و کتابت دوران ملاقات ہوئی۔

قائداعظمؒ اور احمد آباد

۱۲ جنوری ۱۹۴۵ء کو قائداعظمؒ احمد آباد تشریف لے گئے اور ۱۶ جنوری تک مختلف جلسوں میں تقاریر فرمائیں۔ آپؒ نے ہر تقریر میں مسلم نوجوانوں کو عمل پر گامزن ہونے کی تلقین فرمائی۔

جی ایم سید کی قائداعظمؒ سے ملاقات

۱۴ فروری ۱۹۴۵ء مسٹر جی۔ ایم۔ سید صدر پراونشل مسلم لیگ سندھ قائداعظمؒ سے ملے۔ آپ نے ان سے کہا کہ مسلمانوں کے مفاد کیلئے متحد ہو جاؤ (آج اسی سید نے سندھ میں اغیار کے ہتھے چڑھ کر ملت کو جو نقصان پہنچایا ہے اس پر جتنا بھی افسوس کیا جائے کم ہے)۔

قائداعظمؒ کی علالت اور صحت یابی

اوائل مارچ ۱۹۴۵ء میں قائداعظمؒ بیمار ہو گئے۔ ڈاکٹروں نے مکمل آرام کا مشورہ دیا۔ ایک ہفتہ بعد آپ کی صحت بحال ہوئی۔

شملہ مسلم لیگ سے خطاب

۹ جولائی ۱۹۴۵ء کو قائداعظمؒ نے شملہ مسلم لیگ کے ایک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔
"مسلم لیگ کسی ایسی چیز کو قبول نہیں کرے گی جو اس کی بنیاد کو کھوکھلا کرتی ہو۔ فی الحال گفت و شنید راز میں ہو رہی ہے (یہ وہ زمانہ تھا جب وائسرائے ہند لارڈ ویول "ویول سکیم" کے نام سے ایک چیز ہندوستان کیلئے منظور کرا کر لائے تھے مگر وہ بھی کانگریس کی عیاریوں کی نذر ہو کر رہ گئی۔ اور ۱۴ جون کو لارڈ ویول نے

شملہ کانفرنس کی کامیابی کا اعلان کر دیا) اس لئے ابھی اس پر بحث کرنے کا موقعہ نہیں۔ ممکن ہے آپ اس کو معلوم کرنے کیلئے بے قرار ہوں۔ مگر ابھی صبر کیجئے۔

۲۹ جون کے بیان میں میں نے اس کے بعض خدوخال کو نمایاں کر دیا تھا۔ ہماری پوزیشن اس وقت لارڈ ویول کے مشیر کی ہے۔" قائداعظمؒ نے فرمایا کہ "ہروہ تجویز جو مفاد اسلامی کے خلاف ہو۔ روئے زمین کی کوئی طاقت مجھے اس کو قبول کرنے پر آمادہ نہیں کر سکتی۔ میں کوئی ایسی تجویز نہ کروں گا۔ جو مقصدِ پاکستان کیلئے ضرر رساں ہو۔" اس کے بعد آپ نے لیگ کے استحکام کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا کہ "میں نے آج سے آٹھ سال پہلے پیش گوئی کی تھی۔ جو حرف بحرف صحیح نکلی۔ میں نے کہا تھا کہ ہندوستان میں تین طاقتیں ہیں۔ برطانیہ، کانگریس اور مسلم لیگ۔" آپ نے فرمایا۔ "ہندوستان کے گوشے گوشے سے ہمیں ہزاروں تار، خطوط اور تجاویز موصول ہوئی ہیں۔ جن میں مسلم لیگ پر اعتماد کا اظہار ہے۔ میں پھر آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں کسی ایسی چیز کو قبول نہ کروں گا جو مسلمانوں کے مفاد کے خلاف ہو۔"

ویول سکیم

(۱) مجوزہ مجالس میں اہم فرقوں کی نمائندگی ہوگی اعلیٰ ذات کے ہندو اور مسلمان مساوی ہوں گے۔ اگر یہ عاملہ مرتب ہوگی تو موجودہ دستور کے ماتحت کام کرے گی۔

(۲) سوائے وائسرائے اور کمانڈر انچیف کے ساری عاملہ ہندوستانی ارکان پر مشتمل ہوگی۔

(۳) امورِ خارجہ کا قلم دان جواب تک وائسرائے کے پاس تھا کسی ہندوستانی کو سونپا جائے گا۔

(۴) ملک معظم کی حکومت کی تجویز ہے کہ دیگر مقبوضات کی طرح ہندوستان میں بھی برطانوی ہائی کمشنر کا تقرر کیا جائے۔

(۵) اس جدید مجلس عاملہ کی تشکیل حکومت خود اختیاری کی طرف پہلا قدم ہوگی۔ اس کے اراکین کا انتخاب وائسرائے سیاسی لیڈروں کے مشورے سے کریں گے۔ تاہم ان کے تقرر کیلئے ملک معظم کی توثیق لازمی ہوگی۔

(۶) یہ عاملہ موجودہ دستور کے اندر رہ کر کام کرے گی۔ اور یہ سوال ہی پیدا نہ ہو گا کہ وائسرائے اپنے دستوری اختیار کو استعمال نہ کرنے سے اتفاق کریں۔ گو اس اختیار کا بے جا استعمال نہ ہو گا۔

(۷) اس عارضی حکومت کی تشکیل آخری دستوری سمجھوتے پر کسی طرح بھی اثر انداز نہ ہوگی۔
اس نئی عاملہ کے خاص فرائض یہ ہوں گے۔

(۱) جاپان کے خلاف انتہائی قوت سے اس وقت تک جنگ جاری رکھنا جب تک جاپان کو مکمل شکست نہ ہو جائے۔

(۲) برطانوی ہندوستان کی حکومت کو ترقیات مابعد جنگ کے پیشِ نظر چلانا۔ تا آنکہ ایک جدید اور مستقل دستور پر اتفاق نہ ہو۔ اور اس کا نفاذ نہ ہو جائے۔

(۳) ارکان حکومت جس وقت بھی ممکن ہو اس کے ذرائع پر غور کریں۔ جس سے ایسے سمجھوتہ تک رسائی ہو۔ موجودہ تجاویز کا منشا یہی ہے کہ ان کے ذریعے ایک طویل المدت حل آسان ہو جائے۔

ویول سکیم پر قائداعظمؒ کی پریس کانفرنس

۱۴ جولائی ۱۹۴۵ء کو قائداعظمؒ نے ایک پریس کانفرنس میں بمقام شملہ تقریر فرماتے ہوئے کہا۔

"ویول سکیم کی چھان بین اور آخری تجزیہ کے بعد ہمیں معلوم ہوا کہ یہ ایک دام تزویر ہے۔ آل انڈیا ہندو قومیت کے علم بردار مسٹر گاندھی' کانگریس' جغرافیائی وحدتِ ہند کے قائل لارڈ ویول' اور اسلامیان ہند میں تفرقہ ڈلوانے والے گلانسی اور خضر میں اتحاد و اشتراک موجود ہے۔ ان کا مقصد تھا کہ ان انتظامات میں ہمیں پیچھے دھکیل دیں۔ ویول تجاویز اگر ہم قبول کر لیتے تو گویا یہ اپنے ہی قتل نامہ پر دستخط کرنے کے مترادف تھا۔

ہم نے ۱۹۴۰ء سے متعدد دفعہ اظہار کیا ہے کہ ہم کسی عارضی تجویز یا حکومت میں اس وقت تک شریک نہیں ہو سکتے۔ جب تک حکومت برطانیہ اعلان نہ کر دے کہ مسلمانوں کو حق خود ارادیت حاصل ہے اور جنگ کے بعد یا جس قدر جلد ممکن ہو پاکستان کا قیام عمل میں آئے گا۔ کسی ہنگامی انتظام میں ہماری شرکت اور امداد و تعاون اس امر پر موقوف ہے کہ مجوزہ مجلس عاملہ میں ہماری نمائندگی مساوی تعداد پر ہو۔ مگر ویول سکیم میں اس کے متعلق کوئی اطمینان نہیں دلایا گیا۔ اس کے باوجود ہم سے ایثار و قربانی کی خواہش ہے۔ مجھے علم ہے کہ لارڈ ویول نے اپنی ریڈیائی تقریر میں کہا تھا کہ یہ تجویز ہندوستان کے کسی آئندہ دستور پر اثر انداز نہ ہوگی۔ اور پاکستان اس سے متاثر نہ ہو گا۔ لیکن برخلاف اس کے انہیں کے الفاظ سے اس کی تردید ہوتی ہے۔ ہر ذی فہم شخص جانتا ہے کہ اگر ہم نے اس تجویز کو قبول کر لیا تو مسئلہ پاکستان نذر طاق ہو جاتا۔ کانگریس کی تمنائیں پوری ہوتیں اور یہ عارضی حکومت غیر معین مدت تک برقرار رہتی۔ برطانیہ کی حکمت عملی اور لارڈ ویول کا نظریہ وحدت ہند ہمارے لئے تباہی و ہلاکت کا موجب ہوتا۔

دوسرا امر یہ ہے کہ اس مجلس عاملہ میں تجویز کے بموجب ہم اقلیت میں تبدیل ہو کر رہ جاتے ہیں اور ہماری تعداد صرف ایک تہائی رہ جاتی۔ دوسری تمام اقلیتوں کا مطمع نظر بھی ایک متحدہ ہندوستان ہے۔ کیونکہ تہذیب و ثقافت کے لحاظ سے بھی ان اقلیتوں کا ہندو معاشرت سے قریبی رشتہ ہے۔

سب سے آخری نکتہ یہ ہے کہ مجلس عاملہ کی جن پانچ نشستوں کا فرقہ وارانہ اساس پر تعین کیا گیا تھا۔ اور جو "ویول سکیم" کی روح ہے ان پر ہم اپنے نمائندوں کا انتخاب نہیں کر سکتے۔ اس کے دو دعویدار

تھے۔ ایک کانگریس جس کا مطالبہ تھا کہ ۵ میں سے ۲ اسے دی جائیں۔ دوسرے گلانسی خضر پنجاب کی طرف سے دو نشستوں کے طالب تھے۔ یہ مطالبات مسلم لیگ کے وجود اور وقار پر ایک کاری ضرب تھے۔

گفت و شنید کی ناکامی کی وجہ یہ ہے کہ لارڈ ویول پنجاب کی جانب سے ملک خضر حیات کے نامزد کردہ ایک غیر مسلم لیگی کو لینا چاہتے تھے۔

اگر ہم لارڈ ویول کے مجوزہ موقف کو قبول کر لیتے تو گویا ہم اس کانفرنس میں سب کچھ کھو بیٹھتے۔"

انتخابات کا مطالبہ

۱۶ اگست ۱۹۴۵ء کو ممبر ایسوسی ایشن بمبئی نے قائد اعظمؒ کی خدمت میں ایک لاکھ روپے کا کیسۂ زر پیش کیا۔ آپ نے اپنی تقریر میں فرمایا "شملہ کانفرنس میں حکومت اور کانگریس کے اس رویہ کے باوجود میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ مسلم لیگ مسئلہ پاکستان پر ان میں سے کسی کو بھی خاطر میں نہ لائے گی۔ میری خواہش ہے کہ حکومت فوراً انتخابات کا اعلان کر دے تاکہ کھرے کھوٹے اور حق و باطل کا فیصلہ ہو جائے۔

مسٹر گاندھی نے درپردہ ریشہ دوانیوں کیلئے اپنے آپ کو شملہ کانفرنس سے علیحدہ رکھا۔ وہ محض کانگریس کے مشیر نہیں تھے۔ بلکہ انہوں نے اپنے آپ کو لارڈ ویول اور پوری برطانوی حکومت کا مشیر بنالیا تھا وہ کانگریس کی مجلس عاملہ کی روح رواں تھے۔ اپنے مطلب کیلئے بعض اوقات وہ کسی کی نمائندگی نہیں کرتے۔ فاقے بھی شروع کر دیتے ہیں اور اپنے آپ کو بالکل صفر درجہ تک لے جاتے ہیں اور اندرونی آواز پر عمل پیرا ہوتے ہیں اور کبھی کانگریس کیلئے اعلیٰ ترین آمر بھی بن جاتے ہیں۔ اور سارے ہندوستان کی نمائندگی کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ہم ایسے شخص سے کس طرح سمجھوتہ کر سکتے ہیں۔ یہ ایک معمہ ہے۔

کانگریس نے مسلم لیگ کو زک دینے کیلئے اپنے اصولوں کو بھی خیرباد کہہ دیا۔ "ہندوستان چھوڑ دو" کے دعویدار۔ مکمل آزادی کے سورما۔ عالم مایوسی میں ناکام و نامراد شکست خوردہ اس تمنا میں شملہ پہنچے کہ لارڈ ویول کے داہنے بازو بیٹھ سکیں۔ پہلے انہوں نے مسلم لیگ کو ڈرانے کی کوشش کی پھر لارڈ ویول کی خوشامد شروع کر دی کہ وہی مسلم لیگ کو نظرانداز کر دے مگر دونوں حربے ناکارہ ثابت ہوئے۔ اب وہ لارڈ ویول کو عہد شکنی کا مجرم ٹھہرا رہے ہیں کہ انہوں نے اس یقین کے باوجود کہ اگر مسلم لیگ نے خودداری دکھائی تو اسے نظرانداز کر دیا جائے گا۔ مسلم لیگ کو کیوں نظرانداز نہیں کیا۔ مگر میں باور نہیں کرتا کہ انہوں نے یقین دلایا ہو۔ اگر وہ چاہتے بھی تو ایسا نہیں کر سکتے تھے۔

وزیر ہند کے قرطاس اور وائسرائے کی ریڈیائی تقریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہندوستان میں دو بڑی جماعتیں ہیں۔ چنانچہ مجھے اور مسٹر گاندھی کو مسلمہ قائدین کے لحاظ سے مدعو کیا گیا تھا۔

اب شملہ کانفرنس ہمیشہ کیلئے ختم ہو چکی ہے۔ جنگ بھی ختم کے قریب ہے۔ اس لئے ہندوستان میں

کسی عارضی حکومت کے متعلق گفت وشنید جاری رکھنا بے سود ہے۔

تین لاکھ گیارہ ہزار

۱۲ اگست ۱۹۴۵ء کو قائد اعظمؒ کی اپیل پر تین لاکھ گیارہ ہزار روپیہ اسی وقت جلسے میں جمع ہوا۔ یہ جلسہ کیسر باغ، بمبئی میں ہوا تھا۔ قائد اعظمؒ نے تقریر فرماتے ہوئے کہا۔

"مسلمانوں کے مطالبات اس قدر عام فہم ہیں کہ طفل مکتب بھی سمجھ سکتا ہے۔ اس وقت اس اجتماع میں سنی، شیعہ، خوجہ، میمن اور بوہرے بھی موجود ہیں۔ جس کا مطلب ہے کہ سب ملت اسلامیہ کا ایک جزو ہیں"۔ آپ نے فرمایا" اس وقت خانگی اختلافات کو یک قلم موقوف کر دو۔ ذاتی اختلافات کو آئندہ کیلئے اٹھا رکھو۔ اور انتخاب فنڈ میں دل کھول کر حصہ لو۔ کیونکہ یہ جنگ چاندی کی گولیوں سے لڑی جائے گی۔ مجھے آپ چاندی کی گولیاں دیجئے۔ میں اس کو کامیاب اختتام تک پہنچادوں گا۔

شملہ کانفرنس کی ناکامی کے بعد کانگریس نے مجھ پر یہ بہتان تراشا ہے کہ حکومت نے مجھے اختیار تنسیخ دے رکھا ہے اور میں آزادی ہند کی راہ میں روڑا ہوں۔ یہ کانگریس کا مخصوص کرتب ہے جو سراسر بہتان و کذب ہے۔ ان کی ان چالبازیوں کا مقصد یہ ہے کہ جائز و ناجائز طریقے سے اسلامی صوبوں کو عارضی حکومت کے ماتحت جبراً لایا جائے اور اس مذموم مقصد کی تکمیل برطانوی سنگینوں سے کرانا چاہتے ہیں لیکن ہم کسی آل انڈیا تجویز کو قبول نہیں کریں گے۔ خواہ وہ عارضی ہو یا مستقل۔

ہندوستان کے دستوری مسئلہ کا واحد حل "پاکستان" اور "ہندوستان" کا قیام ہے۔"

کراچی

۲۸ اگست کو قائد اعظمؒ نے کراچی سے حسب ذیل بیان اخبارات کو دیا۔

"میں ہر مسلمان کا جو مسلم لیگ میں شامل ہو، خیر مقدم کرتا ہوں۔ اور اس سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اس نازک وقت میں ہمارا ساتھ دے۔ مسلم لیگ کے سینے میں نہ بغض ہے نہ عناد اور نہ غصہ۔ آئندہ انتخابات میں ہمارے مطالبات ہیں پاکستان اور مسلم لیگ کی نمائندگی کا ثبوت"۔

۵ ستمبر ۱۹۴۵ء کو قائد اعظمؒ نے کراچی میں پریس کانفرنس کے سامنے بیان دیتے ہوئے فرمایا۔

"سندھ کے مسلمانوں میں کامل اتحاد اور اعتماد موجود ہے، مجھے امید ہے کہ وہ دشمنان اسلام کو الیکشن میں کامیاب شکست دیں گے۔ پارلیمنٹری بورڈ کا فرض ہے کہ وہ بہترین افراد کو ٹکٹ دے"۔

ورودِ بلوچستان

۲۰ اکتوبر ۴۵ء کو قائد اعظمؒ کوئٹہ بلوچستان تشریف لے گئے۔ قاضی عیسیٰ کی قیام گاہ پر بڑے بڑے

فوجی اور شہری حضرات نے آپ کا استقبال کیا۔ قائداعظمؒ نے گورنر جنرل کے نمائندے سے ریذیڈنسی میں ایک گھنٹہ تک ملاقات کی۔ شام کو قائداعظمؒ کے اعزاز میں عصرانہ دیا گیا۔

ڈیڑھ من چاندی کا گولہ

آج ایک نامعلوم شخص نے قائداعظمؒ کی خدمت میں ساڑھے پانچ ہزار تولہ یعنی ڈیڑھ من چاندی کی دو سلاخیں روانہ کیں۔ یہ چاندی الیکشن فنڈ کے لئے تھی۔

میں گولی کھاؤں گا

کوئٹہ کے ایک عظیم الشان اجتماع میں تقریر کرتے ہوئے قائداعظمؒ نے فرمایا۔ ''مسلم قوم اب بڑی طاقت کی مالک ہے۔ حکومت اب اسے نظرانداز نہیں کر سکتی۔ تمہارے لئے جو کچھ کیا ہے مسلم لیگ نے کیا ہے اور آئندہ جو کچھ کرے گی مسلم لیگ ہی کرے گی۔ کانگریس نے اسمبلی میں بلوچستان کیلئے کچھ نہیں کیا' اور کرتی بھی کیوں؟ اس کو بلوچستان سے کیا واسطہ؟ مسٹر گاندھی جنہیں سچائی کا مجسمہ سمجھا جاتا تھا۔ در حقیقت جھوٹ ان کی گھٹی میں پڑا ہے۔ پنڈت نہرو اور مسٹر گاندھی اگر پاکستان کو سمجھتے نہیں تو وہ دن رات مخالفت کس چیز کی کرتے ہیں۔ مسلمان ہندو راج کو کبھی پسند نہیں کریں گے۔ برطانوی راج کا دو سو سال کا تجربہ کافی ہے۔ ہم پر الزام ہے کہ ہم نے قربانی نہیں کی۔ مگر میں اس طرح کی قربانیوں کیلئے تیار نہیں کہ پہلے بھیڑ بکریوں کی طرح پولیس کی لاٹھیاں کھائیں اور پھر جیل چلے جائیں۔ اور پھر وزن گھٹنے کی شکائتیں کریں۔ اور رہائی کی کوششیں۔ میں اس طرح کی جدوجہد کو پسند نہیں کرتا۔ لیکن جب وقت آئے گا۔ تو میں گولیاں کھانے والوں میں آگے ہوں گا۔ ہمیں برطانوی ہاتھوں میں کھلونا کہا جاتا ہے مگر کانگریس نے ''ہندوستان چھوڑ دو'' کا نعرہ کیوں ترک کر دیا۔ کانگریس نے شملہ میں اپنی بے عزتی کیوں برداشت کی۔ اس نے لارڈ ویول سے کہا کہ آپ ہمارے قائد ہیں۔ ہم آپ کی ایگزیکٹو کونسل کو چلائیں گے۔ ان باتوں کا مقصد یہ تھا کہ مسلم لیگ کو نظرانداز کر دیا جائے۔ اور اس کے بعد برطانوی سنگینوں کے سائے میں مسلمانوں کو کچلا جائے۔ مگر ہم اس کی اجازت نہیں دیتے۔''

برطانیہ کی وعدہ خلافی

۸ نومبر ۱۹۴۵ء کو کیسر باغ بمبئی کے ایک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے قائداعظمؒ نے فرمایا۔
''فلسطین ایک تاریک اور نازک دور سے گزر رہا ہے۔ ۱۹۴۱ء کی لڑائی کے شروع میں عرب ممالک سے وعدہ کیا گیا تھا کہ اگر تم ہماری مدد کرو تو جنگ کے بعد ان ممالک میں آزاد و مختار حکومتیں قائم کی جائیں

گی۔ ان ممالک نے اپنا خون بہا کر برطانیہ کی مدد کی۔ چونکہ مسلمانوں کے وعدہ کو دنیا کی کوئی طاقت نہیں توڑ سکتی۔ وہ اپنی جان دے دیتے ہیں مگر الفاظ نہیں دیتے۔ اس نظریئے کے ماتحت انہوں نے برطانیہ کی مدد کی اور جب برطانیہ نے فتح کا منہ دیکھ لیا تو ان ممالک نے حسب وعدہ آزادی کا مطالبہ کیا۔ مگر وہ شرمندہ وفا نہ ہوا۔ عرب ممالک کے حصے بخرے کر دیئے گئے۔ کچھ فرانس کو دیئے گئے اور کچھ انگریزوں نے سنبھالے۔

۱۹۳۶ء میں ایک اعلان کے ذریعہ عربوں سے کہا گیا کہ ہمیں فلسطین میں ان یہودیوں کی کچھ تعداد آباد کر لینے دو جنھیں ہٹلر اور نازیوں نے دھکے دے کر جرمنی سے نکال دیا ہے۔ اور یہ درخواست ان سرمایہ دار یہودیوں کی وجہ سے تھی جو برطانیہ اور امریکہ میں آباد تھے۔

آخر اعرابِ فلسطین، برطانوی اور امریکی حکومتوں میں سمجھوتہ ہو گیا۔ قرطاس ابیض کی رو سے مارچ ۱۹۴۵ء تک یہودیوں کی ایک خاص تعداد کو فلسطین آنے کی اجازت دے دی گئی۔ ۳۱ مارچ ۴۵ء کو اس شرائط نامہ کی میعاد ختم ہو گئی۔ لیکن اٹلی و جرمنی پر فتح کے بعد صدر امریکہ ٹرومین نے برطانیہ سے درخواست کی کہ قرطاس ابیض کی میعاد بڑھا دی جائے تاکہ فلسطین میں یہودیوں کا داخلہ بند نہ ہو۔ اِدھر امریکہ زور دیتا رہا۔ اُدھر یہودی زبردستی فلسطین آتے رہے۔ آخر خطرہ کے پیش نظر حکومت برطانیہ نے یہودیوں کے داخلہ پر تھوڑی سی پابندی لگا دی۔

میں نے صدر لیگ کی حیثیت سے مفتیٔ اعظم فلسطین کی آزادی کیلئے حکومت برطانیہ کو لکھا۔ مجھے جواب ملا کہ وہ باغی اور حکومت کے خلاف ہیں۔ اس لئے آپ کی درخواست کے مطابق عمل نہیں ہو سکتا۔

یہودیوں کو آباد کرنے کے لئے فلسطین کا چھوٹا سا علاقہ ہی کیوں منتخب کیا گیا ہے۔ انہیں امریکہ، کینیڈا اور آسٹریلیا میں کیوں آباد نہیں کیا جاتا۔ میں صدر ٹرومین سے پوچھتا ہوں وہ یہودیوں کو فلسطین میں کیوں آباد کرانا چاہتے ہیں۔ امریکی حکومت کے عربوں سے کئے ہوئے وعدوں کو کیا ہوا۔ شاید انہیں کمزور اور بے بس سمجھ کر دبایا جا رہا ہے مگر ٹرومین کا یہ فعل وعدہ خلافی و نا انصافی پر مبنی ہے۔ وہ اور امریکی حکومت مجرم ہیں۔ جو اپنی طاقت کے بل پر انصاف کا خون کر رہے ہیں۔

مجرموں کے ناپاک ارادے کبھی پورے نہ ہوں گے۔ ہم ہندوستان کے مسلمان فلسطینی عربوں کے ساتھ ہیں۔ ہم اس مقدس جنگ میں اپنا مال اور جانیں قربان کر دیں گے۔ امریکی اور برطانوی حکومتوں کو کان کھول کر سن لینا چاہئے کہ پاکستان کا بچہ بچہ اور تمام اسلامی دنیا اپنی جانیں دے کر ان سے ٹکرا جائیں گے اور فرعونی دماغ کو پاش پاش کر دیں گے۔"

قائداعظمؒ نے دوران تقریر میں لارڈ لنلتھگو کا ۷ جون ۱۹۴۰ء کا خط پڑھ کر سنایا۔ جو قضیہ فلسطین کے بارے میں تھا۔

دورہ پشاور

۲۰ نومبر ۴۵ء کو قائد اعظمؒ بذریعہ ہوائی جہاز پشاور پہنچے۔ ہوائی مستقر پر سرحد کے غیور پٹھانوں نے آپ کا اس عظیم الشان طریق پر استقبال کیا کہ لیڈروں کی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ آپ کا جلوس آپ کی شایان شان نکالا گیا۔

۲۱ نومبر ۴۵ء کو قائد اعظمؒ نے پشاور میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔

"سب سے پہلی بات جو مجھے آپ سے کہنی ہے وہ یہ ہے کہ آپ انتخابات میں مسلم لیگ کو ووٹ دیں۔ یہاں مسلمانوں کی کل ۳۸ نشستیں ہیں اور اس کیلئے سو سے زائد درخواستیں آچکی ہیں۔ بورڈ کی اولین کوشش یہی ہوگی کہ بہتر سے بہتر امیدوار کا انتخاب کیا جائے۔

مسلمانوں سے یہ امید نہیں رکھنی چاہئے کہ وہ غلامی کے لئے اپنا خون بہائیں گے۔ جب تک میں زندہ ہوں۔ ہندوؤں کی غلامی کیلئے مسلمانوں کا ایک قطرہ خون بھی ضائع نہ ہونے دوں گا۔

حضرات! یہ فیصلہ کرنا لیڈر کا کام ہوتا ہے کہ اس کے پیرو کس وقت اپنے مخالفوں پر چوٹ لگانے کے قابل بنیں گے۔ ایک اچھا جرنیل اس وقت تک حملہ نہیں کرتا جب تک اسے فتح کا یقین نہ ہو۔ یا کم از کم اسے عزت مندانہ شکست کا یقین ضرور ہو جانا چاہئے۔ میں اس میں یقین نہیں رکھتا کہ پہلے لوگوں کو گولیاں کھانے اور جیل جانے پر آمادہ کروں اور اس کے بعد جیل سے معصومانہ انداز میں یہ اعلان کر دوں کہ اس معاملہ میں میرا کوئی ہاتھ نہیں اور جیل سے باہر آؤں تو لوگوں کی قربانیوں کا کریڈٹ حاصل کرنے کی کوشش کروں۔

یہ کہنا بھی سراسر غلط ہے کہ مسلمانوں نے قربانیاں نہیں کیں۔ ۱۹۲۱ء کی جدوجہد میں مسلمان پیش پیش تھے۔ ۱۹۳۰ء میں اسی صوبہ کے مسلمانوں نے اپنی زندگیاں قربان کی تھیں۔ لیکن اس کے برعکس ہندوؤں نے صوبہ سرحد میں اصلاحات کے نفاذ کی مخالفت کی۔

میں نو سال کے بعد پشاور آیا ہوں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ مسلم لیگ پٹھانوں میں بہت ہر دلعزیز ہو چکی ہے۔ یہاں مسلمان کانگریس کی ریشہ دوانیوں کا شکار ہو گئے تھے۔ اب اس سازش سے نجات حاصل کر چکے ہیں۔ مسلم لیگ کی کوشش یہ ہے کہ ان کو ایک پلیٹ فارم پر ایک پرچم تلے جمع کیا جائے۔ یہ پرچم پاکستان کا پرچم ہے۔

ہمارا کوئی دوست نہیں ہے۔ ہمیں نہ انگریز پر بھروسہ ہے۔ نہ ہندو بنئے پر۔ ہم دونوں کے خلاف جنگ کریں گے۔ خواہ وہ آپس میں متحد کیوں نہ ہو جائیں۔

کانگریس کے لیڈر جو ہر سال یوم آزادی منایا کرتے ہیں اور "ہندوستان خالی کر جاؤ" کے نعرے پر یقین رکھتے ہیں۔ شملہ کانفرنس میں انہوں نے لارڈ ویول کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے۔ ہندو مسلمانوں کو

دھوکہ دینا چاہتے تھے۔ لیکن اس قسم کی کوششیں اب مسلمانوں کو گمراہ نہیں کر سکتیں۔ شملہ کانفرنس میں کانگریس کا حقیقی مقصد مسلم لیگ کو خوفزدہ کرنا تھا۔ اور جب کانگریس مسلم لیگ کو جھکانے میں کامیاب نہ ہو سکی تو اس نے لارڈ ویول کے پیر چاٹنے شروع کر دیئے تاکہ وائسرائے یہ اعلان کر دے کہ حکومت بھی لیگ کے خلاف ہے۔ لیکن کانگریس یہاں بھی ناکام رہی۔

میں ایک بار پھر اپیل کروں گا کہ جن لوگوں کو انتخابات میں حصہ لینے کیلئے مسلم لیگ بورڈ کی طرف سے ٹکٹ نہیں ملے۔ وہ بھی لیگ کی کامیابی کیلئے کوشش کریں۔ اگر انہوں نے دس کروڑ مسلمانوں سے غداری کی تو وہ خود بھی وزیراعظم یا وزیر بننے کے لئے زندہ نہ رہ سکیں گے۔" (پرزور تالیاں)

قائداعظمؒ کا انتخاب

۲۷ نومبر ۱۹۴۵ء کو قائداعظمؒ کے مرکزی اسمبلی میں انتخاب کا دن تھا۔ مسلمانوں نے اپنے محبوب قائداعظمؒ کو ووٹ دے کر ثابت کر دیا کہ انہیں قائداعظمؒ اور مسلم لیگ سے کس قدر محبت ہے۔ قائداعظمؒ کے مخالف کی ضمانت بھی ضبط ہو گئی۔

برطانوی پارلیمنٹ کے اعلان پر قائداعظمؒ کا ردِعمل

۶ دسمبر کو قائداعظمؒ نے برطانوی پارلیمنٹ کے ہندوستان کے متعلق تازہ اعلان کے متعلق فرمایا کہ "لیبر پارٹی کی حکومت ہندوستان کے دستوری مسئلہ کے متعلق ہنوز اندھیرے میں ہے اور اب وہ کوشش میں ہے کہ امپائر پارلیمنٹری ایسوسی ایشن کے زیراہتمام ایک وفد بھیجے جو محض تضیع اوقات کا باعث ہے۔ حکومت برطانیہ کو چاہئے کہ اپنی تمام تر توجہ تقسیم اور پاکستان اور ہندوستان کے قیام پر مرکوز کر دے۔ جس سے ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کو آزادی مل سکتی ہے۔"

صرف پاکستان

۱۰ دسمبر ۴۵ء کو قائداعظمؒ نے ایسوسی ایٹڈ پریس کے نمائندے کو انٹرویو دیتے ہوئے فرمایا۔

"میں ابھی تک اس کا قائل ہوں کہ ہندوستان کا مسئلہ صرف پاکستان ہی سے طے ہو سکتا ہے۔ ہندوستان اور برطانیہ کے درمیان تعطل نہیں۔ بلکہ تعطل کانگریس اور مسلم لیگ کے درمیان ہے۔ پاکستان کا فیصلہ کئے بغیر ہندوستان کا آئین بنانے والی کمیٹی کی تجویز ایسی ہی ہے جیسے گھوڑے کے آگے گاڑی باندھ دینا۔

ہندوستان کی قسمت کا فیصلہ صرف دس منٹ میں ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ گاندھی جی کہہ دیں کہ میں پاکستان منظور کرتا ہوں۔ جب کینیڈا اور امریکہ ساتھ ساتھ رہ سکتے ہیں۔ تو ہم کیوں نہیں رہ سکتے ہیں۔

ممکن ہے آبادیوں کا تبادلہ بھی کرنا پڑے۔ مگر یہ رضاکارانہ طور پر ہو گا"۔

کلکتہ میڈیکل سٹوڈنٹس کانفرنس کے نام پیغام

۱۰ دسمبر قائداعظمؒ نے کلکتہ میڈیکل سٹوڈنٹس کانفرنس کے نام حسب ذیل پیغام روانہ فرمایا۔

"میرا پیغام ہے کہ متحد ہو جاؤ۔ اور آئندہ الیکشن میں عزم سے کام کرو۔ یہ ہماری حیات و موت کا سوال ہے۔ لیگ کو ووٹ دینے کا معنی پاکستان ہے۔ لیگ کے خلاف ووٹ کے معنی برطانیہ کی بجائے ہندو راج کی غلامی ہے۔ مجھے امید ہے کہ طلباء اس جدوجہد میں کامیاب ہوں گے"۔

وائسرائے کی تقریر پر تبصرہ

۱۱ دسمبر ۴۵ء کو قائداعظمؒ نے وائسرائے کی تقریر پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا۔

"میری نظر سے وائسرائے کی کلکتہ والی تقریر گزری ہے۔ جو انہوں نے ۱۰ دسمبر کو ایسوسی ایٹڈ چیمبر آف کامرس کے جلسے میں کی تھی۔ مجھے مسرت ہوئی ہے کہ وائسرائے یہ سمجھنے لگے ہیں کہ کانگریس اپنی مرضی دھمکیوں کے بل پر منوانے کا عزم رکھتی ہے۔ اور وہ نیک نیتی کے ساتھ مفاہمت نہیں چاہتی میری خواہش ہے کہ وائسرائے اپنے اس اعلان کی مزید وضاحت کریں کہ "ہندوستان کے باشندے اپنی مرضی سے ایک حکومت یا حکومتیں حاصل کریں"۔

تنک مزاج پنڈت

۲۱ دسمبر ۴۵ء کو مسلم چیمبر آف کامرس کے جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے قائداعظمؒ نے فرمایا۔

"آپ نے ایک لاکھ ستائیس ہزار کا کیسہ زر پیش کر کے مسلم لیگ اور پاکستان کے حق میں کامل اعتماد کا اظہار فرمایا ہے۔ آپ کے اس جوش کو دیکھ کر میں دلی مسرت کا اظہار کرتا ہوں۔

پنڈت جواہر لال نہرو نے پچھلے دنوں آسام اور بنگال میں بہت زور و شور سے تقریریں کی ہیں۔ حقیقت میں یہ تنک مزاج پنڈت کوئی نئی چیز سیکھنے کی اہلیت ہی نہیں رکھتا۔ مرکزی اسمبلی کے انتخابات نے ان لوگوں کا دماغ درست کر دیا ہے۔ اگر صوبائی انتخابات آزاد ماحول میں ہوئے تو مسلم لیگ کو ہر صوبے میں کامیابی حاصل ہو گی۔

نیشنلسٹ مسلمان جانتے ہیں کہ انہیں صوبائی انتخابات میں بھی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے گا۔ وہ مسلم لیگ کے کارکنوں اور حامیوں کو مشتعل کرنے کی کوشش کریں گے اور اس طرح ملک بھر میں فسادات کرائیں گے۔ لیکن میں مسلمانوں سے اپیل کروں گا کہ وہ صوبائی انتخابات کے سلسلہ میں بھی اسی ضبط کا

مظاہرہ کریں۔ جس کا مظاہرہ انہوں نے مرکزی اسمبلی کے انتخابات کے دوران کیا ہے۔

مرکزی اسمبلی کے انتخابات سے جدوجہد کی پہلی منزل طے ہو گئی ہے۔ کانگریس نے نہایت بزدلی کا ثبوت دیا ہے۔ اسے دیانتداری کے ساتھ کانگریس ٹکٹ پر کسی مسلمان کو کھڑا کرنے کی جرات نہیں ہوئی۔ کانگریس نے یہ راہ فرار کیوں اختیار کی؟ اسے خوب معلوم تھا کہ ان کیلئے وہی شکست مقدر ہو چکی ہے جو اس کے نام نہاد قوم پرست حلیفوں کے حصہ میں آئی ہے۔ وہ اب منہ کی کھا چکے ہیں۔ مسلمان ثابت کر چکے ہیں کہ وہ پاکستان اور صرف پاکستان ہی چاہتے ہیں۔ مسلمانوں کا یہ آخری فیصلہ ہے۔ مسلمان دنیا پر یہ حقیقت واضح کر چکے ہیں کہ اسلامی ہند بیدار ہو چکا ہے۔

پنڈت نہرو نے اپنی تقریر میں کہا تھا کہ کانگریس کے انتخابی منشور میں ہندوستان کے مستقبل کا واضح خاکہ پیش کر دیا گیا ہے۔ ہم یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ پنڈت نہرو ہندوستان میں کس قسم کا آئین نافذ کرنا چاہتے ہیں۔ آج وہ آزادی کے علمبردار بنے بیٹھے ہیں۔ کیا سرزمین ہندوستان میں ایک متنفس بھی ایسا موجود ہے جو اس براعظم کی آزادی اور خود مختاری کا حامی نہیں۔ ہمارے پیش نظر اصل سوال یہ ہے کہ کانگریس حکومت کا انتظام و انصرام کسے سونپنا چاہتی ہے؟ ہم پوری طرح جانتے ہیں کہ کانگریسی قائدین اپنی تقریروں میں کہہ چکے ہیں کہ وہ یہاں "اعلیٰ ذات ہندو" کانگریس کی حکومت چاہتے ہیں۔

پنڈت نہرو نے ایک بیان میں کہا ہے کہ کانگریس نے مسلم لیگ سے مصالحت کرنے کی کوشش کی۔ لیکن اس کی کوششیں کامیاب نہ ہو سکیں۔ میں کہتا ہوں کہ اگر کانگریس خواب و خیال کی دنیا میں ہی رہنا چاہتی ہے اور اس طرح مسلمانوں کو فریب میں مبتلا کرنا چاہتی ہے۔ تو میں فخر کے ساتھ کہوں گا کہ اگر اس کی کوششیں ناکام ہوئی ہیں تو نہایت ہی اچھا ہوا ہے۔ جب تک کانگریس خواب و خیال کی دنیا میں رہے گی۔ اسے آزادی کی جدوجہد میں اپنا قدم آگے بڑھانے میں ناکامی ہی رہے گی۔

مسلم لیگ صرف مسلمانوں کے طبقہ امراء پر مشتمل نہیں ہے بلکہ مسلم لیگ کی پشت پناہی عوام الناس کر رہے ہیں۔ مسلم لیگ مسلمانوں کی قومی بیداری کی وہ طوفانی لہر ہے جسے دنیا کی کوئی طاقت روک نہیں سکتی۔ ہم پاکستان کی طرف قدم بڑھاتے چلے جائیں گے۔"

قائداعظمؒ کی ۷۰ ویں سالگرہ

۲۷ دسمبر ۱۹۴۵ء کو میمن مرچنٹ ایسوسی ایشن نے قائداعظمؒ کی سترویں سالگرہ کے موقعہ پر شہر کے سات سو معززین کو تاج محل ہوٹل میں عصرانہ کی دعوت دی۔ پارٹی میں اسلامی حکومتوں کے نمائندے بھی تھے۔

قائداعظمؒ نے فرمایا۔ "آزادی کی جدوجہد میں اگر ہندو ہمارا ساتھ نہ دیں گے تو ہم اپنی قومی جماعت مسلم لیگ میں شامل رہتے ہوئے آزادی حاصل کریں گے۔ ہمارا عزم آہنی ہے۔" آپ نے

ہندوؤں کو دعوت دیتے ہوئے کہا کہ "آؤمل کر آزادی کی طرف پیش قدمی کریں۔ ہم دونوں غلام ہیں۔ ہمیں پاکستان ہندوؤں سے نہیں برطانیہ سے حاصل کرنا ہے۔ یہ شرمناک جھوٹ ہے کہ ہماری جنگ ہندوؤں سے ہے۔ یہ تو کانگریس ہائی کمان ہے جو برطانیہ سے سازباز کر کے مسلمانوں سے جنگ کر رہی ہے۔ اور ہندو مسلم آزادی میں روڑے اٹکا رہی ہے"۔

آپؒ نے سی پی کے سابق وزیراعظم کی تقریر کا حوالہ دیتے ہوئے کہا "اس قسم کی دھمکیاں ہمیں مرعوب نہیں کر سکتیں"۔

یوم فتح

۳۰ دسمبر کو قائداعظمؒ نے ایک بیان میں فرمایا۔

"مرکزی اسمبلی کے نتائج سے ہمارے مخالفین کو احساس ہونا چاہئے کہ اب مسلمانوں میں نفاق و انتشار پھیلانے کی کوششیں بے کار ہیں۔ الیکشن کے نتائج پاکستان کے حق میں مسلم ہندوستان کا کھلا فیصلہ ہیں"۔

قائداعظمؒ نے ہدایت کی کہ ۱۱ جنوری کو اس شاندار پہلی فتح کی خوشی میں "یوم فتح" منایا جائے۔

۳۱ دسمبر ۴۵ء کو قائداعظمؒ فرنٹیئر میل سے دہلی روانہ ہوگئے۔ آپ کو الوداع کہنے کے لئے سٹیشن پر قائدین لیگ کی کافی تعداد تھی۔

برطانوی وفد کی قائداعظمؒ سے ملاقات

۱۰ جنوری۔ دہلی میں برطانوی وفد نے قائداعظمؒ سے دو گھنٹے ملاقات کی۔ مجلس کے اختتام پر مسٹر سورنس نے پریس کے نمائندے سے کہا۔ پاکستان کا مسئلہ نہایت صاف اور سنجیدہ ہے۔

نواب بھوپال اور یوسف ہارون کی قائداعظمؒ سے ملاقات

۱۱ جنوری کو نواب صاحب بھوپال نے قائداعظمؒ سے ملاقات کی اور دہلی خواتین کے ایک وفد نے ایک ہزار گیارہ روپے کی تھیلی پیش کی۔ یوسف ہارون صاحب بھی آپؒ سے ملے

عدیم المثال کامیابی

۱۱ جنوری ۱۹۴۶ء کو آپؒ نے "یوم فتح" کے موقعہ پر بیان دیتے ہوئے فرمایا۔

"میں مسلمانوں کو پہلی فتح پر مبارک باد دیتا ہوں۔ دنیا کے کسی گوشے میں اور کسی قوم میں ایسی سو

فیصدی کامیابی کی مثال نہیں ملتی۔ مجھے مسرت ہے کہ مسلمانوں نے پاکستان حاصل کرنے کا عزم مصمم کر لیا ہے۔ میں ہندوستان کے مستقبل سے متعلق لوگوں سے کہتا ہوں کہ ہمیں تماشا بنانے سے باز آجاؤ۔ مسلمانوں نے اپنا فیصلہ دے دیا ہے کہ وہ ہر قربانی کیلئے تیار ہیں۔ ہمارا مطلب وہی ہے جو ہماری زبان سے نکلتا ہے۔ کانگریس یا حکومت کی دھمکی اور سازش ہمیں اس راستے سے نہیں ہٹا سکتی"۔

(یوم فتح جس شاندار طریق سے ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں منایا گیا۔ وہ اپنی مثال آپ تھا)۔

قائداعظمؒ نے پچاس ہزار کے مجمع میں کہا کہ "مسلمان طاقتور، منظم اور ارادے کی پکی قوم ہے۔ آج وہ پاکستان کیلئے اپنے خون کا آخری قطرہ بہانے کیلئے تیار ہیں۔ لیکن ابھی اس کا وقت نہیں آیا۔ ابھی خون کی بجائے صرف الیکشن میں مسلمانوں سے ووٹ مانگتا ہوں"۔

آپ نے فرمایا۔ "ہٹلر اور مسولینی جیسے ڈکٹیٹر بھی جن کے پاس گسٹاپو اور دہشت انگیز کیمپ لوگوں کو ڈرانے کیلئے تھے۔ ایسی کامیابی حاصل نہ کر سکے۔ جیسی آج ہم نے کی ہے۔ مسلم لیگ کو خان بہادروں اور نوابوں کی جماعت کہنے والے آئیں اور دیکھیں کہ اس مجمع میں کتنے خان بہادر اور نواب ہیں"۔ آخر میں آپ نے فرمایا "ہم اس برطانوی وفد سے بھی نبٹ لیں گے جو ہندوستان میں آیا ہے"۔

قائداعظمؒ کی لاہور میں مصروفیات

۱۳ جنوری ۱۹۴۶ء کو قائداعظمؒ نے لاہور پہنچتے ہی پہلی تقریر میں فرمایا۔

"ہندوستان میں کسی گورنر نے برطانوی نظام کو اتنا ذلیل نہیں کیا۔ جس قدر سر گلانسی نے کیا ہے"۔ آپ نے فرمایا۔ "لیگ کی تنظیم ایک معجزہ ہے۔ پاکستان کوئی سٹنٹ نہیں بلکہ ہماری موت و حیات کا مسئلہ ہے۔ اس مقصد کیلئے کوئی بھی قربانی بڑی نہیں"۔

آخر میں آپ نے حکومت برطانیہ سے مطالبہ کیا کہ "الیکشن کے آزادانہ طریق پر ہونے کا انتظام کرے"۔

قائداعظمؒ کی تقریر کے بعد علامہ مشرقی نے بھی تقریر کرنا چاہی مگر مسلمانوں نے سننے سے انکار کر دیا۔ مجمع نے مشتعل ہو کر علامہ صاحب کو مار ابھی۔ اور ان کے ہاتھ میں مسلم لیگ کا پرچم دے دیا۔

کانگریس کی شکست

۱۶ جنوری۔ آج قائداعظمؒ نے کشمیر کے نمائندوں سے ملاقات کی۔

۱۷ جنوری کو قائداعظمؒ نے طلباء اسلامیہ کالج کے سامنے تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔

"کانگریسی لیڈر سردار پٹیل نے کہا ہے کہ مرکزی اسمبلی میں لیگ کی کامیابی کوئی فیصلہ کن چیز

نہیں۔ یہ تو ان کی عادت ہے کہ جو منہ میں آتا ہے کہہ دیتے ہیں۔ کانگریس تو جنگ کے پہلے معرکے میں ہی بھاگ کھڑے ہوئے ہیں۔ جبکہ انہوں نے ہمارے مقابلہ میں کوئی کانگریسی کھڑا نہیں کیا۔

ہندوستان کی آزادی کا روڑا تو ہندو ہیں جو "جے ہند" "بھارت ماتا" اور "اکھنڈ ہندوستان" کے خوابوں میں پڑے ہیں۔ یہ انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ آزادی بغیر پاکستان ناممکن ہے"۔

الیکشن میں سرکاری مداخلت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا "میں نے وائسرائے سے اپنی حالیہ ملاقات میں اس کا ذکر کیا تھا لیکن کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ لیکن ہم گلانسی اور خضر کے محور کو گھما کر چھوڑیں گے۔ انصاف اور قانون کے پھندے سے وہ بچ کر نہیں جا سکتے"۔

اس تقریر سے پہلے آپؒ نے صبح عورتوں کے جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا تھا۔ "میں پنجاب کی خواتین میں زندگی کی نئی لہر پا رہا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ خواتین پنجاب حصول پاکستان میں ہمارے دوش بدوش کام کریں گی"۔

گلانسی خضر محور

۱۸ جنوری کو آپ نے مسلمانان لاہور کے ایک عظیم الشان جلسے میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔

"ہماری مشکلات کا باعث یونینسٹ پارٹی ہے۔ یہ گلانسی خضر محور کا کارنامہ ہے اور مسلم لیگ کو اس پر فتح پانا ہے۔ پنجاب میں گورنر گلانسی کے ہاتھ کا کھلونا خضر حیات مسلم ہندوستان کے مفاد کو نقصان پہنچا رہا ہے۔ اس نے جو طریقے اختیار کئے ہیں قابل مذمت ہیں۔ حکومت کی توجہ اس طرف مبذول کرائی گئی ہے۔ مگر ان جرائم پیشہ حضرات جیسی حرکات کو روکنے کی کوئی کوشش نہیں ہوئی۔ اس کی ذمہ داری خضر حیات پر ہے جو اپنے آقاؤں کے خدمت گزار ہیں۔ مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی ہے کہ آپ خداوندانِ پنجاب سے خوفزدہ نہیں"۔

آج ہی اسلامیہ کالج کے سٹاف نے قائداعظمؒ کو چائے کی دعوت پر مدعو کرنا چاہا۔ آپ نے فرصت نہ ہونے کی وجہ سے معذرت چاہتے ہوئے کہا کہ اس وقت مجھے موت و زندگی کے سوال سے گزرنے دو۔ پھر آپ کی پلاؤ کی دعوت کھاؤں گا۔ آپ نے کالج کے اس اقدام کو سراہا کہ کالج الیکشن کے کاموں کیلئے دو ماہ کیلئے بند کر دیا جائے۔

آج لاہور کالج کے طلباء نے ۵۲۳ روپے کی تھیلی قائداعظمؒ کی خدمت میں پیش کی۔

دہلی کے لئے روانگی

۱۹ جنوری کو قائداعظمؒ ہوائی جہاز کے ذریعہ دہلی روانہ ہو گئے۔ روانگی سے قبل آپ نے ایسوسی ایٹڈ کے نمائندے کو بیان دیتے ہوئے فرمایا۔ "میں لاہور میں ایک ہفتہ ٹھہرا۔ صرف اس لئے کہ الیکشن کے

کام کا جائزہ لوں۔ میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اگر الیکشن آزادانہ ہوئے تو مسلم لیگ کو سو فیصدی کامیابی ہو گی۔" آپ نے گورنر گلانسی اور خضر حیات کے گٹھ بندھن کی مذمت کی ۔

۱۹ جنوری کو آپ نے دہلی میں مرکزی اسمبلی کے مسلم لیگی ممبران کے جلسے کی صدارت فرمائی۔ آپ کو اسمبلی کا لیڈر منتخب کیا گیا۔

انڈونیشیا کی حمایت

۲۱ جنوری کو آپ نے اسمبلی کے اجلاس میں شرکت کی۔ حلف وفاداری اٹھا کر جب آپؒ واپس ہوئے تو سرت بوس چندر نے بڑھ کر مصافحہ کیا۔ آپؒ نے انڈونیشیا اور ہند چینی میں ہندوستانی فوجوں کے استعمال پر تحریک التواء کے ضمن میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔

"مجھے حکومت کے مقرر سے یہ سن کر تعجب ہوا ہے کہ ہندوستان نے عالمگیر جنگ میں نمایاں حصہ لیا ہے۔ اس لئے اس کی افواج انڈونیشیا کی آزادی کو کچلنے کیلئے روانہ کی جائیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ڈچ وہاں دوبارہ حکومت کرنا چاہتے ہیں اور برطانیہ انڈونیشیا کے مال غنیمت میں سے حصہ لینا چاہتا ہے۔ برطانوی مدبرین خواہ کتنا ہی نقاب اوڑھیں مگر ہر بالغ نظر کا یہی خیال ہے۔

اگر میرے الفاظ برطانوی قوم تک پہنچ سکتے ہیں تو میں کہتا ہوں کہ ہر انگریز کو جس میں عزت کی رمق بھی باقی ہے۔ ان ظالمانہ اور بہیمانہ حرکتوں سے لرز جانا چاہئے۔ چند روز ہوئے میں نے اخبارات میں پڑھا تھا کہ وائسرائے نے ملک معظم کی حکومت سے درخواست کی تھی کہ ہندوستان کی فوجوں کو وہاں استعمال نہ کیا جائے۔

یہ ہمارے لئے توہین ہے اور ہمارے سپاہیوں کی عزت پر دھبہ ہے کہ وہ آزادی چاہنے والوں سے لڑیں"۔

قیام پاکستان کا صاف الفاظ میں اعلان کریں

۲۸ جنوری ۱۹۴۶ء کو قائداعظمؒ نے حسب ذیل بیان پریس میں دیا۔

"وائسرائے کی تقریر میں تین باتیں فوری توجہ کی مستحق ہیں دیگر باتوں پر ضرورت کے وقت توجہ دینی چاہئے۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ وائسرائے اس ملک کی اہم ترین پارٹیوں کی مدد اور ان کے مشورے سے اپنی مجلس منتظمہ قائم کرنا چاہتے ہیں۔ عارضی حکومت قائم کرنے کے مسئلہ پر توجہ دینے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ ہم ہر وقت اس پر آمادہ تھے کہ دوران جنگ میں ایک معقول اور جائز درمیانی مجلس انتظامیہ کے قیام کیلئے سو فیصدی تعاون کریں۔ مگر اس عرصہ میں کانگریس کا رویہ ناقابل حل رہا۔ اب جنگ کے اختتام پر بھی اس مسئلے کو اپنے ہاتھ میں لینا چاہئے۔ ہندوستان کے مسلمانوں نے بغیر شک و شبہ واضح کر دیا

ہے کہ ہندوستان کے سیاسی مسئلہ کا حل صرف یہی ہے کہ ہندوستان کو پاکستان اور ہندوستان کے حصوں پر تقسیم کر دیا جائے۔

سر کرپس نے ایک دور اندیش مدبر کی طرح شملہ کانفرنس کی ناکامی پر کہا تھا کہ ہمیں موجودہ حالات کی ناکامی کے پیش نظر معلوم ہوتا ہے کہ عارضی انتظامات کی بجائے مستقل مفاہمت کی طرف دوبارہ متوجہ ہونا چاہئے۔ اگر ایسا ہوا تو اب وقت ضائع کرنا بیکار ہے اور عارضی مفاہمت کی کوشش فضول ہے۔ اب مستقل مفاہمت کی کوشش کرنا چاہئے جس میں پاکستان کے مسئلہ کو کافی اہمیت دینی چاہئے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہم برطانوی ہند کیلئے ایک قانون ساز جماعت کے تقرر کو تسلیم نہ کریں گے۔ ہندوؤں سے مسئلہ پاکستان پر فی الحال کوئی سمجھوتہ نہیں ہو سکتا۔ موجودہ تلخی کی تمام تر ذمہ داری کانگریس پر ہے۔ کانگریسی پریس جھوٹا پروپیگنڈا کر رہا ہے۔ دھمکیاں دی جا رہی ہیں۔ اس کے برعکس مسلم لیگ نے ایک باعزت جماعت کی طرح ہندوالیکشن میں کوئی حصہ نہیں لیا۔ آخر میں وائسرائے اور حکومت برطانیہ پر زور دوں گا کہ پاکستان کا صاف الفاظ میں اعلان کر دیں۔ اور اب تاخیر نہ کریں"۔

۴ فروری ۱۹۴۶ء کو قائداعظمؒ سے برطانوی وفد نے دو گھنٹے ملاقات کی۔

آزاد ہند فوج کے کپتان عبدالرشید کی رہائی کا مطالبہ

۶ فروری ۱۹۴۶ء کو قائداعظمؒ نے آزاد ہند فوج کے کپتان عبدالرشید کی سزائے قید پر بیان دیتے ہوئے فرمایا۔

"کمانڈر انچیف نے کپتان عبدالرشید کو سات سال کی سزا دی ہے۔ حالانکہ آزاد ہند فوج کے دوسرے افسران کپتان شاہ نواز، کپتان سہگل اور لیفٹیننٹ ڈھلوں کو رہا کر دیا ہے۔ کمانڈر انچیف نے کپتان عبدالرشید اور ان تین افسروں کے ساتھ انصاف کرنے میں امتیاز رکھا ہے، میں کمانڈر انچیف سے مطالبہ کرتا ہوں کہ وہ امتیازی وجوہات بیان کریں۔ اگر انہوں نے اس معاملہ پر روشنی نہ ڈالی تو مسلمان خاموش نہیں بیٹھیں گے۔ صورت حالات بہت نازک ہو جائے گی"۔

آپؒ نے فوری توجہ دینے کی تلقین کی۔

اقدام قتل کے مجرم

۱۲ فروری ۱۹۴۶ء کو قائداعظمؒ نے مجلس مقننہ میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔

"حکومت اس کا جواب دے کہ اس نے قتل اور اقدام قتل کے مجرمین کو تو رہا کر دیا ہے اور "ایذا رسانی" کے مجرم کو جیل بھیج دیا ہے۔ حالانکہ پہلے ہر دو جرم جرم عظیم ہیں۔ اور "ایذا رسانی" قانونی نقطہ نظر سے پہلے ہر دو جرموں سے کہیں کم حیثیت رکھتا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ حکومت عبدالرشید کو قربانی کا

بکرا بنانا چاہتی ہے۔ اور پہلے مقدمہ کی سزا بھی اسی کے فرد جرم میں شامل کرنا چاہتی ہے۔ میں اپنے قانونی مطالعہ کی بناء پر جس میں میں نے اپنی عمر صرف کر دی ہے۔ کہہ سکتا ہوں اگر کھلی عدالت میں یہ مقدمہ چلایا جائے تو یہ حکم منسوخ ہو جائے گا"۔

مسٹر میسن وار سیکرٹری نے جواب دینے کی کوشش ناکام کرتے ہوئے کہا۔

"پہلے مقدمہ کے اسیر اس لئے رہا کر دیئے گئے کہ حکومت کو سیاسی جمود دور کرنے کے سلسلے میں سیاسی پارٹیوں سے تعاون کی امید تھی اس لئے حالات کو ساز گار بنانے کیلئے یہ "مہربانی" کی گئی"۔

چونکہ دوسرے مقدمہ میں یہ حالات پیش نظر نہ تھے۔ اس لئے وہاں "مہربانی" کی بجائے "انصاف" کیا گیا۔

خرد کا نام جنون رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

۱۵ فروری ۱۹۴۶ء کو حکومت نے ایک اعلامیئے کے ذریعہ مسٹر میسن وار سیکرٹری کے بیان سے ذرا ہٹ کر کہا۔

"شاہ نواز کا یہ جرم تھا کہ اس نے اپنی فوج سے غداری کرنے والوں کو سخت سزا دینے کے احکامات صادر کئے۔ لیکن یہ بات پایۂ ثبوت تک نہیں پہنچ سکی کہ اس نے جو سزائیں تجویز کی تھیں وہ ان سزاؤں سے سخت تھیں جو ایسے مجرموں کو دی جاتی ہیں۔ اصلاحی طور پر اس کا جرم قتل ہو سکتا ہے۔ لیکن وحشیانہ مظالم یا مہذب اصولوں کے خلاف نہیں کہا جا سکتا۔ اسی طرح عبدالرشید کے خلاف جو دو الزام ثابت ہو چکے ہیں۔ وہ حقیقتاً وحشیانہ مظالم اور مہذب اصولوں کے خلاف ہیں۔ گو قانونی اصطلاح میں انہیں صرف "زخمِ شدید" ہی کہا جا سکتا ہے۔

ان حالات میں یہی فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ پہلی صورت میں عمر قید کی سزا منسوخ کی جائے۔ اور دوسری صورت میں سات سال قید کی سزا دی جائے۔ کسی اور فیصلے کا نتیجہ بھی قید ہوتا۔ جیسا کہ حکومت کی طے شدہ پالیسی میں بتایا گیا ہے۔

اس میں شبہ نہیں کہ قانون کی نظر میں قتل یا مدد کا جرم "ضرب شدید" سے کہیں زیادہ سنگین جرم ہے۔ اور ہر دو اقسام کے جرموں کے ارتکاب میں وحشیانہ طریق کار کو اس میں کوئی دخل نہیں۔

۷ فروری ۱۹۴۶ء کو قائد اعظمؒ نے حکومت کے اعلامئے کا جواب دیتے ہوئے فرمایا۔

"یہ قانونی نقطہ نگاہ سے غلط، منطقی حیثیت سے بودا اور اخلاقی حیثیت سے ناقابل دفاع ہے۔ یہ اعلامیہ انہیں خیالات کا آئینہ دار ہے، جو مجلسِ مقننہ میں دوران بحث میں مسٹر میسن نے ظاہر کئے تھے۔ مجھے اس چیز سے ایک گونہ مسرت ہوئی کہ اب اس حقیقت کو تسلیم کر لیا گیا ہے کہ قانونی نقطہ نظر سے قتل یا ترغیبِ قتل کا جرم "ضربِ شدید" کے جرم سے کہیں زیادہ جرم ہے۔ خواہ اس میں کوئی سا جرم وحشیانہ

ہو یا غیر مہذبانہ۔

اس امتیاز کا مقصد محض یہ ہے کہ شاہنواز کی رہائی کو انصاف پر مبنی قرار دیا جائے۔ اور اسی بہانہ عبدالرشید کی سزا کا جواز بھی پیدا ہو سکے۔

عبدالرشید کو ایک فوجی عدالت نے غلط یا صحیح طور پر "ضربِ شدید" کا مجرم قرار دیا ہے۔ حالانکہ میری رائے میں یہ غلط ہے۔ کیونکہ یہ قتل اور "ترغیبِ قتل" کے جرم سے کہیں کم درجہ حیثیت رکھتا ہے۔ لہٰذا اس پالیسی کے اعادہ کا سوال ہی نہیں رہا۔

عوام کیلئے اب یہ سوال ہے۔ کیا عبدالرشید کو رہا کیا جانا چاہئے؟ کیا ہندوستانی دفاعی فوج کے آدمیوں کے خلاف مقدمات چلانے اور انہیں سزائیں دینے کے متعلق حکومت کی پالیسی کا دروازہ بند ہو جانا چاہئے یا نہیں؟

میں نہیں چاہتا کہ جو جوش، تلخی اور اشتعال ملک بھر میں پھیلا ہوا ہے اس میں اضافہ ہو۔ ہندوستان کے دوسرے مقامات کو چھوڑ کر صرف کلکتہ ہی کو لیجئے۔ جہاں ۴۴ جانیں ضائع ہو چکی ہیں اور سات سو سے زائد افراد زخمی ہو چکے ہیں۔ جس کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہ حکومت کی پالیسی اور طرز عمل کی مذمت صاف صاف الفاظ میں کرنا چاہتے تھے۔ اور شہری ہونے کی حیثیت سے چاہتے تھے کہ وہ جلسوں اور جلوسوں کے ذریعہ اپنے غم و غصہ سے بھرے ہوئے جذبات کا اظہار کریں۔ پولیس کے طریق کار کے متعلق تو کچھ کہنا ہی فضول و بیکار ہے۔ چونکہ اسے تو بنیادی طور پر آزادیٔ تقریر اور آزادیٔ تقریر کو دبانے کیلئے تربیت دی گئی ہے۔ جہاں جہاں آگ برسائی گئی ہے۔ وہاں واقعات کو معلوم کرنے کیلئے ایک غیر جانبدار ٹریبونل کا تقرر از حد ضروری ہے۔ صاحبِ اقتدار کسی طرح بھی "غنڈہ گردی" کے پردے میں اپنی ذمہ داری سے بچ کر نہیں نکل سکتے۔

میں نہیں چاہتا کہ آگ پر تیل چھڑکوں۔ مگر میں ان مرحومین و مجروحین کے پسماندگان سے اپنی دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہوں۔ جنھوں نے جائز طریق پر اپنی آزادیٔ تقریر اور شہری حقوق کی نگہداشت کیلئے اپنی جانیں قربان کر دیں یا زخمی ہوئے۔ میں ہر شک و شبہ سے گزر کر اس حقیقت کو منظر عام پر لانا چاہتا ہوں کہ میں نے دہلی سے کلکتہ تک کے سفر میں دیکھا ہے کہ تمام ملک میں عبدالرشید کے ساتھ "امتیازی سلوک" کے متعلق آنکھوں میں خون اترا ہوا ہے۔ اس سے ہر طبقہ کے لوگ متاثر ہیں۔ ہر سمجھدار آدمی مضطرب و بے قرار نظر آتا ہے۔ یہ امید رکھنا سرتاپا غلطی اور حماقت ہے کہ وائسرائے کا یہ اقدام یا اس کے متعلق عام اصرار ایک بیتے ہوئے طوفان کی طرح گزر کر خاموش ہو جائے گا۔ میرا خیال ہے کہ یہ عوام کے دلوں کی گہرائیوں تک اتر گیا ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں یہی واقعہ ان خطرناک حالات میں جبکہ کمی خوراک کی تشویشناک حالت اور دوسرے واقعات جو ملک کے سر پر منڈلا رہے ہیں۔ حکومت سے ہمارے تعاون کو ختم نہ کر دے۔"

۰۰ فروری ۴۶ء کو ایک نمائندۂ پریس نے قائداعظمؒ سے سوال کیا۔

سوال = اگر کیپٹن عبدالرشید کو رہا نہ کیا گیا تو عوام کیا طریق کار اختیار کریں گے؟
جواب = قائداعظمؒ نے فرمایا۔ "ہمیں آگے بڑھنا چاہئے۔ ہمارے ساتھ جو غلط برتاؤ کیا گیا ہے ہم کو اس وقت تک اپنی تمام کوششیں صرف کر دینی چاہئیں۔ جب تک یہ غلطی درست نہ ہو جائے"۔

آزاد ہند فوج کے مقدمہ پر نہ صرف ہندوستان بلکہ باہر کی دنیا کی بھی آنکھیں لگی ہوئی تھیں۔ وہ دیکھنا چاہتی تھی کہ اس تاریخی مقدمہ کا فیصلہ کس صورت میں انجام پذیر ہوتا ہے۔ حکومت ہند نے پہلے مقدمہ میں کپتان شاہنواز، کپتان سہگل اور لیفٹیننٹ ڈھلوں کو رہا کر دیا۔ کیوں؟ شاید اس لئے کہ کانگریس کی طاقت، تقریروں کا اثر، پریس کی قوت اور ہندو سرمایہ داروں کا سرمایہ ان کی پشت پناہی کر رہا تھا۔

لیکن اسی نوعیت بلکہ اس سے کم نوعیت کے مقدمہ میں کیپٹن عبدالرشید کو سات سال کی سزا سے "نوازا" گیا۔

"یہ تلون میرے صیاد کا دیکھے کوئی"
ایک کو قید کیا ایک کو آزاد کیا

حیرت ہے کہ ایک ہی نوعیت کے مقدمات کا یہ فیصلہ۔ ممکن ہے یہ بھی رموزِ مملکت کا "شاخسانہ" ہو۔ مگر اس سے سوادِ ملّتِ اسلامیہ کو جو دکھ پہنچا ہے۔ وہ قائداعظمؒ کے الفاظ میں اس طرح ہے کہ "دہلی سے کلکتہ تک کے سفر میں میں نے دیکھا کہ مسلمانوں کی آنکھوں میں خون اترا ہوا ہے"۔

اس فیصلے سے نہ صرف یہ کہ حکومت بے نقاب ہوئی ہے اور کھلی ہوئی جانبداری کا ثبوت دے چکی ہے۔ بلکہ کانگریس بھی عریاں ہوئی۔ اور اس بری طرح کہ دنیا نے دیکھا کہ کانگریس نے تین "نیتاجی" کے حواریوں کو اپنے بے معنی شور و غوغا اور برلا کے سرمایہ کے بل بوتے پر رہا کرا لیا۔ لیکن ایک حواری کو صرف اس لئے رہا کرانے میں شور نہ مچایا کہ اس نے ہندوستان کے مسلمانوں کی مسلمہ جماعت مسلم لیگ کا ساتھ دینے کا اقرار کیا تھا۔ یا بالفاظ دیگر اس کی خودداری نے اس کو قبول نہ کیا کہ وہ کانگریس کے سامنے اپنے ضمیر کی آواز کو فروخت کر دے۔ اس نے جیل جانا قبول کر لیا۔ لیکن خودی کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ زندہ باد کپتان عبدالرشید۔ زندہ باد خودداریٔ عبدالرشید۔

فروری ۱۹۴۶ء کے اواخر میں حکومت نے غازی عبدالرشید کی طرح کپتان برہان الدین کو بھی سات سال کیلئے جیل بھیج دیا۔ حکومت کا یہ فیصلہ فیصلہ تھا یا مسلم لیگ کے آنسو پونچھے گئے تھے جو غازی عبدالرشید کی سزا پر بہہ رہے تھے۔

تعجب کی بات یہ ہے کہ کپتان برہان الدین کی سزا پر اس مقدمے کی پیرو کانگریس نہ چیخی نہ چلائی۔ نہ سٹر پٹیل کے ہونٹ ہلے اور نہ پنڈت نہرو نے آتش فشانی فرمائی۔ شاید اس لئے بھی کہ برہان الدین

مسلمان تھے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ کپتان شاہنواز بھی تو مسلمان تھے۔ ان کے مقدمات میں مسٹر نہرو نے " کالا چوغہ " کیوں پہنا تھا۔ جواب صاف ہے کہ اس مقدمہ کے ماخوذین میں دو ہندو تھے۔ ایک مسٹر سہگل اور دوسرے مسٹر ڈھلوں۔

کپتان برہان الدین کی سزا پر بھی مسلمان خاموش نہ رہ سکے۔ ان کے درد مند دل میں ٹھیس اٹھی۔ مسلم طلبا نے احتجاجی مظاہرے کئے۔ یہاں تک کہ شیرِ پنجاب نواب ممدوٹ نے انتخابی کامیابی کے " جشنِ فتح " کا پروگرام ملتوی کر دیا۔

لو وہ بھی کہتے ہیں کہ میں بے ننگ و نام ہوں
یہ جانتا اگر تو لٹاتا نہ گھر کو میں

قائداعظمؒ کی کلکتہ میں آمد

۱۵ فروری ۴۶ء کو قائداعظمؒ بذریعہ ریل کلکتہ پہنچے۔ کلکتہ پہنچ کر آپ نے فرمایا۔ " میں انتخابی سلسلے میں آیا ہوں۔ کل گورنر سے ملاقات کروں گا۔ مگر یہ نہیں کہہ سکتا کہ ملاقات کا موضوع کیا ہو گا "۔

۱۶ فروری ۴۶ء کو قائداعظمؒ ساڑھے دس بجے گورنر بنگال سے ملے۔ ملاقات ڈیڑھ گھنٹہ تک رہی۔

برطانوی و امریکی افسران کا شوقِ دید

۱۹ فروری ۴۶ء کو قائداعظمؒ کی زیارت کیلئے برطانوی اور امریکی افسرانِ فوج کے علاوہ ہزاروں زائرین کا اجتماع مسٹر اصفہانی کے بنگلے پر رہتا تھا۔

پہلے پاکستان کا فیصلہ ہونا چاہئے

کلکتہ ۲۰ فروری۔ قائداعظمؒ نے ایسوسی ایٹڈ پریس کے نمائندے کو بیان دیتے ہوئے کہا۔

" میں نے دونوں ایوان ہائے پارلیمنٹ میں بیان شدہ سرکاری اعلان کو جو آج اخباروں میں چھپ چکا ہے دیکھا ہے۔ تین برطانوی وزراء آخر مارچ میں ہندوستان آ رہے ہیں۔ میں اس سے پیشتر بھی کئی بار کہہ چکا ہوں کہ ہم ہندوستان میں ایک آئین ساز ادارے کے مخالف ہیں۔ نیز جو ڈھونگ رچایا جا رہا ہے کہ جب تک ایسا ادارہ معرضِ وجود میں نہیں آ جاتا۔ گورنر جنرل کی ایک ہی ایگزیکٹو کونسل مقرر کی جائے گی۔

جو ملک کی سیاسی پارٹیوں کے نمائندوں پر مشتمل ہو۔ میں اس کا بھی مخالف ہوں۔ میں جس بناء پر ان دونوں چیزوں کا مخالف ہوں۔ اس کا اظہار پہلے کئی موقعوں پر کر چکا ہوں۔

مسلمانوں کا نعرہ اور مطالبہ پاکستان ہے۔ چونکہ یہ انتہائی اہم چیز ہے۔ اس لئے پہلے اس کا فیصلہ ہونا چاہئے۔ جب اس نظریئے کو تسلیم کر لیا جائے گا تو ہم دیگر ضروری مسائل حل کر لیں گے۔ پاکستان کے بغیر کسی سمجھوتہ کی گنجائش نہیں۔ مرکز میں ایک آئین ساز ادارہ قائم کرنے کا مقصد یہ ہو گا کہ ہمارے مطالبہ کو طاقِ نسیاں کی زینت بنا دیا جائے۔ لہٰذا ہم ایسے ادارے ہرگز قبول نہ کریں گے۔ اگر ہم پر یہ چیزیں زبردستی ٹھونسنے کی کوشش کی گئی تو ہم سمجھ لیں گے کہ حکومت برطانیہ اپنے ۱۹۴۰ء کے وعدے سے منحرف ہو گئی ہے۔ اور اگر اس وعدہ سے روگردانی کی گئی تو نتائج خراب نکلیں گے "۔

آخر میں آپؒ نے فرمایا۔ "ہمیں وزیروں کے ساتھ آزادانہ اور بے لاگ تبادلۂ خیالات میں خوشی ہو گی۔ اور ہم انہیں بتا سکیں گے کہ ہندوستان کے مسئلہ کا واحد حل "پاکستان" اور "ہندوستان" ہے۔

نیوی کی ہڑتال

کلکتہ ۲۲ فروری۔ قائداعظمؒ نے نیوی کی ہڑتال کے متعلق بیان دیتے ہوئے فرمایا۔

" پریس کی یہ اطلاع ہے کہ بمبئی میں شاہی ہندوستانی بیڑے کی ہڑتال نے خطرناک صورت اختیار کر لی ہے اور کلکتہ و کراچی میں بھی نیوی نے ہڑتال کر دی ہے۔ جو سخت پریشانی کا باعث بنی ہے۔

ہندوستان کے مختلف حصوں خصوصاً بمبئی، کلکتہ، کراچی کے متعلق اخبارات کی اطلاعات سے پتہ چلتا ہے کہ نیوی کی بعض شکایات بالکل جائز ہیں۔ اور انہوں نے یہ ظاہر کر دیا ہے کہ ان پر ان مشکلات نے کتنا اثر ڈالا ہے۔ کوئی مہذب حکومت اور اس ملک کا کوئی ذمہ دار شخص ان شکایات و جذبات کو معمولی جان کر نہیں چھوڑ سکتا۔

میں آر۔ آئی۔ این والوں کے مقاصد کیلئے اپنی غیر مشروط خدمات پیش کرتا ہوں۔ تاکہ ان کے ساتھ انصاف کیا جائے۔

اگر وہ مجھے بتائیں کہ انہیں کس چیز سے اطمینان ہو گا۔ تو میں یقین دلاتا ہوں کہ ان کی شکایات دور کرانے کی ہر ممکن کوشش کروں گا۔

میں ہڑتالیوں سے درخواست کرتا ہوں کہ گڑبڑ کرنے والوں کے ہاتھوں میں نہ کھیلیں اور ہڑتال ختم کر دیں "۔

آخر میں آپ نے فرمایا۔ " میں ۸ مارچ کو دہلی پہنچ کر اس مسئلہ پر بلا کسی واسطہ کے وائسرائے سے گفتگو کروں گا۔ اور اس سلسلے میں جو کچھ کر سکتا ہوں کروں گا "۔

۲۲ فروری کو قائداعظمؒ نے وائسرائے کو تار دیتے ہوئے کہا۔

"ہندوستانی قومی فوج کے مقدمات بند کر دو۔ اور کپتان عبدالرشید کو رہا کر دو ۔
سپہ سالار ہند کی کونسل آف سٹیٹ والی تقریر ہر سنجیدہ آدمی کے نزدیک ناقابل قبول اور غیر مدلل ہے۔"

پاکستان لے کر رہیں گے

کلکتہ ۲۴ فروری۔ قائداعظمؒ نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔ "ہم پاکستان لے کر رہیں گے۔ دنیا میں کوئی طاقت ایسی نہیں جو ہمیں پاکستان کے حق سے محروم کر سکے۔ پاکستان کے بغیر مسلمانوں کے لئے صرف موت ہے۔

آخر ہم پاکستان کے لئے موت تک کو گلے لگانے کیلئے کیوں تیار ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ اگر آپ آزادی و آسودگی کی فضا میں زندہ رہنا چاہتے ہیں۔ انگریزوں اور ہندوؤں سے بچنا چاہتے ہیں۔ تو پھر پاکستان کے سوا کوئی راستہ نہیں۔ دنیا ہماری پاکستانی لڑائی کا انجام دیکھنے کی منتظر ہے۔

ہم سرحد میں پوری طرح کامیاب نہیں ہو سکے۔ اس کی وجہ لمبی چوڑی ہے۔ خود اسمبلی میں ایسے لوگ ہیں جو کانگریس کے "شوبوائے" اور ایجنٹ ہیں۔ لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ پٹھان کا دل لیگ کے ساتھ ہے۔

پارلیمنٹری وفد آ کر چلا گیا۔ کیبنٹ مشن آ رہا ہے۔ یقیناً ہم انہیں سمجھانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ ہمارے لئے پاکستان منظور کرنے کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہیں"۔

کلکتہ ۲۵ فروری۔ قائداعظمؒ نے ایسوسی ایٹیڈ پریس کے نمائندے کو بتایا "ہڑتالیوں نے مجھے اپنی شکایات تحریری شکل میں دے دی ہیں۔ میں نے ہڑتالیوں کو ضبط رکھنے کا مشورہ دیا ہے اور وہ کام پر واپس چلے گئے ہیں"۔

۲۵ فروری کو پاکستان ایمبولنس کے افسروں نے قائداعظمؒ کو گارڈ آف آنر دیا۔ قائداعظمؒ نے اسلامیہ ہسپتال کا معائنہ فرمایا۔

اسی وقت سکولوں کے چند سو طلباء نے بھی قائداعظمؒ کو گارڈ آف آنر دیا۔

۲۶ فروری کو کلکتہ کی مختلف انجمنوں کی طرف سے قائداعظمؒ کی خدمت میں ایک لاکھ پندرہ ہزار کا کیسہ زر پیش کیا گیا۔

مسلم لیگ کی طاقت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا

۲۶ فروری۔ مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن بنگال کے زیر اہتمام منعقدہ اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے

قائداعظمؒ نے فرمایا۔

"برطانوی وزراء اگر وسعت نظری کے ساتھ آرہے ہیں اور واقعی کسی باعزت سمجھوتہ کے طالب ہیں۔ تو میرا خیال ہے کہ ہم ان کے سامنے اپنی پوزیشن معقولیت کے ساتھ رکھ سکتے ہیں۔ اگر ان کا خیال ہے جیسا کہ ہندو پریس کہہ رہا ہے کہ ایک ہی آئین ساز ادارہ قائم کیا جائے یا گورنر جنرل کی ایسی ایگزیکٹو کونسل تشکیل کی جائے جو ملک کی بڑی سیاسی جماعتوں کے نمائندوں پر مشتمل ہو۔ تو اس حالت میں ہمارے لئے مشکل ہو گا کہ ان سے گفت و شنید کی جائے یا ان کے ساتھ مل کر کوئی قدم اٹھائیں۔

ہندو چلا رہے ہیں کہ برطانیہ کو ایک ہی آئین ساز ادارہ قائم کرنا چاہئے۔ چاہے تمام سیاسی پارٹیاں اسے منظور کریں یا نہیں۔ لیکن میں صاف طور پر کہہ دینا چاہتا ہوں کہ ہندو پریس کے یہ ہتھکنڈے خاک میں مل جائیں گے۔ برطانوی حکومت مسلم لیگ کو کسی حالت میں نظرانداز کرنے پر تیار نہ ہو گی۔ لہٰذا میں ہندو راہنماؤں کو متنبہ کرتا ہوں کہ وہ ہوش میں آئیں۔ ہندو لیڈر ہندوستان کی آزادی میں سدِ سکندری بنے ہوئے ہیں۔ تاریخ ان کے مذموم رویہ کو کبھی معاف نہیں کرے گی۔"

قائداعظمؒ نے مزید فرمایا۔ "چرچل نے " V " برائے وکٹری ایجاد کیا تھا"۔ آپ نے اپنی شہادت کی انگلی اٹھاتے ہوئے فرمایا یہ " V " ہمارا نشان ہے۔ جو ہمیں توحید و اتحاد کا درس دیتا ہے۔ اگر ہم نے اس کا مقصد سمجھ لیا تو دنیا کی کوئی طاقت ہمارے پیدائشی حق پاکستان سے باز نہیں رکھ سکتی۔"

۲۸ فروری ۱۹۴۶ء کو قائداعظمؒ آسام کے دورے کیلئے روانہ ہو گئے۔ آپ کے ڈبے میں لاؤڈ سپیکر کا انتظام کیا گیا تھا۔

قائداعظمؒ کا نام سیاہ فہرست میں

کراچی ۲ مارچ۔ سندھ کے ایک اخبار میں اس کے الہ آباد کے نامہ نگار کی خبر صفحہ اول پر شائع ہوئی۔ نامہ نگار نے بیان کیا ہے۔

"مجھے معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ پنڈت نہرو کی قیادت میں کانگریس نے قومی مجرموں کی ایک فہرست ترتیب دی ہے۔ یہ فہرست تین حصوں میں منقسم ہے۔ یعنی بھورے، کاہی اور سیاہ رنگ۔

بھورے رنگ کی فہرست میں ۱۹۴۲ء میں کانگریس کی تحریک میں حصہ لینے والوں کے نام درج ہیں۔ اور ان لوگوں کے نام بھی جنھوں نے اس تحریک کی مذمت کی تھی۔ اس فہرست میں مسٹر ایم۔ این۔ رائے کا نام سب سے اوپر ہے۔ اس کے بعد تمام مشہور کمیونسٹوں کے نام ہیں۔

کاہی رنگ میں ان سرکاری اور پولیس کے حکام کا نام ہے۔ جنھوں نے ہنگامہ کو دبا کر امن قائم کیا۔ اس میں سب سے اوپر وائسرائے کی ایگزیکٹو کے چار مسلمان ممبروں کے نام شامل ہیں۔

سیاہ رنگ کے مجرمین بہت خطرناک ہیں اور ان میں سب سے بالائی نام مسٹر جناحؒ کا ہے۔ اس

فہرست میں مسلم لیگ مجلس عاملہ کے بھی بہت سے ممبروں کے نام ہیں۔
غیر مسلموں میں ڈاکٹر امبیدکر اور راماسوامی کے نام قابل ذکر ہیں۔
مولانا شبیر احمد عثمانی کا نام مولانا حسین احمد مدنی کی سفارش پر سیاہ فہرست میں شامل کر لیا گیا ہے۔
اس فہرست کا مطلب یہ ہے کہ جب کانگریس برطانیہ سے حکومت ہتھیالے گی تو ان تمام افراد کے ساتھ سیاسی مجرموں کا سلوک کرے گی اور واجبی سزا دے گی"۔
یہ خبر اورینٹ پریس نے اخبارات کو دے کر دنیا پر ثابت کر دیا کہ کانگریس کا منشاء اور ایماء کیا ہے۔

قائداعظمؒ کا دورۂ آسام

۲ مارچ کو قائداعظمؒ سلہٹ پہنچے۔ آپ کا شاندار شاہانہ جلوس نکالا گیا۔ جلوس کے اختتام پر آپ نے مسلمانوں کو لیگ کے جھنڈے تلے جمع ہو جانے کی ہدایت فرمائی۔

ہندو مسلم آزادی کا عاشق

سلہٹ ۳ مارچ۔ آج قائداعظمؒ کی خدمت میں سلہٹ میونسپلٹی کی طرف سے سپاسنامہ پیش کیا گیا۔ جس کا جواب دیتے ہوئے آپ نے فرمایا۔
"میں آزادی کا عاشق ہوں جو مسلمان اور ہندوؤں کی آزادی ہو۔ ہندوستان کی آزادی کا اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ ہندوستان کو دو حصوں پاکستان اور ہندوستان میں تقسیم کر دیا جائے"
اس کے علاوہ سلہٹ شمالی کے لوکل بورڈ کی طرف سے بھی سپاسنامہ پیش کیا گیا۔
۴ مارچ کو آپؒ شیلانگ پہنچے۔ آپؒ کے جلوس میں ہزارہا شیدائیوں نے شرکت کی۔

پاکستان کی مخالفت برطانوی سامراج کی حماقت ہے

شیلانگ ۴ مارچ۔ قائداعظمؒ نے ایک عظیم الشان جلسے میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔ "پاکستان اسلامیان ہند کو برطانوی استعماریت اور ہندو راج ہر دو سے نجات دلا دے گا۔ اگر مسلمان متحد ہو کر چٹان کی طرح ڈٹ جائیں تو پھر کس کی طاقت ہے کہ انہیں پاکستان نہ دے"۔
آسام مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے سپاسنامہ کے جواب میں آپ نے فرمایا۔ "آپ نے انتخابات میں شاندار کام کیا ہے۔ اس لئے آپ مبارکباد کے مستحق ہیں۔ آپ منظم اور باضابطہ طور پر اپنی سرگرمیاں جاری رکھیں۔ طلباء قوم کا خوشنما پھول ہیں"۔
آپؒ نے سر سعد اللہ اور گورنر آسام سے ملاقات فرمائی۔

پاکستان کی مخالفت برطانوی استعماریت کی حماقت ہے۔

شیلانگ ۴ مارچ۔ پولو گراؤنڈ میں تقریر کرتے ہوئے قائداعظمؒ نے فرمایا۔ "لیگ کا نظریہ ہے کہ آسام کو پاکستان میں شامل کر لیا جائے۔ یہ پاکستان کا جزو لاینفک ہے۔ اگر مسلمانوں کو اکھنڈ ہندوستان میں رکھنے کی کوشش کی گئی تو یہ خطرناک اقدام ہو گا۔ کیونکہ مسلمان صرف حکمرانوں کی تبدیلی پر راضی نہیں ہو سکتے۔ اکھنڈ ہندوستان ہندو راج کا دوسرا نام ہے۔ اس لئے ہندوستان کو امن پسندانہ طریق پر تقسیم کر دینا چاہئے"۔

اقلیتوں کے متعلق آپ نے فرمایا۔ "اگر پاکستان میں ہندو اور دوسری اقلیتیں ہوں گی۔ تو ہندوستان کا بھی یہی حال ہو گا۔ اس لئے یہ مسئلہ باہمی رواداری سے طے ہو سکتا ہے۔ میرا ایقان ہے کہ وہ حکومت زندہ رہنے کے قابل نہیں جو اقلیتوں کی حفاظت نہ کر سکے۔ پاکستان میں ان کے حقوق کا مکمل تحفظ کیا جائے گا"۔

آخر میں آپ نے فرمایا۔ "اگر ہندوؤں نے پاکستان کی راہ میں روڑے اٹکائے۔ تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ وہ برطانوی استعماریت چاہتے ہیں۔ ایسی صورت میں ہم اس سے پہلے ہی طبلِ جنگ بجا دیں گے اور ہندوستان کو آزاد کرائیں گے"۔

۵ مارچ کو حکومت آسام نے اعلان کیا کہ قائداعظمؒ جس روز جس جگہ کا دورہ فرمائیں گے۔ اس روز وہاں چھٹی ہو گی۔

۵ مارچ کو آپ گوہاٹی تشریف لے گئے۔ اور آپ کا جلوس نکالا گیا۔

دشمن ناکام ہوں گے

شیلانگ ۶ مارچ۔ سبز مسجد کے میدان میں مسلم خواتین کے جلسے میں تقریر کرتے ہوئے قائداعظمؒ نے فرمایا۔

"مسلمانوں نے برطانوی حکومت اور ہندو راج سے چھٹکارا حاصل کرنے کا ارادہ کر لیا ہے۔ مسلمان اس کیلئے تیار نہیں کہ انگریزوں کے بعد ہندوؤں کی غلامی کا جوا پہن لیں۔

مجھے خوشی ہے کہ مسلم لیگ اور پاکستان کا پیام خواتینِ اسلام تک بھی پہنچ گیا ہے اور ہمارے بچے بھی اس سے واقف ہو گئے ہیں۔

مسلمانوں کے پاس تاریخ اور اپنے قوانین ہیں۔ زبان اور کلچر ہے۔ مخصوص نام اور سوشل زندگی ہے۔ قصہ مختصر ہماری سوسائٹی اقتصادی اور سوشل حیثیت سے بالکل جداگانہ ہے۔ بلکہ متضاد ہے۔

ہندوؤں کو مورد الزام قرار نہیں دیا جا سکتا۔ کیونکہ یہ تو ان کا فلسفہ اور کلچر ہے۔ وہ بت پرست ہیں۔ ہم بت شکن۔ وہ ذات پات کے بندے اور ہم مساوات کے قائل۔ پھر ووٹ ڈالنے کی صندوقچی میں ہم ایک

کیسے ہو سکتے ہیں۔ ہندو جانتے ہیں کہ وہ الگ قوم ہیں مگر پھر بھی کسی وجہ سے ہم کو بھائی کہتے ہیں۔ اور اس لئے ہم پر چھا جانا چاہتے ہیں۔ لیکن وہ غلطی پر ہیں۔ انشاء اللہ وہ ناکام ہوں گے اور بری طرح ناکام"۔

قائداعظمؒ نے خواتین سے اردو پڑھنے کی اپیل کی۔ اور بری رسمیں چھوڑنے کی ہدایت فرمائی۔

پاکستان کا دستورِ حکومت

کلکتہ ۷ مارچ۔ قائداعظمؒ نے پنجاب کے متعلق بیان دیتے ہوئے فرمایا۔ "ہم موجودہ دستور حکومت کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ اگر کانگریس ۱۹۱۹ء اور ۱۹۳۰ء کے دستوروں پر عمل کرنا چاہتی ہے تو اسے مبارک ہو۔ ہم پاکستان کا دستورِ حکومت حاصل کریں گے۔

پنجاب مسلم لیگ اگر سو فیصدی مسلم نشستوں پر قبضہ کر لے۔ تب بھی وہ تنہا وزارت نہیں بنا سکتی تھی۔ کیونکہ مسلمان کل ایوان میں اقلیت میں ہیں۔

ہمیں جو خبریں مل رہی ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ دو غداروں وزیر اعظم اور گلانسی نے تمام اصولوں کو نظرانداز کر کے معانقہ کر لیا ہے۔

میں گلانسی کو اپنے اختیارات کے غلط استعمال اور جانے سے پہلے میاں مٹھو خضر حیات کو پھر وزیر اعظم بنانے پر مبارک باد دیتا ہوں۔ کیونکہ خضر حیات کانگریس کے ہاتھ میں کٹھ پتلی کے سوا کچھ نہیں ہو گا۔

مسلم لیگ اپنا کام کر چکی۔ ہم نے پنجاب کو مطلق العنانی کی گرفت سے آزاد کرا لیا۔ صرف مسلمانوں کو ہی نہیں بلکہ تمام فرقوں کو۔

مجھے خوشی ہے کہ ہم نے نوے فیصدی نشستوں پر قابض ہو کر پنجاب میں جنگِ پاکستان جیت لی ہے۔ ہمارے لئے وزارت ثانوی درجہ رکھتی ہے"۔

دو لاکھ کا نذرانہ

گوہاٹی سے واپسی پر ۸ مارچ کو قائداعظمؒ نے مسلم چیمبر آف کامرس کے دفتر کا معائنہ فرمایا۔ چیمبر کی طرف سے دو لاکھ کا نذرانہ پیش کیا گیا۔ چیمبر کے صدر مسٹر اصفہانی نے سپاسنامہ پیش کیا۔

سپاسنامہ کے جواب میں آپ نے فرمایا۔ "اتحاد کرو اور پاکستان حاصل کرو"۔

۸ مارچ کو مسلم کلب کے سپاسنامے کے جواب میں آپ نے فرمایا۔ "کوئی طاقت ہمیں پاکستان حاصل کرنے سے نہیں روک سکتی۔ ۳۵ء اور ۳۸ء میں جب کبھی کانگریسی ہندوؤں سے ملا۔ مجھے دھوکہ دینے کی کوشش کی گئی۔ مگر میں ہر دفعہ ان کے پنجہ سے نکل گیا۔

کانگریس نے مسلمانوں کو دھمکی دی ہے کہ اگر مطالبہ پاکستان نہ چھوڑا تو ہم سول وار کریں گے۔

لیکن ہم کفار کی دھمکیوں میں نہیں آسکتے۔ مسلمان سول وار سے نہیں ڈرتے۔ اور نہ ہی برطانیہ اور کانگریس کا اتحاد ان کو ان کی منزل سے ہٹا سکتا ہے"۔

دہلی کو روانگی

۹ مارچ کو آپؒ دہلی کے لئے بذریعہ جہاز روانہ ہو گئے۔ روانگی سے قبل آپ نے فرمایا۔ "صوبہ بنگال و آسام کے دلوں میں مسلم لیگ سے والہانہ محبت کا جذبہ موجزن ہے۔ مسلمان پاکستان کیلئے بے قرار نظر آتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ اگر ہم نے دشمنوں کا پروپیگنڈہ بے کار کر دیا تو پاکستان ہمارا ہے"۔

۱۱ مارچ کو افریقی وفد نے قائداعظمؒ سے ملاقات کی۔

حقیقت کا اعتراف

۱۱ مارچ کو ایک اینگلو انڈین کا خط سول اینڈ ملٹری گزٹ میں شائع ہوا۔ جس میں وہ کلکتہ میں اقلیتوں پر ہونے والے بزدلانہ تشدد پر اظہار کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

"عدم تشدد کے نام سے کانگریس بہت سے جرائم کا ارتکاب کر رہی ہے۔ اس میں سورج کی روشنی کی طرح کوئی شک نہیں۔

قائداعظمؒ ہندوستان کے بڑے مدبر ہیں اور اُنہی پر اینگلو انڈین بھروسہ کر سکتے ہیں۔ وہی ہمیں امن میں رہنے کا موقع دے سکتے ہیں"۔

۱۲ مارچ۔ قائداعظمؒ وائسرائے اور نواب بھوپال سے ملے۔

ڈاک و تار کے ملازمین کے متعلق بیان

۱۳ مارچ کو قائداعظمؒ نے ڈاک اور تار کے ملازمین کے متعلق اخبارات کو ایک بیان دیتے ہوئے کہا۔

"ڈاک اور تار یونین کے سیکرٹری سے آج میری ملاقات ہوئی۔ مجھے اطلاع ملی ہے کہ پوسٹ اور ٹیلیگراف والے اس پیشکش سے مطمئن نہیں جو انہیں حکومت کی طرف سے پیش کی گئی ہے۔ تاہم میں خوش ہوں کہ حکومت نے ادنیٰ گریڈ والوں کو فوری اضافہ دینے کا اعلان کیا ہے۔ مجھے اس پر بھی خوشی کا اظہار کرنا ہے کہ حکومت نے ایک عدالت بٹھا دی ہے۔ جو تنخواہوں کے متعلق فیصلہ کرے گی کہ آیا ان میں اضافہ کی فوری ضرورت ہے یا نہیں۔

عدالت کی رپورٹ شائع ہو جانے کے بعد میں سٹاف پر بھی دباؤ ڈالوں گا"۔

مسلم لیگ کی فتح

۱۳ مارچ کو لکھنؤ سے ایک تار کے ذریعہ معلوم ہوا کہ مسلم لیگ نے ۲۱ نشستوں پر قبضہ کر لیا ہے۔ ۱۴ مارچ کی اطلاع ہے کہ مسلم لیگ نے ۲۵ نشستوں پر قبضہ کر لیا ہے۔ ۱۸ مارچ کی خبر ہے کہ مسلم لیگ نے ۵۴ نشستوں پر قبضہ کر لیا ہے۔

وزیر اعظم ایٹلی کا بیان

۱۵ مارچ کو برطانیہ کے وزیر اعظم مسٹر ایٹلی نے کیبنٹ مشن کے سفر ہندوستان کے متعلق دار العوام میں بحث کا جواب دیتے ہوئے کہا۔

"گزشتہ ۲۵ سال میں ہندوستان نے ظلم کو شکست دینے کے لئے دو مرتبہ نمایاں کام کیا ہے۔ لہٰذا چالیس کروڑ انسانوں کی آبادی کا مطالبۂ آزادی تعجب کی بات نہیں۔ میرے ساتھی اس عزم کے ساتھ ہندوستان جا رہے ہیں کہ وہ اس کے جلد از جلد آزادی حاصل کرنے میں مدد دیں۔ یہ فیصلہ کرنا ہندوستانیوں کا کام ہے کہ وہ کس قسم کی آزادی چاہتے ہیں۔

ہم نے ہندوستان کو متحد کرنے کے بعد اسے قومیت کا وہ احساس دے دیا ہے جو گزشتہ صدیوں سے وہاں مفقود تھا۔ اس نے ہم سے جمہوریت و انصاف کے اصول سیکھ لئے ہیں"۔

وزیر اعظم سے پہلے مسٹر بٹلر نے تقریر کرتے ہوئے کہا۔ "جو شخص بھی ہندوستان جائے گا۔ اسے معلوم ہونا چاہئے کہ ہندوستان جا کر اسے جس اصل مسئلہ کا مقابلہ کرنا ہے۔ وہ مسلمانوں کا مطالبہ پاکستان ہے"۔

قائد اعظمؒ کا برجستہ جواب

۱۶ مارچ کو دہلی میں قائد اعظمؒ نے میجر ایٹلی کے مذکورہ بیان کا جواب دیتے ہوئے کہا۔

"میجر ایٹلی کا یہ بیان کہ اقلیت کو اکثریت کی راہ کا روڑا ثابت نہیں ہونے دیا جائے گا۔ عجیب و غریب ہے۔ اکثریت کی ترقی کو روکنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میجر ایٹلی کا یہ بیان تو ایسا ہے جیسے مکڑی مکھی سے کہے کہ تو میرے جالے میں آ جا۔ اور اگر مکھی انکار کرے تو کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ مکھی مجرم ہے"۔

قائد اعظمؒ نے مزید کہا۔ "میں یہ بات واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ مسلمان اقلیت نہیں ہیں بلکہ ایک قوم ہیں اور خود مختاری ان کا حق ہے۔

اگر برطانوی مشن صاف دل سے آ رہا ہے تو امید ہے کہ وہ صحیح فیصلہ کر سکے۔ ہندوستان کے مسلمان

تقسیم ہند چاہتے ہیں۔ اور یہ ہندوستان کے مسئلہ کا واحد حل ہے "۔

قائداعظمؒ کی نکتہ چینی

۷ امارچ کو قائداعظمؒ نے ایک انٹرویو دیتے ہوئے فرمایا۔

"مسٹر گاندھی اور کانگریس کیبنٹ مشن سے گفتگو کی فضا کو خراب کر رہے ہیں۔ کانگریس نے مسلم لیگ کو کچلنے کی کوشش کی تھی اور اس کام کے لئے غیر ذمہ دار مسلمانوں کو نیشنلسٹ مسلمانوں کا برقعہ پہنا کر سامنے کھڑا کیا تھا۔ لیکن کانگریس کی یہ کوشش بری طرح فیل ہوئی۔ حالانکہ انتخاب میں ان کی پشت پر نوے فیصد پریس ' دولت ' کارکن اور دیگر ذرائع تھے۔ انتخابات کے بعد بھی مسلم اکثریت والے صوبوں میں مسلم لیگی وزارتوں کے قیام میں کانگریس نے کافی مشکلات پیدا کیں۔

کانگریس انگریزوں کو دھمکیاں دے رہی ہے کہ اگر وہ مراعات چاہتے ہیں تو کانگریسی مطالبات منظور کرلیں۔ اور کانگریس کے مربیوں یعنی سرمایہ داروں سے سودا کریں۔ اور اگر انگریز کانگریس کے سامنے نہ جھکے تو نتیجہ خونریزی اور تباہی ہو گا۔ اگر پاکستان کی موافقت کی گئی تو اس کے اسلحہ خانے کے تمام پوشیدہ ہتھیار نکل آئیں گے۔ یہ رویہ ہے جو کانگریسی لیڈر اپنی تقریروں میں ظاہر کر رہے ہیں اور کانگریسی پریس روزانہ شائع کر رہا ہے۔ اس میں مسٹر گاندھی بھی شریک ہیں۔ جو عدم تشدد کا نقاب اوڑھ لیتے ہیں۔ حالانکہ اسے کوئی نہیں مانتا۔ یہاں تک کہ وہ خود بھی نہیں مانتے۔

عدم تشدد مسٹر گاندھی کے لئے ایک کمیں گاہ ہے جہاں سے وہ امن کے پیامبر بن کر دنیا کو خصوصاً بیرونی ممالک کو اپنی دھوکہ بازی ' عیاری اور ریاکاری کے جال میں پھنسائے رکھیں۔

مسٹر نہرو نے یکم مارچ کو جھانسی میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا کہ اگر کیبنٹ مشن مسائل کو حل کرنے سے قاصر رہا جو حل کے لئے پکارے جارہے ہیں۔ تو ایک انتہائی خوفناک سیاسی زلزلہ ملک کو تباہ کر دے گا۔ مسٹر نہرو نے یہ بھی کہا تھا کہ حکومت برطانیہ کیلئے واحد چارہ کار یہی ہے کہ وہ کانگریس کو راج سونپ دے۔ اور پھر خونریزی کو بچانے کیلئے انگریزوں کو نفع بخش تجارت کا لالچ دیا جاتا ہے کہ کانگریس سے صلح کرلو تو ہندو سرمایہ داروں کے ساتھ انہیں بھی نفع ہو گا۔

یہ خوب ہے کہ وہ دس کروڑ مسلمانوں کی جماعت مسلم لیگ کو نظرانداز کر رہے ہیں۔ اور یہ دس کروڑ علیحدہ کھڑے ہو کر صرف تماشائی بنی کریں گے۔ اگر گفت وشنید انہی بنیادوں پر شروع ہونے والی ہے۔ تو کون زیادہ خون بہا سکتا ہے۔ اور انگریزوں کو کون زیادہ رشوت دے سکتا ہے۔ تو اس معاملہ میں اگر مسلم لیگ کو مجبور کیا گیا تو وہ ایسا پارٹ ادا کرے گی جس سے حقیقی خانہ جنگی اور سول وار رونما ہوں گے۔ جس کی دھمکیاں مسٹر پٹیل دے رہے ہیں۔

اگر حکومت برطانیہ مسلم انڈیا کو خونریزی کی کسوٹی پر پرکھنا چاہتی ہے۔ اور اپنی تاریخ دہرانا چاہتی ہے تو

سمجھنا چاہئے کہ اس نے گزشتہ واقعات سے کوئی سبق حاصل نہیں کیا۔ اور اگر تجارت کا سوال ہے تو مسلمان اسے منٹوں میں ختم کر سکتے ہیں۔

مسٹر نہرو ظاہری طور پر کہتے ہیں کہ ہم ۹۵ فیصدی پاکستان قبول کر چکے ہیں۔ لیکن یہ صرف ریاکاری ہے اور چال ہے۔ جو ہندوؤں ' امریکہ والوں اور اہل انگلستان میں پاکستان کی روز افزوں مقبولیت کے پیش نظر کھیلی جارہی ہے۔

ان عیارانہ چالوں سے ہندوستان کی آزادی کا دن اور دور ہو جائے گا"

آخر میں آپ نے فرمایا۔ "ہم زندہ پاکستان۔ زندہ ہندوستان اور ہندوستان کی تمام اقوام کی آزادی چاہتے ہیں"۔

پریس کانفرنس

کیبنٹ مشن جس کے اراکین سر اسٹیفورڈ کرپس اور لارڈ الیگزنڈر ہیں۔ ہندوستان پہنچتے ہی دہلی میں پریس کانفرنس بلائے گا۔

پنجاب کے قائدین

۱۸ مارچ کو نواب دولتانہ ' سردار شوکت حیات خان اور راجہ غضنفر علی خان نے قائداعظمؒ سے پنجاب کے حالات کے متعلق بات چیت کی۔

آج ہی قائداعظمؒ نے وائسرائے ہند لارڈ ویول سے ملاقات فرمائی۔

سرکاری لگان

مسٹر عطاء اللہ جہانیاں کی طرف سے ایک قرارداد پنجاب مسلم لیگ مجلس عاملہ میں پیش کی جائے گی کہ اگر کیبنٹ مشن کا فیصلہ پاکستان کے خلاف ہوا تو احتجاج کے طور پر ملک میں مالگزاری اور سرکاری لگان بند کرنے کی مہم جاری کر دینی چاہئے۔ نیز ایک علیحدہ آئین ساز ادارہ قائم کر دیا جائے جو پاکستانی صوبوں کا آئین وضع کرے۔

کیبنٹ مشن کا پروگرام

۱۸ مارچ کو معلوم ہوا ہے کہ کیبنٹ مشن ہندوستان پہنچنے کے بعد ملاقاتوں کا پروگرام اس طرح وضع کرے گا۔

یکم اپریل 'سندھ 'سرحد' پنجاب اور آسام کے وزراءاعظم۔

۲ " نواب صاحب بھوپال چانسلر ایوان شہزادگان۔

۳ " مسٹر گاندھی۔

۴ " قائدِ ملتِ اسلامیہ محمد علی جناح مدظلہٗ۔

۵ " ماسٹر تاراسنگھ اور سردار بلدیو سنگھ۔

۹ " نواب چھتاری صدر نظام ایگزیکٹو کونسل۔

۱۰ " سر تیج بہادر سپرو۔

۱۱ " سید حسین امام 'مسٹر سرت چندر بوس۔

شروع میں وفد گورنروں سے ملاقات کرے گا۔ اس کے بعد اس پروگرام پر عمل ہو گا۔

مسئلہ غذا اور کانگریس

۱۹ مارچ کو قائد اعظمؒ نے دہلی سے ایک بیان دیتے ہوئے کہا۔

"میں نے وائسرائے سے غذا کی صورت کے مسئلہ پر تبادلہ خیالات کیا تھا۔ وائسرائے کی تجویز تھی کہ مسلم لیگ اور کانگریس کا تعاون حاصل کرنے کے بعد بارہ یا چودہ ممبران پر مشتمل ایک کمیٹی بنادی جائے مگر مسٹر گاندھی اور کانگریس نے اس تجویز کو ٹھکرا دیا۔

دوسری تجویز یہ تھی کہ میں اور مسٹر گاندھی حکومت ہند کے محکمہ خوراک دہلی کو اپنی خدمات سونپ دیں۔ اور ایک نمائندہ ریاستی لے لیا جائے۔ چنانچہ وائسرائے نے نواب صاحب بھوپال کا نام پیش بھی کر دیا۔ جہاں تک میرا تعلق تھا۔ میں نے اس تجویز کا خیر مقدم کیا۔ لیکن مسٹر گاندھی اور کانگریس نے اس تجویز کو بھی بعض سیاسی وجوہ کی بناء پر ماننے سے انکار کر دیا۔ یہ حقیقت یقیناً افسوس ناک ہے۔ کم از کم غذائی مسئلہ میں تو سیاسی اختلافات کو کھڑا نہیں کرنا چاہئے تھا۔

میں نے شروع ہی سے حکومت ہند اور وائسرائے کو غذائی مسئلہ میں اپنا تعاون پیش کر دیا تھا۔ ذاتی طور پر میں کہوں گا کہ نفع خوری اور ذخیرہ کرنے والوں کو سخت سزائیں دینی چاہئیں۔ اور "غلہ پیدا کرو" کی سکیم زیادہ تیز کر دی جائے۔" آخر میں آپؒ نے اپیل کی کہ "لوگ مردانہ وار قحط کا مقابلہ کرنے کیلئے میدان میں اتریں"۔

مولانا ابوالکلام آزاد کے بیان پر قائد اعظمؒ کا اظہار رائے

۱۹ مارچ کو قائد اعظمؒ نے مولانا آزاد کے پنجاب کے متعلق بیان پر اظہار رائے فرماتے ہوئے کہا۔

"کانگریس کے صدر کا بیان میری نظروں سے گزرا۔ جس میں انہوں نے پنجاب کی وزارت سازی

کے مسئلہ پر روشنی ڈالی ہے۔ بہر حال انہوں نے جو کچھ فرمایا ہے۔ اس میں صرف آدھی سچائی ہے۔ میرا خیال ہے کہ لاہور میں موجود رہنے والے لیڈر ہی بتا سکتے ہیں کہ مولانا آزاد کا فریب کارانہ بیان کہاں تک صحیح ہے۔

مولانا آزاد کا یہ کہنا کہ میں نے (قائداعظمؒ) کابینہ کے کانگریسی وزراء میں کسی مسلم وزیر کو شامل کرنے سے انکار کیا ہے۔ حالانکہ لیگ پارٹی اسے قبول کرنے کو تیار تھی، بالکل لغو اور بہتان ہے۔ کیونکہ مسلم لیگ نے وہی کیا۔ جو کچھ کرنے کا اسے حق یا اختیار تھا۔ اور کابینہ میں کسی کانگریسی مسلم وزیر کی شرکت سے انکار کر دیا۔ کیونکہ ایک تو ایسا وزیر محض غدّار ثابت ہوتا۔ حالانکہ ہم غداروں کا نام صفحہ ہستی سے مٹا دینا چاہتے ہیں"۔

بیان کے آخر میں قائداعظمؒ نے فرمایا۔ "مولانا آزاد نے جس مشغولیت اور خلوص سے کانگریس کی خدمت کی ہے۔ اگر اس سے آدھے خلوص اور جوش کے ساتھ خدا کی اطاعت کرتے تو آج سوسائٹی میں ان کا درجہ بہت بلند ہوتا۔ ایک مسلم علامہ کانگریس کا صدر۔ عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش کے مترادف ہے۔ مگر اب تو بیرونی ممالک بھی حقیقت حال سے واقف ہو چکے ہیں۔ اس لئے اب مولانا کو چاہئے کہ وہ بقیہ چند سال امن و سکون سے خدا کی یاد میں گزاریں اور کانگریس کے ہاتھوں میں نہ کھیلیں"۔

جی ایم سید کے متعلق فیصلہ

قائداعظمؒ نے مسٹر گزدر کے تار کے جواب میں کہا کہ جب تک مسٹر جی۔ ایم۔ سید معافی نہ مانگے۔ اسے مسلم لیگ میں شامل نہیں کیا جا سکتا۔

کیبنٹ مشن کی ہندوستان روانگی

۱۹ مارچ کو کیبنٹ مشن ہندوستان کے لئے ہوائی جہاز سے روانہ ہوا۔ اس وفد کے ہر سہ حضرات نے اپنی کامیابی کی بڑی امیدیں ظاہر کیں۔

قائداعظمؒ لاہور میں

۲۰ مارچ کو قائداعظمؒ ہمراہ اپنی ہمشیرہ مس فاطمہ جناحؒ ہوائی جہاز سے لاہور پہنچے۔

ہوائی اڈہ پر علاوہ قائدین پنجاب کے رائل ایئر فورس کے عملہ نے آپ کے گلے میں ہار ڈالتے ہوئے کہا۔ "ہم آپ کی فوج اور اسلحہ خانہ ہیں"۔ ان لوگوں نے تھیلی بھی پیش کی۔ قائداعظمؒ نے ان لوگوں

کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔ "مسلم لیگ کی کامیابی کی دعا کرو"۔

پنجاب کے قائدین کو مخاطب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا۔ "شاباش پنجاب تم نے صرف پنجاب کی خدمت نہیں کی۔ بلکہ دس کروڑ اسلامیان ہند کی خدمت کی ہے۔ تم نے تاریخی کام کر دکھایا ہے"۔

پنجاب پاکستان کا سنگ بنیاد ہے

۲۰ مارچ ۱۹۴۶ء کو لاہور اسمبلی چیمبر میں پنجاب لیگ پارٹی کے اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے قائداعظمؒ نے فرمایا۔

"اگر باعزت اور منصفانہ سمجھوتہ کرنے کا جذبہ صادق موجود نہ ہو تو سمجھوتہ کرنا در کنار سمجھوتہ کی گفت و شنید بھی دشوار ہے۔ پنجاب ہندوستان کا بازوئے شمشیر زن رہا ہے۔ متفرق جنگی میدانوں میں پنجاب نے اپنا حق بڑی بہادری و شجاعت سے ادا کیا ہے۔ جس کو دنیا بھی تسلیم کر رہی ہے۔ اب وقت آگیا ہے کہ تمہاری تلواریں حصول پاکستان میں پہلے سے نمایاں حصہ لیں۔ پاکستان تمہاری مٹھی میں ہے۔ ہم اتحاد کے بل بوتے پر پاکستان ضرور حاصل کریں گے۔

میں تمہیں حیرت انگیز کامیابی پر مبارک باد دیتا ہوں۔ تمہاری کامیابی بہت بڑی کامیابی ہے۔ تم کو مخالفوں کی ریشہ دوانیوں سے مقابلہ کرنا پڑا۔ حکومت نے تمہاری مخالفت میں اپنا ہر حربہ استعمال کیا۔ سرکاری حکام کو مسلم لیگی امیدواروں اور ان کے حامیوں کو ڈرانے اور مجبور کرنے کے لئے بے لگام چھوڑ دیا گیا۔ یہ نہایت ہی مجرمانہ سازش تھی۔ اس ماحول میں تمہاری حیرت زا کامیابی صرف پنجاب ہی کی نہیں بلکہ دس کروڑ فرزندان اسلام کی خدمت ہے۔ پنجاب پاکستان کا سنگ بنیاد ہے۔ ہمارا مطمع نظر وزارت سازی نہیں بلکہ موجودہ دستور کو توڑنا ہے۔ ۱۹۱۹ء اور ۱۹۳۵ء کے دستور کی دھجیاں اڑانا ہے۔ اور اس کے بعد پاکستان قائم کرنا ہے۔ ہم کسی ایسی حرکت اور سازش کو برداشت نہیں کر سکتے۔ جو پاکستان کے مسئلے کو پس پشت ڈال دے۔

ہمیں دھمکیاں دی جا رہی ہیں۔ ہم کو کہا جا رہا ہے کہ ہم نے حکومت برطانیہ کے سامنے سر خم نہ کیا تو ہم کو نظر انداز کر دیا جائے گا ہم اس کا مقابلہ جم کر کریں گے۔

ہم کو معلوم ہے کہ کانگریس نے برطانیہ کو مرعوب کرنے کیلئے نئی چال چلی ہے' اور کہا ہے کہ اگر حکومت نے پاکستان قبول کر لیا تو کانگریس میں اتنی طاقت ہے کہ وہ خون کی ندیاں بہا دے۔ برطانیہ کی تجارت تباہ کر دے گی۔ مگر ہم کسی دھمکی اور جبر کی پرواہ نہیں کرتے۔

ہم اپنے ارادے اور مطالبہ پاکستان سے شمہ برابر پیچھے نہیں ہٹ سکتے۔ برطانیہ کو چاہئے کہ وہ کانگریس کے ہاتھ کا کھلونا بن کر تاریخ ہند میں بے مثال غلطی نہ کرے۔ حکومت نے اگست ۱۹۴۰ء میں کہا تھا کہ مستقل دستور خود ہندوستانی تیار کریں۔ اور یہ دستور ملک کی نمایاں جماعتوں کی منظوری سے تیار

ہو گا۔ اقلیتوں پر کسی قسم کا دباؤ نہیں ڈالا جائے گا۔ نہ ان پر ان کی مرضی کے خلاف کوئی دستور عائد کیا جائے گا۔ کیا اب حکومت اپنے وعدے سے منحرف ہونے والی ہے۔ ان مسئلوں پر وفد کے ہندوستان پہنچ جانے پر غور ہو گا"۔

قائداعظمؒ نے اس کے بعد اس غلط پروپیگنڈہ کا ذکر کیا۔ جس میں کہا جاتا ہے کہ کانگریسی راہنما اور خود مسٹر گاندھی نے مسٹر جناحؒ کے آگے سمجھوتہ کیلئے گھٹنے ٹیک دیئے۔ مگر مسٹر جناحؒ نے مصالحت کو ناممکن بنا دیا۔ قائداعظمؒ نے کہا۔ "کانگریسی لیڈر میرے پاس جو کچھ لائے۔ اس کا مطلب تھا کہ مسلمانوں کو دھوکہ دیں اور مسلمانوں سے کہیں کہ میں ان کے زوال کا باعث بنا ہوں۔ یہ سچ ہے کہ مسٹر گاندھی ۳۸ء میں مجھ سے ملے تھے۔ لیکن ان کی تجویز تھی کہ دوسرے مسلم اداروں کی طرح مسلم لیگ بھی کانگریس کے ادارے میں آجائے۔ پھر ۱۹۳۹ء میں جب لارڈ لنلتھگو نے ہم دونوں کو مشترکہ ملاقات کیلئے بلایا۔ اس وقت مسٹر گاندھی کو یک بیک مسلمانوں کے مفاد کا خیال ہوا۔ اس سلسلے میں انہوں نے مجھ سے ملنے کی خواہش کی۔ میں ملا۔ جب یہ سوال پیش ہوا کہ وائسرائے کو ہمارا مشترکہ جواب کیا ہونا چاہئے۔ تو دو گھنٹوں کی بحث کے بعد بھی مسٹر گاندھی اپنے خیال سے ایک انچ پیچھے نہ ہٹے۔ اور اصرار کرتے رہے کہ میں کانگریس کے مطالبہ کی تائید کروں۔ مسلمانوں کا سوال بعد میں حل ہو جائے گا۔ یہ الٹی گنگا بہانا تھا۔ لہٰذا میں نے منظور نہ کیا"۔

۲۱ مارچ ۴۶ء کو ایسوسی ایٹیڈ پریس کے ایک نمائندہ کو بیان دیتے ہوئے قائداعظمؒ نے کہا کہ "آج میں نے کل ہند سکھ سٹوڈنٹس فیڈریشن کے صدر اور سیکرٹری سے ملاقات کی۔ میں نے ان سے صاف طور پر کہہ دیا ہے کہ سکھوں کو ایک قوم کی حیثیت سے اپنی الگ ریاست قائم کرنے کا حق ہے۔ میں اس تصور کے خلاف نہیں ہوں۔ بشرطیکہ سکھ بتا دیں کہ وہ ریاست کہاں قائم ہو سکتی ہے"۔

آخر میں آپ نے فرمایا۔ "میں سکھوں اور مسلمانوں میں سمجھوتہ کی آخری کوشش کروں گا"۔

مسٹر بوس

۲۱ مارچ کو مسٹر سرت چندر بوس نے دہلی میں ایک بیان دیتے ہوئے کہا۔

"کانگریس دھمکیاں نہیں دے رہی، دھمکیاں تو خود مسٹر جناحؒ دے رہے ہیں۔ کانگریس تو برسوں سے آزادی کا مطالبہ کر رہی ہے۔ رہا پاکستان کا سوال، سو وہ ناقابل عمل ہے"۔

لارڈ ایٹلی کا شرانگیز منصوبہ

۲۲ مارچ ۴۶ء کو لاہور میں یوم پاکستان کے مبارک موقعہ پر قائداعظمؒ نے اسلامیان ہند کو حسب ذیل پیغام دیا۔

"آج تمام ملک میں یوم پاکستان منانے کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ آج ہم اپنے عزم کی پھر تجدید کرتے ہیں اور اپنے عالمگیر مظاہروں سے ثابت کرتے ہیں کہ مسلمان پاکستان حاصل کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ چاہے جو کچھ بھی ہو۔

ہم نے ہندوستان میں مرکزی اور صوبائی انتخابات کے ذریعہ ایک شاندار فیصلہ کر لیا ہے۔ اس کے نتائج صاف بتا رہے ہیں کہ نوے فیصدی مسلمانوں نے پاکستان کے حق میں ووٹ دیئے ہیں۔ یہ ہماری قوم کا بلور کی طرح شفاف فیصلہ ہے۔ میں نہایت صاف طریقہ پر بتا دینا چاہتا ہوں۔ اگر ممکن ہو تو پر امن گفتگو کے ذریعہ پاکستان حاصل کر لیا جائے۔ اور اگر ضرورت پڑے اور ہمیں امتحان میں مبتلا کیا جائے۔ تو ہم خون بہا کر پاکستان حاصل کریں گے۔ اسی وجہ سے میں تم سے مطالبہ کرتا ہوں کہ اپنے آپ کو منظم کرو۔ اور ہر حالت کا مقابلہ کرنے کیلئے تیار ہو جاؤ۔ کسی قسم کے پس و پیش کو پاس بھی مت پھٹکنے دو۔ پاکستان کے حصول میں ہماری زندگی ہے اور اگر اسے حاصل نہ کیا۔ تو اس میں ہماری اور ہماری عزیز اشیاء کی موت ہے۔

مسٹر ایمری نے ۱۶ اگست ۴۰ء کو پارلیمینٹ میں ایک بیان دیتے ہوئے کہا تھا۔ "ان عناصر میں اہم نفوس نو کروڑ مسلمان ہیں۔ جو شمال مغربی اور شمال مشرقی علاقوں میں اکثریت کے مالک ہیں"

میں نے مسٹر ایمری کا حوالہ اس لئے نہیں دیا کہ وہ مسٹر ایمری ہیں۔ بلکہ اس لئے دیا ہے کہ صحیح صورت حال بھی یہی ہے۔

مجھے افسوس ہے کہ عین اس وقت جب برطانوی مشن ہندوستان آ رہا ہے۔ مسٹر اٹیلی نے ایسا شر انگیز فارمولا پیش کیا ہے کہ کسی اقلیت کو حق حاصل نہیں ہو گا کہ اکثریت کے آڑے آئے۔

مسٹر اٹیلی نے اس فارمولا کے ذریعہ ہمارے دل میں خیال پیدا کر دیا ہے کہ وہ من مانے فیصلے کر کے ہم پر کوئی عارضی یا مستقل آئین ٹھونس دیں گے۔ ان کا مطلب کانگریس کی خوشنودی حاصل کرنا ہے۔ چاہے مسلم لیگ سے ٹکر لینی پڑے۔ لیکن ان کا یہ اقدام اگست ۴۰ء کے اعلان کے خلاف ہے۔ اگر ایسا ہوا تو یہ چیز ہندوستان میں برطانوی راج کی ساری تاریخ میں وہ فاش غلطی ہو گی۔ جس کا خمیازہ ہمیں بھگتنا پڑے گا۔ لیکن ہم بھی اپنے عزم پر ڈٹے کھڑے ہیں۔ ہم ہر ممکن طریق سے اس کوشش کی مخالفت کریں گے۔ ہم برطانوی حکومت کی اس من مانی اور جبری کارروائی کو ہر ممکن قربانی سے روکیں گے۔ اگر ضرورت پڑی تو خون کی ہولی کھیلنے سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔

میں آخر میں مسلمانوں سے صبر، ہمت، استقلال کی اپیل کرتا ہوں"۔

سردار پٹیل

۲۲ مارچ کو سردار پٹیل نے بمبئی سے ایک بیان دیتے ہوئے کہا۔

"کانگریس اقلیتوں کے حقوق کو زیادہ سے زیادہ پورا کرنے کو تیار ہے۔ ان کو زیادہ سے زیادہ تحفظات دے سکتی ہے۔ لیکن کانگریس تقسیم ہند کے ناقابل قبول مطالبہ کو نہیں مان سکتی۔ مجھے خوشی ہے کہ وزیر اعظم نے اعلان کر دیا ہے کہ کسی اقلیت کو اکثریت کے خلاف رکاوٹ نہیں بننے دیا جائے گا"۔

کیبنٹ مشن کی ہندوستان آمد

۲۳ مارچ کو ساڑھے چھ بجے شام ماڑی پور کے ہوائی اڈہ پر وزیر ہند لارڈ پیتھک لارنس اور سر کرپس اترے۔ وزیر ہند نے کہا۔ "ہم ہندوستانیوں کے نام برطانوی حکومت اور برطانوی عوام کا پیغام لے کر آئے ہیں۔ ہم ایک مقصد لے کر ہندوستان آئے ہیں وہ یہ ہے کہ لارڈ ویول کی وساطت سے ہندوستانی لیڈروں، اسمبلیوں کے ممبروں سے بحث و تمحیص کے بعد ہندوستان کے سیاسی مقاصد کو جلد از جلد عملی جامہ پہنایا جائے۔ ہم حکومت کی ذمہ داری ان کے سپرد کر کے فخر و عزت محسوس کریں"۔

سر کرپس نے پاکستان کے متعلق سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا۔ "ہم کھلے دل کے ساتھ آئے ہیں۔ ہم اپنے ساتھ بنے بنائے نظریات لے کر نہیں آئے۔ ہم ہر سیاسی مسئلہ کے متعلق تحقیقات کریں گے"۔

مطالبۂ پاکستان پر برطانیہ اور امریکہ وضاحت کریں

۲۴ مارچ ۱۹۴۶ء کو قائداعظمؒ نے لاہور سے ایک بیان دیتے ہوئے فرمایا۔

"ہمیں باشندگان ایران سے پوری ہمدردی ہے۔ لیکن ہم برطانیہ کے ہاتھ میں شطرنج کا مہرہ بننے کے لئے تیار نہیں"۔ قائداعظمؒ کا یہ اشارہ مسٹر ایم۔ آر۔ مسانی کے اس سوال کی طرف تھا۔ جو کہ کل انہوں نے مرکزی اسمبلی میں دریافت کیا۔ اور مسٹر ڈینٹ مین سیکرٹری محکمہ خارجہ نے حکومت ہند کی طرف سے جواب دیا۔

قائداعظمؒ نے فرمایا "مسلمانان ہند چاہتے ہیں کہ برطانیہ اور امریکہ مسلمانوں کے مطالبہ پاکستان کے متعلق اپنے رویہ کی وضاحت کریں۔ مسٹر اٹیلی کا پارلیمنٹ والا بیان انتہائی افسوسناک ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ برطانیہ اور امریکہ مشرقِ قریب کے مسلم ممالک اور مسلم انڈیا کے متعلق وضاحت کے ساتھ اپنے خیالات کا اظہار کریں"۔

آپؒ نے فرمایا۔ "ایران کے متعلق جو ہمدردی ہمارے اندر موجزن ہے۔ ہم اغیار کو اس سے کھیلنے کا موقع نہیں دیں گے۔

میں ملک معظم کی حکومت اور صدر ٹرومین سے معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ عربوں، مصریوں انڈونیشین اور دوسرے اسلامی ممالک کے مطالبات خاص کر مطالبہ پاکستان کے متعلق جو سراسر

انصاف پر مبنی ہے۔ ان کا رویہ کیا ہو گا"۔

قائداعظمؒ کے تاثرات

۲۵ مارچ ۱۹۴۶ء کو ایک بیان دیتے ہوئے قائداعظمؒ نے فرمایا۔

"میں مسلم انڈیا کیلئے پنجاب سے روح افزا پیغام لئے جارہا ہوں۔ کہ وہ پاکستان کے حصول کیلئے اپنی جدوجہد جاری رکھیں۔ میں نے اپنے دوران قیام میں محسوس کیا کہ پنجاب کے مسلمان حصول پاکستان کیلئے ایک آہنی عزم رکھتے ہیں"۔

وزیر ہند کا بیان

۲۵ مارچ کو دہلی میں ایک پریس کانفرنس میں بیان دیتے ہوئے وزیر ہند لارڈ پیتھک لارنس نے کہا "کیبنٹ مشن کی آمد نے ملک کی سیاست میں ایک ہلچل پیدا کر دی ہے۔ مختلف پارٹیاں اراکین مشن کے بیانات پر مختلف رائیں قائم کر رہی ہیں۔ جو بحث وتمحیص اب شروع ہو گی' وہ اس بات کا پیش خیمہ ہو گی کہ کس طرح کی مشینری قائم یا جاری کی جائے۔ جس کے ذریعہ ایسی صورتیں اختیار کی جائیں کہ ہندوستان مکمل آزادی حاصل کر لے۔ ہمارا مقصد ہے کہ جلد از جلد کوئی قابل قبول مشینری قائم کی جائے۔اور اس سلسلے میں ضروری عارضی انتظامات بھی مکمل ہو جائیں"

جلسہ تقسیم اسناد

۲۷ مارچ ۱۹۴۶ء کو اسلامیہ کالج لاہور کے جلسہ تقسیم اسناد کی صدارت کرتے ہوئے قائداعظمؒ نے فرمایا۔

"میرے نوجوان دوستو! میری خواہش ہے کہ آپ ہمیشہ انقلابی تصورات اپنائیں۔ اپنے نظریہ حیات اور تصورات میں حیرت انگیز انقلاب پیدا کریں۔ میں آپ سے مطالبہ کرتا ہوں کہ سرکاری ملازمتوں کے لئے مارا مارا پھرنا تعلیم نہیں۔ اور نہ مقصدِ تعلیم ہے۔ آپ فکر معاش کے لئے نئے راستے تلاش کریں۔ جس سے آپ کا مستقبل بھی شاندار اور درخشاں ہو۔ صرف اسی صورت میں آپ قوم کی صحیح خدمت سرانجام دے سکتے ہیں۔

زندگی کے ہر شعبے میں کیر کٹر کی بلندی ضروری چیز ہے۔ آپ کے احساسِ خودی وکردار اعلیٰ کے ساتھ ساتھ یہ صفت ہونا ضروری ہے کہ آپ دنیا میں کسی چیز کے لئے بک نہ جائیں"۔

قائداعظمؒ نے مسلمانوں کو یقین دلایا کہ "حصول پاکستان کی جدوجہد میں کامیابی ان کے پاؤں چومے گی۔ موجودہ رکاوٹیں اور مصائب آپ کے لئے رحمت ہوں گے۔ یہ مشکلات ہمیں شعلوں سے

ہمکنار ہونے کے لئے تیار کریں گی۔ اور ہم جوانمردی کے ساتھ اپنی جدوجہد جاری رکھ سکیں گے آج تک دنیا میں کسی قوم نے قربانیوں کے بغیر باعزت مقام حاصل نہیں کیا۔ ہمیں بھی قربانیاں دینی ہوں گی"۔

مجلس عاملہ کا اجلاس

۳۰ مارچ کو دہلی میں نواب زادہ لیاقت علی خان کی کوٹھی "گل رعنا" میں کل ہند مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کا اجلاس ہوا۔ جس کی صدارت قائداعظمؒ نے فرمائی۔ اجلاس ۶ بجے شروع ہوا اور آٹھ بجکر ۳۵ منٹ پر ملتوی ہو گیا۔

بغیر پاکستان کسی مفاہمت کی گنجائش نہیں

۳۰ مارچ ۱۹۴۶ء کو دہلی میں رائٹر کے نامہ نگار کو بیان دیتے ہوئے قائداعظمؒ نے فرمایا۔ "مسلمان ہندوراج میں اقلیت کی حیثیت سے زندگی بسر کرنا ہرگز گوارا نہیں کریں گے"۔

قائداعظمؒ نے مسٹر فریزر کے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا۔ "مجھے اس چیز کا علم نہیں کہ کیبنٹ مشن کیا کرنے والا ہے۔ مگر ہم ان سے مل کر خوش ہوں گے۔ ہمیں امید ہے کہ وہ ملک کی موجودہ حالت کو محسوس کریں گے۔ ہم تفصیلات طے کرنے کے لئے بالکل تیار نہیں۔ بغیر پاکستان کسی مفاہمت کی گنجائش نہیں"۔

اس کے بعد قائداعظمؒ نے پاکستان کی تشریح فرماتے ہوئے کہا "کرپس پیشکش سے معلوم ہوتا ہے کہ برطانیہ پاکستان کے خلاف نہیں۔ اس کے علاوہ مسٹر ایمری نے کہا تھا۔ انڈیا ہاؤس میں ایک سے زیادہ قصرِ آزادی کی گنجائش موجود ہے"۔

مجلس عاملہ کا فیصلہ

۳۰ مارچ کو کل ہند مسلم لیگ کی مجلس عاملہ نے تین گھنٹہ کی بحث وتمحیص کے بعد طے کیا کہ کل ہند مسلم لیگ کی طرف سے قائداعظمؒ کیبنٹ مشن سے ملاقات کریں گے۔

میں ہندوستانی نہیں

۳۱ مارچ کو دہلی میں "نیوز کرانیکل" لندن کے نامہ نگار مسٹر فارمن کلف کو انٹرویو دیتے ہوئے قائداعظمؒ نے فرمایا۔

"میں خود کو ہندوستانی نہیں سمجھتا۔ ہندوستان مختلف قوموں کی ریاست ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ

ہمیں خود مختار ریاست پاکستان حاصل ہو"۔

مسٹر کلف کہتے ہیں۔"مسلم لیڈر نے یہ تسلیم کیا کہ اڑھائی کروڑ مسلمان ہندوستان میں رہ جائیں گے۔ مگر خوش قسمتی ہے کہ پاکستان میں بھی اڑھائی کروڑ ہندو ہوں گے"۔ معاشیات اور دفاع کے متعلق قائداعظمؒ نے فرمایا۔ "پاکستان اپنی سرحدوں کی حفاظت کیلئے بھاری اخراجات برداشت کر سکے گا"۔

روس کے متعلق مسٹر کلف کے سوال کا جواب دیتے ہوئے قائداعظمؒ نے کہا۔ "جہاں تک میرا خیال ہے۔ روس ایک خطرہ پیدا کرتا ہے۔ مگر انگریز جتنی جلدی پاکستان مان لیں گے۔ اتنا ہی زیادہ مفید ہو گا۔ اگر روس نے ایران پر اثر جمالیا تو مسلم بلاک اپنے مفاد کی خاطر متحد رہے گا"۔

کیبنٹ مشن سے ملاقات کے سوال پر قائداعظمؒ نے کہا "ہم گفتگو کے دوران میں اگر ممکن ہوا تو پرامن سمجھوتہ کر لیں گے"۔

خانہ جنگی کے متعلق سوالات کا جواب دیتے ہوئے قائداعظمؒ نے فرمایا "خونریزی کوئی نہیں چاہتا۔ اور میں تو سب سے کم اس کا خواہشمند ہوں"۔

ثالث کے سوالوں پر قائداعظمؒ نے مسٹر کلف سے کہا۔ "ایک با اختیار قوم کے حق خود ارادیت کو کس طرح ثالث کے سامنے لانے والا مسئلہ قرار دیا جا سکتا ہے"۔

مسٹر کلف کے ایک اور سوال پر آپ نے کہا تھا "میں کانگریس سے کہتا ہوں۔ تقسیم کرو۔ میں تمہارے ساتھ مل کر رہنا نہیں چاہتا۔ اگر تم کسی اور قسم کی بات کرو گے تو یہ فقط دھوکہ بازی ہے۔ ایسی دو قوموں کے درمیان جو ایک اور تین کی حیثیت رکھتی ہوں مساوی تقسیم ناممکن ہے۔ اور اس قسم کا دستور کبھی باقی نہیں رہ سکتا۔ ہم مساوی نہیں بلکہ ۱/۴ حصہ مانگتے ہیں۔ ہم صرف جداگانہ قوم ہی نہیں۔ بلکہ ایک دوسرے سے تعصب رکھنے والے ہیں۔ ایسی صورت میں برطانیہ ہمیں ایک ساتھ کیوں رکھنا چاہتا ہے"۔

صدر صوبہ مسلم لیگ بمبئی کو قائداعظمؒ کی مبارک باد

قائداعظمؒ نے یکم اپریل کو صدر صوبہ لیگ بمبئی کو انتخابات میں سو فیصدی کامیابی پر مبارک باد کا تار دیا۔

یکم اپریل کو ہی قائداعظمؒ نے علی گڑھ کے فساد کی مذمت کی۔ اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے منتظمین اور طلباء سے پرامن رہنے کی اپیل کی۔

مولانا آزاد

۲ اپریل کو مولانا آزاد نے ایک بیان میں کہا "کانگریس تقسیم ہند کو کبھی اور کسی حالت میں قبول نہ

کرے گی اور نہ ہی دو دستور ساز جماعتوں کے قیام پر راضی ہوگی۔ کانگریس گزشتہ سال کی پاس شدہ تجاویز پر عمل کرے گی"۔

صدر مسلم لیگ مدراس کو قائداعظمؒ کی مبارک باد

۳ اپریل کو قائداعظمؒ نے صدر مسلم لیگ مدراس کو انتخابات میں سو فیصدی کامیابی پر مبارک باد کا تار دیا۔

کیبنٹ مشن اور ماسٹر تارا سنگھ کی قائداعظمؒ سے ملاقاتیں

۴ اپریل کو قائداعظمؒ نے کیبنٹ مشن سے تین گھنٹہ ملاقات کی۔ جب آپ ملاقات کے بعد باہر تشریف لائے تو مسلمانوں نے پاکستان زندہ باد اور قائداعظمؒ زندہ باد کے نعرے لگائے۔ نامہ نگاروں کے سوالوں کا جواب دیئے بغیر قائداعظمؒ مسکراتے ہوئے نکل گئے۔ اور "گل رعنا" پہنچے۔ جہاں مجلس عاملہ کا اجلاس تھا۔ وہاں آپ نے اراکین عاملہ کو کیبنٹ مشن سے جو گفتگو ہوئی تھی۔ وہ بتائی۔

آج ہی قائداعظمؒ نے ماسٹر تارا سنگھ اکالی لیڈر سے ملاقات فرمائی۔ اس موقعہ پر مہاراجہ پٹیالہ، وزیراعظم پٹیالہ اور گیانی کرتار سنگھ بھی حاضر تھے۔ اس کے بعد آپ عاملہ کے اجلاس میں تشریف لے گئے۔

سردار پٹیل کا بیان

۴ اپریل کو دہلی سے سردار پٹیل نے ایک بیان دیتے ہوئے کہا۔ "اگر مسٹر جناحؒ ہندوستانی نہیں تو ہندوستان کے آئین میں ان کی شرکت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میں حیران ہوں کہ ایک آدمی محض تبدیلیٔ مذہب کی بناء پر کس طرح علیحدہ قومیت کا دعویٰ کر سکتا ہے۔ مسٹر پٹیل نے کہا کہ کانگریس پاکستان کی بنیادوں پر کسی طرح سمجھوتہ نہیں کر سکتی۔"

مسٹر نہرو کا بیان

۵ اپریل کو مسٹر نہرو نے ایک بیان میں کہا "کانگریس کسی حالت میں نظریہ پاکستان کے ساتھ اتفاق نہیں کر سکتی۔ چاہے برطانوی حکومت اس نظریہ کو تسلیم ہی کیوں نہ کرے اور یہ تو کانگریس کے ماننے یا نہ ماننے کا سوال ہی نہیں۔ ہندوستانی عوام اس کے خلاف ہیں۔ اور اگر کانگریس اس نظریہ کو مان بھی لے تو بھی پاکستان قائم نہیں ہو سکتا۔ روئے زمین کی کوئی طاقت حتیٰ کہ اقوام متحدہ کا ادارہ بھی اس پاکستان کو قائم

نہیں کر سکتا۔ جس کا مطالبہ مسٹر جناحؒ کرتے ہیں"۔

ملک برکت علی کی وفات پر تعزیتی تار

ملک برکت علی کی اچانک وفات پر قائداعظمؒ نے تعزیت کا تار دیا۔ جس میں فرمایا کہ "ملک برکت علی کی موت مسلمانوں کا نقصانِ عظیم ہے"۔

مجالس دستور ساز کے مسلم لیگی ممبرز کا کنونشن

دہلی میں ۷ اپریل کو ہندوستان کے تمام صوبوں کے منتخبہ مسلمان ممبروں کا کنونشن عربک کالج کے وسیع ہال میں جو عروسِ نو کی طرح سجایا گیا تھا ہوا۔ کنونشن میں چار سو مسلم لیگی ممبران مجالس دستور ساز نے شرکت کی۔ ان کے علاوہ وزیٹر کافی تعداد میں تھے۔ کنونشن میں گیانی کرتار سنگھ اور ان کے ساتھی بھی تھے۔

قائداعظمؒ نے صدارتی تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔

"کئی ماہ سے ہندوستان میں انتخابی جنگ جاری تھی۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور آپ حضرات کی کوششوں سے ہم نے جو کامیابی حاصل کی ہے اس کی مثال تاریخ کے صفحات میں نہیں ملتی، ہمیں انتخابات میں بڑی مشکلوں کا سامنا کرنا پڑا۔ مگر ہم نے اغیار کو ہر میدان میں شکست فاش دی۔ آج یہ تاریخی ریکارڈ موجود ہے کہ ہم نے نوے فیصدی نشستوں پر قبضہ کر لیا ہے۔

اس تاریخی کنونشن میں جس کی مثال ہندوستان میں نہ ہندوؤں میں ملتی ہے اور نہ مسلمانوں میں۔ ہمیں یہ طے کرنا ہے کہ ہمارا آئندہ اقدام کیا ہو گا۔ آپ کو اس کا فیصلہ پوری ذمہ داری سے کرنا ہے میں اس کنونشن میں آخری بار اعلان کرتا ہے کہ ہمارا مطالبہ پاکستان ہے۔ ہم پاکستان کے لئے لڑیں گے۔ اس میں کسی ہچکچاہٹ کو قریب نہ آنے دیں گے۔ اور اگر ضرورت ہوئی تو مرنے پر بھی تیار ہو جائیں گے مگر پاکستان حاصل کر کے رہیں گے اور اگر نہ ملا تو ہم فنا ہو جائیں گے۔ اس لئے آپ سبجیکٹس کمیٹی منتخب کریں۔ جس میں ہر صوبے کے نمائندے ہوں۔ اور وہ ایک تجویز مرتب کریں۔

مسلمانوں کے مطالبہ پاکستان کے جواب میں سردار پٹیل نے فرمایا ہے کہ کانگریس مسلم لیگ کو اس حد تک خوش کر سکتی ہے کہ جن علاقوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے وہاں ان کو اندرونی معاملات میں آزادی دے دے۔ مگر اس کے ساتھ دفاع کیلئے ایک مضبوط مرکز ہو گا۔ پنڈت نہرو نے کہا ہے۔ ہندوستان کو فوراً آزادی دے دی جائے۔ اس کے بعد مختلف فرقے اور جماعتیں آپس میں سمجھوتہ کر لیں گی"۔

آپ نے فرمایا کہ "اگر آپ کانگریس کے اس فارمولے کا تجزیہ کریں تو اس کے معنی یہ ہوں گے

کہ برطانوی حکومت پہلے آزادی کا اعلان کر دے۔ اور انتظامی نیز فوجی اختیاراتِ حکومت ایک مرکزی حکومت کی شکل میں کانگریس کے حوالے کر کے خود الگ ہو جائے۔ اس طرح کانگریس چالیس کروڑ نفوس کی قسمت کے فیصلے کی حاکم بن جائے۔

اگر پنڈت نہرو کے خیال کے مطابق حکومت بن جائے۔ تو یہ دو دن قائم نہیں رہ سکتی۔ ہم یہ نہیں مان سکتے کہ اس فسطائی مجلس اعلیٰ کو دس کروڑ انسانوں کی قسمت کا فیصلہ کرنے کے اختیار دے دیئے جائیں۔

کانگریس کیوں نہیں سمجھتی کہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں اہم بنیادی اختلافات موجود ہیں۔ ان دونوں قوموں میں صدیاں گزرنے پر بھی سماجی اور سیاسی اتحاد نہیں ہو سکا۔ ہندوستان کا اتحاد صرف انگریز کی پیداوار ہے۔

ہمارا مطالبہ ہے کہ اس وسیع براعظم کو دو آزاد حکومتوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ مسلم لیگ اسی وقت کسی عارضی حکومت میں شریک ہو سکتی ہے جب اس کا مطالبہ پاکستان تسلیم کر لیا جائے۔ اور اس امر کا واضح الفاظ میں اعلان کر دیا جائے کہ پاکستان بلا تاخیر قائم کر دیا جائے گا۔ اس کے بعد ہم دوسرا قدم اٹھا سکتے ہیں۔

ہمارے فارمولے کے مطابق دو دستور ساز ادارے قائم ہونا چاہئیں۔ ایک ہندوستان کا اور دوسرا پاکستان کا۔ پاکستان کا ادارہ پاکستان کے دفاع اور دوسرے متعلقہ امور پر غور کرے گا۔ اور یہ تمام باتیں پاکستان اور ہندوستان کے مابین معاہدوں وغیرہ سے طے ہوں گی۔ ہم کسی ایسی چیز کو قبول نہیں کر سکتے جو پاکستان کی آزادی پر حرف لاتی ہو۔ برطانیہ کو دھمکی دی جا رہی ہے کہ اگر اس نے کانگریس کا مطالبہ نہ مانا تو سخت خونریزی ہو گی۔ جس کی تیاریاں جاری ہیں۔ دوسرے ان کی تجارت کو معطل کر دیا جائے گا۔ یہ بھی دھمکی دی جا رہی ہے کہ اگر برطانیہ نے پاکستان قبول کر لیا تو بھی یہی نتائج ہوں گے۔

اگر انگریز، خونریزی کی ان دھمکیوں سے جو صرف دھونس ہیں متاثر ہو گئے۔ تو ان کو یاد رکھنا چاہیے کہ مسلم ہندوستان بھی خاموش نہیں رہے گا۔ بلکہ وہ ہر قسم کے خطرات کا مقابلہ کرنے کیلئے تیار رہے گا۔

پنڈت نہرو کا یہ خیال دھوکہ ہے کہ اگر مسلمانوں نے کوئی شورش کی تو یہ معمولی ہو گی۔ وہ شاید اب بھی "آنند بھون" میں گھوم رہے ہیں۔

اگر ہماری مرضی کے خلاف کوئی حکومت نافذ کی گئی تو ہم ہر ممکن طریق سے اس کی مزاحمت کریں گے۔ اگر برطانیہ نے ہمارے ساتھ کئے ہوئے مواعید کو پس پشت ڈالا۔ جو اس نے دوران جنگ میں ہمارا روپیہ اور خون لے کر ہم سے کئے تھے۔ تو یہ بات ہمارے لئے ناقابل برداشت ہو گی۔ اور ہم پورے عزم و ہمت کے ساتھ اس کا مقابلہ کریں گے۔ چونکہ ہمارا مطالبہ ہندوؤں اور مسلمانوں کیلئے منصفانہ ہے۔ اس لئے خدا ہماری مدد کرے گا"۔

تجویز

آل انڈیا مسلم لیگ پارلیمنٹری بورڈ نے کنونشن کی سبجیکٹس کمیٹیوں کے سامنے سارے ہندوستان کے آئینی مسئلے کی تجویز کا سات سو الفاظ کا مسودہ پیش کیا۔ چنانچہ کمیٹی نے ساڑھے چار گھنٹے کی بحث و تمحیص اور ضروری ترمیمات کے بعد یہ قرارداد منظور کر لی۔

تجویز کا خلاصہ

مرکزی اور صوبائی اسمبلیوں کے مسلم ممبر اور ہندوستان کے مسلمان ایسے آئین کو ہرگز قبول نہیں کریں گے جو اکھنڈ ہندوستان کی بنیاد پر بنایا گیا ہو۔ نہ ہی وہ واحد دستور ساز جماعت سے کوئی تعلق رکھیں گے۔ اور نہ ہی مسلم ہندوستان اس کے بنائے ہوئے آئین سے کوئی تعلق رکھے گا۔ مسلم لیگ اس وقت تک کسی عارضی حکومت میں حصہ نہ لے گی جب تک کہ پاکستان کا مطالبہ اس کو عملی شکل میں نہ دے دیا جائے۔ نیز یہ کہ اگر متحدہ ہندوستان کی بنیاد پر کوئی آئین مسلط کرنے کی کوشش کی گئی تو اسلامیان ہند ہر طریقہ سے اس کی مزاحمت کریں گے۔

نیز چونکہ مسلمانوں اور ہندوؤں میں زبردست بنیادی اختلافات موجود ہیں۔ اور ان کا مذہب، تمدن، تہذیب اور تاریخی روایات قطعی جداگانہ ہیں۔ نیز چونکہ ہندو تنگ خیال واقع ہوئے ہیں اس لئے ہندوستان میں متحدہ قومیت کا وجود نہ پہلے کبھی ہوا اور نہ ہونے کی امید ہے۔ اس لئے مسلمان اپنی علیحدہ حکومت قائم کئے بغیر اپنے تمدن اور مذہب کی حفاظت نہیں کر سکتے"۔

سیدنا طاہر کی طرف سے دعوت

۱۹ اپریل کو بوہروں کے پیشوا سیدنا طاہر سیف الدین نے قائداعظمؒ کی دعوت کی۔ جس میں تمام ممبران مرکزی و صوبائی دستور ساز بھی شامل تھے۔

مسٹر گاندھی کی نئی چال

۱۹ اپریل کو مسٹر گاندھی نے کیبنٹ مشن کے سامنے ایک تجویز رکھتے ہوئے کہا کہ اگر کانگریس اور مسلم لیگ کے مابین مسئلہ پاکستان پر سمجھوتہ نہ ہو تو پھر اسے بین الاقوامی ٹریبونل کے سامنے پیش کر دیا جائے۔

کنونشن کی اختتامی تقریر

۱۰ اپریل کو کنونشن کی کارروائی کے اختتام پر قائداعظمؒ نے ایک بصیرت افروز تقریر فرمائی۔ آپ نے کہا۔

"ہمارا مقصد تنگ نظری اور تعصب نہیں۔ ہم ایسی مملکت کا قیام نہیں چاہتے۔ جو تنگ نظری اور تعصب پر قائم ہو۔ مذہب ہم کو انتہائی محبوب ہے۔ مذہب کے مقابلہ میں تمام دنیاوی چیزیں ہمارے نزدیک کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔ لیکن بعض دوسرے امور بھی ہیں۔ جو زندگی کے لئے لازم اور ناگزیر ہیں۔ مجلسی زندگی اور اقتصادی زندگی قوم کے لئے ضروری ہوتی ہے۔ سیاسی قوت کے بغیر آپ اپنے مذہب کی بھی حفاظت نہیں کر سکتے۔ اور آپ کی اقتصادی زندگی کا بھی تحفظ نہیں ہو سکتا۔

ہم نے مکمل غور و فکر اور بحث و مباحثے کے بعد ایک قرارداد منظور کی ہے۔ ہم نے اس عالی شان اور تاریخی کنونشن میں ایک حلفیہ اعلان کیا ہے۔ ہم اگرچہ بہتری کی توقع رکھتے ہیں۔ مگر بدترین حالات کا مقابلہ کرنے کیلئے تیار ہیں۔ ہم نے ایک واضح، غیر مبہم اور پر زور اعلان کیا ہے۔ ہم نے تمام خطرات کا مقابلہ کرنے کا اعلان کر دیا ہے۔ ہمارے لئے اس کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ باقی نہیں ہے۔

جہاں تک مسلم اقلیت کے صوبوں کا مسئلہ ہے۔ میں بھی ایک اقلیت کے صوبے سے تعلق رکھتا ہوں۔ ان صوبوں کے مسلمان پاکستان کے مجاہد ہیں۔ انہوں نے پاکستان کی جانب سب کی رہبری کی ہے، اب اکثریت اور اقلیت کا کوئی سوال نہیں رہا۔ پاکستان کے اصول پر سب کو اتفاق ہے۔ ہاں چند مسلمان اب بھی ایسے ہیں جو ہمارے ساتھ نہیں ہیں۔ میں ان کے جذبات کو ٹھیس پہنچانی نہیں چاہتا۔ اور اس میں کوئی فائدہ بھی نہیں۔ یہ لوگ تو کسی شمار میں نہیں ہیں۔ لیکن ان لوگوں کو اب خاموش ہو جانا چاہئے۔ لیکن وہ خاموش نہ ہوں گے۔ وہ اپنی حرکات جاری رکھیں گے۔ کیونکہ ان کا کام تو یہ ہے کہ اپنے آقاؤں کے سُر سے سُر ملائیں۔

اگر اکھنڈ ہندوستان قائم ہو جائے اور ہندو اس آئین کو تبدیل کرنا چاہیں تو اس وقت آپ کیا کریں گے؟ ان کو پھر کون روک سکے گا؟ اگر پانچ یا دس سال کے بعد وہ کہیں کہ ہم جداگانہ طریق انتخاب کو ختم کرتے ہیں تو پھر ان کے ہاتھ کون پکڑے گا؟ وہ روز افزوں طاقتور ہوتے جائیں گے۔ اور آپ اکھنڈ ہندوستان میں کمزور ہوتے جائیں گے۔ اور تمام تحفظات یکے بعد دیگرے نیست و نابود کر دیئے جائیں گے۔

ہمارا یہ منشاء نہیں ہے کہ پاکستان کے قیام کے ساتھ ہی ساتھ اختلافات اور جھگڑے شروع ہو جائیں۔ ہمارے سامنے بہت کافی کام ہو گا۔ اسی طرح برادران وطن کو اپنی مملکت میں بہت سے کام کرنے ہوں گے۔ لیکن اگر وہ اقلیتوں کے ساتھ بدسلوکی شروع کر دیتے ہیں اور ان کو ستاتے ہیں تو پاکستان

ایک خاموش تماشائی نہ بنے گا۔

اگر گلیڈ اسٹون کے زمانہ میں برطانیہ اقلیتوں کے تحفظ کے نام پر امریکہ میں مداخلت کر سکتا تھا۔ تو اگر ہندوستان میں ہماری اقلیتوں پر مظالم کئے گئے تو ہمارا مداخلت کرنا کیونکر حق بجانب نہ ہو گا؟

کچھ لوگ ایسے بھی ہیں۔ جو یہ کہتے ہیں کہ جب آپ اپنے اکثریت کے صوبوں میں اپنی وزارتیں تک نہیں بنا سکتے تو پاکستان کا خواہ مخواہ کیوں چرچا کیا جاتا ہے؟ میں ان لوگوں سے کہتا ہوں کہ یہی تو اصل وجہ ہے جس کی بناء پر ہم ۱۹۳۵ء کے موجودہ آئین سے نجات حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اسی لئے تو ہم پاکستان قائم کرنا چاہتے ہیں۔

مجھے نواب صاحب ممدوٹ کا یہ جملہ سن کر خوشی ہوئی کہ وہ اصول کیلئے ہزاروں وزارتیں قربان کرنے کے لئے تیار ہیں۔ فی الواقع وزارتیں کوئی اہمیت نہیں رکھتیں۔ یہ تو ذریعہ ہیں۔

میں آخر میں ایک مرتبہ پھر نظریہ پاکستان پر اپنے عقیدہ کا اعادہ کرتا ہوں۔ کیا برطانیہ ہندوستان کے دس کروڑ مسلمانوں کی قسمت کا فیصلہ کر سکتا ہے؟ نہیں۔ مسلمانوں کے مقدمہ کا فیصلہ کوئی دوسرا نہیں کر سکتا۔

مخالفین رخنہ اندازی کر سکتے ہیں۔ وہ ہمیں تاخیر پر مجبور کر سکتے ہیں۔ وہ ہمارے راستے میں رکاوٹ بن سکتے ہیں۔ لیکن وہ ہمیں منزل مقصود تک پہنچنے سے روک نہیں سکتے۔ اس لئے اس تاریخی کنونشن کے برخاست ہونے پر آپ پورے یقین، مکمل اعتماد اور ہمت کے ساتھ یہاں سے اٹھیں"۔

اس کنونشن میں شریک مرکزی و صوبائی اسمبلیوں کے ارکان نے یہ حلف اٹھایا:

عہدِ آزادی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قل ان صلاتی و نسکی و محیای و مماتی للہ رب العالمین

(کہہ دو کہ میری نماز، میری قربانی، میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ رب العالمین کیلئے ہے)

میں .... رکن مسلم لیگ پارٹی صوبائی دستور ساز اسمبلی / کونسل صوبہ .... اپنے اس پختہ عقیدہ کا اعلان کرتا ہوں کہ برصغیر ہند میں بسنے والی مسلم قوم کی نجات، اس کی سلامتی، اس کا تحفظ اور اس کا مستقبل حصول پاکستان میں مضمر ہے اور پاکستان ہی اس برصغیر کے پیچیدہ دستوری مسائل کا واحد منصفانہ، باوقار اور معقول حل ہے اور اس کے ذریعہ یہاں بسنے والی تمام قوموں اور فرقوں کو امن، آزادی اور خوشحالی حاصل ہو سکتی ہے۔

میں بہ صمیم قلب اقرار کرتا ہوں کہ اس مقصد عزیز یعنی پاکستان کو حاصل کرنے کیلئے کل ہند مسلم لیگ کی طرف سے جو تحریک بھی جاری کی جائیگی اور اس سلسلے میں جو ہدایات و احکامات جاری کئے جائیں گے میں بلا پس و پیش پوری رضامندی کے ساتھ ان کی تعمیل کروں گا اور اس امر کا یقین کامل رکھتے ہوئے کہ

میرا مقصد و مدعا حق و انصاف پر مبنی ہے میں عہد کرتا ہوں کہ اس راہ میں جو خطرات اور آزمائشیں پیش آئیں گی اور جن قربانیوں کا مطالبہ ہو گا انہیں برداشت کروں گا۔

ربنا افرغ علینا صبرا و ثبت اقدامنا و انصرنا علی القوم الکافرین

اے پروردگار ہم کو صبر و استقامت دے ہمیں ثابت قدم رکھ اور قومِ کفار پر فتح و نصرت عطا فرما۔ آمین

دستخط..................

مورخہ..................

تاریخی فیصلہ

فرزندان اسلام نے انتخابات میں مسلم لیگ کو ووٹ دے کر ثابت کر دیا کہ مسلمان پاکستان کے حصول کیلئے ہر ممکن و غیر ممکن قربانی کر سکتے ہیں۔ ذیل میں ہندوستان کے گیارہ صوبوں اور مرکزی مقننہ میں انتخابات کے نتائج دیکھئے اور پھر فیصلہ کیجئے کہ مسلمان کیا چاہتے ہیں۔ نتائج کے ساتھ اس بات کو فراموش نہ کیجئے گا کہ مسلم لیگ کے مقابلہ میں کانگریس نے اپنے نمائندے تو کھڑے نہیں کئے لیکن آزاد امیدوار، یونینسٹ، قوم پرست، کرشک پرجا، جمعیت العلماء، مجلس احرار، سید گروپ، مومن کانفرنس، خاکسار، مسلم مجلس مدراس، کمیونسٹ، شیعہ بورڈ کو کافی مدد دی۔ مدد کے طریقوں میں روپیہ بھی تھا۔ پریس بھی اور مقررین بھی، اس کے باوجود مسلم لیگ نے ہندوستان بھر میں نوے فیصدی کامیابی حاصل کی۔

نام	کل نشستیں	مسلم نشستیں	مسلم لیگ کی حاصل کردہ نشستیں
مرکزی اسمبلی	۱۳۲	۳۰	۳۰
یو۔ پی "	۲۲۸	۶۶	۵۴
اڑیسہ "	۶۰	۴	۴
بمبئی "	۱۷۵	۳۰	۳۰
مدراس "	۲۱۵	۲۹	۲۹
بہار "	۱۵۲	۴۰	۳۴
سی۔ پی "	۱۱۲	۱۴	۱۳
پنجاب "	۱۷۵	۸۶	۷۳
آسام "	۱۰۸	۳۴	۳۱
سندھ "	۶۰	اول ۳۴	۲۶ [۱]
		دوم ۳۴	۳۴
سرحد "	۵۰	۳۸ [۲]	۱۷
بنگال "	۲۵۰	۱۱۹	۱۱۳

۱۔ یہ پہلے انتخاب کا نتیجہ ہے۔ مگر جب دوسری مرتبہ الیکشن ہوا تو مسلم لیگ نے سو فیصد کامیابی حاصل کی۔ یہاں تک کہ مسٹر جی ایم سید بھی ناکام ہوئے۔ ۲۔ ان میں زمینداروں کی دو نشستیں بھی شامل ہیں۔

آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کا اجلاس

دہلی میں ۱۰ اپریل کو کل ہند مسلم لیگ کونسل کا اجلاس ہوا جس کی صدارت کرتے ہوئے قائداعظمؒ نے فرمایا "برطانوی کیبنٹ مشن کے اراکین سے میری دوستانہ گفتگو ہوئی ہے جو امید کا پہلو لئے ہوئے ہے۔" قائداعظمؒ نے آزاد ہند فوج کے لوگوں کے مقدمات اور سزاؤں کی شدید مخالفت کی اور کہا کہ اس سے ملک میں سخت بے چینی پھیلی ہوئی ہے۔ کپتان عبدالرشید کی سزا کی مذمت کرتے ہوئے آپ نے کہا اس وقت یہ مسئلہ وائسرائے کے زیر غور ہے۔ امید ہے کہ وائسرائے ان کو رہا کر کے شریفانہ اقدام کریں گے۔ آخر میں آپ نے جنوبی افریقہ کے ہندوستانیوں، فلسطین کے عربوں اور جاوا کے مجاہدین سے اظہار ہمدردی فرمایا۔

آل انڈیا سٹیٹس مسلم لیگ

۱۰ اپریل کو کل ہند ریاستی مسلم لیگ کا جلسہ دہلی میں ہوا جس میں قائداعظمؒ کی ذات پر مکمل اعتماد کا اظہار کیا گیا اور پاکستان کی حمایت کی گئی۔

آخری قطرۂ خون

۱۱ اپریل کو مسلم ٹمبر ایسوسی ایشن کے سیکرٹری نے بمبئی سے ایک تار دیتے ہوئے قائداعظمؒ کو یقین دلایا کہ اگر آپ کو ہمارے خون کی ضرورت پڑی تو ہم اپنا آخری قطرۂ خون تک پاکستان کیلئے بہادیں گے۔

کیبنٹ مشن کا بیان

۱۱ اپریل ۴۶ء کو کیبنٹ مشن نے دہلی سے ایک بیان دیتے ہوئے کہا کہ "کیبنٹ مشن اس مقصد کو لے کر ہندوستان آیا تھا کہ ملک کے اہم مسائل کا تصفیہ ضروری ہے چنانچہ اپنی آمد سے لے کر اس وقت تک وفد ہندوستان کے اہم سیاسی عناصر کے افکار و آراء سن چکا ہے اب اس گفت و شنید کے اگلے اور اہم مرحلے میں داخل ہونے کی تجاویز مکمل کر رہا ہے۔ اس مرحلہ کی اہمیت کے پیش نظر ہندوستان کے اعلیٰ ماہرین سیاست اور اراکین وفد کو انتہائی تدبر کا ثبوت دینا ہو گا۔ ان کو ایسا حل ڈھونڈنا ہو گا جس کو سب پارٹیاں منظور کر لیں۔ وفد کو یقین ہے کہ ہندوستان کی تاریخ کے اہم ترین دور میں رواداری سے قدم اٹھایا جائیگا۔ جس کو دیکھنے کیلئے ہندوستانی عوام مدت سے منتظر ہیں۔ وفد کو امید ہے کہ اس کے قیام کشمیر کے دوران میں ہندوستانی پارٹیاں ایک مشورہ کے ذریعہ آپس میں سمجھوتہ کر لیں گی۔"

کانگریس عاملہ کا جلسہ

دہلی میں ۱۲ اپریل کو کانگریس عاملہ کا اجلاس صدر کانگریس کی قیام گاہ پر منعقد ہوا۔ جلسے کی صدارت مولانا آزاد نے کی۔

دوسرا جلسہ دوپہر کو مسٹر گاندھی کی جائے قیام پر ہوا۔

۱۲ اپریل کو قائداعظمؒ کو وفد کی طرف سے دوسری ملاقات کا دعوت نامہ موصول ہوا۔ ملاقات ۱۶ اپریل ۱۱ بجے ہوگی۔

"ہندو مسٹر جناح سے ڈرنے لگے ہیں" —— "سنڈے آبزور" لندن

۱۳ اپریل کو "سنڈے آبزرور" کے نمائندے نے دہلی سے ایک طویل مراسلہ اپنے اخبار کو روانہ کیا۔ جو اس اخبار نے نہایت نمایاں جگہ پر شائع کیا۔ مراسلہ میں نمائندے نے لکھا تھا کہ اب ہندو مسٹر جناح سے ڈرنے لگے ہیں۔ ان کی زبان نرم پڑ گئی ہے۔ وہ اب تک سمجھتے تھے کہ مسٹر جناح دھمکی دے رہے ہیں مگر اب انہیں معلوم ہو گیا ہے کہ مسٹر جناح جو کھیل کھیل رہے ہیں وہ تماشہ نہیں بلکہ ایک ٹھوس حقیقت ہے اور اس میں ایک عزمِ آہنی پوشیدہ ہے۔ ایک کانگریسی اخبار نے دہلی کنونشن کے مناظر کو ہٹلر کی ابتدائی تحریک سے مشابہت دی ہے۔ ہندوستانی اسمبلیوں کے ۴۵۰ ممبروں نے قرآن کی قسم کھائی ہے کہ وہ متحدہ ہندوستان اور عارضی حکومت کی ہر طرح مخالفت کریں گے۔

"تقسیمِ ہند مسلمانوں کیلئے مضر ہے" —— مولانا آزاد

۱۵ اپریل کو مولانا آزاد نے کانگریس عاملہ کی چار دن کی کارروائی کے بعد ایک بیان میں کہا۔

"ہندوستان میں ایک مکمل اختیارات والی متحدہ حکومت کی ضرورت ہے۔ ہندوستان کو تقسیم کرنے کا انجام بھی بخیر نہ ہوگا۔ ہندوستان کی تقسیم ہندوؤں سے زیادہ مسلمانوں کیلئے مضر ہے"

آپ نے کہا "مسلمانوں کا حق پورے ہندوستان پر ہے۔ اس لئے اسے چھوڑا نہیں جا سکتا۔ پاکستان کے بعد ہندوستان میں جو حکومت ہوگی وہ مکمل ہندو راج ہوگا"

وفد سے ملاقات

۱۶ اپریل کو ۱۰ بج کر ۵۷ منٹ پر قائداعظمؒ وائسرائے ہاؤس پہنچے۔ وفد کے سیکرٹری نے آپ کا استقبال کیا۔ آپ نے دو گھنٹہ تک وفد سے باتیں کیں۔ جب آپ وائسرائے ہاؤس سے باہر آئے۔ نمائندوں نے سوالات شروع کر دیئے جس کا جواب صرف ہلکی سی مسکراہٹ تھا۔

مولانا آزاد کو جواب

۱۶ اپریل کو نوابزادہ لیاقت علی خان نے مولانا آزاد کے بیان کا جواب دیتے ہوئے کہا " پاکستان کا مطالبہ مرکز میں ہندوؤں کے خوف کی وجہ سے نہیں بلکہ یہ حق خود ارادیت کیلئے ہے۔"

سابق امریکی صدر ہوور سے قائداعظمؒ کی ملاقات منسوخ

۲۳ اپریل۔ سابق صدر امریکہ مسٹر ہوور جن سے قائداعظمؒ کی ملاقات طے ہو چکی ہے۔ مسٹر ہوور قائداعظمؒ کے مکان پر نہ آسکے۔ اس لئے قائداعظمؒ نے ملاقات منسوخ کر دی۔ نمائندگان اخبارات کو آپ نے بتایا " غذائی مسئلہ میں ہر ممکن مدد دوں گا چونکہ اس معاملہ میں سیاست یا فرقہ پرستی کو قطعی دخل نہیں۔"

جنرل شاہنواز کی قائداعظمؒ سے ملاقات

۲۴ اپریل ۴۶ء کو جنرل شاہنواز قائداعظمؒ سے ملے اور آپ سے عرض کیا کہ آپ مسٹر گاندھی سے ملیں۔

سہروردی وزارت

۲۴ اپریل کو مسٹر حسین شہید سہروردی وزیراعظم نے حلف وفاداری لیا اور بنگال میں مسلم لیگی وزارت قائم کی۔

آزاد ہند فوج کے سات افسروں کی رہائی

۲۷ اپریل کو ایڈووکیٹ جنرل نے قائداعظمؒ کو اطلاع دی کہ آزاد ہند فوج کے سات افسر رہا کر دیئے گئے ہیں۔
میجر ظفر قیوم نے ۱۹ اپریل کو قائداعظمؒ کو پٹیشن روانہ کیا تھا کہ آپ اسے جنرل ہیڈ کوارٹر بھیج دیں۔

سید حسین کا قائداعظمؒ کو خراج تحسین

۲۸ اپریل کو مسٹر سید حسین نے پشاور میں ایک بیان دیتے ہوئے کہا۔
"میں پاکستان کا سخت مخالف ہوں۔ مگر اس حقیقت سے انکار نہیں ہو سکتا کہ ہندوستان کی پبلک

لائف میں مسٹر جناح ایسے فرد ہیں جن پر کوئی لالچ یا رشوت اثر انداز نہیں ہو سکتی۔ ان کا کریکٹر بہت بلند ہے۔ کوئی بھی انہیں روپیہ یا عہدہ کے بدلے خرید نہیں سکتا"

(مسٹر سید حسین امریکہ میں کانگریس کے پروپیگنڈہ کی وجہ سے کافی مقبولیت حاصل کر چکے ہیں مؤلف)

فلسطین کے متعلق قائد اعظمؒ کی تنبیہ

یکم مئی کو قائد اعظمؒ نے اینگلو امریکن کمیٹی کی سفارشات کے متعلق جو فلسطین سے متعلق تھیں ایک بیان میں فرمایا۔

"اینگلو امریکن کمیٹی کی سفارشات کا جو خلاصہ اخبارات میں شائع ہوا ہے۔ اسے پڑھ کر میں صرف اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ یہ برطانوی وعدہ خلافیوں کی ایک بدترین مثال ہے جس سے میرے دل کو بڑا صدمہ پہنچا ہے۔ اگر ان سفارشات کو عملی جامہ پہنایا گیا تو عرب اور مسلمانانِ عالم خاموش نہیں بیٹھیں گے۔"

دوسری شملہ کانفرنس

۴ مئی کو قائد اعظمؒ ہمراہ مس فاطمہ جناحؒ، نوابزادہ لیاقت علی خان، نواب محمد اسمٰعیل خان اور سردار عبدالرب نشتر دہلی سے بذریعہ ہوائی جہاز انبالہ پہنچے اور وہاں سے بذریعہ کار ایک بجے شملہ پہنچے جہاں مسلمانوں نے آپ کا شاندار استقبال کیا۔ سرکاری طور پر اعلان ہوا کہ سہ جماعتی کانفرنس کا آغاز ۵ مئی ۴۶ء بروز اتوار ۱۰ بجے دن وائسرائے ہاؤس کے ڈرائنگ روم میں ہو گا۔

۵ مئی ۱۹۴۶ء کو شملہ میں دوسری شملہ کانفرنس کا اجلاس صبح دس بجے سے ساڑھے بارہ بجے تک رہا اور دوسرا اجلاس چار بجے سے ساڑھے پانچ بجے شام تک ہوا۔

ان ہر دو اجلاس میں ایک ہندوستان کے یونین مرکز پر بحث ہوئی۔ کانفرنس میں طے ہوا کہ کوئی ممبر اخبارات کو بیان نہ دے۔ بلکہ ہر شام سرکاری بیان شائع ہوا کرے گا۔

کانفرنس نے نوابزادہ لیاقت علی خان، سر کرپس اور سردار پٹیل پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی، جو اخبارات کو بیان دیا کرے گی۔

"پاکستان زندہ باد' قائد اعظم پائندہ باد"

کانفرنس میں شمولیت کیلئے سب سے پہلے مولانا آزاد آئے۔ پھر پنڈت نہرو، خان عبدالغفار خان اور سردار پٹیل آئے۔

قائد اعظمؒ ، نوابزادہ لیاقت علی خان ، نواب اسمٰعیل خاں اور سردار عبدالرب نشتران کے بعد آئے۔

جب قائد اعظمؒ کی موٹر آئی تو تماشائیوں نے پاکستان زندہ باد ، قائد اعظمؒ پائندہ باد کے نعرے لگائے۔

۶ مئی ۱۹۴۶ء کو شملہ کانفرنس کا تیسرا اجلاس صبح ۱۱ بجے وائسرائے لاج میں منعقد ہوا۔

بھولا بھائی ڈیسائی کا انتقال

۶ مئی کو بھولا بھائی ڈیسائی مشہور ہندوستانی لیڈر ایک بج کر ۵ منٹ پر انتقال فرما گئے۔ آپ کا انتقال بمبئی میں ہوا۔

مسٹر ڈیسائی کے انتقال پر قائد اعظمؒ نے فرمایا "میری ہمدردیاں موصوف کے خاندان کیساتھ ہیں۔ میرے ان سے بہت گہرے تعلقات تھے۔ میں انہیں ۲۱ سال سے جانتا ہوں انکی موت پیشہ وکالت کا بہت بڑا نقصان ہے۔ سیاست میں ہمارے نظریئے مختلف تھے مگر ان کا اثر ہمارے تعلقات پر نہیں پڑا۔"

شملہ کانفرس کا التواء

۶ مئی کو شملہ کانفرنس کا چوتھا اجلاس چار بجے سے چھ بجے تک رہا۔ اس کے بعد پانچواں اجلاس بدھ تین بجے تک کیلئے ملتوی ہو گیا۔

اجلاس کے خاتمہ پر قائد اعظمؒ معہ نواب زادہ لیاقت علی خان کمرے میں تشریف لے گئے مگر عوام نے کہا کہ ہم قائد اعظمؒ کی زیارت کریں گے۔ نوابزادہ نے عوام کو سمجھانے کی کوشش کی مگر عوام نہ مانے آخر قائد اعظمؒ باہر تشریف لائے اور چند منٹ تک عوام کے سامنے تقریر فرمائی۔

قائد اعظمؒ ، وائسرائے ملاقات

۷ مئی کو وائسرائے کی دعوت پر قائد اعظمؒ نے سات بجے سے لے کر ساڑھے آٹھ بجے تک وائسرائے سے ملاقات کی۔

اللہ پر بھروسہ

۷ مئی کو لاہور سے کالج کے طلبہ کا ایک وفد قائد اعظمؒ کی جائے رہائش پر پہنچا اور عرض کی کہ ہم آپ کی جائے رہائش پر پہرہ دیں گے۔ قائد اعظمؒ نے فرمایا "مجھے اللہ تعالیٰ کی ذات پر پورا بھروسہ ہے" مگر طلبہ

کے اصرار پر قائداعظمؒ نے اجازت دے دی۔

نیا فارمولا

۸ مئی کو قائداعظمؒ نے لیگ عاملہ کے ان اراکین کے سامنے جو شملہ میں موجود تھے۔ لارڈ پیتھک لارنس کا وہ خط رکھا جس میں لارڈ موصوف نے کیبنٹ مشن کا مرتب کردہ فارمولا رکھ کر ارکان لیگ سے اس پر غور کی درخواست کی تھی۔

ارکان لیگ نے غور کے بعد جو خط مرتب کیا۔ قائداعظمؒ نے اسے لارڈ پیتھک لارنس کے پاس ایک خاص قاصد کے ذریعہ پہنچا دیا۔

مصر کو مبارکباد

۸ مئی کو قائداعظمؒ نے مصر سے برطانوی فوج کے انخلاء پر شاہ معظم اور مصریوں کو مبارکباد دی۔ آپ نے فرمایا "برطانیہ کو ابھی دو کام اور کرنے ہیں 'ایک فلسطین کے عربوں کے قومی مطالبہ کو پورا کرنا ہے اور دوسرے ہندوستان کے مسلمانوں کو پاکستان دینا ہے۔"

نہرو کا خط

۱۰ مئی کو پنڈت نہرو منتخبہ صدر کانگریس نے ایک خط قائداعظمؒ کو چھ بجے شام روانہ کیا۔

نہرو قائدؒ ملاقات

۱۱ مئی کو نہرو نے قائداعظمؒ کی قیامگاہ پر ساڑھے دس بجے قائداعظمؒ سے ملاقات کی ' ملاقات کا سلسلہ سوا گھنٹہ رہا۔ ملاقات کے بعد پنڈت نہرو نے نمائندگان اخبارات سے کہا کہ "مسٹر جناح سے دوسری ملاقات کا وقت طے نہیں ہوا۔"

کانفرنس کا اجلاس

۱۱ مئی کو سہ جماعتی کانفرنس کا اجلاس تین بجے وائسرائے محل میں ہوا جو پونے تین گھنٹہ تک جاری رہا۔

شملہ کانفرنس کی ناکامی

۱۲ مئی کو چھ بجے شام پھر کانفرنس کا اجلاس ہوا۔ پونے آٹھ بجے اجلاس کے خاتمہ پر سرکاری اعلان میں کہا گیا۔

"پارٹیوں کے پیش کردہ نکات پر غور وخوض کرنے کے بعد کانفرنس اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ مزید بحث سے کوئی فائدہ نہ ہو گالہٰذا کانفرنس کو ختم کر دیا جائے۔

مشن اس حقیقت کو واضح کر دینا چاہتا ہے کہ کانفرنس کی ناکامی کا الزام کسی ایک پارٹی پر لگانا ٹھیک نہیں۔ کیونکہ دونوں پارٹیوں نے سمجھوتہ کیلئے کافی کوشش اور دوڑ دھوپ کی۔"

۱۴ مئی کو کیبنٹ مشن اور وائسرائے دہلی پہنچ گئے۔

کیبنٹ مشن کا فیصلہ

۱۶ مئی ۴۶ء کو مشن کا فیصلہ شائع ہوا جس کا خلاصہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

"ہم نے پوری کوشش کی کہ دونوں اہم پارٹیاں ہندوستان کے اتحاد و تقسیم کے مسئلہ پر کسی متفقہ نتیجہ پر پہنچ جائیں لیکن اس کے باوجود کہ دونوں پارٹیاں ایک دوسرے کے ساتھ کافی مراعات کیلئے تیار تھیں، پھر بھی ایک معمولی سی خلیج رہ گئی جس کو پاٹا نہ جا سکا۔

ہم نے طے کیا ہے کہ ہندوستان کے آئندہ آئین کی تشکیل کے انتظامات فوری کئے جائیں اور عارضی حکومت بھی فوری طور پر قائم کر دی جائے۔ ہم نے کوشش کی ہے کہ عوام کے چھوٹے بڑے ہر طبقہ کے ساتھ انصاف ہو۔

مسلم لیگ کے سوا سب کی خواہش ہے کہ ہندوستان متحد رہے لیکن ہم نے ہندوستان کی تقسیم کے امکان کی اچھی طرح تحقیق کی ہے۔ مسلم لیگ کے دعوے کے مطابق ایک جداگانہ آزاد بالادست پاکستانی ریاست ہونی چاہئے جو دو رقبوں پر مشتمل ہو۔ پاکستان کے ان دونوں رقبوں میں غیر مسلم اقلیت بہت کافی ہے۔ یعنی بلاک نمبر ۱ میں جس میں برطانوی بلوچستان بھی شامل ہے۔ غیر مسلم اقلیت ۳۷ء۹۳ فیصدی اور بلاک نمبر ۲ میں ۴۸ء۳۱ فیصدی ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر مسلم لیگ کے دعوے کے مطابق پاکستان قائم کر دیا جائے تو بھی فرقہ وارانہ اقلیتوں کے مسئلے طے نہ ہوں گے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ مسلم اکثریت کے چھوٹے علاقوں کا پاکستان کہاں تک قابل عمل ہے۔ ایسے پاکستان کو مسلم لیگ بھی ناقابل عمل سمجھتی ہے۔ اس لئے ہمیں مجبوراً اس نتیجہ پر پہنچنا پڑتا ہے کہ فرقہ وارانہ مسئلہ کا حل نہ تو ایک بالادست پاکستان سے ہوتا ہے اور نہ چھوٹے بالادست پاکستان سے۔

مزید بر آں انتظامی' اقتصادی اور فوجی وجوہ بھی بہت وزن رکھتے ہیں۔ ہندوستان کا ٹرانسپورٹیشن (باربرداری) ڈاک اور تار کا سسٹم متحدہ ہندوستان کی بنیاد پر قائم کیا گیا ہے اس کو الگ الگ کرنے سے ہندوستان کے دونوں حصوں کو شدید نقصان پہنچے گا۔ ہندوستان کی مسلح فوجیں بھی پورے ہندوستان کیلئے تیار کی گئی ہیں اور ان کو دو حصوں میں کر دینے سے دیرینہ روایات کو کاری ضرب لگے گی۔ مجوزہ پاکستان کے دونوں حصے ہندوستان کی دو نہایت کمزور سرحدوں پر مشتمل ہیں۔ کامیاب تحفظ کیلئے پاکستان کا علاقہ رقبہ کے لحاظ سے کافی نہیں ہو گا۔

لیکن یہ فیصلہ مسلمانوں کے ان حقیقی خدشات کی طرف سے ہماری آنکھیں بند نہیں کرتا کہ ان کا تمدن اور ان کی سیاسی و سماجی زندگی ایک ایسے متحدہ ہندوستان میں مدغم ہو جائیگی جس میں ہندوؤں کی زبردست اکثریت اور غلبہ ہے۔

یہ بالکل صاف بات ہے کہ برطانوی ہندوستان کے آزادی حاصل کرنے کے بعد خواہ وہ دولت مشترکہ میں شامل رہے یا اس سے باہر رہے۔ وہ رشتہ جو اس وقت ریاستی حکمرانوں اور تاج برطانیہ کے درمیان موجود ہے۔ باقی نہیں رہے گا۔ اب ہم ایک ایسے حل کی نوعیت پیش کرتے ہیں جو ہمارے خیال میں تمام پارٹیوں کے ضروری مطالبات کے مطابق اور ساتھ ہی تمام ہندوستان کے لئے ایک مستحکم اور قابل عمل آئین ہو گا۔

(۱) ہندوستان کی ایک یونین قائم کی جائے جس میں برطانوی ہندوستان اور ریاستیں شامل ہوں اور جس کے ماتحت امور خارجہ' دفاع اور رسل و رسائل ہوں۔ نیز اس یونین کو اختیار ہو کہ وہ ان شعبوں کے اخراجات کیلئے مطلوبہ مالی وسائل مہیا کرے۔

(۲) یونین ایک ایگزیکٹو اور ایک قانون ساز اسمبلی پر مشتمل ہو جس میں برطانوی ہندوستان اور ریاستوں کے نمائندے شامل ہوں اس اسمبلی میں ہر اہم فرقہ وارانہ سوال کے تصفیہ کیلئے ضروری ہو گا کہ نہ صرف تمام ممبران یا جو حاضر ہوں اور رائے دے رہے ہوں ان کی اکثریت ہو' بلکہ دونوں بڑے فرقوں میں سے ہر ایک فرقے کے جتنے ممبر موجود ہوں اور رائے دے رہے ہوں ان کی اکثریت بھی ہو۔

(۳) یونین کے محکموں کے علاوہ باقی ماندہ اختیارات صوبوں کو حاصل ہوں۔

(۴) ریاستوں کو تمام صیغے اور اختیارات بجز ان کے جو وہ یونین کو سونپ دیں گی' حاصل رہیں گے۔

(۵) صوبوں کو اپنے گروپ بنانے کی آزادی ہو گی۔ ہر گروپ کی ایگزیکٹو اور مجلس آئین ساز ہو سکتی ہے اور ہر گروپ یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ صوبائی صیغوں میں سے کون سے صیغوں کا مشترکہ انتظام ہو گا۔

(۶) یونین اور گروپوں کے آئینوں میں ایک ایسی دفعہ ہونی چاہئے جس کی رو سے ہر صوبہ اپنی

لیجسلیٹو اسمبلی کی رائے کی اکثریت سے دس سال کے ابتدائی عرصہ کے بعد آئین کی شرائط میں تبدیلی کا مطالبہ کر سکتا ہو۔

مجلسِ آئین ساز

اب ہم مجلس آئین ساز کے متعلق بتاتے ہیں جس کی تشکیل فوراً ہو جانی چاہئے۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلا سوال نمائندوں کے انتخاب کا ہے لیکن اس طرح دیر ہو گی۔ اس لئے موجودہ صوبائی اسمبلیوں میں سے منتخب شدہ ممبر لے لئے جائیں لیکن اسمبلیوں کے ممبروں کی تعداد آبادی کی صحیح نمائندہ نہیں ہے۔ نہایت توجہ اور غور کے بعد جو تمام خامیوں کا ازالہ کر دے گا۔ ہم نے یہ طریقہ سوچا ہے کہ آبادی کی صحیح تعداد کے اعتبار سے نشستیں دی جائیں مثلاً

(الف) دس لاکھ پر ایک نشست۔

(ب) صوبوں میں نشستوں کی تقسیم وہاں کے بڑے فرقوں کے تناسب سے کر دی جائے۔

(ج) ہر صوبے کی اسمبلی میں ہر فرقہ کے نمائندے کا انتخاب اسی فرقہ والے عمل میں لائیں گے۔

ہمارے خیال میں اس غرض کیلئے تین بڑے فرقوں کو تسلیم کر لیا جائے یعنی جنرل، مسلم اور سکھ۔ رہیں چھوٹی چھوٹی اقلیتیں سو ان کے متعلق بھی ہم نے ایک تدبیر سوچی ہے۔

(ا) ہم تجویز کرتے ہیں کہ ہر صوبہ میں صحیح تعداد نمائندگان حاصل کرنے کیلئے مندرجہ ذیل تعداد جنرل، مسلم یا سکھ ہونی چاہئے۔ یہ انتخاب واحد قابل انتقال ووٹ کے ذریعہ ہو گا۔

سیکشن اے

صوبہ	جنرل	مسلم	تعداد
مدراس	۴۵	۴	۴۹
بمبئی	۱۹	۲	۲۱
یو۔ پی	۴۷	۸	۵۵
بہار	۳۱	۵	۳۶
اڑیسہ	۹	۰	۹
سی۔ پی	۱۶	۱	۱۷
کل تعداد	۱۶۷	۲۰	۱۸۷

سیکشن بی

صوبہ	جنرل	مسلم	سکھ	تعداد
پنجاب	۸	۱۶	۴	۲۸
سرحد	۰	۳	۰	۳
سندھ	۱	۳	۰	۴
کل تعداد	۹	۲۲	۴	۳۵

سیکشن سی

صوبہ	جنرل	مسلم	تعداد
بنگال	۲۷	۳۳	۶۰
آسام	۷	۳	۱۰
کل تعداد	۳۴	۳۶	۷۰

برطانوی ہندوستان		۲۹۲
ہندوستانی ریاستوں کی زیادہ سے زیادہ نمائندگی		۹۳
	کل تعداد	۳۸۵

(نوٹ) جہاں چیف کمشنر کا صوبہ ہو وہاں سیکشن اے میں مرکزی اسمبلی کی دہلی سیٹ سے ایک نمائندہ لیا جائیگا۔ اجمیر مارواڑہ سے ایک، کورگ لیجسلیٹو کونسل بھی ایک نمائندہ منتخب کرے گی۔ سیکشن بی میں برطانوی بلوچستان کا ایک نمائندہ لیا جائیگا۔

(۲) تجویز یہ ہے کہ ریاستوں کو آخری مجلس آئین ساز میں تناسب کے اعتبار سے نمائندگی دی جائیگی اور ۹۳ سے زیادہ نمائندے نہیں ہوں گے۔

(۳) اس طرح سے چنے ہوئے نمائندے جہاں تک جلد ممکن ہو دہلی پہنچ جائیں گے۔

(۴) ایک ابتدائی اجلاس منعقد ہو گا جس میں کام کے متعلق عام فیصلہ عمل میں آئے گا۔ ایک چیئرمین اور دیگر عہدیدار منتخب ہوں گے۔ شہری حقوق، اقلیتوں، قبیلوں اور چھوٹے ہوئے علاقوں کیلئے ایک مشاورتی کمیٹی بنے گی۔ اس کے بعد صوبائی نمائندے تین حصوں میں تقسیم ہوں گے جیسا کہ نمائندگی کے نقشہ میں سیکشن اے بی سی ہیں۔

(۵) ہر سیکشن صوبوں کے صوبائی دستور کا فیصلہ کرے گا اور طے کرے گا کہ صوبوں کیلئے گروپ

کانسٹی ٹیوشن درکار ہے یا نہیں۔ اگر درکار ہے تو گروپ کو کن صوبائی صیغوں کا کام کرنا ہوگا صوبوں کو گروپوں میں سے انتخاب کرنے کا اختیار ہوگا جیسا کہ دفعہ ۸ میں بتایا گیا ہے۔

(۶) ہندوستانی ریاستوں کے سیکشنوں کے نمائندے یونین کے دستور کی تشکیل کیلئے دوبارہ جمع ہوں گے۔

(۷) یونین کو دستور ساز اسمبلی کی شرائط میں ترمیم یا کسی بڑے فرقہ وارانہ مسئلے کے فیصلہ کیلئے زیادہ سے زیادہ نمائندوں کی حاضری ضروری ہے جسے دونوں بڑے فرقوں کے ووٹ کے ذریعے طے کیا جائیگا۔ اسمبلی کا چیئرمین فیصلہ کرے گا کہ کون سے ریزولیوشن میں فرقہ وارانہ سوال پیدا ہوتا ہے اور اگر دونوں فرقوں کی اکثریت نے درخواست کی تو اپنا فیصلہ دینے سے قبل چیئرمین فیڈرل کورٹ سے مشورہ کرے گا۔

(۸) جس وقت نئے انتظامات عمل میں آئیں گے۔ اس وقت ہر صوبہ کو اختیار ہوگا کہ جس گروپ میں اسے شامل کیا گیا ہے اس سے علیحدگی کا فیصلہ کرے۔ یہ فیصلہ صوبہ کی نئی مجلس آئین ساز کرے گی جبکہ نئے دستور کے ماتحت پہلا جنرل انتخاب عمل میں آچکا ہوگا۔

مشاورتی کمیٹی کا قیام

مشاورتی کمیٹی جو شہریوں، اقلیتوں، قبائلی اور خارج شدہ علاقوں کے حقوق کیلئے مقرر ہوگی اس میں جن حقوق کی حفاظت کی ضرورت ہے ان کو پوری نمائندگی دی جائیگی اور ان کا فرض ہوگا کہ یونین کی دستور ساز کے سامنے بنیادی حقوق کی فہرست، اقلیتوں کی حفاظت کے متعلق تجاویز، نیز قبائلی اور خارج شدہ علاقوں کے انتظام کے متعلق سکیم پیش کریں اور مشورہ دیں کہ آیا یہ حقوق صوبائی یا گروپ یا یونین دستور میں شامل کئے جائیں۔

کیبنٹ مشن پر لارڈ پیتھک لارنس کا نشریہ

۱۶ مئی کی رات کو آٹھ بجے کیبنٹ مشن کے فیصلے کے بعد لارڈ پیتھک لارنس نے آل انڈیا ریڈیو دہلی سے ایک تقریر نشر کرتے ہوئے کہا۔

"ہندوستان کے تمام لیڈروں اور ہندوستانی عوام کے دلوں میں آزادی کا زبردست جذبہ موجود ہے۔ حکومت برطانیہ اور برطانوی عوام یہ آزادی دینے کو تیار ہیں۔

دو ماہ ہوئے مجھے اور میرے دونوں ساتھیوں کو ہندوستان میں دستور سازی کی مشینری قائم کرنے میں وائسرائے کی مدد کیلئے روانہ کیا گیا تھا۔ ہم کو شروع سے مشکلات کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ ملک کی دونوں جماعتوں میں سخت اختلاف تھا۔ مسلم لیگ تقسیم چاہتی تھی اور کانگریس متحدہ ہندوستان۔ ہم نے دونوں

میں اتحاد کی کوشش کی، شملہ کانفرنس میں دونوں پارٹیاں نرم پڑیں مگر کوئی معاہدہ نہ ہو سکالہٰذا ہم مجبور ہوئے کہ دونوں جماعتوں کے نظریات سے اہم اصول لے کر فوری طور پر دستور ساز ادارے کے قیام کا انتظام کریں۔"

تقسیم ہند کی مشکلات کا ذکر کرتے ہوئے لارڈ موصوف نے کہا۔

" پاکستان فرقہ وارانہ سوال کا حل نہیں کر سکتا لیکن تقسیم کے بغیر پاکستان کا سافائدہ حل کر سکتے ہیں۔"

دستور ساز اسمبلی کی تشکیل کا ذکر کرتے ہوئے لارڈ موصوف نے کہا " وائسرائے نے عارضی حکومت کے قیام کی ابتدا شروع کر دی ہے۔ ہمیں امید ہے کہ وہ بہت جلد بڑی جماعتوں کے نمائندوں کی حکومت بنانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

آخر میں آپ نے کہا " حکومت برطانیہ عارضی حکومت کی جو سب اہم جماعتوں کی نمائندہ ہو گی۔ پوری طرح مدد کرے گی۔"

سر کرپس نے بھی پریس کانفرنس میں ایک بیان دیتے ہوئے وہی کچھ کہا جو لارڈ پیتھک لارنس نے کہا تھا۔

لارڈ ویول کا نشریہ

۱۷ مئی کو لارڈ ویول وائسرائے ہند نے دہلی کے ریڈیو سٹیشن سے ایک تقریر نشر کرتے ہوئے کہا۔

"اس خطرناک زمانہ میں جبکہ نیا دستور حکومت بن رہا ہو گا۔ ہندوستانی حکومت کا ہندوستان کے قابل ترین لیڈروں کے ہاتھ میں ہونا بہتر ہو گا۔ یہ ایسے لوگ ہونے چاہئیں جن کی قابلیت پر ہندوستانیوں کو بھروسہ ہو اور جن پر ان کو یہ اعتماد ہو کہ وہ ان کے مفاد کیلئے کام کریں گے اور ان کو منزل مقصود تک پہنچا دیں گے۔

یہ حکومت خالص ہندوستانی حکومت ہو گی۔ سوائے اس کے کہ اس کا افسر اعلیٰ گورنر جنرل ہو گا اور اگر مجھے کامیابی ہوئی تو اس میں وہ لوگ شامل ہوں گے جو ہندوستان کی بڑی جماعتوں کے مصدقہ لیڈر ہیں۔"

مشن کی خط و کتابت

۲۷ اپریل ۴۶ء کو لارڈ پیتھک لارنس نے ایک خط قائداعظمؒ اور مولانا آزاد کے نام لکھا جس میں کہا گیا تھا۔

" کیبنٹ مشن اور وائسرائے ہندوستانی لیڈروں میں اتحاد کی ایک اور کوشش چاہتے ہیں۔ اس لئے میں مسلم لیگ اور کانگریس کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ اپنے چار چار نمائندے کیبنٹ مشن اور وائسرائے سے

گفتگو کیلئے نامزد کریں۔ سمجھوتہ کی بنیاد حسب ذیل اصول ہوں گے۔

ایک یونین گورنمنٹ جس کے ماتحت خارجی معاملات، دفاع اور رسل ورسائل ہوں گے۔

صوبوں کے دو گروپ ہوں گے۔ ایک ہندوؤں کی اکثریت والے صوبوں کا اور دوسرے مسلمانوں کی اکثریت والے صوبوں کا۔

دیگر تمام معاہدات صوبائی حکومتوں کے ماتحت ہوں گے۔

مولانا ابوالکلام آزاد نے ۲۸ اپریل کو اس خط کا جواب دیتے ہوئے ایک طویل خط لکھا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ کانگریس پورے ہندوستان پر قابض ہے۔ آخر میں آپ نے لکھا کہ کانگریس کے نمائندے میرے علاوہ پنڈت نہرو، سردار پٹیل اور خان عبدالغفار خان ہوں گے۔

قائداعظمؒ نے ۲۹ اپریل کو خط کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ میں تجویز لاہور اور ۱۹ اپریل کے کنونشن کی نقل کے ساتھ مندرجہ ذیل نمائندوں کے نام ارسال کرتا ہوں۔ میرے ساتھ نواب اسمٰعیل خان، نوابزادہ لیاقت علی خاں اور سردار عبدالرب نشتر ہوں گے۔

۲۹ اپریل کو لارڈ پیتھک لارنس نے پھر ایک ایک خط مولانا آزاد اور قائداعظمؒ کو لکھا۔

ویول کا پیغام

۲۰ مئی کو لارڈ ویول نے عارضی حکومت اور اس سے متعلق امور کے سلسلے میں گورنر پنجاب سرایون جنکنز کے ذریعہ ایک پیغام قائداعظمؒ کو روانہ کیا۔

آج ہی عبدالرب نشتر کیبنٹ مشن سے ملاقات کی تفصیلات بتانے کیلئے قائداعظمؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

ایسوسی ایٹڈ کے نامہ نگار نے لکھا ہے کہ مسلم لیگ کی خاموشی کی وجہ سے کیبنٹ مشن کی تجاویز عارضی حکومت اور دستور ساز اسمبلی کا قیام معرض التواء میں پڑی ہیں۔

کیبنٹ مشن پر قائداعظمؒ کا بیان

۲۲ مئی ۴۶ء کو قائداعظم محمد علی جناحؒ نے کیبنٹ مشن کی تجاویز پر شملہ سے حسب ذیل بیان پریس کو دیا۔

"مسلم لیگ کی پوزیشن یہ تھی کہ (۱) شمال مشرق میں بنگال اور آسام اور شمال مغرب میں پنجاب، شمال مغربی سرحدی صوبہ، سندھ اور بلوچستان پاکستان میں شامل ہیں اور اسے خود مختار اور آزاد حکومت کی حیثیت حاصل ہونا چاہئے۔ نیز یہ کہ بلاتاخیر قیام پاکستان کا صاف الفاظ میں وعدہ کیا جائے۔

(۲) دونوں حکومتوں کا آئین بنانے کیلئے پاکستان اور ہندوستان کے لوگوں کیلئے علیحدہ علیحدہ

آئین ساز جماعت بنائی جائے۔

(۳) پاکستان اور ہندوستان کی اقلیتوں کے تحفظات لاہور والے ریزولیوشن کے خطوط پر کئے جائیں۔

(۴) مسلم لیگ کا تعاون حاصل کرنے اور مرکز میں عارضی حکومت کے قیام میں اس کے شریک ہونے کیلئے ضروری ہے کہ اس کے مطالبہ کو تسلیم کر لیا جائے اور اس پر فوری طور سے عملدر آمد ہو۔

(۵) اس نے متحدہ ہندوستان کی بنیاد پر کوئی وفاقی آئین مسلط کرنے یا مسلم لیگ کے مطالبہ کے خلاف مرکز میں عارضی حکومت کے قیام پر زور دینے کے خلاف حکومت برطانیہ کو متنبہ کیا۔ اگر کوئی ایسا اقدام کرنے کی کوشش کی گئی تو مسلم ہندوستان اس کا مقابلہ کرے گا۔ علاوہ ازیں یہ اقدام حکومت برطانیہ کے اس اعلان کے صریحاً خلاف ہو گا جو اگست ۱۹۴۰ء میں برطانوی پارلیمینٹ کی منظوری سے کیا گیا تھا نیز یہ اقدام ان بیانات کے بھی خلاف ہو گا جو وزیر ہند اور دیگر ذمہ دار برطانوی سیاستدان حکومت برطانیہ کے اعلان کی تصدیق میں وقتاً فوقتاً دیتے رہے ہیں۔

ہم نے بلا کسی تعصب کے خود کو کسی بات کا پابند کئے بغیر کیبنٹ مشن کے دعوت نامہ کو منظور کر لیا۔ ہم نے وزیر ہند کے خط مورخہ ۲۹ اپریل ۱۹۴۶ء کے حسب ذیل الفاظ کے مطابق مشن کے مندرجہ بالا فارمولے پر اظہار رضامندی کے بغیر گفت و شنید میں حصہ لیا۔ وزیر ہند کے اس خط کے الفاظ یہ ہیں۔

"ہم نے یہ بات پیش نظر رکھتے ہوئے کانگریس اور مسلم لیگ کو مدعو نہیں کیا ہے کہ کانفرنس میں ان کی شرکت کیلئے خط میں درج کی ہوئی شرائط منظور کرنا لازمی ہے۔ ہم نے ان شرائط کو سمجھوتہ کیلئے بنیادی تجاویز کے طور پر رکھا ہے اور ہم نے کانگریس ورکنگ کمیٹی سے یہی درخواست کی ہے کہ وہ ہمارے اور مسلم لیگ کے نمائندوں کیساتھ اس پر گفتگو کرنے سے رضامندی کا اظہار کرے۔"

"مشن کے دعوت نامہ کے جواب میں کانگریس نے اپنے ۲۸ اپریل ۴۶ء کے خط میں اپنی پوزیشن کا اظہار اس طرح کیا تھا کہ مرکز میں ایک مضبوط وفاقی حکومت قائم ہو جس کے وفاقی یونٹ موجودہ صوبجات ہوں۔ مرکزی وفاقی حکومت کے تحت امور خارجہ، دفاع، کرنسی، محاصل و چنگی کے شعبہ جات ہوں۔ علاوہ ازیں دیگر ایسے شعبہ جات بھی اس میں شامل ہوں جن کا بہت قریبی تعلق ہو۔ کانگریس نے صوبوں کی گروپ بندی کے خیال سے انکار کر دیا۔ کیبنٹ مشن کے فارمولے پر گفت و شنید کرنے کیلئے وہ بھی کانفرنس میں شریک ہونے پر رضامند ہو گئی۔"

بحث و تمحیص کے کئی روز بعد جب گفت و شنید میں کوئی خاص تبدیلی نہ ہوئی تو پھر مجھ سے کہا گیا کہ ہم اپنی کم از کم شرائط تحریری صورت میں پیش کریں۔ نتیجہ کے طور پر ہم نے اپنے خاص مطالبات کی شرائط کو پر امن اور دوستانہ سمجھوتہ کی خواہش کے پیش نظر ہندوستان کے عوام کی فوری آزادی اور خود مختاری کے حصول کی خاطر کانگریس کے لئے ایک پیشکش کے طور پر تحریری صورت میں دیدیا۔ ۱۲ مئی کو ان

تجاویز سے کانگریس کو مطلع کر دیا گیا اور اسی وقت اس کی ایک نقل کیبنٹ مشن کو بھیج دی گئی۔

پیشکش شرائط حسب ذیل ہیں۔

۱۔ چھ مسلم صوبوں (پنجاب 'صوبہ سرحد 'بلوچستان 'سندھ 'بنگال اور آسام) کا ایک گروپ ہونا چاہیئے یہ صوبے امور خارجہ 'ڈیفنس اور ذرائع رسل ورسائل (جس حد تک ڈیفنس کیلئے ضروری ہوں)۔ کے سوا تمام معاملات کے خود ذمہ دار ہوں گے۔ امور خارجہ 'ڈیفنس اور ذرائع رسل ورسائل کا دونوں گروہوں مسلم صوبوں (پاکستان گروپ) اور ہندو صوبوں کے گروپوں کی آئین ساز جماعتیں مل کر انتظام کریں گی۔

۲۔ مذکورہ بالا چھ مسلم صوبوں کیلئے علیحدہ ایک آئین ساز اسمبلی ہونی چاہیئے جو گروپ اور گروپ کے صوبوں کے آئین بنائے گی اور پاکستان وفاق کے تحت صوبہ داری اور مرکزی معاملات کی فہرست مرتب کرے گی۔ اس طرح صوبوں کو باقی ماندہ معاملات میں اختیار کلی حاصل ہو۔

۳۔ آئین ساز جماعت کے نمائندوں کے انتخاب کا طریقہ ایسا ہوگا جس سے پاکستان کے گروپ کے ہر صوبے میں بسنے والے ہر فرقے کی آبادی کے لحاظ سے اس کی مناسب نمائندگی ہو۔

۴۔ جب پاکستان کی وفاقی حکومت اور صوبوں کے آئین کی ترتیب آئین ساز جماعت مکمل کر دے۔ اس کے بعد گروپ کے ہر صوبے کو حق حاصل ہو گا کہ وہ گروپ سے علیحدہ ہونے کا فیصلہ کرے۔ بشرطیکہ اس صوبے کے باشندوں کی رائے اس علیحدگی کے متعلق شورائے عام کے ذریعہ حاصل کر لی جائے۔

۵۔ یہ بات مشترکہ آئین ساز جماعت میں بحث سے طے ہوگی کہ یونین کے لئے مالیات فراہم کرنے کے ذرائع کے متعلق بھی دونوں آئین ساز جماعتیں مشترکہ طور پر طے کریں گی۔ ٹیکس کے ذریعہ کسی صورت میں روپیہ فراہم نہیں کیا جائے گا۔

۶۔ اگر یونین میں ایگزیکٹو اور لیجسلیچر ہوئی تو ان میں صوبوں کے دونوں گروپوں کی نمائندگی برابر کی ہوگی۔

(۷) یونین کے آئین میں کوئی چیز جو فرقہ وارانہ سوال کے متعلق ہو۔ مشترکہ آئین ساز جماعت میں اس وقت پاس نہیں کی جائے گی۔ جب کہ ہندو صوبوں کی آئین ساز جماعت کے ممبروں کی اکثریت علیحدہ علیحدہ اس کے حق میں رائے نہ دے۔

۸۔ کسی ایسے مسئلے پر جس کے متعلق اختلاف ہو یونین کوئی قانونی 'انتظامی اور عاملانہ فیصلہ اس وقت تک نہیں کریگی جب تک تین چوتھائی اکثریت اس کے حق میں نہ ہو۔

۹۔ گروپوں اور صوبوں کے آئین میں مختلف فرقوں کے مذہب 'معاشرت اور دوسرے فرقہ وارانہ معاملات میں انکے بنیادی حقوق اور ان کی حفاظت کا انتظام رکھا جائے۔

۱۰۔ یونین کے آئین میں ایک ایسی مد بھی ہو گی جس کے ذریعہ سے ہر صوبہ اپنی دستور ساز اسمبلی میں ووٹوں کی اکثریت کی بنیاد پر آئین کی شرائط پر نظر ثانی کا مطالبہ کر سکے گا اور اسے حق ہو گا کہ ابتدائی دس سال گزرنے کے بعد کسی وقت بھی وہ یونین سے الگ ہو جائے۔

ہماری پیشکش کا لب لباب جیسا کہ اس کے متن سے ظاہر ہے یہ تھا کہ چھ مسلم صوبوں کا پاکستان گروپ بنا دیا جائے۔ باقی صوبوں کا ہندوستان گروپ اور دو وفاقوں کی بنیاد پر ہم یونین یا متحدہ وفاق پر غور کرنے کیلئے تیار تھے کہ اس کے تحت صرف تین چیزیں ہوں یعنی امور خارجہ' دفاع اور دفاع کیلئے جس حد تک ذرائع رسل و رسائل ضروری ہوں۔ یہ دونوں آزاد وفاق خوشی کیساتھ یہ چیزیں متحدہ وفاق کے سپرد کر دیتے۔ باقی تمام معاملات اور اختیارات وفاق اور صوبوں کو حاصل رہتے۔ یہ انتظام صرف عبوری دور کیلئے تھا اور ابتدائی دس سال کے زمانے کے بعد ہم یونین سے علیحدگی کیلئے آزاد ہوتے۔ لیکن سخت افسوس ہے کہ اس مصالحانہ اور معقول پیشکش کا انہوں نے جو جواب دیا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ اس کے برعکس ان کی بنیادی تجاویز بھی مرکز میں رہنے والے معاملات کے متعلق وہی تھیں جو کانگریس کی کانفرنس میں شرکت سے قبل تھیں۔ اس کے علاوہ انہوں نے ایک اور سخت تجویز ہمارے سامنے رکھی۔ وہ یہ کہ مرکز کو اختیار ہونا چاہئے کہ وہ آئین کی شکست اور نازک موقعوں پر فوری اقدام کر سکے۔ یہ چیز ان کے ۱۲ مئی کے جواب میں تھی جو ہمیں پہنچایا گیا تھا۔

یہ بیان بے روح ہے اس میں کئی جگہ خلا ہے اس کا عملی حصہ چند مختصر پیروں پر مشتمل ہے جس پر میں آئندہ تبصرہ کروں گا۔

مجھے افسوس ہے کہ مشن نے کیسے مسلمانوں کا یہ مطالبہ نظر انداز کر دیا کہ پاکستان کی کامل خود مختار حکومت قائم کی جائے۔ جس کے متعلق ہمارا ابھی یہی نظریہ ہے کہ ہندوستان کی آئینی مشکلات کا وہی واحد حل ہے اور اسی کے ذریعہ پائیدار حکومتیں قائم ہو سکتی ہیں جو نہ محض دونوں بڑی قوموں کیلئے ہی باعث فلاح و خوشحالی ہونگی بلکہ اس بر کوچک کے تمام باشندوں کیلئے بھی اس سے بھی زیادہ افسوسناک بات یہ ہے کہ مشن نے پاکستان کے خلاف وہی عامیانہ باتیں پیش کرنی مناسب سمجھیں جن کی دھجیاں اڑائی جا چکی ہیں اور ایسی خاص چیزوں کی وکالت کی ہے اور ایسے ناگفتہ بہ انداز میں کہ مسلم ہند کے جذبات کو صدمہ پہنچنا یقینی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مشن نے یہ سب کچھ محض کانگریس کو خوش کرنے کیلئے کیا ہے۔ کیونکہ جب ان لوگوں کے سامنے اصل مسئلہ پیش ہوا تھا تو انہوں نے حسب ذیل اعلان کیا تھا جو بیان کے پانچویں پیرے میں موجود ہے۔

یہ خیال بہر حال ہمیں اس سے باز نہیں رکھ سکا کہ ہم اچھی طرح اور غیر جانبدارانہ طریقہ پر ہندوستان کی تقسیم کے امکان پر غور کریں اس لئے کہ ہم پر مسلمانوں کے ان نہایت صحیح جذبات اور فکر کا گہرا اثر پڑا تھا کہ کہیں وہ اپنے آپ کو مستقل طور پر ہندو اکثریت کا محکوم نہ بنالیں۔

یہ جذبات مسلمانوں میں اتنی شدت سے اور عالمگیر ہیں کہ ان کی تسکین محض کاغذی تحفظات کے ذریعہ نہیں ہو سکتی۔ اگر ہندوستان میں امن قائم کرنا ہے تو اسے ایسے اقدامات کے ذریعہ محفوظ کیا جاسکتا ہے کہ مسلمانوں کو ایسے تمام امور میں اقتدار کامل حاصل ہو جن کا تعلق ان کی تہذیب، مذہب اور معاشی اور دوسرے امور سے ہے۔

اور پھر بارہویں پیرے میں ہے۔

اس فیصلے کے یہ معنی نہیں کہ ہم نے مسلمانوں کی اس حقیقی تشویش کی طرف سے آنکھیں بند کر لی ہیں کہ کہیں ان کی سیاسی اور معاشرتی زندگی خالص واحدانی ہند میں غرق نہ ہو جائے۔ جس میں ہندوؤں کا ان کی بہت بڑی عددی قوت کی بناء پر غالب عنصر ہو گا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ اپنے بیان کے بارہویں پیرے میں جن نہایت واضح اور زور دار نتائج پر وہ پہنچے ہیں۔ ان کے حصول کیلئے انہوں نے کیا طریقہ کار اختیار کیا ہے؟

اب میں اس بیان کے عملی حصہ کے چند اہم نکات پر بحث کروں گا۔

(۱) انہوں نے پاکستان کے دو حصے کر دیئے ہیں۔ جن میں سے شمال مغربی علاقوں کو وہ "سیکشن بی" کہتے ہیں اور شمال مشرقی علاقوں کو "سیکشن سی"

(۲) بجائے دو دستور ساز اسمبلیوں کے انہوں نے دستور اساسی بنانے والی ایک ہی جماعت بنائی ہے یعنی سیکشن اے، بی اور سی تینوں کیلئے۔

(۳) وہ کہتے ہیں کہ ہندوستان کی ایک یونین ہو جس میں برطانوی ہند اور ریاستیں شامل ہوں اور جو حسب ذیل امور سے تعلق رکھے گا۔ امور خارجہ، دفاع اور رسل و رسائل نیز اسے یہ بھی طاقت ہو کہ مذکورہ بالا امور کیلئے ضروری روپیہ بھی فراہم کر سکے۔

اس کی کوئی توضیع نہیں کہ رسل و رسائل کے تحت صرف اتنا ہی آئیگا جس کا تعلق دفاع سے ہے۔ نہ اس کی تشریح کی گئی ہے کہ کس قسم کی طاقت یونین کو ان تینوں امور کیلئے روپیہ فراہم کرنے کی غرض سے دی جائیگی۔ اس کے برخلاف ہماری رائے یہ تھی کہ مرکزی یونین کے اخراجات دونوں مجموعے اپنے اپنے حصے کے طور پر ادا کریں ٹیکس کی صورت میں نہیں۔

(۴) یہ تجویز ہے کہ یونین میں ایک مجلس عاملہ اور ایک مجلس قانون ساز ہو گی جو برطانوی ہند اور ریاستوں کے نمائندوں پر مشتمل ہو گی اگر کوئی فرقہ وارانہ مسئلہ مجلس قانون ساز میں پیدا ہوا تو اس کے فیصلے کے لئے دونوں بڑے فرقوں کے موجود اور رائے دینے والے نمائندوں کی اکثریت ضرور ہو گی۔ نیز تمام حاضر اور رائے دینے والے ارکان کی اکثریت" اس پر ہمارا نظریہ یہ ہے کہ (الف) صوبوں کی کوئی مجلس قانون ساز نہ ہو۔ بلکہ یہ مسئلہ فیصلے کے لئے دستور اساسی بنانے والی مجلس کے حوالے کر دیا جائے۔

(ب) یہ کہ مجلس عاملہ میں اگر کوئی مجلس قانون ساز ہو تو اس میں پاکستانی مجموعے اور ہندوستانی

مجموعے کے نمائندے مساوی تعداد میں ہوں۔

(ج) اختلافی قسم کا کوئی فیصلہ قانونی نہ ہو۔

(۵) ہماری یہ تجویز بھی حذف کر دی کہ پاکستانی مجموعے کو یونین سے ابتدائی دس سال کے بعد الگ ہو جانے کا حق رہے۔ حالانکہ کانگریس کو اس سے کوئی شدید اختلاف نہ تھا اور اب ہم صرف اس روک کے ساتھ محدود کر دیئے گئے ہیں کہ یونین کے دستور اساسی میں ہر دس سال کے بعد ترمیم کرا سکیں۔

(۶) دستور اساسی بنانے والی جماعت کے متعلق یہ ہے کہ برطانوی بلوچستان کا نمائندہ شعبہ (ب) میں شامل کر دیا گیا ہے لیکن یہ نہیں بتایا گیا کہ اس کا انتخاب کیونکر ہو گا۔

(۷) رہی دستور اساسی بنانے والی جماعت جو اس لئے بیٹھے گی کہ مجوزہ یونین کا دستور بنائے تو اس میں ہندوؤں کی بہت بڑی اکثریت ہو گی۔ دو سو بانوے کے ایوان میں برطانوی ہند سے مسلمانوں کی تعداد صرف اناسی ہو گی اگر وہ تعداد بھی جو ریاستوں کیلئے متعین کی گئی ہے یعنی ترانوے شامل کر لی جائے تو ظاہر ہے کہ مسلمانوں کا تناسب اور بھی گھٹ جائیگا اس لئے ریاستوں کے نمائندوں میں بھی بہت بڑی اکثریت ہندوؤں کی ہو گی۔ اس طرح جو اسمبلی بنے گی وہ اپنی اکثریت سے اپنے صدر اور دوسرے افسروں کا انتخاب کرے گی اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مشاورتی کمیٹی کے ارکان بھی اسمبلی چنے گی جیسا کہ بیان کے بیسویں پیرے میں ہے اور یہی اصول دوسری عمومی کارروائیوں میں مدنظر رہے گا لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تحفظ کا ایک جملہ ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔

"یونین دستور ساز اسمبلی کی تجویزوں میں جو مذکورۃ الصدر پندرہویں پیرے کے تحفظات کے خلاف ہوں یا کسی بڑے فرقہ وارانہ مسئلہ کے متعلق ہوں تو اس کے منظور ہونے کیلئے موجودہ نمائندوں کی اکثریت ضرور ہو گی اور دونوں فرقوں میں سے ہر ایک کی اکثریت بھی۔ اسمبلی کا صدر فیصلہ کرے گا کہ کونسی تجویز ایسی پیش ہوئی ہے جس سے فرقہ وارانہ سوال اٹھتا ہے اور اگر نمائندوں کی اکثریت اس سے مطالبہ کرے گی تو اپنا فیصلہ دینے سے پہلے وہ فیڈرل کورٹ سے مشورہ کرے گا۔"

اس کے معنی یہ ہوئے کہ فیصلہ صدر کرے گا اور وہ فیڈرل کورٹ کی رائے کا پابند نہ ہو گا اور نہ کوئی شخص یہ جان سکے گا کہ وہ رائے کیا ہے۔ اس لئے کہ چیئرمین کو صرف یہ ہدایت ہے کہ وہ فیڈرل کورٹ سے مشورہ کرے۔

(۸) رہا صوبوں کا اپنے مجموعے سے نکل جانے کا مسئلہ تو اس کا فیصلہ اس صوبے کی مجلس قانون ساز پر چھوڑ دیا گیا ہے جو نئے آئین کے تحت عام انتخاب سے بنے گی کہ وہ اس کا فیصلہ کرے۔ حالانکہ ہماری تجویز یہ تھی کہ تمام باشندوں سے عام استصواب رائے کیا جائے۔

(۹) رہا بیسواں پیرا جس کے الفاظ یہ ہیں۔

"ایڈوائزری کمیٹی جس کے متعلق شہریوں، اقلیتوں، قبیلوں اور خارجی علاقوں کے حقوق کا تحفظ ہو

گا۔ اس میں متعلقہ لوگوں کی پوری نمائندگی ہوگی اور اس کا کام یہ ہوگا کہ یونین کی دستور ساز اسمبلی میں ان کے بنیادی حقوق، اقلیتوں کے تحفظ کیلئے دفعات اور قبائلی نیز خارجی علاقوں کے انتظام کی سکیم پیش کرے اور یہ مشورہ دے کہ آیا یہ حقوق صوبوں، مجموعوں اور یونین کے دستور اساسی میں شامل کر دیئے جائیں یا نہیں؟"

اس سے ایک نہایت اہم سوال پیدا ہوتا ہے کیونکہ اگر یونین کی دستور ساز اسمبلی پر ہی یہ فیصلہ چھوڑ دیا جائے کہ وہ اپنی اکثریت سے رائے دے کہ ایڈوائزری کمیٹی کی سفارشات یونین کے دستور اساسی میں شامل ہوں یا نہیں تو اس سے راستہ کھل جاتا ہے کہ مزید شعبے یونین گورنمنٹ کے حوالے ہو جائیں اس سے یہ بنیادی اصول تباہ ہو جائیگا کہ یونین سختی کیساتھ تین شعبوں تک محدود رہے۔

یہ ہیں چند بڑے نکات جو میں نے یہ اہم دستاویز پڑھنے کے بعد پبلک کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ میں آل انڈیا مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی اور کونسل کے فیصلے کے متعلق جس کا اجلاس عنقریب دہلی میں ہونے والا ہے، قبل از وقت کچھ کہنا نہیں چاہتا۔ برطانوی کیبنٹ مشن اور ہزایکسی لینسی وائسرائے کے بیان کا گہرا اور غیر جانبدارانہ مطالعہ کرنے اور پورے غور سے اس کے مالہ، وماعلیہ کا تجزیہ کرنے کے بعد جو کچھ بھی مناسب سمجھیں گے وہی آخری فیصلہ کریں گے۔"

کانگریسی عاملہ کی تجویز

۲۴ مئی کو ایک ہفتہ کی سوچ بچار کے بعد کانگریسی مجلس عاملہ نے ایک ہزار الفاظ پر مشتمل ایک تجویز منظور کی۔ مولانا آزاد نے تجویز اخبارات کو دیتے ہوئے کہا کہ "مشن اور وائسرائے نے عارضی حکومت کا جو خاکہ پیش کیا ہے وہ بہت مبہم ہے۔ جب تک مکمل تصویر سامنے نہ آجائے کانگریس اس مسئلہ میں کوئی رائے نہیں دے سکتی"

تجویز میں عارضی حکومت کیلئے مکمل آزادانہ اختیارات حاصل کرنے کا مطالبہ کیا گیا اور فوج کے قیام کو آزادی کے منافی قرار دیا گیا۔

تجویز میں کیبنٹ مشن کی اس تجویز کی مخالفت کی گئی کہ صوبے دستور ساز اسمبلی کے جن گروپوں میں تقسیم کئے گئے ہیں وہ لازمی طور پر انہی میں رہیں۔ کانگریس چاہتی ہے کہ صوبوں کو اس سلسلہ میں آزادی ہونی چاہئے۔

کمیٹی کا یہ بھی مطالبہ ہے کہ دستور ساز اسمبلی میں ریاستی نمائندے بھی اسی طرح منتخب ہوں جس طرح صوبوں میں۔

قومی حکومت کے متعلق کانگریس عاملہ نے مطالبہ کیا کہ وہ مرکزی اسمبلی کے سامنے جوابدہ ہو۔ اس کی حیثیت محض مشاورتی نہ ہو۔

۲۴ مئی کو میجر دیاٹ نے جن کا تعلق کیبنٹ مشن کے سیکرٹریٹ سے ہے۔ قائد اعظمؒ سے ایک گھنٹہ تک ملاقات کی۔ میجر دیاٹ کیبنٹ مشن کا ایک خط لے کر قائد اعظمؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ ان کے علاوہ راجہ سر مہاراج سنگھ اور ایوان شاہزادگان کے سیکرٹری میر مقبول محمود نے بھی قائد اعظمؒ سے ملاقات کی۔

کیبنٹ مشن کا جواب

۲۵ مئی کو کیبنٹ مشن اور وائسرائے نے قائد اعظمؒ کے بیان اور کانگریس عاملہ کی تجویز کے متعلق ایک بیان شائع کیا جس میں ان دونوں دستاویزوں میں پیش کردہ اعتراضات اور شکوک کو رفع کرنے کی کوشش کی گئی۔

بیان کے اہم نکات حسب ذیل ہیں۔

۱۔ وفد کی پیش کردہ سکیم مسلسل اور مربوط ہے اور اس کے مطابق ہی عمل ہونا چاہئے۔

۲۔ دستور ساز اسمبلی کا جو خاکہ بتایا جا چکا ہے اس کے مطابق کام ہو گا۔ مگر اس کے کام میں رکاوٹ نہیں ڈالی جائیگی مگر اس کو دو باتوں کا خاص طور پر خیال رکھنا ہو گا۔ ایک اقلیتوں کا کافی تحفظ' دوسرے حکومت برطانیہ سے معاہدہ۔

۳۔ بلوچستان کا نمائندہ شاہی جرگہ اور کوئٹہ میونسپلٹی کے غیر سرکاری ممبر چنیں گے۔

۴۔ کورگ کا نمائندہ وہاں کی کونسل چنے گی مگر کسی سرکاری ممبر کو نمائندہ بننے کا حق نہ ہو گا۔

۵۔ کسی صوبے کو اس گروپ سے علیحدہ رہنے کا حق نہ ہو گا جس میں اسے رکھا گیا ہے۔

۶۔ ریاستوں کی نمائندگی کے طریقے کے متعلق مشن کی بجائے خود ریاستوں سے گفتگو کرنی چاہئے۔

۷۔ مرکزی حکومت کے تمام عہدے ہندوستانیوں کو دے دیئے جائیں گے۔ اس حکومت کو حتی الامکان زیادہ سے زیادہ آزادی رہے گی۔ یہ حکومت قانونی طور پر مرکزی اسمبلی کے سامنے جوابدہ ہو سکتی ہے۔

۸۔ نیا دستور حکومت نافذ ہو جانے کے بعد ہندوستان میں برطانوی فوجیں ہندوستان کی مرضی کے خلاف نہیں رکھی جائیں گی مگر عبوری دور میں وہ یہیں رہیں گی۔

مسٹر گاندھی کا خیال

۲۷ مئی ۱۹۴۶ء کے "ہریجن" میں مسٹر گاندھی نے لکھا۔

"حکومت برطانیہ کی طرف سے کیبنٹ مشن اور وائسرائے نے جو بیان دیا ہے۔ اس پر چار دن تک

غور کرنے کے بعد بھی میرا خیال ہے کہ موجودہ حالات میں حکومت برطانیہ اس سے بہتر تجاویز مرتب نہیں کر سکتی تھی"۔

سرحدی گاندھی

۲۸ مئی کو لاہور میں ایک تقریر کرتے ہوئے خان عبدالغفار خان نے کہا۔

"کیبنٹ مشن کی پیش کردہ تجاویز موجودہ حالات میں بہترین اور ایماندارانہ ہیں۔ لیکن میں صوبوں کی گروپ بندی کے خلاف ہوں کیونکہ لازمی گروپ بندی سے نہ صرف یہ کہ ہر صوبہ کی آزادی کو خطرہ ہے بلکہ مسلم لیگ کے حق خود ارادیت کے "مقدس اصول" کی بھی خلاف ورزی ہے" (یعنی جو آواز مسٹر گاندھی کی تھی وہی سرحدی گاندھی کی۔ آخر دونوں گاندھی ہیں نا۔ مؤلف)

مشرقی پاکستان ایسوسی ایشن

۲۹ مئی کو کلکتہ سے مشرقی پاکستان ایسوسی ایشن کے سیکرٹری نے قائداعظمؒ کو ایک خط میں لکھا۔

"کیبنٹ مشن کی تجاویز قابل مذمت ہیں ان تجاویز میں مطالبہ پاکستان کے ساتھ سراسر بے انصافی کی گئی ہے"

آگے چل کر خط میں لکھا "اگر پاکستان نہ ملا تو ہم موت کو گلے لگانے کیلئے تیار ہیں اس خط کی نقول وزیر ہند اور وائسرائے کو بھی روانہ کی گئیں"۔

دوستانہ طریقہ

۳۰ مئی کو شملہ میں ایک سپاسنامہ کا جواب دیتے ہوئے قائداعظمؒ نے فرمایا۔

"ہندوستان جن دستوری امور سے دوچار ہے ان کے دوستانہ طریقے سے طے ہو جانے کا امکان موجود ہے۔ میں اسی جذبہ کیساتھ دہلی جا رہا ہوں"۔

آپ نے فرمایا "میں اس وقت دستوری مسائل کے متعلق کچھ زیادہ کہنا نہیں چاہتا کیونکہ مسلم لیگ عاملہ کا اجلاس ۳ جون کو ہو رہا ہے۔ اس مسئلہ کا فیصلہ کل ہند کونسل جس کے ۵۷۴ ارکان ہیں، ہی کرے گی۔

مجھے معلوم ہے کہ مسلمان ایک آزمائش سے دوچار ہیں اس لئے ہر شخص کو معاملات پر پوری توجہ دینی چاہئے"

آج ہی اسلامیہ کالج شملہ میں عورتوں کی طرف سے بھی قائداعظمؒ کی خدمت میں ایک سپاسنامہ

پیش کیا گیا۔

"مسٹر جناح ذہین ترین مدبر" ...... "لبریٹر" لندن کا اداریہ

مدراس کے کثیر الاشاعت انگریزی اخبار "لبریٹر" نے اپنے اداریہ میں لکھا کہ۔

"مسٹر جناحؒ کے بیان نے ان کے مخالفین کو پریشان کر دیا ہے۔ یہ مخالفین مسٹر جناح کو ہمیشہ ایک خوفناک بھوت بنا کر پیش کرتے تھے جو کسی مخالفت کو برداشت نہیں کر سکتا لیکن یہ مخالفین اس امر کو فراموش کر دیتے ہیں کہ مسٹر جناح نہ صرف یہ کہ مسلمانوں کے قائد ہیں بلکہ وہ ہمارے ملک کے ذہین ترین مدبر بھی ہیں۔ وہ کبھی کسی سے جھگڑا لینا پسند نہیں کرتے۔ لیکن جب ان کو اس کام کیلئے مجبور کر دیا جائے تو وہ اس خوبی اور اعلیٰ ظرفی سے یہ کام سرانجام دیتے ہیں کہ دوسرے کے بس کی بات نہیں۔

مسٹر جناح کا بیان بہت سلجھا ہوا اور پر از معنی ہے اس لئے دلدادگانِ آزادی کو اس کا مطالعہ بہت غور سے کرنا چاہئے۔"

آل انڈیا مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی کا اجلاس

۳ جون کو دہلی میں آل انڈیا مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کا اجلاس تین گھنٹے تک ہوا۔ قائداعظمؒ اجلاس سے پہلے اور اجلاس کے بعد وائسرائے سے ملے۔

۴ جون کو ورکنگ کمیٹی کا دوسرا اجلاس نوابزادہ لیاقت علی خان کی کوٹھی پر دس بجے شروع ہو کر ساڑھے بارہ بجے ختم ہوا۔ اس میں قائداعظمؒ اور وائسرائے کی ملاقاتوں پر تبادلہ خیالات ہوا۔ آج بھی اجلاس سے پہلے قائداعظمؒ وائسرائے سے ملے۔

شکر میں لپٹی گولیاں

۵ جون ۴۶ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے اجلاس کا افتتاح کرتے ہوئے قائداعظمؒ نے فرمایا۔

"ورکنگ کمیٹی نے برطانوی کیبنٹ مشن کی تجاویز کے عواقب و نتائج پر غور کیا ہے۔ لیکن اسے کونسل کے فیصلہ پر جو مسلم قوم کی پارلیمنٹ ہے اثر انداز نہیں ہونا چاہئے لہذا ورکنگ کمیٹی نے فیصلہ کیا ہے کہ صورتحال کی نزاکت کے پیش نظر کونسل ہی اس سلسلہ میں کوئی قطعی فیصلہ کرے۔ میں چاہتا ہوں کہ ہر ممبر آزادانہ طور پر اپنی رائے کا اظہار کرے اور اس سلسلے میں خود کو کسی پابندی میں جکڑا ہوا نہ سمجھے۔"

آپ نے اپنی تقریر میں مطالبہ پاکستان کے اعادہ کے ساتھ مشن کی تجاویز کی مذمت کرتے ہوئے اعلان کیا کہ "انھوں نے یہ طریقہ کار اختیار کر کے انتہائی فاش غلطی کی ہے" آپ نے فرمایا کہ "میں بتا دینا چاہتا ہوں

کہ مسلم ہندوستان اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھے گا جب تک ہم کامل طور پر خود مختاری و آزادانہ پاکستان حاصل نہ کرلیں۔(پُرزور تالیاں ۔ " پاکستان لے کے رہیں گے " کے نعرے) میں پوری قوت کیساتھ یہ کہتا ہوں کہ مشن نے جن اسباب اور دلائل کے ساتھ 'نیز جس طریقہ سے حقائق کو مسخ کیا ہے اس کا مقصد سوائے کانگریس کو خوش کرنے کے اور کچھ نہیں۔

دراصل ان کے اپنے بیان میں پاکستان اساسی حیثیت سے موجود ہے۔ کانگریسی اخبارات اور ہندو شکر سے لپٹی ہوئی ان گولیوں پر بہت مسرور ہوئے مگر ان گولیوں پر شکر اتنی کم تھی کہ انہیں جلد ہی معلوم ہو گیا کہ اس کی اصلیت کیا ہے (قہقہہ)

جیسا کہ میں نے حال میں شملہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا کہ اہم ترین مسائل محض جذبات اور نعروں اور تلخ حالات سے طے نہیں ہو سکتے اور یہ کہ ہم ہمیشہ لڑتے جھگڑتے نہیں رہ سکتے۔ اس سے میرا مطلب والیانِ ریاست، کانگریس اور مسلم لیگ سے تھا۔

میں جانتا ہوں کہ مسلمانوں نے مصائب برداشت کئے ہیں اور اب بھی زبردست مصیبتوں کا سامنا ہے ان آلام و مصائب کا خاتمہ صرف پاکستان کے ذریعہ ہی ممکن ہے۔

پاکستان منظور کرنے میں تاخیر سے کام لینا ہندو کیلئے کسی طرح بہتر ثابت نہیں ہو گا اگر انہیں آزادی محبوب ہے اور اگر انہیں ہندوستان کی خود مختاری اور اس کا استقلال عزیز ہے اور وہ آزاد ہونا چاہتے ہیں تو جتنا جلد وہ اس حقیقت کو سمجھ لیں اتنا ہی بہتر ہے کہ اس کے حصول کے لئے سب سے قریبی راستہ پاکستان پر رضامند ہونا ہے یا تو تم متفق ہو جاؤ ورنہ ہم تمہارے بغیر اس کو حاصل کر کے رہیں گے۔ اس کیلئے کیا طریقہ اور ذرائع اختیار کئے جائیں گے۔ یہ وقت اور حالات پر منحصر ہو گا۔"

ملک کی غذائی صورت حال کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا۔

"مدراس اور میسور کی حالت خطرناک ہے۔ انسانیت کے نام پر ہمارا فرض ہے کہ ایک بھی آدمی خوراک کی کمی کے باعث مرنے نہ پائے۔ اس سلسلہ میں ہم ہندوستان کی حکومت کے ہر شعبہ سے تعاون کرنے کو تیار ہو سکتے ہیں۔ انسانیت کی خدمت کی خاطر ہم کسی آدمی کو بھوک کی وجہ سے مرتا ہوا دیکھنا نہیں چاہتے۔ جہاں تک اس معاملہ کا تعلق ہے ہمارا صرف ایک ہی فیصلہ ہے کہ یہی کوشش کی جائے کہ کوئی شخص بھوک سے مرنے نہ پائے۔"

جنوبی افریقہ کا ذکر کرتے ہوئے قائداعظمؒ نے کہا کہ "وہاں ہندوستانیوں کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا جاتا ہے۔ انہوں نے کہا میں جانتا ہوں کہ جنرل سمٹس یہی کہے گا کہ ہندوستان میں بھی تو چھ کروڑ اچھوت بستے ہیں اور یہ صورت شرمناک ہے۔ مگر کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ دو کالوں کو ملا کر ایک سفید بنتا ہے۔ چونکہ ہندوستان کے ماتھے پر یہ ایک سیاہ دھبہ ہے اس لئے کسی مہذب قوم کا سردار یہ کہہ سکتا ہے کہ "اسی لئے میں بھی یہ کلنک کا ٹیکہ لگانا چاہتا ہوں اور چونکہ ابھی تک یہ دھبہ نہیں لگا ہے اس لئے لگانا چاہیے۔"

"دیانتدار آدمیوں میں اس بارے میں کوئی اختلاف رائے نہیں ہے کہ یہ قانون تہذیب کے ماتھے پر ایک بدنما داغ ہے۔ ہماری ساری ہمدردیاں ان لوگوں کے ساتھ ہیں جو اس قانون کے مقابلہ میں جدوجہد کر رہے ہیں۔"

فلسطین کا ذکر کرتے ہوئے آپؒ نے کہا کہ "اینگلو امریکی کمیٹی نے ایک لاکھ یہودیوں کو فلسطین میں داخلہ کی اجازت دینے کی جو سفارش کی ہے وہ قابل مذمت ہے۔"

انھوں نے سوال کیا کہ "کیا اب اس کے سوا کسی اور فیصلے پر پہنچ سکتے ہیں کہ یہ نہایت ہی بے ایمانی کا فیصلہ ہے اور اس میں انصاف کا خون کر دیا گیا ہے۔" آپؒ نے عربوں سے کہا کہ "وہ ان سفارشات کا مقابلہ کریں اور ایک یہودی کو بھی فلسطین میں داخل نہ ہونے دیں۔ مسلم ہندوستان ان کی ہر ضروری امداد کرے گا۔"

اس کے بعد قائداعظمؒ نے شرق الہند پر ولندیزوں کی شہنشائیت کی مذمت کی اور کہا کہ "اس سلسلہ میں ابھی تک برطانیہ نے کوئی باعزت کام نہیں کیا ہے۔ میں برطانیہ سے کہتا ہوں کہ تم خود یہ اعلان کر رہے ہو کہ شہنشائیت مردہ ہو چکی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اس کی تجہیز و تکفین کے لئے ہی کیبنٹ مشن دہلی آیا تھا۔ کیا تم اس کی تجہیز و تکفین کو لندن میں انجام نہیں دو گے اور ولندیزوں سے انڈونیشیا خالی کرنے کو نہ کہو گے۔"

قائداعظمؒ نے کہا "جو وعدے لیبیا اور سرینکا سے کئے گئے تھے کہ یہ اٹلی کو واپس نہ کئے جائیں گے۔ ان وعدوں کو پورا کیا جائے اگر برطانیہ ایک دوست قوم کی حیثیت سے رہنا چاہتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ دہلی سے لیکر لیبیا اور سرینکا تک سب اس کے دوست رہیں لیکن اگر تم ایسا ہی کرتے رہے جیسا کہ اس وقت فلسطین، لیبیا، شام اور انڈونیشیا میں کر رہے ہو تو تمہیں یہ سمجھ لینا چاہئے کہ تم کمزوروں اور مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کر رہے ہو اور ان جذبات کا بڑھنا خطرناک ہو گا۔"

کشمیر کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے کہا "وہاں سے متضاد اطلاعات آ رہی ہیں مگر مسلم کانفرنس کے جن لیڈروں نے مجھ سے شملہ میں ملاقات کی تھی انہوں نے مجھے پوری رپورٹ دینے کا وعدہ کیا ہے۔ جھگڑے کی وجہ خواہ کچھ بھی ہو۔ مگر حکومت کا طریقہ تشدد کا ہے اور ہر جگہ مسلمان ہی نشانہ ہوئے ہیں۔" آپ نے کہا کہ "جب تک رپورٹ پہنچے میں اپنی رائے کے اظہار سے اجتناب کروں گا۔ مگر میں مہاراجہ کشمیر اور وہاں کے وزیراعظم سے یہ بات کہہ دینا چاہتا ہوں کہ براہ مہربانی آپ اس بات کا خیال رکھیں کہ کسی بے گناہ مسلمان کو کوئی تکلیف اور اذیت نہ پہنچے میں اس بات پر زور دوں گا کہ لاپرواہی سے کام نہ لیا جائے ورنہ آپ مسلمانوں کو اس آگ میں کودنے کیلئے مجبور کر دیں گے۔"

جن صوبوں میں کانگریس کو طاقت حاصل ہے ان صوبوں میں بلووں کا ذکر کرتے ہوئے قائداعظمؒ نے کہا "اس کا علاج صرف ایک ہی ہے اور وہ پاکستان ہے۔ جب پاکستان قائم ہو جائیگا تو ہندوؤں کے

سوچنے کا زاویہ بھی بدل جائیگا اس وقت بد قسمتی سے ہندوؤں کے دماغ میں ہوا بھری ہوئی ہے اور جہاں کہیں کانگریسی وزارت بنی ہے وہاں ہندو راج قائم ہو گیا چنانچہ ایسے مرض کا علاج کوئی نہیں ہے۔ جس وقت انسان دیوانگی کی حالت میں ہو تو پاگل خانہ اس کی صحیح جگہ ہے اور اسی غلطی کی وجہ سے ہندو ضدی، ظالم اور تکلیف دینے والا ہے۔ مگر مجھے یقین ہے کہ یہ سب جاتا رہے گا اور اگر یہ نہ کیا گیا تو پھر اسے ٹھیک کرنے کیلئے ہمیں کچھ کرنا پڑے گا۔

ان مثالوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنے تابوت میں ایک اور کیل ٹھونک رہے ہیں اور جس قدر زیادہ وہ ایسا کرتے رہیں گے اتنا ہی زیادہ انہیں افسوس کرنا پڑے گا۔"

خفیہ اجلاس

آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کا خفیہ اجلاس ۵ بجے شروع ہو کر ۹ بجے ختم ہوا۔

کیبنٹ مشن تجاویز کی منظوری

۶ جون ۴۶ء کو مسلم لیگ کونسل نے ایک تجویز پاس کی جس میں کہا گیا کہ "کیبنٹ مشن کی تجاویز میں پاکستان کے خلاف جو دلیلیں پیش کی گئی ہیں وہ قابل مذمت ہیں۔ لیکن چونکہ مشن کے پلان میں چھ مسلم صوبوں کی لازمی گروپ بندی میں پاکستان کے بنیادی اصول کو مان لیا گیا ہے اس لئے کونسل نے تجاویز کو بروئے عمل لانے کے سلسلے میں تعاون کرنے کا اعلان کر دیا۔ کونسل نے یہ بھی اعلان کیا کہ مسلم لیگ صوبوں اور صوبوں کے مجموعوں کے مرکز سے علیحدگی کے حق سے فائدہ اٹھا کر مکمل پاکستان قائم کرنے کی جدوجہد جاری رکھے گی لیکن اگر دستور ساز اسمبلی کی کارروائی کے زمانے میں یا نئے دستور حکومت میں جو یہ اسمبلی بنائے گی مسلم صوبوں کی آزادی و خود مختاری کو ختم کرنے کی کوشش کی گئی تو وہ اپنے اس تعاون کے فیصلے کو تبدیل کر دینے کا حق محفوظ رکھتی ہے۔

کونسل نے قائد اعظمؒ کو اختیار دیدیا کہ وہ عارضی مرکزی حکومت کے قیام کے سلسلے میں وائسرائے سے بات چیت کریں۔

اس تجویز کی مخالفت صرف مولانا حسرت موہانی نے کی۔

قائد اعظمؒ جب ہال سے باہر نکلے تو آپ نے اخباری نمائندوں سے کہا "ہم نے پانسہ پھینک دیا ہے۔"

کیبنٹ مشن تجاویز اور برطانوی اخبارات

مسلم لیگ کے کیبنٹ مشن تجاویز کے قبول کرنے پر برطانوی اخبارات نے تبصرہ کرتے ہوئے لکھا۔

ڈیلی ٹیلیگراف

مسلم لیگ نے مسٹر جناح کی قیادت میں ملک کو فوری بدامنی کے امکانات سے بچالیا ہے۔ مسلم لیگ کا یہ فیصلہ مدبرانہ 'ہوشمندانہ فیصلہ ہے۔ کانگریس کو بھی مسلم لیگ کے نقش قدم پر چلنا چاہئے۔

مانچسٹر گارڈین

مسٹر جناح بہت عرصہ سے آزاد مسلم ریاست پر اڑے ہوئے تھے۔ پاکستان کی بنیاد کو قبول کر کے انہوں نے انتہائی تدبر کا ثبوت دیا۔

لندن ٹائمز

مسٹر جناح اور کونسل نے کیبنٹ مشن کی سکیم کو قبول کر کے جس حقیقت پسندی کا ثبوت دیا ہے وہ ہندوستان کے مسلم فرقے کے مستقبل کیلئے نیک شگون ہے۔

نیوز کرانیکل

بہت دنوں کے بعد ہندوستان سے نیک خبر آئی ہے۔ اس کا بہت زیادہ خیر مقدم اس لئے بھی ضروری ہے کہ کسی مضبوط بنیاد پر اس کی توقع نہ تھی مسلمانوں نے جو ہوشمندی کا ثبوت دیا ہے یہ تعریف کے قابل ہے۔

مدراس میل

مسلم لیگ کونسل کا کیبنٹ مشن سکیم کو منظور کر لینا ہی انتہائی دانش مندانہ اقدام ہے۔ دوسری پارٹیوں کو بھی مسلم لیگ کے شاندار اقدام کی پیروی کرنی چاہئے۔

کانگریس نے برطانوی سکیم رد کر دی

۲۴ جون کو کانگریسی عاملہ نے کیبنٹ مشن کی سکیم کو رد کر دیا۔

ساڑھے چھ بجے صدر کانگریس نے عاملہ کی طرف سے ایک خط وائسرائے اور کیبنٹ مشن کو لکھا۔ اس خط میں برطانوی قرطاس ابیض کی بعض تجویزوں پر نکتہ چینی کی گئی ہے اور بعض تجاویز کی شدت سے مخالفت کی گئی ہے۔ کانگریسی عاملہ نے ایسی عارضی حکومت کے قیام کی تجویز کو قطعی رد کر دیا ہے، جو ۲۵ مئی

کے بیان میں کی ہوئی تشریحات کے مطابق کانگریس اور لیگ کی مساوی نمائندگی کی بنیاد پر قائم کی جائے۔
عاملہ نے آسام وبنگال کی اسمبلیوں سے دستور ساز اسمبلی کیلئے کچھ یورپین ممبروں کے بھیجنے کی تجویز کو بھی رد کر دیا۔

عارضی حکومت کا اعلان

۱۶ جون کو کیبنٹ مشن اور وائسرائے نے ایک بیان شائع کیا جس میں بتایا گیا ہے کہ عارضی حکومت کی تشکیل کیلئے جو تجویز پیش کی گئی وہ کسی دوسرے فرقہ وارانہ مسئلہ کے حل کیلئے مثال کے طور پر نہ سمجھی جائے یہ صرف موجودہ مشکلات کو حل کرنے کا ذریعہ ہے تاکہ بہترین مخلوط حکومت قائم ہو سکے۔
شعبہ جات کی تقسیم وائسرائے دو بڑی پارٹیوں کے لیڈروں سے مشورہ کرنے کے بعد کریں گے۔
اگر مندرجہ بالا اصول پر دونوں بڑی پارٹیاں یا ان میں سے کوئی بڑی پارٹی اس مخلوط حکومت کے قیام پر راضی نہ ہوئی تو وائسرائے کا ارادہ ہے کہ وہ عارضی حکومت ان نمائندوں پر مشتمل مرتب کریں گے جو ۱۶ مئی کے بیان کو منظور کرتے ہیں۔

آمرانہ طریقِ کار

ایسوسی ایٹڈ پریس کے نمائندہ کو پٹنہ کو وہ خط مل گیا جو قائداعظمؒ نے ۱۹ جون کو وائسرائے کو لکھا تھا۔
اس خط میں قائداعظمؒ نے وائسرائے پر الزام لگایا تھا کہ انھوں نے عارضی حکومت کے متعلق جو وعدے کئے تھے ان سے انحراف کیا ہے اور اس حد تک بے ضابطگی برتی کہ قائداعظمؒ سے مشورہ کئے بغیر لیگی نمائندوں کو نامزد کر دیا۔ خط کے آخر میں قائداعظمؒ نے وائسرائے سے چند سوالات کئے جن کا جواب ملنے کے بعد لیگ عاملہ کوئی قطعی فیصلہ کر سکے گی۔
اس خط میں قائداعظمؒ نے حسب ذیل امور پر بحث کی۔
۱۔ آخری تجویز سے ظاہر ہوتا ہے کہ وائسرائے جس بنیاد پر عارضی حکومت کی تشکیل کر رہے ہیں وہ کانگریس لیگ مساوات پر مبنی نہیں۔ وائسرائے نے دو اہم جماعتوں میں مساوات کا نظریہ ترک کرتے ہوئے صرف مسلم لیگ اور اعلیٰ ذات کے ہندوؤں میں مساوات برتی ہے اور اقلیتوں میں ایک پارسی کا اضافہ کر دیا ہے۔ اقلیتوں کے نمائندے مسٹر جگ جیون رام پست اقوام کے نمائندے نہیں بلکہ کانگریس ٹکٹ پر منتخب ہوئے ہیں۔ ان سے پست فرقہ کی نمائندگی نہیں ہوتی۔ البتہ کانگریس کے نمائندوں میں ایک کا اور اضافہ ہو جاتا ہے اس صورت سے مسلم لیگ کا تناسب کم رہ جاتا ہے۔
کانگریس کو خوش کرنے کیلئے جو اہم تغیرات بار بار کئے جاتے ہیں ان کی روشنی میں مسلم لیگ کوئی فیصلہ نہیں کر سکتی جب تک کانگریس کا آخری فیصلہ وائسرائے کے پاس نہ پہنچ جائے مسلم لیگ کیلئے فیصلہ

کرنا ناممکن ہے۔

۲۔ عارضی حکومت کے پورٹ فولیو (شعبے) تقسیم کرنے کا مسئلہ بہت اہم ہے۔ اس لئے اس کا قطعی فیصلہ ہو جانا چاہئے۔

۳۔ قائداعظمؒ نے حسب ذیل سوالات کا وائسرائے سے تشریحی جواب مانگا ہے۔

(الف) آیا عارضی حکومت کی یہ تجویز قطعی اور آخری ہے یا اس میں کسی پارٹی یا کسی شخص کے کہنے پر ترمیم یا تبدیلی ہو سکتی ہے۔

(ب) کیا عارضی حکومت کے لئے ۱۴ ممبروں کی تعداد حکومت کے پورے دور تک قائم رکھی جائیگی۔

(ج) اگر چار اقلیتوں (سکھ، پست اقوام، عیسائی اور پارسی) کے نمائندوں میں سے کوئی نمائندہ کسی سبب سے عارضی حکومت میں شامل ہونے سے معذور ہو تو وائسرائے اس کی نشست کس طرح پُر کریں گے۔ آیا اس خالی جگہ کو پُر کرنے کیلئے صدر مسلم لیگ کی منظوری لیں گے یا نہیں۔

(د) عارضی حکومت کی پوری مدت میں مخلوط وزارت کا وہی فرقہ وارانہ تناسب قائم رہے گا یا نہیں۔

(ھ) چونکہ ابتدائی فارمولا میں ممبروں کی تعداد ۱۲ تھی اور اب ۱۴ کر دی گئی ہے اس صورت میں مسلم حقوق کے تحفظ کیلئے کیا اس بات کی ضمانت دی جائیگی کہ ایگزیکٹو کونسل کی اکثریت کسی اہم سوال پر اس صورت میں کوئی فیصلہ صادر نہ کرے گی جس سے مسلم ممبروں کی اکثریت اختلاف رکھتی ہو۔

آخر میں قائداعظمؒ نے اس خط کا حوالہ دیا جو انہوں نے ۱۸ جون کو لکھا تھا اور جس میں لکھا تھا کہ اگر ۵۔ ۵ اور ۲ کے فارمولا میں براہ راست یا بالواسطہ ترمیم و تنسیخ کی گئی تو اس کے نتائج برے ہوں گے اور مسلم لیگ اپنا تعاون واپس لے لے گی۔

قائداعظمؒ نے ۱۸ جون کے خط میں وائسرائے کو صاف صاف لکھ دیا تھا کہ اگر کانگریس کے اصرار پر عارضی حکومت میں کوئی غیر لیگی مسلمان لیا گیا تو مسلم انڈیا پر اس کا رد عمل بہت برا ہو گا اور اس کے نتائج بھی خطرناک ہوں گے۔

قطعی جواب

۱۱ جون کو لیگ عاملہ کے ان چار ممبروں (نوابزادہ لیاقت علی خان، نواب محمد اسمٰعیل خان، سردار عبدالرب نشتر اور سر ناظم الدین) نے وائسرائے کے اس خط کا جواب دے دیا جس میں ان سے کہا گیا تھا کہ وہ عارضی حکومت میں شرکت کریں۔

انہوں نے لکھا کہ مسلم لیگ کونسل کے گزشتہ اجلاس میں صدر مسلم لیگ کو اختیار دیا گیا تھا کہ وہ

وائسرائے سے عارضی حکومت کے متعلق گفتگو کریں اور جو قدم مناسب سمجھیں اٹھائیں چونکہ وائسرائے نے ہمارے صدر سے کوئی مشورہ نہیں کیا اس لئے ہم فی الحال کوئی قطعی جواب نہیں دے سکتے۔

فیلڈ مارشل منٹگمری اور چودھری غلام عباس کی قائداعظمؒ سے ملاقات

۲۰ جون کو فیلڈ مارشل منٹگمری اور مسلم کانفرنس کشمیر کے صدر چودھری غلام عباس نے قائداعظمؒ سے ملاقات کی۔

کشمیر اور قائداعظمؒ

۲۱ جون کو قائداعظمؒ نے کشمیر کے متعلق ایک بیان میں فرمایا۔

"چودھری غلام عباس صدر مسلم کانفرنس کشمیر سے ملاقات کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ مہا راجہ کشمیر کو فوراً ایک ذمہ دار حکومت قائم کر دینی چاہئے اور مسلمانوں کی جائز شکایات کو رفع کرنے میں بالکل تاخیر نہیں کرنی چاہئے۔"

بیان کے آخر میں آپؒ نے کشمیری مسلمانوں سے کہا کہ "وہ دوست دشمن کی تمیز کریں اور جذباتی لوگوں کے آلہ کار نہ بنیں۔ میں کشمیری مسلمانوں کو مسلم لیگ کی طرف سے یقین دلاتا ہوں کہ وہ ان کی پشت پناہی کرے گی۔"

کانگریس کا انکار

۲۴ جون کو کانگریسی عاملہ نے کیبنٹ مشن اور وائسرائے کے ۱۶ جون والے اعلان کو رد کر دیا جو عارضی حکومت کے متعلق تھا۔ کانگریس نے عارضی حکومت میں شرکت کرنے سے انکار کر دیا۔

صدر کانگریس نے وائسرائے کو ایک خط کے ذریعہ اطلاع دی کہ کانگریس نے طویل المیعاد سکیم کو قبول کر لیا ہے۔

کانگریس کے اس فیصلے کے بعد وائسرائے کے سامنے صرف یہ صورت باقی ہے کہ وہ مسلم لیگ کی مدد سے عارضی حکومت بنائیں چونکہ اس نے ۱۶ مئی کے سرکاری اعلان کو منظور کر لیا تھا۔

مسلم لیگ اور عارضی حکومت

۲۵ جون کو آل انڈیا مسلم لیگ نے عارضی حکومت سے متعلقہ تجاویز کو منظور کر لیا۔ لیگ عاملہ ۱۶ مئی کی طویل المیعاد سکیم کو بعض صفائیوں کے بعد پہلے ہی منظور کر چکی تھی۔

مجلس عاملہ نے تین گھنٹے کے صلاح و مشورہ کے بعد بالاتفاق رائے فیصلہ کیا کہ عارضی حکومت کی پیشکش کو منظور کر لیا جائے اور صدر لیگ کو اختیار دیدیا جائے کہ وہ کمیٹی کے فیصلے سے وائسرائے کو مطلع کر دے۔

مسلم لیگ نے یہ فیصلہ وائسرائے کے ان مواعید کی بناء پر کیا۔ جو وائسرائے نے کیبنٹ مشن سے مشورہ کے بعد ۲۰ جون کے خط میں کئے تھے۔ مواعید حسب ذیل ہیں۔

۱۔ ۱۴ آدمیوں کی عارضی حکومت کی فرقہ وارانہ نمائندگی میں کوئی تبدیلی نہ ہوگی۔

۲۔ دونوں جماعتوں کی مرضی کے بغیر ۱۴ ممبران کی تعداد نہیں بدلی جائیگی۔

۳۔ اگر کسی جماعت نے عارضی حکومت میں شرکت سے انکار کر دیا تو جو لوگ حصہ لینے کیلئے تیار ہوں گے انہی سے حکومت ترتیب دی جائے گی۔

دستور ساز اسمبلی

۲۵ جون کو کانگریس نے دستور ساز اسمبلی میں شرکت کا فیصلہ کرتے ہوئے کانگریسی صوبوں کے بڑے وزیروں کو ہدایت نامہ روانہ کیا کہ وہ دستور ساز اسمبلی کے امیدواروں کو تلاش کریں۔

کیبنٹ مشن کی وعدہ خلافی

۲۶ جون کو کیبنٹ مشن اور وائسرائے نے مسلم لیگ سے کئے گئے وعدہ سے انحراف کرتے ہوئے ایک بیان پریس کو دیا جس میں کہا۔

"کیبنٹ مشن اور وائسرائے خوش ہیں کہ دونوں بڑی جماعتوں اور ریاستوں نے دستور ساز اسمبلی میں شرکت منظور کر لی ہے۔

کیبنٹ مشن اور وائسرائے کو افسوس ہے کہ عارضی مخلوط وزارت بنانا ناممکن ہے۔ مگر وہ اس کا عزم رکھتے ہیں کہ ان کے اعلان مورخہ ۱۶ جون کے پیراگراف ۸ کی شرائط کے مطابق جدوجہد کو از سر نو شروع کیا جائے مگر فی الحال گفتگو ملتوی کر دی جائے۔

چونکہ عارضی حکومت قائم ہونے تک ہندوستان کی حکومت کو چلانا ہی پڑے گا اس لئے وائسرائے کا ارادہ ہے کہ ایک عارضی نگراں حکومت سرکاری افسروں پر مشتمل بنادی جائے۔"

مسٹر الیگزینڈر کی قائد اعظمؒ سے طویل ملاقات

۲۶ جون کو مسٹر الیگزینڈر نے قائد اعظمؒ سے طویل ملاقات کی اور اس ملاقات میں انہوں نے قائد

اعظمؒ پر وہ حالات ظاہر کئے جن کی وجہ سے مشن نے عارضی حکومت کی سکیم کو ملتوی کر دیا۔

حکومت کی بدعہدی

قائداعظمؒ نے ۲۷ جون کو ایک بیان شائع کیا جس میں عارضی حکومت کے التواء پر اظہار ناپسندیدگی کرتے ہوئے حکومت پر بدعہدی کا الزام لگایا اور حکومت کو متنبہ کیا کہ اگر ۱۶ مئی کے اعلان میں کوئی ترمیم و تنسیخ کی گئی اور مسلم لیگ سے جو وعدے کئے گئے ہیں اگر ان کی خلاف ورزی کی گئی تو پوری سکیم کو تباہ کر دیا جائیگا۔ قائداعظمؒ نے کانگریس کو سمجھایا کہ حکومت کے اعلان کا جو مطلب وہ نکال رہی ہے دراصل وہ مطلب نہیں۔

آپ نے عارضی حکومت کے التواء پر اظہار افسوس کرتے ہوئے فرمایا۔

"کیبنٹ مشن اور وائسرائے کا یہ عمل مسلم لیگ کے نزدیک بے حد ناپسندیدہ ہے کیونکہ تمام حالات حتیٰ کہ کانگریس کی نامنظوری کا خیال رکھ کر ۱۶ جون کا اعلان مرتب کیا گیا تھا جس کی دفعہ ۸ اگر پورے بیان کے ساتھ ملا کر پڑھی جائے تو اس کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ وائسرائے اخلاقی طور پر پابند ہیں کہ عارضی حکومت کی تشکیل کا کام ان لوگوں کے اشتراک سے فوراً شروع کر دیتے جو اس عارضی حکومت میں شامل ہونے پر آمادہ تھے جو ۱۶ جون کے اعلان کی بنیاد پر قائم کی جانے والی ہے۔

میں کانگریس کے اس مصنوعی دعوے کی پرزور تردید کرتا ہوں کہ وہ ہندوستان کی نمائندگی کرتی ہے اور اسے "قومی" حیثیت حاصل ہے۔ کانگریس ایک "ہندو" جماعت ہے اور وہ سوائے اعلیٰ ذات کے ہندوؤں کے کسی کی نمائندگی نہیں کرتی۔"

قائداعظمؒ نے فرمایا کہ "کانگریس غلط سمجھتی ہے کہ کسی صوبے یا صوبوں کو حق حاصل ہے کہ وہ ابتدا ہی میں یا کسی وقت بھی گروپ سے علیحدہ ہو جائیں۔ کانگریس نے صوبوں کے متعلق جو تشریح کی ہے اس سے اس کی نیت کا پتہ چل گیا ہے۔ اس نے مستقل سکیم کو نیک نیتی سے منظور نہیں کیا۔ اگر کانگریس اس سکیم پر اڑی رہی اور کسی ترکیب سے اس بات کو ختم کرنے کی کوشش کرتی رہی جو مشن کے بیان مجریہ ۲۵ مئی میں موجود ہے جو درحقیقت پوری سکیم کی روح ہے تو کانگریس کو یاد رکھنا چاہئے کہ سکیم شروع ہونے سے پہلے درہم برہم کر دی جائیگی۔

آخر میں قائداعظمؒ نے حکومت کو متنبہ کرتے ہوئے کہا کہ جو تیقن اور ضمانتیں مسلم لیگ کو دی گئی ہیں۔ اگر ان میں کمی کرنے کی کوشش کی گئی یا ۱۶ جون کے اعلان میں جسے مسلم لیگ نے منظور کر لیا ہے کوئی تبدیلی یا ترمیم کی گئی تو اسے مسلم لیگ کیبنٹ مشن اور وائسرائے کی بدعہدی تصور کرے گی۔

وائسرائے کا جواب

۲۸ جون کو قائداعظمؒ نے ایک خط وائسرائے کو لکھا جس میں ان سے اور کیبنٹ مشن سے مطالبہ کیا

کہ انہوں نے عارضی حکومت کے قیام کو ملتوی کر کے ۱۶ جون کے بیان کی خلاف ورزی کی ہے نیز گزشتہ بیانات سے بھی انحراف کیا ہے جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ عارضی حکومت اور دستور ساز اسمبلی ایک دوسرے سے ملی ہوئی چیزیں ہیں اور وہ ایک دوسرے سے جدا نہیں کی جا سکتیں۔ اس لئے یا تو آپ فوراً عارضی حکومت قائم کریں یا دستور ساز اسمبلی کا انتخاب ملتوی کر دیں۔

اس خط کا وائسرائے نے حسب ذیل جواب دیا۔

"۲۸ جون ۱۹۴۶ء

ڈیئر مسٹر جناح! مجھے آپ کا ۲۸ جون کا خط مل گیا ہے۔ جسے میں نے وزیروں کو بھی دکھایا ہے۔ ہم آپ کی اس رائے سے متفق نہیں کہ ہم نے اپنے قول سے انحراف کیا ہے۔

ہم اب بھی اس رائے پر قائم ہیں۔ ہم نے ۱۶ جون کے پیراگراف ۸ کے مطابق طریقہ کار اختیار کیا ہے اور میں نے آپ کو اپنے اس طریقہ کار سے آپ کی مجلس عاملہ کے ۲۵ جون کے جلسے سے قبل مطلع کر دیا تھا۔

دستور ساز اسمبلی کے نمائندوں کا انتخاب شروع ہو چکا ہے اور ہم اسے ملتوی کرنا نہیں چاہتے۔

چونکہ آپ کے خط کا خلاصہ آل انڈیا ریڈیو کی خبروں میں آ چکا ہے اس لئے میں یہ جواب شائع کر رہا ہوں۔"

دوسرا خط

"میرا اور کیبنٹ مشن کا خیال ہے کہ آپ نے کل جو بیان دیا ہے۔ اس کا جواب نہ دینا کوتاہی ہو گی۔

آپ کو یاد ہو گا کہ ۲۵ جون کے لیگ عاملہ کے اس جلسے سے پہلے جس میں آپ نے ۱۶ جون کی تجویزوں کو منظور کیا تھا میں نے اور کیبنٹ مشن نے جو آپ سے ملاقات کی تھی۔ اس میں 'میں نے آپ کو بتا دیا تھا کہ کانگریس نے ۱۶ جون کے بیان کو قبول کر لیا ہے اور ۱۶ جون کے بیان کے مطابق بنائی جانے والی عارضی حکومت میں شرکت سے انکار کر دیا ہے۔ اس لئے ایسی صورت پیدا ہو گئی ہے کہ ۱۶ جون کے بیان کے پیراگراف پر عمل کرنا پڑے گا۔

اس بیان میں کہا گیا ہے کہ اگر بڑی جماعتوں میں سے دونوں یا کسی ایک نے اس بیان کے مطابق وجود میں آنے والی عارضی حکومت میں حصہ لینا قبول نہ کیا۔ تو وائسرائے ایسی عارضی حکومت کے قیام کا انتظام کر لیں گے۔ جو ان لوگوں کی مدد سے زیادہ سے زیادہ نمائندہ طور پر بنائی جائے۔ جو ۱۶ مئی کے اعلان کو منظور کر لیں گے۔

ہم نے کہا تھا چونکہ کانگریس اور مسلم لیگ دونوں نے ۱۶ مئی کے بیان کو قبول کر لیا ہے اس لئے اب

یہ ارادہ ہے کہ ان دونوں جماعتوں کے اشتراک سے ایک عارضی حکومت جلد از جلد بنائی جائے۔
چونکہ اب تک طویل گفتگو ہو چکی ہے اور ہمیں دوسرے کام بھی کرنے ہیں اس لئے عارضی حکومت کے قیام کے متعلق مزید گفتگو کرنے سے پہلے کچھ آرام کر لینا چاہئے۔
اس لئے آپ آٹھویں پیراگراف کا کچھ بھی مطلب لیں مگر آپ کی مجلس عاملہ کو اس طریق کار کے متعلق کوئی غلط فہمی نہیں رہنی چاہئے جو ہم اختیار کرنا چاہتے تھے۔

دوسری بات یہ ہے کہ آپ نے اپنے خط میں جن وعدوں کا ذکر کیا ہے ان کا تعلق ایسی عارضی حکومت سے ہے جو اس وقت قائم ہو سکتی ہے جبکہ دو جماعتیں ۱۶ جون کے بیان کو قبول کریں۔
غلط فہمی کو دور کرنے کیلئے میں اس خط کو نیز آپ کے ۱۹ جون کے خط کو اشاعت کیلئے دے رہا ہوں"
(قائداعظمؒ کے ۱۹ جون کے خط کا خلاصہ گزشتہ صفحات پر آچکا ہے۔ مؤلف)

کیبنٹ مشن کی بے نقابی

۲۹ جون کو قائداعظمؒ نے ایک طویل بیان کے ذریعہ کیبنٹ مشن اور وائسرائے کے اس انکار کی سخت الفاظ میں تردید کی کہ انہوں نے عارضی حکومت کے التواء میں کوئی وعدہ خلافی نہیں کی۔
۲۸ جون کے خط میں لارڈ ویول نے پیراگراف ۸ کی تشریح کرتے ہوئے ۲۵ جون کی شام کو قائداعظمؒ سے گفتگو کے وقت عارضی حکومت کے التواء کی خبر لیگ عاملہ کے فیصلہ سے قبل دے دینے کا جو ذکر کیا ہے قائداعظمؒ نے اس کے جواب میں کہا کہ گفتگو میں جو تشریح کی گئی تھی میں نے اس کی شدید مخالفت کی تھی اور اسی لئے تحریری فیصلہ کا وعدہ کیا گیا اور یہ تحریری فیصلہ لیگ عاملہ کی تجویز منظور ہونے کے گھنٹہ بھر بعد پہنچایا گیا۔

قائداعظمؒ نے اپنے اور لارڈ ویول کے جو خطوط اشاعت کیلئے دیئے ہیں ان سے ان امور پر کافی روشنی پڑتی ہے کہ عارضی حکومت کے مسئلہ میں کیبنٹ مشن اور وائسرائے نے صریحاً وعدہ خلافی کی ہے۔
اس بیان میں قائداعظمؒ نے حسب ذیل نکات کا ذکر کیا ہے۔
۱۔ وائسرائے نے یقین دلایا تھا کہ عارضی حکومت ۵۔ ۵ اور ۲ کے فارمولا پر بنائی جائیگی۔
۲۔ ۸ جون کو قائداعظمؒ نے وائسرائے کو بتادیا تھا کہ اس فارمولے سے ہٹنے کے نتائج خطرناک ہوں گے اور لیگ کسی قسم کا اشتراک عمل نہ کرے گی۔
۳۔ قائداعظمؒ نے یہ بھی واضح کر دیا تھا کہ اگر کانگریس نے اپنے کوٹہ میں سے کسی قوم پرست مسلمان کو نامزد کرنے کی کوشش کی تو لیگ اس کی شدید مخالفت کرے گی اور یہ مسئلہ رکاوٹ کا باعث ہو گا۔
۴۔ کیبنٹ مشن نے اپنے ۲۶ جون کے بیان کے ذریعہ عارضی حکومت کا قیام ملتوی کر کے اپنا وعدہ

توڑ دیا ہے۔

۵۔ لارڈ ویول نے ۲۵ جون کو بارہ بجے رات کے قریب یعنی لیگ عاملہ کی تجویز منظور ہو کر روانہ کئے جانے کے گھنٹہ بھر بعد جو خط بھیجا اس میں عارضی حکومت کے قیام کو ملتوی کرنے کے فیصلہ کی اطلاع دی گئی۔

۶۔ وائسرائے نے وفد کا فیصلہ سرکاری طور پر لیگ عاملہ کے جلسے سے قبل نہیں بھیجا۔

وائسرائے کے نکات

لارڈ ویول کے خط میں حسب ذیل نکات پائے جاتے ہیں۔

۱۔ ۵، ۵ اور ۲ کے تناسب سے عارضی حکومت بنانے کا کوئی وعدہ نہیں کیا گیا۔ بلکہ یہ تناسب گفتگو کیلئے وائسرائے کے ذہن میں تھا۔

۲۔ لارڈ ویول نے افسوس ظاہر کیا کہ ان کا خط مورخہ ۲۵ جون قائداعظمؒ کو جلسے کے اختتام پر ملا۔

۳۔ خط کے آخر میں وائسرائے نے لکھا "جیسا کہ میں نے منگل کی ملاقات میں آپ سے وضاحت کی تھی کہ میں اور کیبنٹ مشن اپنے بیان ۱۶ جون کے پیراگراف ۸ کی روشنی میں یہ سمجھتے ہیں کہ میں پابند ہوں چونکہ دونوں جماعتوں نے ۱۶ مئی کا بیان قبول کر لیا ہے۔ اس لئے دونوں بڑی پارٹیوں کی نمائندہ حکومت بنانے کی کوشش کروں۔"

عارضی حکومت کے ممبران

۲۹ جون کو وائسرائے نے عارضی حکومت کے عارضی ممبران کے ناموں کا اعلان کر دیا۔

(۱) فیلڈ مارشل سر کلاڈ آکن لیک (۲) سر گردناتھ بیوور (۳) سر ایرک کوٹس (۴) سر ایرک کا رن سمتھ (۵) سر رابرٹ ہچنگس (۶) سر اکبر حیدری (۷) سر جیارج اسپنس (۸) مسٹر اے اے ورگہ۔

مولانا آزاد کی جگہ نہرو صدر کانگریس

۶ جولائی ۱۹۴۶ء کو چار سال بعد کل ہند کانگریس کمیٹی کا اجلاس بمبئی میں ہوا جس میں مولانا آزاد نے پنڈت نہرو کیلئے کرسی صدارت خالی کر دی۔

مولانا آزاد چھ سال تک کانگریس کے صدر رہے۔

قائداعظمؒ کی حیدر آباد روانگی

۸جولائی کو قائداعظمؒ دہلی سے بذریعہ ہوائی جہاز حیدر آباد روانہ ہو گئے۔ آپ سہ پہر کو حیدر آباد کے فضائی اڈہ پر اترے۔ ہزاروں فرزندان توحید نے آپ کا استقبال کیا۔ قائداعظمؒ کی موٹر کے پیچھے تین چار میل لمبی موٹروں کی قطار تھی۔

آپ نے گورنمنٹ ہاؤس پہنچنے پر ایک بیان میں کہا۔

"اس وقت تدبر کا تقاضا ہے کہ حیدر آباد نہ صرف یہ کہ اپنے اندرونی مسائل کا مقابلہ کرے بلکہ ہندوستان میں جو تبدیلیاں ہو رہی ہیں ان میں بھی تمام حیدر آبادی فرقوں کے تعاون سے حصہ لے۔ اس انتہائی نازک دور میں مسلمانوں میں اتحاد کی ازحد ضرورت ہے"۔

آپ نے سفر کے متعلق فرمایا "نظام حیدر آباد کی ایک عرصہ سے دعوت تھی اس لئے میں آیا ہوں نظام دکن سے اسی قیام میں ملاقات ہو گی"۔

نظام سے ملاقات

صبح نو بجے قائداعظمؒ بادامی شیروانی اور شلوار میں ملبوس نظام حیدر آباد سے ملنے تشریف لے گئے۔

حیدر آباد دکن میں قائداعظمؒ کی مصروفیات

۱۱جولائی کی شام کو ۴ بجے قائداعظمؒ نے مسلمانان حیدر آباد کے عظیم الشان اجتماع میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا "ہم ہندوستان میں کسی قوم کے جائز حقوق و مفاد کو نقصان پہنچانا نہیں چاہتے۔ لیکن یہ بھی گوارا نہیں کر سکتے کہ ہماری گردنوں میں اغیار کی غلامی کا گرانبار طوق پڑا رہے۔ پاکستان کے مطالبہ سے ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ مسلمانوں کو ان کی اکثریت کے علاقوں میں اسلامی تعلیمات کے مطابق آزادی کی فضا میں زندگی بسر کرنے کا حق حاصل ہو جائے"۔ قائداعظمؒ نے یہ بھی فرمایا کہ "میں نے حکومت کے باب عالی کے ممبروں اور حیدر آباد کے لیڈروں کو مشورے دیئے ہیں۔ ان سے حیدر آباد میں بسنے والی تمام قوموں کو فائدہ پہنچے گا اور کسی قسم کی حق تلفی نہ ہو گی"۔

اورینٹ پریس کی اطلاع کے مطابق قائداعظم جناحؒ نے مسلمانان دکن کی مہمان نوازی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے فرمایا کہ "مملکت نظام میں مسلمانوں کی تعداد صرف پچیس لاکھ ہے اور وہ اقلیت میں ہیں لیکن انہوں نے شجاعت، مستقل مزاجی اور ایمان و ایقان کی قوت سے دولت آصفیہ کی تاریخ میں حیرت انگیز اور نمایاں ترین حصہ لیا ہے۔ آپ نے مسلمانان دکن کو اپنی پوری ہمدردی کا یقین دلاتے ہوئے فرمایا کہ جغرافیائی حدود اسلام کے عالمگیر رشتۂ اخوت کو منقطع نہیں کر سکتیں۔ تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں اور

انہیں مصیبت کے وقت ایک دوسرے کی مدد کرنی چاہئے۔ مسلمانان حیدر آباد کو میرا مشورہ یہ ہے کہ لیڈروں کے انتخاب میں وہ ہمیشہ احتیاط کریں۔ آدھی جنگ تو لیڈروں کے صحیح انتخاب ہی سے فتح ہو جاتی ہے۔"

قائداعظمؒ نے حیدر آباد کے خلاف کانگریسی شرانگیزیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ "ہندوستان میں کوئی قابل ذکر جماعت ایسی نہیں جو ریاستوں میں ذمہ دار حکومت کے قیام کی حامی نہ ہو لیکن ہر مقام کے حالات دوسرے مقام سے مختلف ہوتے ہیں اور ساری دنیا کیلئے ایک ہی دستور مرتب نہیں کیا جاسکتا۔ میں پوچھتا ہوں کہ انگلستان ، فرانس ، امریکہ اور روس وغیرہ میں کیا ایک ہی دستور رائج ہے۔ اگر نہیں تو کیا وجہ ہے کہ ہندوستانی ریاستوں پر ایک ہی دستور مسلط کرنے کی کوشش کی جائے۔ انصاف اور حق خود داری کا تقاضا یہ ہے کہ ہر ریاست کو اس کے حالات کے مطابق دستور مرتب کرنے کا حق دیا جائے۔ حیدر آباد و کشمیر کے حالات ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں۔ تاریخ کا ہر مبصر مجھ سے اتفاق کرے گا کہ ان دونوں کی تاریخ و روایات میں بھی زمین و آسمان کا فرق ہے۔

اس وقت میدان سیاست میں ہندو مسلمانوں کی جنگ ہو رہی ہے۔ لوگ پوچھتے ہیں کہ کون فتح یاب ہو گا۔ علم غیب خدا کو ہے لیکن میں ایک مسلمان کی حیثیت سے علی رؤس الاشہاد کہہ سکتا ہوں کہ اگر ہم قرآن مجید کو اپنا آخری اور قطعی رہبر بنا کر شیوۂ صبر و رضا پر کاربند رہیں اور اس ارشاد خداوندی کو کبھی فراموش نہ کریں کہ تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں تو ہمیں دنیا کی کوئی ایک طاقت یا کئی طاقتوں کا مجموعہ بھی مغلوب نہیں کر سکتا۔

ہم تعداد میں کم ہونے کے باوجود فتح یاب ہوں گے اور اسی طرح فتح یاب ہوں گے جس طرح مٹھی بھر مسلمانوں نے ایران و روم کی سلطنتوں کے تختے الٹ دیئے تھے۔"

تقریر کے آخری حصے میں قائداعظم جناحؒ نے ارشاد فرمایا کہ "میں نے اعلیٰ حضرت نظام دکن کی اگیزیکٹو کونسل کے ممبروں اور حیدر آباد کے لیڈروں کو جو مشورے دیئے ہیں وہ حیدر آباد میں بسنے والی تمام قوموں کیلئے یکساں مفید ہیں اور ان سے نہ کسی ہندو کو نقصان پہنچ سکتا ہے نہ اچھوت کو ، نہ عیسائی کو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم مسلمان ہیں۔ مسلمان کسی قوم کے بھی جائز حق کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔"

۱۲ جولائی کو قائداعظمؒ نے اپنی جائے رہائش پر حیدر آباد میں اخبار نویسوں سے ملاقات کی۔ پھر مسلم ڈاکٹروں سے ملاقات کی۔ ڈاکٹروں نے تین ہزار روپے کا کیسۂ زر بھی قائداعظمؒ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپؒ نے نماز جمعہ مکہ مسجد میں ادا فرمائی۔ نماز کے بعد آپ نے مختصر تقریر میں اتحاد و اتفاق کی تلقین فرمائی۔

صبح کے وقت انجمن خواتین کی طرف سے تیرہ ہزار روپیہ قائداعظمؒ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔

بزدلانہ کوشش

۱۳ جولائی ۱۹۴۶ء کو قائد اعظمؒ نے حیدر آباد میں مسٹر نہرو کی پریس کانفرنس کے بیان پر اظہار رائے فرماتے ہوئے کہا۔

"صدر کانگریس کے ۲۵ جون کے وائسرائے کے نام خط اور کانگریس عاملہ کی تجویز (جس میں قلیل المدت پلان کو مسترد اور طویل المدت پلان کو منظور کر لیا گیا ہے) سے صاف ظاہر ہے کہ کانگریس کا رویہ دوستانہ تعاون کے جذبات کے تحت نہیں۔

کانگریس نے اپنی تجویز میں اپنے تحفظات ڈھونڈھے ہیں اور طویل المدت پلان کو ناپاک معنی پہنانے کی کوشش کی ہے۔ انہوں نے اپنی تجویز کے آخر میں خود واضح کیا ہے کہ وہ دستور ساز اسمبلی میں اس لئے جا رہے ہیں کہ دوسرے لوگوں کو اس میں جانے سے روکیں اور ان کا یہ ارادہ اس برتے پر ہے کہ انہیں ۷۹ مسلمانوں کے مقابلہ میں ۲۹۲ نشستیں حاصل ہیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ برطانوی مشن رپورٹ پر عنقریب دار العوام میں بحث و مباحثہ ہو گا۔ اس لئے برطانوی پارلیمینٹ اور ملک معظم کی حکومت کا فرض ہے کہ وہ اس کو بالکل واضح کر دیں اور اس خیال کو ترک کر دیں کہ کانگریس نے طویل المدت پلان قبول کر لیا ہے جس کا غیر ملکوں میں کیبنٹ مشن اور وائسرائے بزدلانہ کوششوں سے پروپیگنڈہ کر رہے ہیں۔ جنہوں نے ان مذاکرات کے دوران میں شروع سے آخر تک کانگریس کی دھمکیوں سے ڈر کر کام کیا ہے۔ کانگریس کے ارادے سے باخبر ہونے کے باوجود کیبنٹ مشن اور وائسرائے نے کانگریس کے فیصلہ کو قبول کر لیا ہے۔

اب آل انڈیا مسلم لیگ عاملہ اور کونسل کا اجلاس ۲۶، ۲۷ اور ۲۸ جولائی کو ہو گا اس وقت ہم اس پر غور کریں گے اور نئے حالات پیدا ہونے پر جیسا مناسب ہو گا اقدام کریں گے۔"

قائد اعظمؒ کی آمد

۱۵ جولائی کو قائد اعظمؒ حیدر آباد سے بذریعہ ہوائی جہاز بمبئی تشریف لائے۔

مولانا داؤد غزنوی

۱۶ جولائی کو مشہور کانگریسی لیڈر مولانا داؤد غزنوی مسٹر نہرو کی سیاست سے بیزار ہو کر مسلم لیگ میں شریک ہو گئے۔

لنکا کا لیڈر

۱۷ جولائی کو مسٹر اے عزیز لنکا کے مسلم رہنما قائد اعظمؒ سے بمبئی میں ملے اور لنکا کے مسلمانوں کی

مشکلات قائدؒ کے سامنے رکھیں۔ قائداعظمؒ نے مسٹر عزیز کو ہر ممکن مدد کا یقین دلایا۔

ڈاک و تار کے مزدور

۷ اجولائی کو آل انڈیا پوسٹ مین یونین کے اعزازی سیکرٹری مسٹر دلوی نے قائداعظمؒ سے ملاقات کی اور ڈاک و تار کے ملازمین کی شکایات پیش کیں۔ قائداعظمؒ نے فرمایا "میں جب تک پوری معلومات حاصل نہ کر لوں اس وقت تک کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

گروہ بندی لازمی ہے

۱۸ جولائی کو دارالامراء میں مسائل ہند پر بحث کے وقت سر کرپس نے کہا "گروپ بندی دستور ساز اسمبلی سکیم کا لازمی جزو ہے۔"

دارالعلوم اور دارالامراء میں سر کرپس اور لارڈ لارنس نے جو بیانات دیئے۔ ان میں بھی گروپ بندی کو لازمی قرار دیتے ہوئے کہا کہ "گروہ بندی ۱۶ مئی کے بیان کی روح ہے۔"

لارڈ لارنس نے کہا کہ "وفد کی سکیم میں کوئی تبدیلی ممکن نہیں۔"

قائداعظمؒ دستور ساز اسمبلی میں

۲۰ جولائی کو قائداعظمؒ پنجاب سے دستور ساز اسمبلی کیلئے منتخب ہوئے۔ آپ کے علاوہ سردار نشتر، نواب ممدوٹ، ممتاز دولتانہ، سرنون، راجہ غضنفر علی خان، پروفیسر حلیم، میاں افتخار الدین، چودھری محمد حسین، شیخ کرامت علی، بیگم شاہ نواز، غلام بھیک نیرنگ، چوہدری نذیر احمد خان، ملک عمر حیات، سید امجد علی، نواب قزلباش منتخب ہوئے۔

پنڈت نہرو کی دھمکی

۲۱ جولائی کو مسٹر نہرو نے دہلی کے ایک جلسہ عام میں تقریر کرتے ہوئے کہا "کانگریس ہندوستان کے مطالبے کو منوانے کیلئے دستور ساز اسمبلی میں شریک ہوئی ہے۔ اگر بعد میں یہ محسوس ہوا کہ مقصد حل ہوتا نظر نہیں آتا تو کانگریس اس سے الگ ہو جائیگی اور اسمبلی کا تہس نہس کر دے گی۔"

لیگ عاملہ کا جلسہ

۲۶ جولائی کو لیگ عاملہ کا ایک جلسہ قائداعظمؒ کے بنگلے پر ساڑھے ۵ بجے سے لیکر ۹ بجے رات تک

ہوتا رہا۔

انقلابی اجلاس

۲۷ جولائی کو مسلم لیگ کونسل کا وہ انقلابی اجلاس ہوا جس میں ایسے فیصلے مَنصہّ شہود پر آئے کہ دنیا حیران رہ گئی اور وہ لوگ خصوصاً انگشت بدنداں تھے جو مسلم لیگ کو رجعت پسندوں، ٹوڈیوں، سروں، خان بہادروں اور نوابوں کی جماعت کہتے تھے۔

اس عدیم المثال اجلاس میں قائداعظمؒ نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔

"ہم نے کیبنٹ مشن تجاویز کے متعلق جو فیصلہ کیا تھا اسے بدل دیا ہے۔ ہم نے وفد کی سکیم کو رد کر دیا ہے۔

آج ہم نے جو کچھ کیا ہے اس سے ہماری تاریخ کا ایک عظیم الشان باب شروع ہوتا ہے آج تک ہم دستوری و آئینی راستوں پر چلے۔ مگر آج ہمیں موجودہ حیثیت پر مجبور کیا گیا۔ کیبنٹ مشن اور وائسرائے سے ہماری جو بات چیت ہوئی۔ اس کے دوران میں برطانیہ اور کانگریس دونوں ہماری طرف پستول تانے رہتے تھے۔ ایک پستول قوت و اختیار کا تھا اور دوسرا عدم تعاون کا۔ آج ہمارے ہاتھ میں پستول آ گیا ہے اور ہم اس کی لبلبی دبانے کو تیار ہیں۔

کیبنٹ مشن کی سکیم کو رد کرنے اور ڈائریکٹ ایکشن کا فیصلہ ہم نے عجلت میں نہیں کیا بلکہ پورے احساسِ ذمہ داری کے ساتھ کیا ہے۔ ہم اس کے ایک ایک لفظ کو پورا کریں گے۔ ہم بندر بھبکیوں کے قائل نہیں۔

کانگریس نے کیبنٹ مشن کی سکیم کو مشروط طور پر منظور کیا۔ وائسرائے نے صریحاً وعدہ خلافی کی۔ لیگ نے سکیم کو سمجھ بوجھ کر اور پوری ذمہ داری کے ساتھ منظور کیا تھا۔ لیگ دورانِ گفتگو میں اول سے آخر تک رواداری اور قربانی کے جذبے کا اظہار کرتی رہی۔ اس نے پورے ہندوستان کی آزادی کیلئے پاکستان کی آزادی کانگریس کی دیوی کی بھینٹ چڑھا دی۔

ہم نے یہ سب کچھ کرنے پر بھی غلطی نہیں کی تھی۔ لیگ نے یہ رعایتیں دے کر اعلیٰ درجے کے تدبر کا ثبوت دیا۔ یہ رویہ ہم نے صرف خانہ جنگی اور خونریزی کو روکنے کیلئے اختیار کیا تھا۔ اس لئے ہم محدود پاکستان پر راضی ہو گئے۔ یہ قربانی ہم نے کانگریس سے مصالحت کیلئے کی۔ مگر کانگریس نے کسی رواداری کا ثبوت نہیں دیا۔ یہ حقیقت ہے کہ رواداری و اخلاق کی آخر میں فتح ہوتی ہے۔ آج مسلمانوں میں کانگریس اور برطانیہ کے خلاف شدید جذبات بھڑک رہے ہیں۔ اس لئے یہ زہر بھی ہمارے لئے تریاق ہو گیا۔ اب مصالحت کی کوئی گنجائش نہیں ہم کو آگے بڑھنا چاہیئے۔"

وزیرِ ہند نے دارالعوام میں جو بیان دیا تھا اس کا ذکر کرتے ہوئے قائداعظمؒ نے فرمایا "وزیرِ ہند

کہتے ہیں کہ مجھے مسلمانوں کی زندگی کا اجارہ دار نہیں بنا سکتے" وزیر ہند کو اس طرح کی نامعقول بات کہنے کی جرأت کس طرح ہوئی۔ میں پوچھتا ہوں کہ انہیں انگریزوں کی نمائندگی کا حق حاصل ہے؟ ان کی حکومت کے ساتھ صرف ساٹھ فیصدی آدمی ہیں پھر وہ پورے برطانیہ کے نمائندے کیسے ہوئے؟

ہم کسی حالت میں کسی غدار مسلمان کو برداشت نہیں کر سکتے۔ برطانیہ نے اپنے غداروں لارڈ ہاہا اور جان ایمری کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ ان کے علاوہ اور کئی غدار انگریزوں کو پھانسی دے دی۔ میں نے اگر غدار کی نامزدگی کی مخالفت کی تو یہ کیوں غلط ہے"

قائداعظمؒ نے اپنی تقریر فردوسی کے اس شعر پر ختم کی۔

اگر صلح خواہی نہ خواہیم جنگ
وگر جنگ جوئی نہ یابی درنگ

(اگر تو صلح چاہتا ہے تو ہم بھی جنگ نہیں چاہتے۔ لیکن اگر تو لڑنے پر آمادہ ہے تو ہم بھی تیار ہیں)

(اسی اجلاس میں مسلم لیگ نے ڈائریکٹ ایکشن کی تجویز منظور کی اور یہ شرف بھی اسی اجلاس کو حاصل ہے کہ مسلمانوں نے خطابوں کی لعنت سے چھٹکارا حاصل کیا)۔

قائداعظمؒ کے شعر پڑھنے کے بعد جناب جلال الدین صاحب نے "خان بہادر" کے خطاب پر لعنت بھیجی۔ آپ کے بعد حاجی غلام حیدر صاحب نے "خان بہادر" کا خطاب چھوڑا۔ ان کے بعد حسن علی پی ابراہیم نے "خان بہادر" غلام حسین ہدایت اللہ نے "سر" شیخ کرامت علی نے "خان بہادر" ملک فیروز خان نون نے "سر" کے علاوہ چار اور خطابات۔ مہر شاہ نے "سر" نصر اللہ صاحب نے "نوابزادہ" مسٹر کھوڑو نے "خان بہادر" غضنفر علی نے "راجہ" محمد عالم نے "خان صاحب" سید امجد علی نے "سر" سعد اللہ نے "سر" حسن اصفہانی نے "او بی ای" عبداللہ محمود نے "خان بہادر" کے خطابات واپس کیے۔ آخر میں نوابزادہ لیاقت علی خان نے کہا کہ "اب سے مجھے بھی لیاقت علی خان کہا جائے۔"

ڈائریکٹ ایکشن

لیگ عاملہ نے اپنے جلسے میں طے کیا کہ ۱۶ اگست کو ڈائریکٹ ایکشن اس طرح منایا جائے کہ ملک بھر میں جلسے، مظاہرے، جلوس اور ہڑتالیں ہوں۔

۳۰ جون کو قائداعظمؒ نے فلسطین کے متعلق بیان دیتے ہوئے فرمایا۔

"میں برطانیہ وامریکہ سے مطالبہ کرتا ہوں کہ وہ فلسطین کو اس کی حالت پر چھوڑ دیں اور یہودیوں کا داخلہ فوراً بند کر دیں اور ان کو کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ میں آباد کریں جو یہودی فلسطین میں آباد ہیں ان کو بھی وہاں سے ہٹا دیا جائے یا پھر یہودیوں اور عربوں کو اپنا جھگڑا آپ چکانے دیا جائے۔"

عملی اقدام کی وجہ

۳۱ جولائی کو قائداعظمؒ نے اخبار نویسوں کے سامنے تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔
"ہندوستان کے مسئلے کیلئے ہم جو کچھ کر سکتے تھے کر چکے اب مفاہمت کیلئے برطانیہ یا کانگریس کو ہاتھ بڑھانا چاہئے"۔

ایک سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا "مسلم لیگ کے تازہ فیصلے کسی کے خلاف اعلان جنگ نہیں۔ یہ فیصلے صرف خود حفاظتی اور قومی وجود کی بقا کیلئے کرنے پڑے"۔

قائداعظمؒ نے مزید فرمایا "میں اپنے آئندہ اقدامات کے متعلق کچھ کہہ نہیں سکتا۔ ہاں لیگ کی مجلس عمل جو لائحہ عمل تیار کرے گی اس پر عمل کیا جائیگا"۔

قائداعظمؒ نے فرمایا "کانگریس نے جس صورت میں سکیم منظور کی ہے وہ نامنظوری کا درجہ رکھتی ہے چونکہ کانگریس عوامی جدوجہد کی تیاریاں کر رہی ہے اس لئے مسلمانوں کیلئے بھی ضروری ہے کہ وہ پاکستان حاصل کرنے کیلئے لڑنے مرنے پر تیار ہو جائیں"۔

سردار پٹیل کی تقریر

یکم اگست کو بمبئی میں تلک کی برسی کے ایک جلسے میں تقریر کرتے ہوئے سردار پٹیل نے کہا۔
"انگریز ہندوستان چھوڑ رہے ہیں۔ اس لئے مسلمانوں کا فائدہ اس میں ہے کہ وہ اپنا موجودہ رویہ چھوڑ دیں اور ہندوؤں سے تعاون کریں۔ اگر مسٹر جناح کچھ لینا چاہتے ہیں تو انہیں دھمکیوں کی عادت چھوڑ دینا چاہئے۔

مسلم لیگ کونسل کے جلسے میں کانگریس اور برطانیہ کو گالیاں دی گئی ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ لیگ سمجھوتہ نہیں چاہتی۔ لیگ نے جس عملی اقدام کی دھمکی دی ہے وہ انگریزوں کے خلاف نہیں بلکہ کانگریس کے خلاف ہے۔

کانگریس اس چیز پر تیار ہے کہ اگر مسٹر جناح فرقہ پرستی چھوڑ کر قوم پرستی اختیار کریں تو ہندوستان کی پوری حکومت انہی کے سپرد کر دی جائے"۔

مسٹر نہرو کی تقریر

۲ اگست کو الہ آباد میں تلک کی برسی کے جلسے میں تقریر کرتے ہوئے مسٹر نہرو نے کہا۔
"مجھے افسوس ہے کہ لیگ نے اس قسم کا فیصلہ کیا لیکن ہم مرعوب نہیں ہونا چاہتے۔ ایسے فیصلے آزادی کی منزل تک پہنچنے میں رکاوٹ پیدا کر سکتے ہیں لیکن آزادی کو روک نہیں سکتے"۔

مسٹر نہرو نے لیگ کے اس فیصلے پر مبارکباد دی جو اس نے خطابات کی واپسی کے متعلق کیا تھا۔

قائداعظمؒ کا دندان شکن جواب

۵ اگست کو قائداعظمؒ نے سردار پٹیل کی اس تقریر کا جواب دیتے ہوئے کہا جو سردار پٹیل نے بمبئی میں تلک کی برسی کے موقعہ پر کی تھی۔

"آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے اجلاس میں کانگریسی لیڈروں نے کہا ہے کہ ہم نے کیبنٹ مشن کی طویل المدت سکیم اس شکل میں منظور نہیں کی جس شکل میں وہ پیش کی گئی ہے۔ ایسے ہی اور بھی کئی واقعات ہیں۔ ان واقعات کی موجودگی میں سردار پٹیل کا یہ کہنا کہ مسلم لیگ اپنے اعلان واقرار سے پھر گئی بڑی جرات کا کام ہے۔ ہمیں معلوم ہے کہ کانگریس کے مقاصد واغراض کیا ہیں۔ کانگریس کو یقین آگیا ہے کہ انہوں نے حکومت برطانیہ سے ہندوستان کی آزادی کا اعلان کروالیا ہے اور یہ مجلس دستور ساز ایک کامل اور خود مختار مجلس بنادی جائے گی اور اس حکومت کے تصرف میں اہم محکمے اور شعبے ہوں گے مثلاً دفاع 'سیاسیاتِ خارجہ' ذرائع حمل ونقل' کسٹم' مالیات' تجارت' صنعت وحرفت اور بیرونی تجارت اور سب سے زیادہ یہ کہ اگر کسی صوبائی حکومت کا دستور اساسی یونین کی مرضی کے خلاف کام کر رہا ہو تو مرکزی حکومت مداخلت کر سکے۔

سردار صاحب کو معلوم ہونا چاہئے کہ مسلم لیگ پاکستان کے اس مطالبے سے ہر دو قوموں کی آزادی چاہتی ہے اور کانگریس جس قسم کی آزادی چاہتی ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان اس کے پنجے میں کس جائیں اور یہ کس طرح ممکن ہے؟

سردار پٹیل معصومانہ انداز میں فرماتے ہیں۔ میں قوم پرست بن جاؤں یعنی کانگریسی قوم پرور اور تسلیم کر لوں کہ کانگریس ملک کی نمائندہ جماعت ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ ہندوستان نہ ایک ملک ہے اور نہ ہی کانگریس نمائندہ جماعت ہے بلکہ وہ صرف ہندوؤں کی ایک جماعت ہے۔ میرے قوم پرور بننے کا مطلب یہ ہے کہ میں مطالبہ پاکستان سے دستبردار ہو جاؤں اور پھر میں فقیروں کی طرح ان کے سامنے بھیک مانگنے جاؤں اور وہ مسلمانوں کو اپنا غلام سمجھ کر ملک کی مجلس عاملہ میں جتنی نشستیں چاہیں بھیک کے ٹکڑوں کی طرح دے دیں۔ سردار پٹیل کہتے ہیں کانگریس میرے دروازے پر آئی لیکن میں ان کے ہاں نہیں گیا۔ سردار پٹیل کو غالباً یاد نہیں کہ مسٹر گاندھی ۸ سال میں تین مرتبہ میرے پاس آئے اور آخری مرتبہ وہ پاکستان کا مطلب سمجھنے آئے تھے۔ میں نے ۲۱ روز تک انہیں پاکستان کا مفہوم سمجھایا مگر افسوس میں ناکام رہا۔

سردار پٹیل کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ میں نے ۱۱ مئی والی اس ملاقات میں جو میرے اور پنڈت نہرو کے درمیان شملہ میں ڈیڑھ گھنٹہ تک ہوئی تھی۔ مسٹر نہرو سے کہا تھا کہ آپ کے رفقاء کار پاکستان کی بنیاد پر مفاہمت کیلئے تیار ہوں تو آپ مجھے اطلاع دیں میں آپ کی قیامگاہ پر آجاؤں گا۔

میں نے بلاشبہ کانگریس پر حملہ کیا ہے اور اسے مسلمانوں میں انتشار پیدا کرنے کا ملزم قرار دیا ہے۔ میرے تمام حملے اور اعتراضات اپنے دفاع، صفائی اور کانگریس کے جارحانہ رویہ کے خلاف ہیں۔"

قائداعظمؒ کا صندوقچی چور گرفتار

۶ اگست کو بمبئی میں ہنومان موہری لال کو قائداعظمؒ کے ہاں سے چرائی ہوئی چاندی کی صندوقچی فروخت کرتے ہوئے گرفتار کیا گیا۔ اس صندوقچی میں قائداعظمؒ کو لکھنؤ میونسپل بورڈ کی طرف سے سپاسنامہ رکھ کر دیا گیا تھا۔

سید رضا علی

قائداعظمؒ نے سید رضا علی صاحب کو مشورہ دیا کہ وہ اقوام متحدہ کے سامنے جنوبی افریقہ کے ہندوستانیوں کے معاملے کو پیش کرنے کیلئے حکومت ہند کے مجوزہ وفد میں شرکت نہ کریں۔

کانگریس عاملہ کی تجویز

۱۰ اگست کو وار دھا میں کانگریس عاملہ نے ایک تجویز پاس کی۔ جس میں کہا گیا تھا کہ کانگریس نے قرطاس ابیض میں مندرجہ عام تجاویز کو پسند نہ کرتے ہوئے بھی سکیم کو مکمل حیثیت سے منظور کر لیا تھا تجویز میں لیگ کونسل کے اس فیصلے پر افسوس ظاہر کیا گیا کہ وہ دستور ساز میں حصہ نہیں لے گی۔

عارضی حکومت کی دعوت

۱۲ اگست کو وائسرائے ہاؤس سے اعلان ہوا کہ" ہز ایکسی لینسی وائسرائے نے ملک معظم کی حکومت کی منظوری سے کانگریس کے صدر پنڈت نہرو کو دعوت دی ہے کہ وہ عارضی حکومت کی فوری تشکیل کے بارے میں تجویز پیش کریں اور صدر کانگریس نے یہ تجویز مان لی ہے۔

کانگریس عاملہ کی تجویز پر قائداعظمؒ کا ردِ عمل

۱۲ اگست ۴۶ء کو قائداعظمؒ نے کانگریس عاملہ کی تجویز پر اظہار خیال فرماتے ہوئے کہا۔

" کانگریس عاملہ کی تازہ ترین تجویز ہمیں کسی منزل پر نہیں پہنچاتی چونکہ یہ کانگریس کے اسی رویہ کی تکرار ہے جو اس نے شروع سے اختیار کر رکھا ہے صرف طرز ادا اور زبان میں تبدیلی کر دی گئی ہے۔

یہ ظاہر ہے کہ کانگریس یہ خیال کرتی ہے کہ دستوری مشنری ایک بااقتدار دستور ساز اسمبلی ہے اور

کسی بیرونی طاقت کی مداخلت کو پسند نہیں کرتی۔ یہ بات کس نے کہی ہے اور کب کہی ہے؟ سوال صرف یہ ہے کہ یہ اسمبلی کام کس طرح کرے گی اور کانگریس ان پابندیوں کے اندر جو ۱۶ مئی کے بیان میں درج ہیں، کام کرے گی اور ایک بااقتدار دستور ساز اسمبلی سے نہ بدل سکے گی۔ اگر دستور ساز اسمبلی نے کوئی ایسا فیصلہ کیا جو ناجائز ہو یا اسمبلی کے حدود اختیار سے باہر ہو تو پھر اسے اندرونی یا بیرونی طور پر روکنے کی کیا صورت ہوگی۔ سوائے اس کے کہ یہ "بے رحم اکثریت" کے بس کی بات ہوگی۔

کانگریس عاملہ نے یہ کہہ کر بات ختم کر دی ہے کہ مجلس عاملہ کی ۲۶ جون کی تجویز جسے کل ہند کانگریس نے بھی منظور کر لیا ہے۔ باقی رہے گی اور وہ دستور ساز اسمبلی میں اس کے مطابق کام کرے گی۔

مجھے افسوس ہے کہ صورتحال بدستور ہے اور ہم جہاں تھے وہیں کھڑے ہیں"۔

گٹھ بندھن

۱۳ اگست کو قائداعظمؒ نے صدر کانگریس کو وائسرائے کی دعوت پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا۔

"صدر کانگریس کو عارضی حکومت کے قیام کیلئے فوراً تجاویز پیش کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ وائسرائے اور کانگریس یا اس کے صدر کے مابین کیا بات چیت ہو رہی ہے۔ سنیچر کو کانگریس عاملہ نے واردھا میں جو تجویز منظور کی اس کے متعلق میں اپنے تاثرات پیش کر چکا ہوں میں اس وقت صرف یہ کہہ سکتا ہوں جو صورتحال بھی پیدا ہو ہم اس کا مقابلہ کریں گے"۔

مولانا آزاد کا واردھا سے بیان

۱۲ اگست کو مولانا آزاد نے واردھا سے ایک بیان دیتے ہوئے کہا "یہ صحیح ہے کہ صورتحال کچھ اس طرح بدلی ہے کہ صرف کانگریس کو عارضی حکومت بنانے کی پیشکش کی گئی ہے۔ مگر کانگریس انتہائی حد تک لیگ سے اشتراکِ عمل کی کوشش کرے گی اور لیگ کو حکومت میں شریک ہونے کیلئے ہر قسم کی سہولتیں دے گی۔ اگر لیگ نے ہماری آواز پر لبیک کہا تو نہ صرف ہندوستان بلکہ خود مسلمانوں کی آزادی کے مقصد کو بہت بڑی تقویت پہنچے گی۔ کانگریس تیسرے فریق کے ہٹ جانے کے بعد لیگ سے نہ صرف یہ کہ انصاف کرے گی بلکہ فراخدلی کا ثبوت دے گی۔ اگر لیگ نے چھوٹے بھائی کا سا رویہ اختیار کیا تو مناسب حد سے بھی بہتر سلوک کیا جائیگا"۔

نہرو کی طرف سے دعوت

۱۳ اگست کو واردھا سے ایک بیان دیتے ہوئے مسٹر نہرو نے کہا۔

"مجھے صدر کانگریس کی حیثیت سے وائسرائے نے عارضی حکومت کے قیام کے سلسلے میں تجویز پیش کرنے کی دعوت دی ہے۔ اسے میں نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کے بعد قبول کر لیا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ عارضی حکومت زیادہ سے زیادہ نمائندہ ہو۔ ہم عارضی حکومت کے قیام میں لیگ سے تعاون کے متمنی ہیں اور اس کے تعاون کو خوش آمدید کہیں گے۔ اسی وجہ سے میں مسٹر جناح کو ایک خط لکھ رہا ہوں"

۱۳ اگست کو مسٹر نہرو نے ایک خاص نمائندہ کے ہاتھ قائداعظمؒ کی خدمت میں خط روانہ کیا۔ ۱۴ اگست کی دوپہر کو یہ خط قائداعظمؒ کو مل گیا۔

مسٹر کے ایم منشی نے ایک بیان میں کہا۔

"مجھے کوئی شبہ نہیں کہ کانگریس مسلم لیگ کو فراخدلی سے پیشکش کرے گی۔ کانگریس دوستی کا جو ہاتھ بڑھائے گی اسے قبول کرنا مسٹر جناح کا کام ہے۔ یہ افسوسناک بات ہے کہ کانگریس کی واضح تجویز کے بعد بھی مسٹر جناح اسے پسند نہیں کرتے۔ حالانکہ شکایت کی کوئی بات نہیں۔

مولانا آزاد نے بھی توقع ظاہر کی کہ لیگ عارضی حکومت میں کانگریس سے اشتراک عمل کرے گی۔

صدر کانگریس کو عارضی حکومت کے قیام کی دعوت پر لندن لیگ نے ایک انتباہی بیان میں کہا کہ برطانیہ اور ہندو آگ سے کھیل رہے ہیں اور وہ ایک دن اپنی اس حماقت کا نتیجہ دیکھ لیں گے۔"

ڈائریکٹ ایکشن ڈے

۱۴ اگست کو قائداعظمؒ نے ڈائریکٹ ایکشن ڈے کے موقعہ پر فرمایا۔

"مسلم لیگ نے ۱۶ اگست کی تاریخ سارے ہندوستان میں مسلم عوام کو آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کی تجویز سمجھانے کیلئے مقرر کی ہے تاکہ مسلمان صورتحال سے اچھی طرح واقف ہو جائیں تاکہ وہ آنے والے حالات کیلئے تیار ہو جائیں۔

اس بات کو یاد رکھنا چاہئے کہ ہماری پالیسی میں ایک انقلابی تبدیلی ہوئی ہے اور ہم نے اعلان کیا ہے کہ ضرورت کے وقت ہم عملی اقدام کریں گے لیکن ۱۶ اگست کو عملی اقدام شروع کرنے کا دن نہیں اس لئے مسلمان لیگ کی ہدایات پر پورا پورا عمل کریں۔ اپنے کام امن سے سرانجام دیں۔"

نہرو، قائداعظمؒ ملاقات

۱۵ اگست کو مسٹر نہرو اور قائداعظمؒ کے درمیان قائداعظمؒ کے بنگلے پر اسی منٹ ملاقات کے بعد مسٹر نہرو نے پریس کو کہا "میں اب کل مسٹر جناح سے نہیں ملوں گا۔"

قائداعظمؒ نے پریس سے فرمایا "ہم نے تمام اہم مسائل پر گفتگو کی اور کوئی بات نہیں ہوئی۔"

نہرو، قائداعظمؒ خط و کتابت

اس سلسلے میں دونوں لیڈروں کے درمیان حسب ذیل خط و کتابت ہوئی۔

مسٹر نہرو کا خط

ڈیئر مسٹر جناح!

وائسرائے نے مجھے عارضی حکومت بنانے کی دعوت دی ہے۔ میں نے یہ دعوت قبول کر لی ہے۔ اس سلسلے میں میرا خیال ہے کہ سب سے پہلے مخلوط عارضی حکومت بنانے میں آپ سے مشورہ کروں کیا آپ مجھ سے گفتگو کرنا پسند کریں گے؟ مجھے خوشی ہوگی اگر آپ بمبئی یا جہاں کہیں ہوں ملاقات کا موقعہ دیں میں ۱۵ اگست کو بمبئی پہنچ رہا ہوں اور ۱۷ اگست کو دہلی روانہ ہونے کا ارادہ ہے۔"

قائداعظمؒ کا جواب

"ڈیئر پنڈت نہرو!

کل آپ نے اپنے قاصد کے ذریعہ جو خط بھیجا تھا۔ ملا۔ آپ کے اور وائسرائے کے درمیان کیا کچھ ہوا ہے۔ مجھے اس کا علم نہیں اور یہ بھی علم نہیں کہ آپ ہر دو حضرات کے درمیان کیا طے پایا ہے۔ علاوہ اس کے کہ صدر کانگریس کی حیثیت سے وائسرائے نے آپ کو عارضی حکومت بنانے کی دعوت دی ہے اور آپ نے یہ دعوت قبول کر لی ہے۔ اگر اس کا مطلب یہ ہے کہ وائسرائے نے آپ کو ایگزیکٹو کی تشکیل کا اختیار دے دیا ہے اور آپ نے مشورے کے مطابق ایگزیکٹو کونسل بنانے کا ارادہ کر لیا ہے۔ تو میں کہوں گا کہ یہ ایسی حالت میں میرے لئے ناممکن ہے کہ میں آپ کی دعوت قبول کروں۔

تاہم اگر آپ کانگریس کی طرف سے ہندو مسلم مسئلہ کو حل کرنے کیلئے ملنا چاہتے ہیں تو میں بڑی خوشی کے ساتھ آج چھ بجے آپ سے ملنے کیلئے تیار ہوں"

مسٹر نہرو کا خط

"ڈیئر مسٹر جناح!

آپ کا خط مجھے ایک بجے ملا شکریہ! جو کچھ اخبارات میں شائع ہو چکا ہے اس سے زیادہ میرے اور وائسرائے کے درمیان کوئی بات طے نہیں ہوئی۔ وائسرائے نے حکومت برطانیہ کے ایماء سے جو پیشکش کی ہے وہ بھی عارضی حکومت بنانے کیلئے تجاویز پیش کی جائیں گی گورنر جنرل کی ایگزیکٹو کونسل کا کوئی ذکر نہیں۔

میری خواہش ہے کہ سب سے پہلے اس بارے میں آپ سے گفتگو کر لوں اور آپ کو اشتراک عمل کی دعوت دوں۔ فطری طور پر ہم سب اس کیلئے بے چین ہیں کہ ایسی حکومت قائم ہو جو ملک کیلئے سود مند ہو۔

خط میں آپ نے لکھا ہے کہ میں اس قابل نہیں کہ آپ کا دعوت نامہ قبول کر لوں۔ مجھے اس پر افسوس ہوا۔ شائد صورتحال پر مفصل طور پر گفتگو کے بعد آپ اپنے فیصلے پر نظر ثانی کرنے کیلئے تیار ہو جائیں۔ اگر آپ ایسا کریں تو میرے لئے بڑی مسرت کی بات ہوگی۔ اس مقصد کیلئے اگر آپ چاہیں تو میں بڑی خوشی سے آپ سے ملنے کیلئے تیار ہوں۔ میں بڑے اہم معاملات پر آپ سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ میں چھ بجے آپ کے ہاں آنے کیلئے تیار ہوں۔"

قائداعظمؒ کا جواب

"ڈیئر پنڈت نہرو!

آج ساڑھے تین بجے آپ کا خط مجھے ملا شکریہ! میں صبح کے خط میں اپنی پوزیشن صاف کر چکا ہوں آپ نے کچھ خاص تشریحات کی ہیں جن سے میں کچھ متفق نہیں ہوں تاہم اگر آپ ملنے کیلئے تیار ہیں تو میں آج چھ بجے بڑی خوشی کے ساتھ مل سکتا ہوں۔

میں آپ سے اس مسئلہ میں متفق ہوں کہ عوام میں غلط فہمیاں پیدا نہ ہونے پائیں چنانچہ میں یہ خط و کتابت شائع کر رہا ہوں۔"

کلکتہ میں فساد

۱۶ اگست کو ڈائریکٹ ایکشن ڈے پر کلکتہ میں ہولناک ہندو مسلم فساد پھوٹ پڑا۔ شام ۷.۵ بجے تک مرنے والوں کی تعداد ساٹھ تھی اور زخمیوں کی تعداد ۷۵۰ ہو چکی تھی۔

پٹنہ میں بھی ہندو مسلم فساد ہو گیا جس میں سات آدمی زخمی ہوئے۔

۱۷ اگست کو کلکتہ میں فساد نے اور نازک صورت اختیار کر لی۔ غیر سرکاری طور پر بتایا گیا تھا کہ دو دن میں ۲۷۰ ہلاک اور سولہ سو آدمی زخمی ہوئے۔

دشمنوں کے آلہ کار

۱۷ اگست کو قائداعظمؒ نے کلکتہ کے فساد پر بیان دیتے ہوئے فرمایا۔

"میں متشددانہ پالیسی کی مذمت کرتا ہوں اور جن لوگوں کو اس فساد میں نقصان پہنچا ہے۔ ان

سے انتہائی ہمدردی رکھتا ہوں مجھے نہیں معلوم کہ اس قدر جانوں کے اتلاف اور مالی نقصان کا ذمہ دار کون ہے؟

مجھے صوبائی مسلم لیگ کی عاملہ یا حکومت بنگال کی طرف سے کوئی رپورٹ نہیں ملی جن لوگوں نے فساد کیا ہے ان کو قانون کے مطابق ضرور سزا ملنی چاہئے۔ جہاں تک ان کی حرکات کا تعلق ہے یہ سب لیگ کی ہدایات کے برعکس ہیں۔ وہ سب مسلم لیگ کے دشمنوں کے ہاتھوں میں کھیل رہے ہیں۔ اشتعال انگیزوں کے ایجنٹوں نے یہ حرکات کی ہیں۔ میں یقین نہیں کر سکتا کہ کسی مسلم لیگی نے اس میں حصہ لیا ہے۔"

برطانیہ کا رویہ

۱۹ اگست کو بمبئی میں ایک بیان دیتے ہوئے قائداعظمؒ نے فرمایا۔

"پنڈت نہرو صداقت کے قریب ہوتے اگر یہ کہنے کی بجائے کہ مسلم لیگ نے تعاون سے کام نہیں لیا یہ کہتے کہ مسلم لیگ نے شکست قبول نہیں کی۔ اس سے زیادہ صداقت اس میں ہوتی کہ کانگریس کے تعاون کا دروازہ اب بھی کھلا ہے کہنے کی بجائے یہ کہتے کہ مسلم لیگ کو مکمل شکست دینے کیلئے کانگریس کا دروازہ اب بھی کھلا ہے۔

یہ بات بالکل تسلیم شدہ ہے کہ کانگریس نے نہ تو طویل المدت سکیم اور نہ قلیل المدت پلان منظور کیا ہے جبکہ مسلم لیگ نے دونوں چیزیں منظور کر لی تھیں اور ۲۹ جولائی کے آل انڈیا کونسل کے اجلاس میں واپس لی ہیں۔

اب نئی حالت رہ جاتی ہے، جو حکومت کے اس اعلان سے پیدا ہوتی ہے جس میں عارضی حکومت کیلئے تجاویز پیش کرنے کے واسطے کانگریس کو دعوت دی گئی ہے۔

پنڈت نہرو نے مجھ سے ملاقات کے وقت طویل المیعاد سمجھوتہ پر گفتگو سے انکار کر دیا۔ انہوں نے میرے سامنے واضح کیا کہ عارضی حکومت کیلئے وائسرائے نے انہیں دعوت دی اور وہ وائسرائے کے سامنے کانگریس کی تجویز پیش کرنے سے پہلے مجھ سے ملے۔

مسٹر نہرو نے میرے سامنے جو تجاویز پیش کی تھیں وہ یہ ہیں کہ کانگریس ۱۴ میں سے ۵ نشستیں مسلم لیگ کو دے گی۔ باقی ۹ کانگریس کے نمائندوں سے پُر ہوں گی جن میں ایک کانگریس کا پسند کردہ مسلمان بھی ہو گا اور یہ کابینہ صرف مرکزی اسمبلی کے سامنے جوابدہ ہو گی جہاں کانگریس کو ایک مسلمان ووٹ کے مقابلہ میں تین ووٹ حاصل ہیں اور مزید یہ کہ وائسرائے ایک آئینی گورنر جنرل ہوں گے اور وہ اپنا حق استرداد استعمال نہیں کر سکتے اور نہ کوئی بیرونی قوت اس کابینہ کے کاموں میں مداخلت کرے گی۔

یہ ظاہر ہے کہ میں اس چیز کو بالکل منظور نہیں کر سکتا کیونکہ اس کو منظور کرنے کے بعد مسلم مطالبہ

اور ہماری منزل پاکستان پر گفتگو کرنے کیلئے کچھ بھی باقی نہیں رہ جاتا۔ جب پنڈت نہرو سے یہ پوچھا گیا اگر مسلم لیگ نے کانگریس کے بر سر اقتدار آنے کے بعد عملی اقدام کیا تو کانگریس کا کیا رویہ ہو گا؟ تو پنڈت نہرو نے کہا کہ "مسلم لیگ کو کچل دیا جائیگا اور اگر کانگریس ناکام رہی تو حکومت ختم ہو جائیگی۔"

پنڈت نہرو لیگ کو کچل دینے کی دھمکی فیلڈ مارشل ویول کے ڈنڈے کے بل بوتے پر دیتے ہیں۔ اگر ذرا بھی ضمیر باقی ہے تو یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اقلیت نے اکثریت کے فرقے میں رکاوٹ ڈالی کیونکہ ہم نے دونوں سکیمیں منظور کر لی تھیں۔ اگرچہ وہ ہمارے اطمینان کے قابل نہ تھیں اور کانگریس نے اپنے ضدی رویہ کی وجہ سے دونوں کو مسترد کر دیا۔ اب سوال یہ ہے کیا حکومت برطانیہ اقلیتوں پر حکومت کرنے کیلئے انگریزی جانوں اور خزانہ کی مدد سے اس اکثریت کو خود اس کی شرائط کے مطابق حکومت دے گی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کا نتیجہ نہایت خطرناک ہو گا۔"

قائداعظمؒ کی ماسٹر تارا سنگھ کو دعوت

۲۳ اگست کو قائداعظمؒ نے اکالی لیڈر ماسٹر تارا سنگھ کو دل کھول کر باتیں کرنے کیلئے دعوت ملاقات دی۔ آپ نے اکالی لیڈر کو یقین دلایا کہ مسلم لیگ سکھ فرقہ سے معقول اور صاف طور سے چلے گی۔

حکومت کے نئے ارکان

۲۴ اگست کو حسب ذیل سرکاری اعلان ہوا کہ ملک معظم نے گورنر جنرل کی ایگزیکٹو کونسل کے موجودہ ارکان کے استعفے منظور کر لئے ہیں اور حسب ذیل اشخاص کو ایگزیکٹو کونسل کا رکن مقرر کیا ہے۔

پنڈت جواہرلال نہرو، سردار ولبھ بھائی پٹیل، ڈاکٹر راجندر پرشاد، محمد آصف علی، سی راج گوپال اچاریہ، سرت چندر بوس، ڈاکٹر جان متھائی، سردار بلدیو سنگھ، سر شفاعت احمد خان، سید علی ظہیر، ہرمزجی بھابھا، دو مسلم ممبروں کا تقرر بعد میں کیا جائے گا۔ عارضی حکومت یکم ستمبر سے عہدے کا چارج لے گی۔

مسلم لیگ کی نشستیں

۲۴ اگست کو عارضی حکومت ہندوؤں کے حوالے کرنے کے بعد لارڈ ویول نے آل انڈیا ریڈیو سے جو تقریر نشر کی۔ اس کا بڑا حصہ تو مسلم لیگ کی شکایات یا اس کے مشوروں سے بھرا پڑا تھا۔ وائسرائے نے کلکتہ کے فساد پر بھی تبصرہ کیا۔ وائسرائے کی تقریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ہندوؤں کے ہاتھوں حکومت کی باگ ڈور سونپنے پر خود بھی شرمندہ تھے مگر انہوں نے اس شرمندگی کو چھپانے کی ہر امکانی کوشش کی اور مسلم لیگ کی حکومت میں عدم شرکت کی ذمہ داری نہ خود اٹھائی اور نہ اس کو کانگریس کی عیاری ثابت ہونے دیا

بلکہ یہ تمام ذمہ داری مسلم لیگ کے سر تھوپی۔

وائسرائے نے حکومت کے مخالفوں یعنی مسلمانوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا "اگرچہ ۱۴ میں سے ۵ نشستیں مسلم لیگ کو دی جارہی تھیں اور یہ بھی یقین دلایا گیا تھا کہ دستور سازی کا کام مقررہ حدود کے اندر ہوگا اور نئی حکومت موجودہ آئینی حکومت کے دائرے میں قائم ہو گی مگر افسوس کہ مسلم لیگ کا تعاون حاصل نہ ہو سکا۔

انہوں نے کہا کہ میری اور صدر کانگریس کی رائے ہے کہ حکومت میں تمام بڑی جماعتوں کی نمائندگی ہونی چاہئے اور ہم دونوں انتہائی کوشش جاری رکھیں گے کہ مسلم لیگ کا تعاون حاصل ہو جائے اور اس کو پانچ نشستوں کی جو پیشکش کی تھی وہ اب بھی قائم ہے اور جب مسلم لیگ شرکت کا فیصلہ کرے گی حکومت از سر نو مرتب کی جائیگی۔

وائسرائے نے کانگریس کے حکومت کی باگ ڈور سنبھالنے پر خوشی ظاہر کی آخر میں انہوں نے حکومت کے مخالفوں یعنی مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ وہ اشتعال اور تشدد کے راستے پر نہ چلیں کیونکہ اس سے ان کو کوئی فائدہ نہ ہو گا۔

غداری کا نتیجہ ـــــ (سر شفاعت احمد پر حملہ)

۲۵ اگست کو شملہ میں سر شفاعت احمد پر کسی نے چاقو سے حملہ کر دیا۔

سر شفاعت پر حملہ کی خبر سن کر قائد اعظمؒ نے بیگم رحمان کو جو سر شفاعت کی ہمشیرہ ہیں ایک تار دیا جس میں حملہ کی مذمت کی۔

سید علی ظہیر کو گمنام خطوط

سید علی ظہیر کو بھی کئی گمنام خطوط ملے جن میں کہا گیا تھا کہ اگر انہوں نے عارضی حکومت کی رکنیت کو قبول کیا تو خطرناک نتائج بر آمد ہوں گے۔

وائسرائے کی تقریر پر قائد اعظمؒ کی کڑی نکتہ چینی

۲۶ اگست کو قائد اعظمؒ نے وائسرائے کی نشریاتی تقریر پر کڑی نکتہ چینی کرتے ہوئے کہا۔

"وائسرائے کی نشریاتی تقریر نے مسلم لیگ اور مسلم ہندوستان پر ایک ضرب کاری لگائی ہے۔ مگر مجھے یقین ہے کہ مسلمانان ہند اسے پوری ہمت اور استقلال کے ساتھ برداشت کریں گے اور عارضی حکومت اور آئین ساز اسمبلی میں اپنا باعزت اور انصاف کے مطابق مقام حاصل کرنے میں اپنی ناکامی سے سبق

حاصل کریں گے۔

وائسرائے نے جو قدم اٹھایا وہ انتہائی غیر دانش مندانہ اور غیر مدبرانہ ہے اور وہ خطرناک اور نازک ترین نتائج سے مملو ہے۔ انہوں نے تین مسلمانوں کو نامزد کر کے اور مزید دو مسلمانوں کو جن کے ناموں کا اعلان کیا جانا باقی ہے۔ مسلمانوں کو زخم لگانے کے ساتھ ہی ان کی توہین بھی کی ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ انہیں (نامزد کردہ مسلم ممبروں کو) مسلم ہندوستان میں کسی قسم کی وقعت اور اعتماد حاصل نہیں"۔

آپؒ نے پاکستان کے مطالبہ کو دہراتے ہوئے کہا کہ "ہندوستان کے مسئلہ کا واحد حل یہ ہے کہ ہندوستان کو پاکستان اور ہندوستان میں تقسیم کر دیا جائے۔ اس کا مطلب دونوں بڑی قوموں کی صحیح آزادی اور دونوں ریاستوں میں اقلیتوں کیلئے ہر ممکن تحفظ ہے۔ میں پھر اپنے اس سوال کو دہراتا ہوں کہ وائسرائے اور کیبنٹ مشن اپنے ۱۶ جون کے بیان سے جسے قطعی و آخری بتایا گیا تھا اور ۲۰ جون کے خط میں مسلم لیگ کو جن باتوں کا یقین دلایا گیا ان سے کیوں پھر گئے۔ ۱۶ جون اور ۲۲ جولائی کے وقفہ میں کون سی ایسی وجہ تھی جس کے باعث وائسرائے نے اس فارمولا میں اہم تبدیلیاں کرنا ضروری سمجھا۔ نیز ۲۲ جولائی اور ۲۴ اگست کے درمیانی عرصہ میں کونسی ایسی بات ہوئی ہے۔ جس کی بناء پر وہ آگے بڑھے ہیں اور بالجبر ایک پارٹی کی حکومت قائم کر دی ہے۔"

"وائسرائے نے اپنے نشریہ میں کہا ہے کہ میں ان لوگوں سے خطاب کر رہا ہوں جن کا یہ مشورہ تھا کہ اس وقت اور اس طریقہ پر یہ قدم نہیں اٹھانا چاہیے" قائداعظمؒ نے فرمایا کہ "میں بھی ان بد قسمت لوگوں میں سے تھا اور میں اب بھی اس پر قائم ہوں۔"

قائداعظمؒ نے فرمایا کہ "وہ (وائسرائے) ابھی تک یہ راگ الاپ رہے ہیں کہ ہم برطانوی حکومت کی اس خاص پالیسی کے خلاف نہیں کہ ملک معظم کی حکومت ہندوستان کو خود اپنی منزل پر پہنچنے کیلئے آزاد کر کے اپنے مواعید پورے کرے۔ بے شک ہم ہندوستان کے لوگوں کی آزادی کے مخالف نہیں اور ہم نے یہ امر واضح کر دیا ہے کہ مسئلہ ہند کا واحد حل ہندوستان کو پاکستان اور ہندوستان میں تقسیم کرنا ہے۔ جس کا مطلب دونوں بڑی قوموں کیلئے حقیقی آزادی اور اقلیتوں کیلئے دونوں ریاستوں میں ہر ممکنہ تحفظ ہے۔

مشترکہ حکومت قائم کرنے میں اپنی ناکامی سے وائسرائے کو جو صدمہ پہنچا ہے۔ مجھے اس میں ان سے بھی زیادہ رنج ہے۔ مگر میرے رنج کا سرچشمہ مختلف ہے اور اس کے اسباب بھی مختلف ہیں مجھے مسرت ہے کہ وائسرائے یہ سمجھتے ہیں کہ اصل ضرورت مشترکہ حکومت کی ہے جس میں دونوں بڑی جماعتوں کو نمائندگی حاصل ہو اور مجھے اس پر بھی مسرت ہے کہ انہوں نے یہ بات پنڈت جواہرلال نہرو اور کانگریس کی جانب سے بھی کہی ہے کہ ان کی طرح کانگریس کا بھی یہ پکا خیال ہے کہ وہ حکومت میں شامل ہونے کیلئے مسلم لیگ کو ترغیب دینے کی کوشش جاری رکھیں گے۔ وائسرائے نے اپنی نشریاتی تقریر میں کہا ہے کہ جو پیشکش کی گئی ہے وہ ابھی تک قائم ہے میں نہیں سمجھتا کہ وائسرائے کا اس سے کیا مطلب ہے سوائے اس کے

کہ مسلم لیگ کو پانچ نشستیں ملیں گی۔ یہ بالکل مبہم ہیں اور اس کے علاوہ اور کوئی بات صاف طور پر بیان نہیں کی گئی۔ انہوں نے بہت سی دیگر چیزوں کا حوالہ دیا ہے جن کے متعلق اس وقت کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ جہاں تک آئین ساز اسمبلی کا تعلق ہے میں نہیں سمجھتا کہ وائسرائے کا ان الفاظ سے کیا مطلب ہے کہ "میں پھر آپ کو یاد دلاتا ہوں کہ لیگ کو یہ یقین دلایا گیا ہے کہ صوبوں اور گروپوں کا آئین بنانے میں ۱۶ مئی کے بیان میں پیش کردہ طریق کار پر دیانت داری کے ساتھ عمل کیا جائے گا۔ طریق کار نہیں بلکہ بنیادی اور اساسی چیز" سوال یہ ہے کہ کیا اسے کسی طرح بھی تبدیل کیا جاسکتا ہے؟ پھر آگے چل کر وہ (یعنی وائسرائے) کہتے ہیں کہ ۱۶ مئی کے بیان میں پیرا نمبر ۱۵ میں آئین ساز اسمبلی کے لئے جو بنیادی اصول تجویز کئے گئے ہیں اس میں تبدیلی کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوسکتا پھر وہ کسی کی آواز پر عمل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ کانگریس اس بات پر رضامند ہونے کے لئے تیار ہے کہ کسی قسم کے نزاع یا الفاظ کی ترجمانی کو فیڈرل کورٹ میں پیش کیا جاسکتا ہے۔

لیکن ہم ان شرائط اور بنیادی اصولوں پر جو ۱۶ مئی کے بیان میں تجویز کئے گئے ہیں کس طرح سمجھوتہ ہونے کی توقع کرسکتے ہیں جبکہ ایک پارٹی مشن کے ۱۶ مئی کے مستند بیان میں پیش کردہ شرائط اور اصولوں کے معنی دوسرے لے رہی ہو اور دوسری پارٹی اس کا دوسرا مطلب لیتی ہو جو ۲۵ مئی کے بیان کے زیادہ مطابق ہو۔ لیکن وہ صفائی کے ساتھ کہتے ہیں کہ کسی قسم کے جھگڑے اور (غلط) ترجمانی کو فیڈرل کورٹ میں پیش کیا جاسکتا ہے۔ اس کے متعلق اول تو یہ ہے کہ ایسے جھگڑے کو فیڈرل کورٹ میں پیش کرنے کے بارے میں کوئی دفعہ نہیں رکھی گئی ہے اور دوسرے یہ کہ دونوں جماعتیں ابتداہی میں اہم بنیادی اختلاف رکھتی ہیں اور بنیادی شرائط کی مختلف ترجمانی کرتی ہیں۔

کیا ہم ان جھگڑوں کو اور مقدمات کو فیڈرل کورٹ میں لے جاکر آئین ساز اسمبلی کی کارروائیوں کی ابتداء کریں گے کیا اس جذبے کے تحت اس برکوچک کے ۴۰ کروڑ انسانوں کیلئے مستقبل کا آئین وضع کیا جائے گا؟"

قائداعظمؒ نے مزید فرمایا کہ "اگر وائسرائے کی اپیل خلوص پر مبنی ہے اور وہ سچے دل سے ایسا چاہتے ہیں تو انہیں اسے اپنے عمل سے ثابت کرنا چاہئے۔"

سنٹرل کمیٹی آف ایکشن

۲۷ اگست کو قائداعظمؒ نے آئندہ سال کیلئے حسب ذیل حضرات پر مشتمل کمیٹی آف ایکشن نامزد فرمائی۔

"مسٹر لیاقت علی خان، مسٹر محمد اسمٰعیل خان، خواجہ ناظم الدین، سردار عبدالرب نشتر، مسٹر عبدالمتین چوہدری، حاجی عبدالستار اسحاق سیٹھ، میاں ممتاز دولتانہ۔

مسٹر لیاقت علی خان کمیٹی کے کنوینر اور مسٹر اسمٰعیل خاں کمیٹی کے صدر ہوں گے "۔

تجدید عہد

۲۹ اگست کو قائد اعظمؒ نے عیدالفطر کے موقع پر اسلامیان ہند کے نام ایک پیغام میں کہا۔

"اس مبارک اور سعید موقع پر میں تمام مسلمانوں کو تہ دل سے "عید مبارک" کا ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں اور ان کی عظمت و اقبال مندی کیلئے دست بہ دعا ہوں۔ رمضان کا یہ پاکیزہ مہینہ جسے تمام مسلمانوں نے کمال استقلال اور خود اعتمادی کے ساتھ گزارا، ختم ہو گیا ہے۔ یہ مبارک مہینہ بجائے خود علم و معارف کا سرچشمہ ہے اور مسلمانوں کو ایک بصیرت افروز پیام دیتا ہے کہ سخت کوشی، رنج و محن، صعوبتوں اور قربانیوں کے بغیر کوئی شخص اپنی منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتا ہے۔ یہ مبارک مہینہ اسلامیان ہند کو نظم و ضبط کا ایک زبردست درس دیتا ہے۔ اب ہمیں حقائق پر نظر ڈالنی ہے اور میں تمام مسلمانوں سے استدعا کروں گا کہ وہ ایک منظم، باعزت اور تربیت یافتہ قوم کی طرح اپنی تمام قوتوں کو ایک مرکز پر جمع کریں۔ مصیبتیں جھیلنے اور قربانیاں دیکر اپنے راستہ سے تمام رکاوٹیں دور کریں اس کے سوا آزادی کی اور کوئی شاہراہ نہیں ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آج اس مبارک موقع پر تمام اسلامیان ہند مرد، عورتیں، بوڑھے، جوان اور بچے ایک تربیت یافتہ سپاہی کی طرح پوری مستعدی کے ساتھ زندگی کے تمام تعلیمی، معاشی، معاشرتی اور سیاسی شعبوں میں کام کرنے کا عہد کریں تاکہ دس کروڑ مسلمانوں کی اس زندہ جاوید قوم کو اپنے درخشندہ ماضی اور تاریخی روایات کے مطابق عظمت و سربلندی حاصل ہو۔

آج ہمارے سیاسی افق پر تاریکی چھائی ہوئی ہے۔ سلطنت برطانیہ اور وائسریگل لاج کی کارروائیاں صیغہ راز میں ہیں۔ ہمیں بدنام کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ہمارے حق نمائندگی کو مسخ کیا گیا ہے۔ ہمیں ہر طرف سے دھمکیاں دی جارہی ہیں۔ وائسرائے نے متشددانہ طرز عمل اختیار کیا ہے اور مسلم لیگ کو نظر انداز کر دیا ہے۔ مسلم لیگ کو مورد الزام بنانے کیلئے نہایت وسیع پیمانے پر ایسا پروپیگنڈہ کیا جارہا ہے جس کو انصاف پسندی اور صداقت سے ذرہ بھر بھی تعلق نہیں ہے۔ حکومت برطانیہ کے ارباب حل و عقد اور جناب وائسرائے نے کانگریس کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے ہیں اور اب ان کیلئے کھلے الفاظ میں صرف اعلان کرنا باقی رہ گیا ہے کہ ہم سب ذمہ داریوں سے دستکش ہو چکے ہیں اور اس ملک کی حکومت اونچی ذات کے ہندوؤں کو سونپنے والے ہیں۔ برطانوی عوام الناس محض تاریکی میں ہیں اور پارلیمینٹ کو تفریح و تفنن میں مصروف کر دیا ہے۔ ہمارے لئے نہایت نازک اور خطرناک حالات پیدا ہو چکے ہیں۔ ہمیں ان نامساعد حالات کا ایک منظم اور متحد قوم کی طرح مقابلہ کرنا ہے اور کامیابی حاصل کرنی ہے۔ میں کامل یقین کیساتھ کہتا ہوں کہ اگر ہم دس کروڑ مسلمان متحد و منظم ہو جائیں تو ہمارے مخالفین کی تمام سازشیں اور تدبیریں بری طرح ناکام ہونگی اور ہم اس جدوجہد میں فتحیاب ہوں گے۔ ہم پاکستان حاصل کر کے

رہیں گے۔ کیونکہ ہماری مشکلات کا واحد حل پاکستان ہے اور اس کے بغیر ہم نیست و نابود ہو جائیں گے۔

ہم نے دلائل پیش کئے' اسباب و علل بیان کئے۔ ہم نے رواداری سے درخواستیں کیں اور انہیں حتی الامکان مراعات دیں لیکن بے سود۔ اب ہمارے سامنے ایک صبر آزما جدوجہد ہے اور ہمیں نہایت تہوّر و استقلال اور بلند حوصلگی سے مقابلہ کرنا چاہئے۔ یہ مقابلہ نظم و ضبط کے ساتھ کیا جائے گا۔ ہمیں اپنی پسپائی اور ناکامی سے مایوس نہیں ہونا چاہئے اور نہ ہی اپنی فتح یابی پر مغرور ہونا چاہئے۔

ہمارے مطالبات حق و انصاف پر مبنی ہیں اس لئے ہم کبھی خاسر و ناکام نہیں ہو سکتے۔ میں ہر مسلمان سے استدعا کرتا ہوں کہ ایسے نازک موقعہ پر قطعی طور پر مسلم لیگ میں شامل ہو جائیں۔ ہماری صفوں میں کسی قسم کی باہمی ناراضگی اور مخاصمت نہیں ہونی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے اور ہم ضرور کامیاب ہوں گے۔"

شرارت آمیز انحراف

"حضرات! کل کے پیغام میں عید الفطر کے اس مبارک موقعہ پر آپ کی خدمت میں "عید مبارک" کا ہدیۂ تبریک پیش کر چکا ہوں۔ بلاشبہ اسلامی دنیا کیلئے آج کا دن مسرت و شادمانی کا دن ہے۔ لیکن ہم حقائق سے چشم پوشی نہیں کر سکتے۔ آج ہمارے سروں پر سیاہ بادل کا ایک ٹکڑا منڈلا رہا ہے۔ ایسے نازک حالات میں اسلامیان ہند سے درخواست کروں گا کہ وہ آنے والے خطرات کو محسوس کریں اور اپنے اختلافات کو بھول جائیں۔ شانہ سے شانہ ملا کر سارے ملک میں متحد و منظم ہو جائیں۔ اس موقع پر خصوصیت کے ساتھ میں جمعیت العلماء ہند' مجلس احرار اور مسلم مجلس سے اپیل کرتا ہوں کہ اسلام کی فلاح و سربلندی کی خاطر متحد ہو جائیں اور مسلم لیگ کے پرچم تلے جمع ہو جائیں۔

ہمارے مخالفین اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ ہم میں اتنی قوت و طاقت نہیں ہے کہ مردانہ وار حالات کا مقابلہ کر سکیں گے۔ ہمیں یہ غلط فہمی دور کرنی ہے اور انہیں احساس دلانا ہے کہ انہوں نے اسلامیان ہند کے عزم و استقلال کا کتنا غلط اندازہ لگایا تھا۔ مجھے کامل یقین ہے کہ اگر ہم متحد و منظم ہو کر مقابلہ کیلئے کمربستہ ہو جائیں تو مخالفین کی تمام طاغوتی سازشوں کو بری طرح ناکام بنا دیں گے۔ ہمارے مطالبات حق و انصاف پر مبنی ہوں اور خدا ہمارے ساتھ ہے۔ دس کروڑ مسلمانوں کی زندہ جاوید قوم مٹائی نہیں جا سکتی۔ خواہ ہمیں کتنی ہی مصیبتوں اور آزمائشوں سے گزرنا پڑے۔ ہم پاکستان حاصل کر کے رہیں گے۔ پاکستان کے بغیر مسلمانان ہند تباہ و برباد ہو جائیں گے۔

مسلم ہندوستان کو حکومت برطانیہ کی بد عہدیوں اور وعدہ خلافیوں نے ورطۂ استعجاب میں ڈال دیا ہے۔ ہم نے اگست ۱۹۴۰ء کے اعلان کے ماتحت ان سے یہ وعدہ لے لیا تھا کہ جب تک ہندوستان کی بڑی سیاسی جماعتوں اور قومی زندگی کے دوسرے اہم عناصر میں کوئی سمجھوتہ نہ ہو جائے۔ حکومت کے اختیارات

کسی ایک پارٹی کے نام منتقل نہیں کئے جائیں گے۔ اس اعلان میں یہ بھی تحریر ہے کہ جب تک ہندو مسلم سمجھوتہ نہیں ہو گا۔ ہندوستان کیلئے کوئی نیا آئین تشکیل نہیں دیا جائیگا۔ نہ صرف یہ بلکہ جب تک ملک کے قومی زندگی کے اہم عناصر آپس میں کوئی سمجھوتہ نہ کر لیں۔ نیا دستور مرتب کرنے کی مشینری بھی معرض وجود میں نہیں آسکتی لیکن آج حکومت برطانیہ نے اس صاف اور واضح اعلان کے پرزے پرزے کر دیئے ہیں۔

اس میں شبہ نہیں کہ اسلامیان ہند اور مسلم لیگ کو یہ زبردست دھکا دیا گیا ہے۔ مجھے کامل یقین ہے کہ ہم اسی مستعدی سے آگے بڑھتے جائیں گے۔ ہمارے راستہ میں کوئی چیز مزاحم نہیں ہو سکتی اور نہ کوئی چیز ہمیں اپنے نصب العین سے منحرف کر سکتی ہے۔ ہم تمام رکاوٹوں کا مقابلہ کریں گے، مصائب جھیلیں گے، یہاں تک کہ آگ کے شعلوں کو بھی پار کر کے آگے نکل جائیں گے۔ راستہ میں ہمیں ناکامیوں سے دوچار ہونا پڑے گا ہمیں نقصانات بھی برداشت کرنا پڑیں گے۔ لیکن کوئی چیز ہمارے راستہ میں حائل نہ ہوگی۔ کوئی چیز ہمیں مغلوب نہ کر سکے گی۔"

قائداعظمؒ نے وائسرائے کی اس تقریر کا حوالہ دیتے ہوئے جو انہوں نے عبوری حکومت کے سلسلہ میں ۲۴ اگست کو دہلی سے نشر کی تھی فرمایا "بعض لوگوں نے جب اسے ریڈیو پر سنا تو بہت متاثر ہو گئے تھے لیکن جب وہی چیز اخبارات میں شائع ہوئی اور اس پر غور و خوض کیا گیا تو اس کی اصلیت کھل گئی۔ بلاشبہ تقریر کے الفاظ بہت چالاکی سے مرتب کئے ہوئے تھے، وائسرائے نے اپنا وعدہ ایفا نہ کر کے اور اس کے ساتھ مسلم لیگ کو نظرانداز کر کے دوہری بدعہدی کا ثبوت دیا۔ میں نہیں جانتا کہ برطانوی حکومت یا لیبر پارٹی اصل حالات سے واقف ہے یا نہیں۔ لیکن مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ برطانوی عوام اور برطانوی پریس کو حقائق سے تاریکی میں رکھنے کیلئے درپردہ کوئی تحریک کام کر رہی ہے۔ وائسرائے کا طرز عمل ۱۹۴۰ء کے اعلان سے ایک شرارت آمیز انحراف ہے۔ یہ اعلان برطانوی حکومت نے تیار کیا تھا اور اس کی ترتیب میں لیبر پارٹی بھی شریک تھی۔

آج کانگریس خوش ہے کہ اس کی دلی مراد پوری ہو گئی اور مسلم لیگ کو نظرانداز کرانے میں کامیاب ہو گئی۔ اگر برطانوی حکومت کانگریس کو حکومت سونپ کر خوش ہے اور اس سے سودابازی کی متمنی ہے تو ہم بھی خوش ہیں۔ ہم اس کا مقابلہ کرنے کیلئے تیار ہیں۔"

یوم سیاہ

۳۰ اگست کو امینِ ملت لیاقت علی خان نے پریس کو بیان دیتے ہوئے کہا۔

"ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قائداعظمؒ کے انتباہ اور مسلمانوں کی مخالفت کے باوجود عارضی حکومت عالم وجود میں آرہی ہے۔ حکومت برطانیہ کا یہ اقدام نہایت خطرناک ہے۔ ۲ ستمبر کو ایسی حکومت قائم کرنے

کا انجام خطرناک ہو گا۔ یہ دن ہندوستان کی تاریخ کا منحوس دن ہو گا۔ چونکہ یہ مسلمانوں اور دوسری اقلیتوں کے لئے صدمہ کا دن ہوگا۔اس لئے مسلمان اس دن اپنے کاروباری مقامات کے علاوہ اپنے مکانوں پر بھی سیاہ جھنڈے لہرائیں۔"

چرچل جناح مراسلت

۳۱ اگست کو قائداعظمؒ نے مائر مائیکل فوٹ کے اس مضمون کی تردید فرمائی۔ جس میں موصوف نے لیبر پارٹی کے سرکاری آرگن "ڈیلی ہیرلڈ" میں لکھا تھا کہ "مسٹر جناح اور چرچل کے درمیان خط و کتابت ہو رہی ہے۔"

آپؒ نے فرمایا "میں نے ۶ جولائی کو وزیر اعظم اٹیلی کو ایک خط لکھا تھا ۲۵ اور ۲۹ جون کے بیانات اور دوسرا مواد بھی روانہ کیا تھا۔ اسی قسم کا ایک خط مسٹر چرچل کو بھی لکھا تھا چونکہ معاملہ پارلیمینٹ کے سامنے پیش کئے جانے کا امکان تھا۔"

پنجاب مسلم لیگ

۲ ستمبر کو پنجاب مسلم لیگ کی عاملہ نے فیصلہ کیا کہ مسلمان عارضی حکومت کے احکام پر عمل نہ کریں اور قائداعظمؒ سے درخواست کی ہے کہ وہ اسی بنیاد پر عملی اقدام کی سکیم مرتب کریں۔ دوسری تجویز میں صدر مسلم لیگ سے کہا گیا کہ وہ ایک ایسا آدمی نامزد کریں جو ان کی گرفتاری کے بعد صدارت کے فرائض انجام دے۔

مسٹر فضل الحق

۳ ستمبر کو مسٹر اے کے فضل الحق غیر مشروط طور پر مسلم لیگ میں شامل ہو گئے۔ قائداعظمؒ نے موصوف پر جو پانچ سال کے لئے پابندیاں لگائی تھیں۔ ۸ ستمبر کو اپنے اختیارات خصوصی سے ہٹالیں۔

تعمیری حل

۱۱ ستمبر کو قائداعظمؒ نے انگریزی نامہ نگار مسٹر جے ہنسی سے گفتگو کرتے ہوئے کہا۔

"خونریزی میرے نزدیک ایک آخری حربہ ہے۔ خونریزی سے بچنے اور بہتر حالت پیدا کرنے کے لئے جس میں دو قومیں دوست اور ہمسایہ کی طرح رہ سکیں میں اپنا تعمیری حل پاکستان پیش کرتا ہوں۔"

قائداعظمؒ نے فرمایا " میں نے عارضی حکومت سے انکار نہیں کیا حالات کے مدنظر ضروری ہے کہ

زیر بحث مسائل پر ایک واضح اور صاف بیان دیا جائے۔ ہندو اور مسلمانوں کے درمیان تعطل دور کرنے کا واحد راستہ یہ ہے کہ برطانیہ پاکستان کے حق میں واضح اعلان کر دے اور اسے فوراً عملی جامہ پہنانے کی ذمہ داری قبول کرے۔"

جنوبی افریقہ سے مبارکباد

۱۱ ستمبر کو قائداعظمؒ کو "انجمن خیر خواہان جنوبی افریقہ" کی جانب سے ایک بحری تار موصول ہوا جس میں لکھا تھا "ہم جنوبی افریقہ کے مسلمان آپ کو تہ دل سے مبارکباد دیتے ہیں اور آپ کی اور لیگ کی دلیرانہ روش جو اس نے خطرناک اور نازک دور میں اختیار کی ہے اس کی تائید کرتے ہیں ہم انشاءاللہ کبھی مایوس نہیں ہوں گے بلکہ اس جنگ میں فتح حاصل کریں گے۔ اگرچہ سیاہ بادل چھائے ہوئے ہیں مگر ساتھ ہی ساتھ روشنی کی کرن بھی موجود ہے۔

"اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد"

لارڈ ویول کی دعوت

۱۲ ستمبر کو قائداعظمؒ نے پریس والوں سے کہا کہ "وائسرائے نے انہیں ملاقات کی دعوت دیتے ہوئے کہا ہے "کہ آپ اپنی سہولتوں کے مدنظر جلد ہی دہلی تشریف لا کر مجھ سے ملیں۔" قائداعظمؒ نے فرمایا "میں نے دعوت قبول کر لی ہے۔"

مجلس عمل کی ہدایت پر صدر پنجاب مسلم لیگ خان افتخار حسین خان آف ممدوٹ آج سہ پہر کو قائداعظمؒ سے ملنے بمبئی تشریف لائے۔

وائسرائے سے قائداعظمؒ کی ملاقات

۱۶ ستمبر کو قائداعظمؒ نے ۷۵ منٹ تک وائسرائے سے ملاقات کی۔ ملاقات کے بعد قائداعظمؒ نے نامہ نگاروں سے فرمایا "میں وائسرائے سے پھر ملوں گا مگر ابھی یہ نہیں بتا سکتا کہ کب؟"

قائداعظمؒ کی موٹر جب ۵ بجے وائسرائے ہاؤس پہنچی تو ہزاروں مسلمانوں نے اپنے محبوب قائد کو دیکھ فلک شگاف نعرے لگائے۔

۱۸ ستمبر کو حکومت ہند کے مشیر آئین سر راؤ نے قائداعظمؒ سے ملاقات کی۔

۲۵ ستمبر کو دوبارہ قائداعظمؒ وائسرائے سے ملے۔ یہ ملاقات پونے دو گھنٹہ تک رہی۔ قائداعظمؒ نے منتظر نامہ نگاروں سے فرمایا "ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا۔"

اچھوتوں کے وفد کی قائداعظمؒ سے درخواست

۲۵ ستمبر کو پست اقوام فیڈریشن کے ایک وفد نے قائداعظمؒ سے ملاقات کی۔ اس وفد نے قائداعظمؒ سے درخواست کی کہ وہ ان کا معاملہ بھی وائسرائے کے سامنے پیش کریں۔

لیگ کانگریس سمجھوتے کیلئے نواب بھوپال کی دوڑ دھوپ

۳۰ ستمبر کو نواب صاحب بھوپال صدر ایوان والیان ریاست قائداعظمؒ سے ملے۔ آپ کوشش کر رہے ہیں کہ لیگ اور کانگریس میں سمجھوتہ ہو جائے۔

۵ اکتوبر کو نواب صاحب بھوپال نے قائداعظمؒ اور مسٹر نہرو کو دوپہر کے کھانے پر مدعو کیا۔ وہاں مسٹر نہرو اور قائداعظمؒ میں ساڑھے تین گھنٹے تک ملاقات ہوئی۔ مسٹر نہرو کے جانے کے بعد قائداعظمؒ نے نواب صاحب سے مزید گفتگو فرمائی۔

آل انڈیا مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی کا اجلاس

۷ اکتوبر کو آل انڈیا مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کا اجلاس ہوا۔ اس اجلاس کے بارے میں میاں افتخار الدین صاحب نے فرمایا "یہ فیصلہ مسلمانان ہند کی تاریخ میں سب سے اہم فیصلہ ہو گا"

مسٹر گاندھی کی دعا

۷ اکتوبر کو مسٹر گاندھی نے "مرن بھرت" کی وجہ سے "پرارتھنا سبھا" میں تقریر نہیں کی بلکہ ان کی تقریر پڑھی گئی جس میں لکھا تھا کہ "پنڈت نہرو اور مسٹر جناح کی ملاقاتیں جاری ہیں۔ امید ہے مسلم لیگ عارضی حکومت میں شریک ہو جائے گی۔ سب کو دعا کرنی چاہئے کہ اس دفعہ کانگریس اور لیگ کا اتحاد اس سے زیادہ گہرا ہو جیسا کہ ۱۹۱۶ء میں ہو لتھا"

۸ اکتوبر کو صبح پونے گیارہ بجے پھر لیگ عاملہ کا جلسہ ہوا۔

مسٹر گاندھی کی مایوسی

۸ اکتوبر کو مسٹر گاندھی نے اپنی "پرارتھنا سبھا" میں کہا "اگر لیگ کانگریس کا سمجھوتہ نہ ہوا تو پھر جو کچھ ہو گا۔ اس کا مقابلہ کرنے کیلئے تیار رہنا چاہئے" اس پر بھی انہوں نے سمجھوتہ کیلئے دعا کرنے کی اپیل

نواب صاحب بھوپال کی سرگرمیاں

۱۸ اکتوبر کی صبح نواب صاحب مسٹر گاندھی سے ملے۔ پھر قائداعظمؒ کے پاس آئے۔ وہاں سے پھر کانگریسی لیڈروں کے جلسے میں آئے۔ وہاں سے پھر آپ قائداعظمؒ کو ملنے گئے۔ حالانکہ قائداعظمؒ مجلس عاملہ کے اجلاس میں شریک تھے۔ مگر آپ نے جلسہ ملتوی کر دیا اور نواب صاحب سے ملے۔ اس کے بعد نواب صاحب کانگریسی ہندوؤں کے جلسے میں گئے۔ وہاں سے پھر قائداعظمؒ کے پاس آئے۔

عراقی لیڈر کا قائداعظمؒ کو تار

۱۵ اکتوبر کو عراقی ایوان مندوبین کے نائب صدر مسٹر مضل الدین النقیب نے قائداعظمؒ کی خدمت میں ایک تار روانہ کیا جس میں لکھا تھا۔

"مسٹر ٹرومین کے نامنصفانہ بیانات، فلسطین کے معاملات میں غیر ضروری مداخلتیں اور صیہونیت کی موافقت سے عرب اقوام میں سخت نفرت اور شورش پیدا ہوئی ہے۔"

قائداعظمؒ کا جواب

"آپ کا تار ملا میں صدر ٹرومین کی تازہ تجاویز کی مذمت میں آپ کا شریک ہوں۔ جو انتہائی غیر منصفانہ اور اخلاق کے تمام اصولوں کے خلاف ہیں۔ مسلم ہندوستان فلسطین کے عربوں کی قومی جدوجہد کی پوری تائید کرتا ہے۔"

عارضی حکومت میں مسلم لیگ کی شرکت

۱۵ اکتوبر کو لیگ عاملہ کا جلسہ ساڑھے چھ بجے شروع ہوا۔ ۸ بجے ختم ہوا۔ اجلاس کے خاتمہ پر مسٹر لیاقت علی خانؒ نے پریس والوں سے کہا کہ "لیگ نے عارضی حکومت میں شرکت کا فیصلہ کر لیا ہے اور پانچ ناموں کی فہرست وائسرائے کو روانہ کر دی ہے۔" مسٹر لیاقت علی خانؒ کے اس اعلان کے چند منٹ بعد سرکاری طور پر عارضی حکومت کے نئے ارکان کا اعلان کر دیا گیا۔

اعلان میں کہا گیا کہ مسلم لیگ نے عارضی حکومت میں شرکت کا فیصلہ کر لیا ہے اور ملک معظم نے حسب ذیل اصحاب کو عارضی حکومت کا رکن بنانے میں مسرت محسوس کی ہے۔

(۱) مسٹر لیاقت علی خان (۲) مسٹر اسمٰعیل ابراہیم چندریگر (۳) سردار عبدالرب نشتر (۴) غضنفر علی خان (۵) مسٹر جوگندر ناتھ منڈل۔

عارضی حکومت کی نئی ترتیب کے تحت حسب ذیل افراد نے استعفے دے دیئے۔

(۱) مسٹر سرت چندر بوس (۲) سر شفاعت احمد خان (۳) سید علی ظہیر۔

لندن کے سرکاری اور سیاسی حلقوں نے مسلم لیگ کی عارضی حکومت میں شرکت پر مسرت کا اظہار کیا مگر خود قائداعظمؒ کے علیحدہ رہنے پر اظہار مایوسی کیا۔

قائداعظمؒ، نہرو خط و کتابت

۱۶ اکتوبر کو قائداعظمؒ نے وہ تمام خط و کتابت پریس کے حوالے کر دی جو ان میں اور مسٹر نہرو میں عارضی حکومت کے مسئلہ پر ہوئی تھی۔ خط و کتابت پریس کو دیتے ہوئے قائداعظمؒ نے فرمایا۔

"پریس نے کافی حد تک سٹے بازی کی اور غلط قسم کی خبریں لیگ اور کانگریس گفتگو اور اس کے ٹوٹنے کے سلسلہ میں شائع کیں اس لئے مجھ میں اور مسٹر نہرو میں یہ بات طے ہوئی ہے کہ عوام کے سامنے صحیح حقائق پیش کرنے کیلئے وہ مراسلت جو ہمارے درمیان ہوئی ہے شائع کر دی جائے۔"

پنڈت نہرو کا خط

پنڈت جواہرلال نہرو نے حسب ذیل خط مسٹر جناح کے نام ۶ اکتوبر ۱۹۴۶ء کو لکھا تھا۔

(بصیغۂ راز)

"ہم نے جن مسائل پر گفتگو کی تھی اور لیگ و کانگریس میں امکان مفاہمت کے متعلق میں نے اپنے بعض ساتھیوں سے مشورہ کیا ہے ہم سب اس پر متفق ہیں کہ ملک کیلئے اتنی مسرت انگیز اور اچھی بات کوئی نہ ہوگی جس قدر یہ کہ یہ دونوں جماعتیں پھر دوستوں کی طرح ملیں اور بغیر کسی قسم کے ذہنی عناد کے اپنے اختلافات کو باہمی مشورہ سے طے کرنے کا عزم کر لیں اور وائسرائے کے ذریعہ یا کسی دوسرے کے ذریعہ برطانوی حکومت یا کسی بیرونی طاقت کو مداخلت کا موقع نہ دیں اور نہ کبھی اس کی خواہش کریں۔ اس لئے ہم لیگ کے عارضی حکومت میں شرکت کرنے اور سارے ہندوستان کی طرف سے متحدہ ٹیم کی طرح کام کرنے کے فیصلہ کا خیر مقدم کریں گے۔

کل آپ نے ہماری گفتگو کے درمیان جو نکات پیش کئے تھے وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) گاندھی جی نے آپ کو جس فارمولا کا مشورہ دیا۔

(۲) لیگ ان موجودہ ارکان کی ذمہ دار نہیں جو پست اقوام اور دوسری اقلیتوں کی نمائندگی کر رہے ہیں۔

(۳) پست اقوام کے علاوہ دوسری اقلیتوں کی نمائندگی کرنے والے ارکان کی کوئی جگہ خالی ہو تو کیا یا جائے؟

(۴) ان سوالات پر جو بڑے فرقہ وارانہ مسائل قرار پائیں۔ کیا طریقہ اختیار کرنا چاہئے ـــــ اور
(۵) نائب صدر کا یکے بعد دیگرے ہونا۔

نمبر ایک کی بابت ہم محسوس کرتے ہیں کہ فارمولا خوش آئند الفاظ میں مرتب نہیں کیا گیا ہے۔ ہم انتخابات کے نتائج کی بنا پر مسلم لیگ کو مسلم ہندوستان کی بہت بڑی اکثریت کا ذمہ دار اور نمائندہ ادارہ تسلیم کرنے کیلئے تیار ہیں اور چونکہ ایسا ہے اس لئے جمہوری اصولوں کے مطابق یہ کہ اسے مسلم ہندوستان کی نمائندگی کا ناقابل اعتراض حق حاصل ہے۔ بشرطیکہ اسی قسم کے اسباب کی بنا پر لیگ یہ تسلیم کرے کہ کانگریس تمام غیر مسلموں اور ان مسلمانوں کی جنہوں نے اپنی طاقت کانگریس کے ساتھ لگا دی ہے ذمہ دار نمائندہ جماعت ہے۔ کانگریس جن لوگوں کو اپنے ممبروں میں سے اپنا نمائندہ چننا چاہے ان کے سلسلہ میں اپنے اوپر کوئی پابندی یا حد قبول نہیں کر سکتی۔ اس لئے ہم یہ مشورہ دیں گے کہ کسی فارمولا کی ضرورت نہیں، ہر جماعت اپنے استحقاق پر قائم رہ سکتی ہے۔

نمبر ۲ کی بابت مجھے یہ کہنا ہے کہ لیگ کے ذمہ دار ہونے کا سوال نہیں پیدا ہوتا چونکہ آپ اس سلسلہ میں حکومت کی موجودہ ترتیب پر معترض نہیں ہیں اس لئے کوئی گتھی نہیں سلجھانی ہے۔

نمبر ۳ کی بابت میں یہ کہوں گا کہ جب کوئی ایسی جگہ خالی ہو گی تو پوری کابینہ اس پر غور کرے گی کہ اسے کیونکر پُر کیا جائے اور اسی کے مطابق وائسرائے کو مشورہ دے گی۔ ان اقلیتوں کی نمائندگی کے سلسلہ میں لیگ سے مشورہ کے حق کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔

نمبر ۴ کی بابت آپ کا مشورہ وفاقی عدالت کے سلسلہ میں قابل عمل نہیں ہے۔ کابینہ کے سامنے آنے والے سوالات عدالت کے حوالے نہیں کئے جا سکتے۔ ہمیں ایسے تمام مسائل اپنے درمیان ہی طے کرنے چاہئیں اور متفقہ فیصلہ کابینہ کے سامنے لانا چاہئے متفقہ فیصلہ تک پہنچنے میں ناکامی کی صورت میں ہمیں اپنی پسند کی ثالثی قبول کرنی چاہئے پھر بھی ہمیں امید ہے کہ ہم ایسے باہمی اعتماد، تحمل اور دوستی سے کام کریں گے کہ اس قسم کی ثالثی تک جانے کا کوئی موقع نہیں آئے گا۔

نمبر ۵ کی بابت یہ کہ نائب صدارت کیلئے کسی چکر اور دور کی بات بیکار ہے۔ ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو گا کہ آپ کابینہ کی باہمی تعلق کار کمیٹی کیلئے ایک مزید وائس چیئرمین رکھنا چاہیں تو رکھ لیں اس کے ساتھ ہی مسلم لیگ دستور ساز اسمبلی کی شرکت کا فیصلہ بھی کرے گی یا اس کی سفارش لیگ کونسل سے کرے گی۔

مجھے اس کے ذکر کرنے کی شاید ضرورت نہیں کہ جب ہم کسی سمجھوتے پر پہنچیں گے تو وہ باہمی اتفاق رائے ہی سے ہو گا، اس کے برعکس نہیں۔

قائداعظمؒ کا جواب

مسٹر جناح نے ۷ اکتوبر کو حسب ذیل خط پنڈت جواہر لال نہرو کو جواب میں بھیجا۔

"مجھے آپ کا خط مورخہ ٦ ماہ حال ملا اور اس کا شکریہ ادا کرتا ہوں میں آپ کے خط کے پیراگراف ایک میں درج شدہ آپ کے جذبات کی قدر کرتا ہوں۔

آپ کے خط کے دوسرے پیراگراف مسئلہ نمبر ۱ کی بابت یہ کہنا ہے کہ یہ فارمولا مسٹر گاندھی نے اور میں نے قبول کر لیا تھا اور اسی کی بنیاد پر ہماری ملاقات کا انتظام کیا گیا تھا تاکہ عارضی حکومت کی ترتیبِ جدید کی غرض سے چند بقیہ نکات طے کرنے کی گفتگو کر سکیں۔

فارمولا حسب ذیل ہے۔

"کانگریس معترض نہیں اور یہ تسلیم کرتی ہے کہ مسلم لیگ ہی اب مسلم ہندوستان کی بہت بڑی اکثریت کی ذمہ دار نمائندہ (جماعت) ہے۔ اس لئے اور جمہوری اصولوں کے مطابق صرف اسی کو مسلم ہندوستان کی نمائندگی کا ناقابل اعتراض حق حاصل ہے۔ مگر کانگریس یہ قبول نہیں کر سکتی کہ وہ اپنے ارکان میں سے اپنی نمائندگی کیلئے جسے چنناپسند کرے اس کی بابت کسی قسم کی پابندی یا روک لگائی جائے"۔

اب یہ کہ آپ نے اپنے زیر جواب خط میں نہ صرف اس میں تبدیلیاں کی ہیں بلکہ آپ کا خیال ہے کہ کسی فارمولا کی ضرورت نہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ میں اس کے الفاظ کی تبدیلی یا کسی اور قسم کی تبدیلی کئے جانے سے اتفاق نہیں کر سکتا کیونکہ دوسرے مسائل پر ہماری گفتگو کی بنیاد یہی (فارمولا) تھا اور نہ مجھے آپ کی اس رائے سے اتفاق ہو سکتا ہے کہ کسی فارمولا کی ضرورت نہیں ہے۔ مسٹر گاندھی نے اس پر دستخط کئے ہیں اور میں نے اسے قبول کر لیا ہے۔

چونکہ دوسرے تمام نکات پر ہماری گفتگو کی بنیاد مسٹر گاندھی کا منظور کردہ یہی فارمولا ہے اس لئے میرے نزدیک ہم اس وقت تک آگے نہیں بڑھ سکتے جب تک آپ اسے وہ بنیاد نہ مان لیں جس سلسلہ میں ہم نے اپنی گفتگو کے درمیان زبانی تبادلہ خیالات کیا ہے اور اب میں ان مختلف نکات کی ایک نقل درج کرتا ہوں جو میں نے آپ کے سامنے تحریری شکل میں رکھے تھے۔

فارمولا کی بابت مسئلہ نمبر ۱ جس کا ذکر میں کر چکا کے علاوہ بقیہ چار مسائل سے بھی آپ کسی کی بابت متفق نہیں ہیں لیکن میں اب بھی اس پر تیار ہوں کہ اگر آپ "فارمولا" قبول کر لیں تو بقیہ مسائل طے کرنے کیلئے ان جذبات کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے، جو آپ نے اپنے پیراگراف نمبر ۱ میں ظاہر کئے ہیں، گفتگو کروں۔

میں مضطرب ہوں کہ ہم غیر ضروری تاخیر کے بغیر خود ہی کسی سمجھوتہ پر پہنچ جائیں۔

ضمیمہ (۹ مسئلے)

(۱) ایگزیکٹو کونسل کے ارکان کی مجموعی تعداد ۱۴ ہو گی

(۲) کانگریس کے چھ نامزد اشخاص میں ایک پست اقوام کا نمائندہ بھی شامل ہو گا۔ مگر یہ نہ سمجھا

جائے کہ مسلم لیگ نے پست اقوام نمائندہ کے انتخاب کو منظور کیا ہے یا اس سے اتفاق کیا ہے۔ اس سلسلہ میں آخری ذمہ داری گورنر جنرل اور وائسرائے کی ہے۔

(۳) کانگریس اپنے حصہ کے بقیہ پانچ ارکان میں اپنی مرضی کا ایک مسلمان شامل نہ کرے۔

(۴) تحفظات۔ (باہمی منظور کردہ) رسم یہ ہوگی کہ بڑے فرقہ وارانہ سوالات کے سلسلہ میں اگر مسلم یا ہندو ارکان کی اکثریت اتفاق نہ کرے تو کوئی فیصلہ نہیں کیا جائے گا۔

(۵) نائب صدر کے سلسلہ میں یہ کہ باری باری سے دونوں بڑے فرقوں کا (نائب صدر) مقرر کیا جائے گا جیسا کہ اتحادی اقوام کانفرنس میں طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔

(۶) اقلیتوں کے نمائندوں سکھ، ہندوستانی عیسائی اور پارسی کے انتخاب میں مسلم لیگ سے کوئی مشورہ نہیں کیا گیا۔ اس لئے یہ نہ خیال کیا جائے کہ مسلم لیگ اس انتخاب کو منظور کرتی ہے۔

لیکن آئندہ موت، استعفےٰ یا کسی اور صورت کی وجہ سے اگر کوئی نشست ان اقلیتوں کے نمائندوں کی خالی ہوگی تو دونوں بڑی جماعتوں کانگریس اور لیگ کے مشورہ سے انتخاب کیا جائے گا۔

(۷) محکمے۔ اہم ترین محکمے دونوں بڑی جماعتوں مسلم لیگ اور کانگریس میں مساوی طور پر تقسیم کئے جائیں۔

(۸) یہ کہ مذکورہ بالا انتظام میں اس وقت تک تبدیلی یا ترمیم نہ ہوگی جب تک دونوں بڑی جماعتیں مسلم لیگ اور کانگریس اتفاق نہ کریں۔

(۹) طویل المدت سکیم کا سوال طے کرنا اس وقت تک ملتوی رہے جب تک زیادہ بہتر اور مناسب فضا پیدا نہ ہو اور مذکورہ بالا نکات پر سمجھوتہ نہ ہو جائے۔ نیز عارضی حکومت دوبارہ ترتیب پا کر قائم نہ ہو جائے۔"

پنڈت نہرو کا دوسرا خط

پنڈت نہرو نے ۸ اکتوبر کو حسب ذیل خط جناح صاحب کو لکھا۔

"مجھے آپ کا خط مورخہ ۷ اکتوبر اس وقت ملا جبکہ میں آپ سے اسی شام کو ملاقات کیلئے بڑودہ ہاؤس جا رہا تھا۔

میں نے اس پر تیزی سے نظر ڈالی اور دیکھ کر پریشان ہوا کہ یہ ہماری اس سے ایک دن قبل کی ملاقات کے موقع پر ظاہر ہونے والے جذبہ سے مختلف تھا اس کے بعد ہم نے ایک دوسرے سے مختلف مسائل پر بحث کی اور بدقسمتی سے ایک دوسرے کو قائل نہ کر سکے۔

واپسی پر میں نے آپ کے خط کو غور سے پڑھا اور اپنے بعض ساتھیوں سے مشورہ کیا وہ بھی نہ صرف خط بلکہ اس کے ساتھ منسلک نکات کی فہرست سے پریشان ہوئے۔ یہ فہرست نہ ہم نے پہلے کبھی دیکھی تھی

اور نہ اس پر غور کیا اور ہماری گفتگو سے بہت کم تعلق رکھتی ہے۔

ہم نے ایک بار پھر سارے معاملہ پر سنجیدگی سے غور کیا ہے اور ہمارا خیال ہے کہ چند تبدیلیوں کے علاوہ جن کو میں بعد میں درج کروں گا ہم اپنی پوزیشن اس سے زیادہ وضاحت سے نہیں پیش کر سکتے کہ جس قدر میرے خط مورخہ ۶؍ اکتوبر میں پیش کی گئی ہے۔

اس لئے میں آپ کو اپنے گزشتہ خط کی طرف توجہ دلاتا ہوں جو ہمارے عام اور مخصوص نقطہ نظر کو پیش کرتا ہے۔

جیسا کہ میں آپ سے کہہ چکا ہوں ' میرے ساتھی اور میں اس فارمولا کو قبول نہیں کرتے جسے گاندھی جی اور آپ نے منظور کیا ہے۔ جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے۔ میری اور آپ کی ملاقات اس فارمولا کی بنیاد پر طے نہیں کی گئی تھی۔ ہم کو اس کا علم ہوا اور ہم اس فارمولا کے مفہوم پر راضی ہو گئے جیسا کہ میں نے اپنے خط مورخہ ۶ اکتوبر میں آپ کو لکھا ہے۔ اس فارمولا میں ایک پیراگراف اور تھا جسے آپ نے اپنے خط میں درج نہیں کیا ہے۔

"یہ سمجھا جاتا ہے کہ عارضی حکومت کے تمام وزراء پورے ہندوستان کی مجموعی بھلائی کیلئے ایک ٹیم کی طرح کام کریں گے اور کسی حالت میں بھی گورنر جنرل کی مداخلت طلب نہیں کریں گے"۔

اگرچہ ہم اب بھی یہی خیال کرتے ہیں کہ فارمولا کے الفاظ کی ترتیب خوش آئند نہیں ہے مگر ہم اس سمجھوتہ کی غرض سے جس کی صادقانہ تمنا ہمیں ہے اسے مکمل حالت میں 'اس پیراگراف سمیت جسے آپ کے خط میں چھوڑ دیا گیا ہے' منظور کرنے کیلئے تیار ہیں۔

ایسی صورت میں مجھے امید ہے کہ آپ اس سے اتفاق کریں گے کہ ہمیں اپنی پوزیشن مزید واضح کر دینی چاہئے۔ بلاشبہ واضح طور پر یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ کانگریس کو اپنے حصہ میں سے ایک مسلمان مقرر کرنے کا اختیار ہے۔ مزید یہ کہ جیسا کہ میں اپنے گزشتہ خط میں لکھ چکا ہوں قوم پرست مسلمانوں اور دوسری چھوٹی اقلیتوں کے سلسلہ میں کانگریس کی پوزیشن پر آپ کو معترض نہیں ہونا چاہئے۔

مسائل ۲' ۳ اور ۴ کی بابت میں اپنے خط مورخہ ۶؍ اکتوبر میں ہم لوگوں کی پوزیشن بیان کر چکا ہوں اور مزید کچھ نہیں کہہ سکتا۔ ہم آپ سے معاملات کیلئے جس قدر آگے بڑھ سکتے تھے' بڑھ چکے اور اس سے زیادہ نہیں بڑھ سکتے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ ہماری پوزیشن کا احساس کریں گے۔

نمبر ۵ (نائب صدارت کا مسئلہ) کی بابت آپ نے کل یہ مشورہ دیا ہے کہ نائب صدر اور قائد ایوان ایک ہی شخص نہ ہوں۔ موجودہ حالت میں اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ قائد ایوان کوئی مسلم لیگی رکن کابینہ ہو۔ ہم اسے قبول کریں گے۔

میں آپ کو یہ خط تمام مسائل پر پوری طرح غور کر کے اور اپنے یہاں موجودہ ساتھیوں سے مشورہ کے بعد لکھ رہا ہوں۔ میں نے یہ خط کسی بحث اور دلیل بازی کرتے رہنے کے جذبہ سے نہیں بلکہ بڑی حد

تک آپ پر ہماری یہ خواہش ظاہر کرنے کی غرض سے لکھا ہے کہ کوئی سمجھوتہ کر سکیں۔ ہم نے معاملات پر کافی بحث کرلی ہے اور اب وقت آگیا ہے کہ آخری طور پر فیصلہ کرلیں۔"

قائداعظمؒ کا جواب

مسٹر جناح نے ۱۲ اکتوبر کو حسب ذیل خط پنڈت نہرو کو لکھا۔

"میرے خط مورخہ ۷ اکتوبر کے جواب میں آپ کا خط مورخہ ۸ اکتوبر مجھے کل ملا ہے۔

مجھے افسوس ہے کہ آپ اور آپ کے ساتھی مسٹر گاندھی اور میرے منظور کردہ فارمولا کو قبول نہیں کرتے میں نے اور مسٹر گاندھی نے یہ بھی طے کیا تھا کہ اسی کی بنیاد پر میں اور آپ ملیں تاکہ عارضی حکومت کی ترتیب جدید کے سلسلہ میں باقی رہ جانے والے دوسرے چند مسائل پر گفتگو کر کے انہیں طے کر سکیں۔ اسی کے مطابق ۵ اکتوبر کو ہماری ملاقات کا انتظام کیا گیا۔

آپ کہتے ہیں کہ جہاں تک آپ کو علم ہے اس منظور کردہ فارمولا کی بنیاد پر ملاقات طے نہیں ہوئی تھی۔ میں آپ کے خط میں یہ بات دیکھ کر حیرت زدہ ہوں۔ میرے اور مسٹر گاندھی کے درمیان جس واحد فارمولا پر اتفاق ہوا وہ وہی ہے جس کا ذکر میں نے اپنے خط مورخہ ۷ اکتوبر میں کیا ہے۔ آپ نے جس چیز کا ذکر بصورت پیراگراف نمبر ۲ کیا ہے۔ وہ ان مسائل میں سے ایک ہے جو میرے اور آپ کے درمیان طے ہونے کیلئے ہماری ملاقات میں زیر بحث آئیں' اس انتظام کا تحریری طور پر اندراج کرلیا گیا تھا۔

۵ اکتوبر کی پہلی ملاقات میں ہم نے تمام نکات پر گفتگو کی اور آپ نے مجھے کہا تھا کہ دوسرے دن ملاقات کیلئے جو وقت آپ کیلئے مناسب ہو گا۔ آپ اس سے مطلع کریں گے۔ مگر اس کے بجائے مجھے آپ کا خط مورخہ ۶ اکتوبر ملا۔ اس میں خود آپ نے اس فارمولا کا ذکر کیا ہے جسے میں نے اپنے خط مورخہ ۷ اکتوبر میں درج کیا ہے اور آپ نے یہ خیال ظاہر کیا کہ اس کے الفاظ خوش آئند طور پر نہیں لکھے گئے ہیں اور اس کی جگہ درج ذیل دفعہ ترمیم کے طور پر پیش کی۔

میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ آپ اور آپ کے ساتھی نہ صرف میرے خط مورخہ ۷ اکتوبر سے بلکہ مسلکہ فہرست نکات سے پریشان کیوں ہوئے اس فہرست میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے۔ جو پہلی ملاقات میں جیسا کہ آپ کے خط مورخہ ۶ اکتوبر سے ظاہر ہے۔ زیر بحث نہ آئی ہو۔ اس خط میں خود آپ نے اس فہرست کے تمام نکات پر یکے بعد دیگرے بحث کی ہے اب مجھے مرسلہ فہرست کے ایک ایک نکتہ کا ذکر کرنے دیجئے۔

(۱) مجموعی تعداد ۱۴۔ اس پر کوئی جھگڑا نہیں تھا۔

(۲) پست اقوام نمائندہ۔ لیگ پر اس انتخاب کی کوئی ذمہ داری نہ ہو۔ اس کا ذکر آپ نے پیرا

لراف نمبر ۳ میں لیا ہے۔

(۳) کانگریس کے حصہ میں سے مسلمان کی نامزدگی، مسئلہ پر بحث ہوئی تھی۔

(۴) تحفظات۔ اس پر بحث ہوئی جیسا کہ آپ کے خط کے پیراگراف نمبر ۴ سے ظاہر ہے۔

(۵) نائب صدارت کا باری باری ہونا۔ ہم نے اس مسئلہ پر بحث کی۔ آپ کے خط میں نمبر ۵ کے سلسلے میں اس کا ذکر ہے۔

(۶) اقلیتی نمائندوں کی جگہ خالی ہونا۔ مسئلہ پر بحث ہوئی جیسا کہ آپ کے پیراگراف نمبر ۳ میں ذکر ہے۔

(۷) محکمے۔ اس مسئلہ پر بھی گفتگو ہوئی۔

(۸) دونوں بڑی جماعتوں کی منظوری کے بغیر تبدیلی نہ ہونا۔ اس مسئلہ پر بھی بحث ہوئی اور آپ نے آخری پیراگراف میں ذکر کیا ہے۔

(۹) طویل المدت سکیم۔ اس پر بحث ہوئی اور آپ نے اپنے خط کے آخری سے پہلے والے پیراگراف میں ذکر کیا ہے۔

ان تمام نکات پر گفتگو ہوئی تھی جیسا کہ میں نے آپ کے خط کے حوالے سے اشارہ کیا ہے۔ میں نے فہرست صرف انتظار کی رسم کے مطابق سہولت کی غرض سے بھیج دی تھی۔

آپ اپنے زیر جواب خط میں لکھتے ہیں کہ آپ کی پوزیشن صرف اس تبدیلی کے علاوہ جس کا ذکر اس خط میں ہے بدستور وہی ہے جو ۱۶ اکتوبر کے خط میں ظاہر کی گئی تھی۔

آپ کی پیش کردہ تبدیلیاں اور ان کی بابت میرا ردعمل درج ذیل ہے۔

(۱) یہ کہ آپ فارمولا اسی صورت میں قبول کریں گے جبکہ پیراگراف نمبر ۲ شامل کر لیا جائے۔ یہ اس بنیادی فارمولا سے ہٹ جانا ہو گا جس کی بنیاد پر میں نے آپ سے گفتگو منظور کی تھی میں اس تبدیلی کو منظور نہیں کر سکتا۔

(۲) بشرطیکہ مسلم لیگ اس پر معترض نہ ہو کہ کانگریس تمام اقلیتوں اور قوم پرست مسلمانوں کی نمائندہ ہے۔

آپ کے گزشتہ خط مورخہ ۱۶ اکتوبر میں اس کا جس طرح ذکر ہے یہ اصلی فارمولا سے بنیادی طور پر ہٹ جانا ہو گا۔ اس کے علاوہ اس کا تعلق متعلقہ اقلیتوں سے ہے۔

آپ نے مسائل نمبر ۲۔ ۳ اور ۴ کی بابت ۱۶ اکتوبر کے خط میں مثلاً پست اقوام اور دوسری اقلیتوں کی نمائندگی۔ اس پر اور آئندہ جگہیں خالی ہونے کی صورت میں اختیار کرنے والے طریقے اور بڑے فرقہ وارانہ سوالات پر جو کچھ لکھا ہے اس پر ہمارے درمیان کوئی اتفاق رائے نہیں ہے۔

مسئلہ نمبر ۵۔ نائب صدارت کی بابت آپ نے جو لکھا میں نے اس پر غور کیا ہے۔

چونکہ آپ نے لکھا ہے کہ آپ نے زیر بحث مسائل پر پوری طرح غور کر کے اور ساتھیوں سے مشورہ کر کے سب کچھ لکھا ہے اس لئے میں خیال کرتا ہوں کہ یہ آپ کا آخری فیصلہ ہے۔
مجھے سخت افسوس ہے کہ ہم دونوں جماعتوں کے باعزت اور قابل اطمینان سمجھوتہ کرنے سے قاصر رہے۔"

پنڈت نہرو کا آخری خط

پنڈت جواہر لال نہرو نے ۱۳ اکتوبر کو حسب ذیل آخری خط مسٹر جناح کو بھیجا۔
"آپ کے خط مورخہ ۱۲ اکتوبر کا شکریہ۔ اس خط میں کئی غلط بیانیاں ہیں۔ آپ نے جو کچھ لکھا ہے وہ میرے حافظہ میں گفتگو کی بابت جو کچھ محفوظ ہے یا گزشتہ چند دنوں میں جو کچھ ہوا اس سے جوڑ نہیں کھاتا۔ بہرحال مجھے اب اس مسئلہ میں کچھ نہیں کہنا چاہئے کیونکہ وائسرائے نے مجھے مطلع کر دیا ہے کہ مسلم لیگ نے اپنی طرف سے ۵ ارکان عارضی حکومت میں نامزد کرنا قبول کر لیا ہے۔"

اچھوتوں کا مظاہرہ

۱۶ اکتوبر کو پست اقوام کی نمائندہ جماعت شیڈولڈ کاسٹ فیڈریشن کے لوگ جلوس کی شکل میں قائد اعظمؒ کی قیام گاہ پر پہنچے اور عارضی حکومت میں اچھوتوں کے نمائندے مسٹر جوگندر ناتھ منڈل کو شامل کرانے پر اظہار مسرت و احسان مندی کیا۔
قائد اعظمؒ نے باہر آ کر ان کی محبت و خلوص کا شکریہ ادا کیا اور ان سے کہا کہ "میں ہمیشہ سے اچھوتوں کا دوست ہوں۔ دوسری گول میز کانفرنس (لندن) کے زمانہ میں، میں نے ان کے حقوق کی حفاظت کیلئے بڑی جدوجہد کی تھی اور آئندہ بھی میں آپ لوگوں کی پوری مدد کروں گا۔ وعدے کرنا اور بھول جانا آسان ہے لیکن چونکہ میں باتوں کا نہیں بلکہ عمل کا قائل ہوں۔ اس لئے میں اس وقت اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتا کہ آپ لوگوں کو یقین دلادوں کہ مسلم لیگ آپ کی مدد کیلئے جو کچھ کر سکتی ہے کرے گی۔"

گاندھی جی کی فریاد

آج شام کو گاندھی جی نے پرارتھنا کے جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ "مسلم لیگ نے عارضی حکومت میں چار مسلمان بھیجے ہیں اور ایک ہریجن جو بنگال کے رہنے والے ہیں۔ آپ لوگ کہیں گے کہ مجھ جیسے آدمی کو اس پر خوش ہونا چاہئے کیونکہ ہریجن کو ایک اور نشست مل گئی لیکن میں ایسا کہوں تو خود کو

بھی دھو کا دوں گا اور قائد اعظم جناحؒ کو بھی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہندو اور مسلمان علیحدہ علیحدہ قومیں ہیں۔ لیگ خالص فرقہ وارانہ جماعت ہے پھر وہ ایک ہریجن کو اپنا نمائندہ کیسے بنا سکتے ہیں۔ میرے خیال میں مسلم لیگ کے عارضی حکومت میں جانے کا راستہ سیدھا نہیں ہے۔ میں مسلمانوں کے حصہ میں سے ایک نشست دے دیئے جانے کو دریا دلی پر محمول نہیں کر سکتا۔ خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ میں روز یہ پڑھتا ہوں کہ مشرقی بنگال میں کیا ہو رہا ہے۔ میں یہ خیال کرنے پر مجبور ہو رہا ہوں کہ کیا وہ عارضی حکومت میں بھی لڑنے کو آ گئے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ میرا خوف جھوٹ نکلے اور وہ بھائیوں کی طرح کام کر سکیں اور ہندوستان کی مجموعی طور پر خدمت کریں۔ میں امید کرتا ہوں کہ ہریجن ممبر بھی خود کو ہندوستان کا لائق بیٹا اور قابل خادم ثابت کرے گا"۔

سلطان شہریار کا قائد اعظمؒ کو تار

۲۱ اکتوبر کو سلطان شہریار وزیر اعظم جمہوریہ انڈونیشیا نے قائد اعظمؒ کو ایک تار دیا جس میں کہا "مجھے یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی ہے کہ آپ نے عارضی حکومت میں شرکت کا فیصلہ کر لیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ عبوری حکومت لیگ کی شرکت کے بعد آزادی کی طرف قدم بڑھائے گی"۔

فسادات کی مذمت

۲۴ اکتوبر کو قائد اعظمؒ نے فسادات نواکھلی کے متعلق ایک بیان میں فرمایا۔

"ہندو پریس کی تمام مبالغہ آرائیوں کے باوجود میں نواکھلی کے فسادات کی سخت مذمت کرتا ہوں فسادات دونوں قوموں کیلئے باعث شرم ہیں"۔ قائد اعظمؒ نے مزید فرمایا "موجودہ فسادات کے سلسلے میں وزارتوں کو نشانہ بنانا غلط ہے"۔

مسلمان بہادر رہیں

۵ نومبر ۴۶ء کو دہلی میں عید (عید الاضحیٰ) کے اجتماع میں تقریر کرتے ہوئے قائد اعظمؒ نے فرمایا۔

"بہار کی نازک حالت کے پیش نظر میں باغ پت میں آرام نہ کر سکا۔ میں حالات کا جائزہ لے رہا ہوں جیسے ہی ضرورت محسوس ہوگی میں جہاز کے ذریعہ بہار پہنچ جاؤں گا"۔

آپؒ نے فرمایا "میں جہاں کہیں جاتا ہوں یہی سنتا ہوں کہ "قائد اعظمؒ ہم آپ کے منتظر ہیں"۔ میں تم کو بتانا چاہتا ہوں کہ میں اس وقت تک حکم نہیں دوں گا جب تک مجھے تمہاری تیاری کا پورا یقین نہ ہو جائے کیونکہ اگر میں ایسا کروں تو میں سالار نہیں 'غدار اور مجرم ہوں۔ اس لئے میں کہتا ہوں اپنی اندرونی حالت درست کرو"۔

بہار فنڈ

۶ نومبر کو قائداعظمؒ نے ایک بیان میں فرمایا "میں بہار کیلئے ایک امدادی کمیٹی بنارہا ہوں اور ایک فنڈ کھول رہا ہوں میں اپنی طرف سے ایک حقیر رقم پانچ ہزار حبیب بنک چاندنی چوک دہلی میں جمع کرا رہا ہوں۔ میں ہر مرد، عورت سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ بہار فنڈ میں چندہ دے"۔

عارضی حکومت میں شرکت کی وجہ

۷ نومبر ۱۹۴۶ء کو قائداعظم مسٹر محمد علی جناحؒ صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے عرب نیوز ایجنسی کے ایک نمائندہ کو بیان دیتے ہوئے اس امید کا اظہار کیا کہ جلد ہی ہندوستان میں ایک کانفرنس منعقد کی جائیگی جس میں مسلمان ملکوں کے ممتاز زعماء شرکت کریں گے۔ قائداعظمؒ نے کہا کہ "یہ تجویز قاہرہ میں سب سے پہلے پیش کی گئی اور مسلم لیگ نے اس تجویز کا خیر مقدم کیا" آپ نے کہا "اس جلسہ کا مقصد یہ ہے کہ ہندوستان کے مسلم لیگی لیڈروں کو مصر، عراق، سعودی عرب، شام و لبنان، ایران اور تمام ان ممالک کے مسلم لیڈروں سے ملاقات کرنے کا موقع ملے جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ ہم سب کے بہت سے مفاد مشترک ہیں اور باہمی تہذیبی اور نظریاتی مفاہمت کی وجہ سے بہت کچھ فائدہ پہنچے گا اور اس قسم کے جلسہ سے باہمی روابط میں اضافہ ہو گا۔ یہ کانفرنس اس مفہوم میں سیاسی کانفرنس نہ ہو گی جس مفہوم میں بلودان کانفرنس ایک سیاسی کانفرنس تھی۔ البتہ اس قسم کی کانفرنس میں سیاسی مسائل پر غور کرنا ایک حد تک ضروری ہے اور ہم سب کیلئے یہ بہتر ہو گا کہ ہم ایک دوسرے کے سیاسی سوالات کو سنیں اور سمجھیں۔ ہم سب کے سوالات مخصوص قسم کے ہیں اور یہ جاننا کہ کس طرح ایک ملک نے ان سوالات کو حل کیا جو کسی ایک ملک سے مخصوص ہیں۔ ہم سب کیلئے مفید اور فائدہ رساں ہے۔ یہ کانفرنس مفید اور نتیجہ خیز ہو۔ اس کیلئے یہ بات ضروری ہے کہ ان تمام ملکوں کے زعماء جو اس کانفرنس میں شریک ہوں گے وہ ان ملکوں کے با اثر نمائندے ہوں۔ عملی مشاورتیں ہو رہی ہیں تاکہ یہ معلوم کیا جائے کہ کیا اس وقت یعنی موسم سرما میں جبکہ ہندوستان میں بہترین موسم ہوتا ہے اس کانفرنس کا انعقاد ممکن ہے یا نہیں۔ قائداعظمؒ نے کہا کہ مسلم ہندوستان اور مشرق وسطیٰ کے ملکوں کے درمیان قریبی روابط کا ہونا ضروری ہے۔ خصوصاً اس صورتحال کے پیش نظر کہ مسلم لیگ عارضی حکومت میں شریک ہو گئی ہے"۔

قائداعظمؒ نے بیان جاری رکھتے ہوئے کہا کہ "لیگ عارضی حکومت میں مسلمانوں اور دوسرے فرقوں کے مفادات کا تحفظ کرنے کیلئے شریک ہوئی ہے چونکہ عارضی حکومت وائسرائے نے ہماری شرکت سے پہلے بنائی تھی اور عارضی حکومت صرف اونچی ذات کے ہندو کے اقتدار والی کانگریس کے اثر میں تھی اور مسلمان قوم اونچی ذات کے ہندوؤں سے۔ کسی بھی ایک چیز میں مشترک نہیں ہے۔ مسلمانوں اور ہندوؤں میں کسی بھی قسم کا اشتراک و اتحادِ مقاصد نہیں ہے بلکہ انتہائی ہمارے انفرادی اور قومی مفاد کے مختلف اہم پہلوؤں کے پیش

نظر ہندو مسلمانوں کے بالکل ہی مخالف ہیں۔ ان حالات میں ہم نے سوچا کہ حکومت کے نظم و نسق کی ساری مشینری کانگریس کے ہندوؤں کے قبضہ میں دے دینا سخت مہلک ثابت ہو گا۔ ایک اور سبب یہ بھی تھا کہ اگر مسلم لیگ کے نمائندے عارضی حکومت میں شرکت نہ کرتے تو مرکز میں ہندو حکومت اور وائسرائے ایسے مسلمانوں کو شامل کر لیتے جن پر مسلم ہندوستان کو نہ کوئی اعتماد ہوتا اور نہ بھروسہ۔ یہ چیز سخت نتائج کی حامل ہوتی، بلکہ حامل ہوئی بھی۔"

مسلمانوں کا اخلاق و کردار

۱۱ نومبر ۴۶ء کو قائداعظمؒ نے ایک بیان میں فرمایا "وقت کا تقاضا ہے، مجھے اس کی تفصیل بتانے کی ضرورت نہیں۔ ہر ایماندار سمجھ دار آدمی اچھی طرح جانتا ہے کہ ہندوستان کے مختلف حصوں میں جو کچھ ہو رہا ہے۔ مسلمانوں اور مسلم لیگ کو ذمہ دار ٹھہرانے کیلئے اس کا پروپیگنڈہ بڑے زور شور سے کیا جا رہا ہے۔ مسلم لیگ کے خلاف جو کچھ الزامات لگائے جا رہے ہیں۔ وہ بالکل بے بنیاد اور من گھڑت ہیں۔
مجھے معلوم ہوا ہے کہ مسلمانوں کو ہر جگہ بڑا سخت نقصان پہنچا ہے اور پہنچ رہا ہے۔ لیکن سانحہ بہار کے سامنے دیگر تمام واقعات اور مظالم کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ میں بہیمیت اور ظلم کو سخت نفرت سے دیکھتا ہوں خواہ وہ کسی شکل و صورت میں ہو۔ لیکن بہار میں جو قیامت بپا کی گئی اس کی نہ تو کوئی مثال ہے اور نہ اس کا ثانی ہندوستان میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ یہ وہ سفاکانہ قتل عام ہے، جو ہندو اکثریت نے مسلمان اقلیت کا نہایت بیدردی کے ساتھ کیا ہے۔
مجھے معلوم ہے کہ مسلمانوں کے دلوں کا اس وقت کیا حال ہے۔ مگر انہیں بتانا چاہتا ہوں کہ ان مظلوم مسلمانان بہار کا بدلہ مسلم اکثریت والے صوبوں میں لینا ایک بڑی بھاری سیاسی اور اخلاقی غلطی ہوگی اور اگر ایسا ہوا تو ہم اپنے دشمنوں کے ہاتھوں میں کھیلیں گے۔
اگر آپ حقیقت میں پاکستان چاہتے ہیں تو میں خداوند کریم سے دعا کرتا ہوں کہ مسلمان کے دامن پر وہ بدنما داغ نہ لگے جس کا مظاہرہ مظلوم مسلمانوں پر انسانیت سوز مظالم کر کے بہار میں کیا گیا ہے۔ ہمیں تہذیب و شرافت کو کبھی ہاتھ سے نہ چھوڑنا چاہئے۔ مسلمانوں پر جو ظلم ہو رہے ہیں ان سے ہمارا کلیجہ چھلنی ہو رہا ہے مگر ہم مسلم اکثریت والے صوبوں میں بے گناہوں کو مار کر اپنا دل ٹھنڈا نہ کریں گے۔ ہم کو سیاسی طور سے بتا دینا چاہئے کہ ہم بہادر 'اپنے دشمنوں کو معاف کر دینے والے' ایماندار اور سچے مسلمان ہیں۔ پاکستان میں غیر مسلم اپنی جان و مال اور عزت کی حفاظت خود مسلمانوں سے بڑھ کر پائیں گے۔ اگر مسلمانوں نے دامن صبر و رضا کو ہاتھ سے چھوڑ دیا اور اپنا توازن کھو دیا۔ اسلام نے جو عدیم المثال سبق دنیا کو سکھایا ہے اسے بھلا دیا تو سمجھ لیجئے کہ آپ نہ صرف اپنا حق پاکستان کھو دیں گے بلکہ ہندوستان میں وہ کشت و خون ہو گا جس سے ہماری آزادی کے دن دور ہٹ جائیں گے اور ہم اپنی غلامی کی بیڑیاں اپنے ہی

ہاتھوں سے مضبوط کریں گے۔

مجھے خوشی ہے کہ مسلم اکثریت والے صوبوں میں امن وامان ہے اور وہ اس ظلم وفساد اور کشت و خون میں شامل نہیں ہیں۔ جس کا مظاہرہ باقی تمام ہندوستان میں ہو رہا ہے۔

میں ایک بار پھر ان تمام مسلمانوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ جہاں بھی اکثریت میں ہوں غیر مسلموں کی حفاظتِ جان ومال کیلئے جو کچھ بھی ممکن ہو کریں اور ان میں بھروسہ پیدا کریں۔

اقلیت والے صوبوں میں مسلمانوں پر جو مظالم توڑے گئے ہیں جو بے گناہ مسلمان شہید کئے گئے ہیں یا زخمی ہو گئے ہیں یا جن کا مال واسباب لوٹا گیا ہے ان کی قربانی رائیگاں نہیں جائے گی۔ وہ یہ سمجھ لیں کہ انہوں نے جنگِ پاکستان اور آزادی کیلئے اپنا حق ادا کر دیا ہے۔"

لیبر حکومت گم کردہ راہ ہے

قائداعظم محمد علی جناحؒ نے غیر ملکی اخبار نویسوں کے مختلف سوالوں کا جواب دیتے ہوئے فرمایا "عارضی حکومت کو یہ اجازت نہیں دی جاسکتی کہ وہ کسی انتظامی فیصلہ یا رواج سے ہندوستان کے آئندہ دستوری مسائل و حقائق پر اثر اندازی کرے یا انہیں ختم کرنا چاہے۔ اگر عارضی حکومت نے ہمارے مطالبہ پاکستان کے خلاف بالواسطہ یا بلاواسطہ کوئی قدم اٹھایا تو ہم اس کی ضرور مزاحمت کریں گے۔ ممکن ہے کہ برطانیہ میں لیبر حکومت کی نیت بری نہ ہو لیکن وہ شدید غلطیوں کی مرتکب ہوئی اور اب بھی فاش غلطی کر رہی ہے۔ لیبر حکومت راہ گم کردہ ہے اور خوابوں کی دنیا میں زندگی گزار رہی ہے۔ ہندوستان کا موجودہ انتظام مجھے قطعاً پسند نہیں اور اسے ہم پر جبراً مسلط کر دیا گیا ہے۔ عارضی حکومت کے مسلم لیگی ارکان نظم ونسق میں مدد کریں گے لیکن ان کی حیثیت مفاد اسلامی کے پاسبانوں کی ہے۔

مسئلہ ہند کا واحد حل یہ ہے کہ اسے پاکستان اور ہندوستان دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے اور ان کے آئین دو دستور ساز اسمبلیاں علیحدہ علیحدہ مرتب کریں۔ جب تک ایک قوم دوسری قوم پر حکمرانی کے خیال خام سے باز نہ آئے گی موجودہ کشمکش جاری رہے گی لیکن ہندوستان کے تقسیم ہوتے ہی یہ جھگڑے فساد ختم ہو جائیں گے۔"

قائداعظمؒ نے مختلف سوالات کے جواب میں فرمایا کہ "جب میں پاکستان کا مطالبہ کرتا ہوں تو آپ یہ نہ سمجھئے کہ میں صرف مسلمانوں کے حق کیلئے لڑ رہا ہوں میری یہ جنگ ہندوستان کی مکمل آزادی کیلئے ہے کیونکہ صرف تقسیم ہند ہی کے ذریعہ ہندو مسلمان دونوں قلیل ترین مدت میں آزادی حاصل کر سکتے ہیں۔"

ایک غیر ملکی اخبار نویس نے سوال کیا کہ "اگر ۶ ماہ یا ایک سال کے اندر تقسیم ہند کے سوال پر کانگریس اور مسلم لیگ میں مفاہمت نہ ہوئی تو اس کا انجام کیا ہوگا؟" قائداعظمؒ نے جواب دیا "وہی جو

اس وقت ہو رہا ہے اور جو کچھ آپ اپنی نظر سے دیکھ رہے ہیں۔" موجودہ فسادات کی بابت قائداعظمؒ نے ارشاد فرمایا "خاص کر بہار کے خونین ڈرامہ سے حتی الامکان آبادی کے تبادلہ کے سوال پر سنجیدگی سے غور کرنا پڑے گا۔

غیر ملکی پریس میں پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے کہ پنڈت جواہر لال نہرو ہندوستان کے وزیر اعظم ہیں اور عارضی حکومت جس کی حقیقت واضح کر چکا ہوں نہرو گورنمنٹ ہے۔ پنڈت نہرو کو وائس پریذیڈنٹ بھی ظاہر کیا جاتا ہے۔ حالانکہ حکومت ہند کے وائس پریذیڈنٹ ۱۹۱۹ء سے مقرر ہوتے چلے آرہے ہیں موجودہ کانسٹی ٹیوشن کی رو سے وائسرائے ایک وائس پریذیڈنٹ مقرر کرنے پر مجبور ہیں اور اس کا کام صرف اس قدر ہے کہ وہ وائسرائے کی عدم موجودگی میں اگزیکٹو کونسل کے جلسوں کی صدارت کرے۔"

قائداعظم جناحؒ سے جب ہندوستانی ریاستوں کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ "ہندوستان کو پاکستان اور ہندوستان میں تقسیم کرنے کا مطالبہ صرف برطانوی ہند تک محدود ہے جبکہ بعد میں ریاستیں ہندوستان یا پاکستان میں شامل ہونے کیلئے آزاد ہوں گی۔"

جامعہ ملیہ کی سلور جوبلی

۱۹ نومبر کو جامعہ ملیہ کی سلور جوبلی پر تقریر کرتے ہوئے قائداعظمؒ نے فرمایا۔

"اسلامی ہند جامعہ کو امداد دیکر اسے اپنے خاص قومی ادارہ میں تبدیل کر چکا ہے۔ اب جامعہ کے کارکنان کو مالی امداد کے بارے میں پریشان اور ہراساں ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ کیونکہ مسلمان اس قومی ادارہ کی طرف دست تعاون ہمیشہ بڑھاتے رہیں گے، جامعہ ایک ایسا ادارہ ہے جو ترقی کے منازل طے کرتا جا رہا ہے۔ اب یہ بلاشبہ مسلمانوں کی قومی یونیورسٹی بن چکا ہے۔ یہ مسلمانوں کی قومی تعلیم کی تحریک کا موجد ہے اور ہندوستان کے دوسرے حصوں میں جامعہ کی مثال قابل تقلید ہوگی۔"

ڈاکٹر ذاکر حسین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قائداعظمؒ نے فرمایا "آپ نے ایک ایسا ادارہ قائم کیا ہے جو ایک صحیح طرز تعلیم کی طرف رہنمائی کر رہا ہے لیکن میں آپ کو یہ بتا دینا ضروری خیال کرتا ہوں کہ ماضی میں جامعہ کے متعلق جو تعصبات اور غلط فہمیاں پیدا ہو گئی ہیں ان کا رفع کرنا اب اشد ضروری ہے۔" اب آپ کو عملی طور پر ثابت کرنا ہو گا کہ وہ حقائق پر مبنی نہیں تھیں" قائداعظمؒ نے فرمایا "بدقسمتی سے اب تک اسلامی ہند مردہ تھا لیکن اب قوم میں نئی زندگی کے آثار نمایاں ہیں۔ ہم تعلیم کے فوائد کے احساس سے سرشار ہو چکے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ آپ مسلم قوم کی ضروریات کی تکمیل کرنے میں سرگرم کوششیں جاری رکھیں گے۔"

وائسرائے قائدؒ خط و کتابت

۲۰ نومبر کو قائداعظمؒ نے وہ خط و کتابت اشاعت کیلئے دیدی جو ان کے اور وائسرائے کے درمیان

دستور ساز اسمبلی کے متعلق ہوئی تھی۔

وائسرائے نے ۵ نومبر کو قائد اعظمؒ کو ایک خط لکھا جس میں ان کو مشورہ دیا تھا کہ "وہ مسلم لیگ کونسل کا اجلاس طلب کر کے ۱۶ مئی کے کیبنٹ مشن کے بیان کو منظور کر لیں"۔

قائد اعظمؒ نے اس خط کا جواب ۷ انومبر کو دیا جس میں قائد اعظمؒ نے کانگریسی دستاویزوں کے حوالے سے ثابت کیا کہ "کانگریس نے کیبنٹ مشن کی سفارشات کو نہ تو پہلے قبول کیا اور نہ اب قبول کر رہی ہے۔ ایسی صورت میں لیگ کونسل کا جلسہ طلب کرنے سے کیا فائدہ؟"

آخر میں قائد اعظمؒ نے بہار کے قتل عام کا حوالہ دیتے ہوئے جس میں ان کی اطلاعات کے مطابق ۳۰ ہزار آدمی موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے تھے نیز مسلم اقلیت کے دوسرے صوبوں کے ذکر کے بعد کہا کہ "ملک کی موجودہ فضا دستور ساز اسمبلی کیلئے مناسب نہیں، اس لئے فی الحال اس کو ملتوی کر دیا جائے تاکہ سب لوگ اپنی توجہ ملک میں امن قائم کرنے میں صرف کر سکیں"۔

کانگریس کے سالانہ اجلاس میں نہرو کی تقریر

۲۱ نومبر کو کانگریس کے سالانہ اجلاس میرٹھ میں تقریر کرتے ہوئے مسٹر نہرو نے فرمایا "عارضی حکومت میں مسلم لیگ کے داخلہ کے بعد حالات اس قدر بگڑ گئے ہیں کہ کانگریسی ممبر دو دفعہ مستعفی ہونے کی دھمکی دے چکے ہیں ہمارے صبر کا پیمانہ لبریز ہونے والا ہے اگر یہی حالت رہی تو ایک زبردست جدوجہد سے دوچار ہونا ضروری ہے۔

وائسرائے نے شروع میں جس جذبہ سے کام کیا تھا اب وہ تبدیل ہو چکا ہے وہ ایک ایک کر کے گاڑی کے پہیئے نکال رہے ہیں اور خطرناک حالت کی طرف جا رہے ہیں۔

لیگ عارضی حکومت میں خود کو "شاہی جماعت" ثابت کرنے میں کوشاں ہے۔ حکومت اس صورتحال کو اپنے مفاد کیلئے استعمال کرنے کی کوشش کر رہی ہے لیگ اور اعلیٰ برطانوی افسروں میں ایک قسم کی ذہنی ہم آہنگی بھی پائی جاتی ہے۔

اگر مسلم لیگ دستور ساز اسمبلی میں نہ آئے تو ہمیں پروا نہیں، ہم اپنا کام جاری رکھیں گے۔ اگر مسٹر جناح کے کہنے پر اسمبلی کو ۵ ماہ کیلئے ملتوی کر دیا گیا تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ پھر کبھی دستور ساز اسمبلی جمع ہی نہیں ہو سکتی"۔

مجلس دستور ساز کا بائیکاٹ

۲۱ نومبر کو قائد اعظمؒ نے ایک بیان میں فرمایا "مجلس دستور ساز میں مسلم لیگ کا کوئی نمائندہ شریک نہیں ہو گا۔ ۲۹ جولائی والا کونسل کا فیصلہ بحال ہے۔ مجھے انتہائی افسوس ہے کہ ملک معظم کی حکومت اور

وائسرائے نے ۹ دسمبر کو مجلس دستور ساز کا جلسہ طلب کر لیا ہے۔ میرے خیال میں یہ ایک خطرناک حماقت ہے۔

یہ بالکل واضح ہے کہ وائسرائے کانگریس کے ہاتھوں میں کھیل رہے ہیں اور مسلم لیگ کے علاوہ ملک کی دوسری جماعتوں کی زندگی کو نظر انداز کر رہے ہیں۔ ایسی صورت میں بالکل صاف بات ہے کہ مجلس دستور ساز میں کوئی مسلم لیگی نمائندہ شرکت نہیں کرے گا۔"

حماقت و ناعاقبت اندیشی

۲۵ نومبر کو قائداعظمؒ نے کراچی میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب فرمایا۔

اس سوال کے جواب میں کہ وائسرائے کے اس مکتوب کے مطابق جو انہوں نے پنڈت نہرو کو تحریر کیا تھا مسلم لیگ کے عارضی حکومت میں شریک ہونے کی شرط یہ ہے کہ وہ برطانوی کیبنٹ مشن کی سکیم کو قبول کرلے۔ قائداعظمؒ نے کہا کہ جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں یہ بالکل ظاہر ہے کہ کانگریس نے برطانوی مشن کی ۱۶ مئی کی تجاویز اور ۲۵ مئی کی تصریحات کو کبھی قبول نہیں کیا۔ پنڈت جواہرلال نہرو نے اپنے اس خط میں جو انہوں نے مسٹر گوپی ناتھ باردولوی کو بھیجا تھا اور جس کا حوالہ میں نے وائسرائے کے نام اپنے خط میں دیا ہے اس کو خود واضح کر دیا ہے اور مسٹر گاندھی نے بھی یہ اعلانات بھی حال ہی میں ۳۰ ستمبر اور ۲۳ اکتوبر کو کئے ہیں۔

مزید برآں میں نے کبھی ایک لمحہ کیلئے وائسرائے کو یقین دہانی کے طور پر یا کسی اور پیرایہ میں اس کے علاوہ کچھ سمجھنے کا موقع نہیں دیا کہ طویل المدت سکیم پر صرف آل انڈیا مسلم لیگ کونسل ہی غور اور فیصلہ کر سکتی ہے۔ بالکل ابتداء سے اور اس وقت تک جب ہم عارضی حکومت میں شامل ہوئے 'میں وائسرائے سے یہی کہتا رہا کہ طویل المدت سکیم پر اسی وقت غور ہو سکتا ہے جب دونوں بڑی جماعتوں کے درمیان ایک مناسب دوستانہ فضا پیدا ہو جائے۔ کانگریس نے ذرا بھی پیچھے ہٹنا گوارا نہیں کیا اور وائسرائے نے بار بار یہ وضاحت کی کہ اس خیال سے کہ کانگریس سے ۱۶ مئی کے بیان و توضیحات کو غیر مبہم طور پر تسلیم کرایا جا سکتا ہے۔ اس مسئلہ پر مزید بحث و تمحیص محض تضیع اوقات ہے۔"

اس سوال کے جواب میں کہ مسلم لیگ دستور ساز اسمبلی کے سلسلہ میں کیا رویہ اختیار کرے گی قائداعظمؒ نے کہا کہ مجھے امید ہے کہ "ہم زندہ رہ سکیں گے۔ لیکن میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ ان حالات میں اور خصوصاً اس آتش گیر ماحول میں جو ملک کے اطراف خصوصاً بہار میں قتل کی وجہ سے پیدا ہو گیا ہے کوئی شخص دستور ساز اسمبلی کے جاری رکھنے پر کیونکر مصر ہو سکتا ہے۔ یہ قطعی حماقت اور ناعاقبت اندیشی ہے کہ اس راہ پر چلتے رہنے پر اصرار کیا جائے اور مجھے یہ کہتے ہوئے افسوس ہوتا ہے کہ کانگریس کے لیڈروں اور کانگریس کے اجلاس میرٹھ نے اس آگ پر تیل چھڑکنے کی ہر ممکن کوشش کی ہے۔" قائداعظمؒ

نے کانگریس کے اجلاس میرٹھ کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا۔ "پنڈت نہرو کے الزامات کے متعلق جو انہوں نے مسلم لیگ پر عائد کئے ہیں صرف یہ کہہ سکتا ہوں کہ انہوں نے جو کچھ کہا اس میں حقیقت کا شائبہ بھی نہیں۔ پنڈت نہرو نے عہدہ قبول کرتے وقت دو حلف اٹھائے تھے ان میں سے ایک میں انہوں نے ملک معظم کے ساتھ وفاداری کا عہد کیا تھا اور انہوں نے ہم کو شاہی پارٹی کہہ کر نیز ہم پر شہنشائیت پسند برطانوی حکومت کی مدد کرنے کا الزام لگا کر صرف دنیا کو دھوکا دینے کی کوشش کی ہے۔ یہ الزامات سراسر بے بنیاد ہیں۔ دوسرے بے وقوف سے بے وقوف آدمی سمجھ سکتا ہے کہ انہوں نے عہدہ قبول کرتے وقت گورنر جنرل کی ایگزیکٹو کے ممبر کی حیثیت سے غیر مبہم طور پر حلف اٹھایا تھا۔ یہ قطعی واضح اور ظاہر ہے اور بارہا اس کی وضاحت کی جا چکی ہے۔ خصوصاً وائسرائے کی ۲ ستمبر کی نشریاتی تقریر میں کہ انہوں نے عارضی حکومت ۱۹۱۹ء کے ایکٹ اور موجودہ آئین کے ماتحت بنائی ہے۔ انہوں نے یہ بھی واضح کر دیا تھا کہ وہ اپنی ایگزیکٹو کونسل کے اراکین کو روزمرہ کے انتظامی معاملات میں زیادہ سے زیادہ آزادی عمل دیں گے۔ یہ محض پرواز خیال اور افسانہ طرازی ہے کہ اسے کابینہ 'قومی حکومت یا مخلوط وزارت کہا جائے۔"

آگے چل کر قائداعظمؒ نے کہا "یہ ظاہر ہے کہ عارضی حکومت کے ممبروں کا انتخاب فرقہ وارانہ بنیادوں پر کیا گیا ہے لہٰذا جہاں تک روزمرہ کے انتظامی امور کا تعلق ہے وہ صرف ۱۹۱۹ء کے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کے ماتحت ہی عمل کر سکتے ہیں اور وہ تھوڑے بہت اختیارات اور مواقع جو روزمرہ کے انتظامات کے سلسلے میں حاصل ہیں عام لوگوں کی فلاح و بہبود کیلئے استعمال کئے جا سکتے ہیں۔ ہم وہاں صرف اسی مقصد سے گئے ہیں لیکن پنڈت نہرو کی خوش فہمیاں سدراہ ہو جاتی ہیں۔ وہ شترمرغ کی طرح آنکھیں بند کر لیتے ہیں اور سوچنے لگتے ہیں کہ ۱۹۱۹ء کا گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ خُلد آشیاں ہو چکا ہے۔ حقیقت صرف اتنی ہے کہ اگر وہ زمین پر پاؤں رکھ سکیں اور ٹھنڈے دل سے سکون کے ساتھ غور کریں تو انہیں معلوم ہو جائیگا کہ نہ وہ وزیراعظم ہیں نہ یہ حکومت نہرو گورنمنٹ ہے وہ صرف امور خارجہ اور تعلقات دولت مشترکہ کے محکمہ کے ممبر ہیں۔

جب تک پنڈت نہرو اور کانگریس یہ سمجھتے ہیں کہ وہ عارضی حکومت کے اقدامات کے ذریعہ اپنی اکثریت کے بل پر ریشہ دوانیوں یا ہتھ کنڈوں سے مطالبہ پاکستان کو تارپیڈو کر سکتے ہیں یا رفتہ رفتہ ایسی حرکتیں کر سکتے ہیں جس سے ہندوستان کے آئندہ دستور اساسی کے تصفیہ پر برا اثر پڑ سکے یا جو اس کیلئے مضرت رساں ہو۔ تو مسلم لیگ ہر ایسے اقدام یا ترکیب کا مقابلہ کرے گی جس کا مقصد ہندوستان کے آئندہ آئین کے تصفیہ کو بیش از بیش دشوار بنانا ہو۔

پنڈت نہرو اور کانگریس مسلم لیگ کے ممبروں یا مسلم لیگ سے یہ توقع کرتے ہیں کہ وہ ان کے احکام کی تعمیل کریں گویا کہ وہ ان سے کمتر درجہ رکھتے ہیں یہ دوسری صورت ہے جو ہمارے لئے قطعاً ناقابل قبول ہے ہم نہ پنڈت نہرو کی فرمانبرداری کر سکتے ہیں اور نہ کانگریس کی اور جب تک کانگریس کی یہ پالیسی ہے کہ

وہ ایگزیکٹو کونسل کے اندر سے یا باہر سے مطالبہ پاکستان کو تارپیڈو کرنے کی خواہش مند رہے گی اور جب تک کانگریس مسلم لیگ کو اپنے مساوی مرتبہ دینے کیلئے تیار نہیں ہوتی۔ ہمارے لئے مشکل ہے کہ ہم پہلی چیز (عارضی حکومت) کا مقابلہ و مزاحمت نہ کریں جہاں تک دوسری چیز (طویل المدت سکیم) کا تعلق ہے ہم سے یہ توقع رکھنی عبث ہے کہ ہم کانگریس سے کمتر رتبہ پر رضامند ہو جائیں گے"

ایک نمائندہ نے سوال کیا کہ "اجلاسِ میرٹھ میں سردار پٹیل نے جو تقریر کی ہے اس کے متعلق آپ کے کیا تاثرات ہیں؟ قائداعظمؒ نے جواب دیا" کانگریس والوں کے خیال میں سردار پٹیل سخت آدمی ہیں اور اسی لئے وہ سخت الفاظ استعمال کرتے ہیں لیکن الفاظ سے ہڈیاں نہیں ٹوٹا کرتیں۔ اگر یہ کہنے سے کہ "تلوار کا مقابلہ تلوار سے کیا جائیگا" ان کا مطلب یہ ہے کہ سارے ہندوستان میں اکثریت اقلیت کا خون بہائے گی تو یہ ایک نہایت ہولناک امکان ہوگا میں صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ شاید وہ یہ محسوس نہیں کرتے کہ جو شخص اس قسم کی چیزوں کی حوصلہ افزائی کرتا ہے وہ ہر قوم کا بدترین دشمن ہے۔ سردار پٹیل کی تلوار کہاں ہے؟ کانگریسی وزارتیں اور وہ لوگ جو اس وقت ایگزیکٹو کونسل کے اراکین کی حیثیت سے بیٹھے ہوئے ہیں اگر ان پر سے برطانوی سنگینوں کا سایہ اٹھالیا جائے تو وہ ہرگز کام نہ کر سکیں گے۔"

اپنے سندھ کے دورے کے متعلق قائداعظمؒ نے فرمایا "میں سندھ اس لئے آیا ہوں کہ مسلم لیگ کو الیکشن لڑنے میں ہر ممکن مدد دے سکوں میں ابھی آیا ہوں اور ابھی تک اپنا پروگرام نہیں بنا سکا۔ لیکن ہم نے ہر نشست جیتنے کا تہیہ کر رکھا ہے سو فیدی کامیابی ہمارا منتہائے نظر ہے اور میں یہ مقصد حاصل کرنے کیلئے جو کچھ کر سکتا ہوں 'کروں گا۔"

لندن سے دعوت

۲۶ نومبر کو وائسرائے نے عارضی حکومت کے چار ممبروں کو لندن چلنے کی دعوت دے دی ان لوگوں نے فوری اطلاع پر وائسرائے سے ملاقات کی۔ ان میں پنڈت نہرو' سردار پٹیل' مسٹر لیاقت علی خان اور سردار بلدیو سنگھ شامل ہیں۔ قائداعظمؒ کو بھی دعوت دی گئی۔

وزیراعظم' نہرو' قائد مراسلت

۳۰ نومبر ۱۹۴۶ء کو وہ خط کتابت شائع ہو گئی جو لندن کانفرنس کے اعلان کے بعد وزیراعظم برطانیہ' پنڈت نہرو اور قائداعظمؒ کے درمیان ہوئی تھی۔ خط و کتابت کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

پنڈت نہرو بنام وائسرائے

ڈیئر لارڈ ویول!

آج میں نے جو آپ سے ملاقات کی تھی۔ اس میں آپ نے ہم سے بعض لوگوں کو اس ہفتہ لندن جانے کیلئے حکومت برطانیہ کی دعوت دی۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کر لیا ہے۔ اس دعوت پر ہم حکومت ملک معظم کے بہت شکر گزار ہیں۔ لیکن ہم محسوس کرتے ہیں کہ ہم اس مرحلہ پر لندن نہیں جا سکتے۔ ہم برطانوی نمائندوں سے ہندوستان میں گفتگو کرنے کو پسند کرتے ہیں۔

ظاہراً اس تجویز کا مطلب یہ ہے کہ بہت سے فیصلے جو برطانوی کیبنٹ مشن کے آنے کے بعد سے ابتک ہو چکے ہیں ان پر از سرنو غور و فکر کیا جائے۔ مسلم لیگ نے حکومت میں اس صاف و صریح وعدے کے بعد عہدے قبول کئے ہیں کہ وہ کیبنٹ مشن کے ۱۶ مئی کے بیان کی طویل المیعاد تجاویز کو بھی قبول کرتی ہے۔ بیشک اس کے بغیر وہ حکومت میں شریک ہی نہیں ہو سکتی تھی۔ لیکن اب لیگ نے نہایت صفائی سے اعلان کر دیا ہے کہ وہ دستور ساز اسمبلی میں شریک نہیں ہوگی۔

آپ کو معلوم ہے کہ ہم دستور ساز اسمبلی کا جلسہ مقررہ تاریخ ۹ دسمبر کو شروع ہو جانے کو بڑی اہمیت دیتے ہیں۔ ہم کو لندن جانے کی جو دعوت دی گئی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ تمام معاملات جو کیبنٹ مشن کے بیان اور عارضی حکومت کے قیام سے بڑی حد تک حل ہو گئے تھے۔ از سرنو زیر غور آئیں۔

دستور ساز اسمبلی کے اجلاس کی تاریخ مقرر کر دینے کے بعد ہمارے لئے ملک کو مختصر مدت کے لئے چھوڑنا بھی مشکل ہے۔ ہم کو دستور ساز اسمبلی کے اجلاس کی تیاری کرنی ہے جو صرف دو ہفتہ کے بعد شروع ہو رہا ہے۔ اگر ہمارے باہر جانے سے اس وقت کوئی مفید نتیجہ بر آمد ہونے والا ہوتا تو ہم تمام مجبوریوں کے باوجود ایسا کرتے۔ لیکن ہمیں اس بات کا یقین ہے کہ اس وقت ہمارے ہندوستان سے باہر جانے کا مطلب یہ لیا جائے گا کہ لیگ کی مرضی سے کیبنٹ مشن کا پلان ختم کیا جارہا ہے۔ یا کم از کم اس میں تبدیلی کی جارہی ہے۔ اور ہم بھی اس انتظام میں حصہ دار ہیں۔

اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے لیگ کی چالبازی اور اشتعال انگیزی کے سامنے ہتھیار ڈال دئے۔ جس کا نتیجہ تباہ کن ہوگا۔ لہٰذا ہم افسوس کے ساتھ اطلاع دیتے ہیں کہ حکومت ملک معظم نے آپ کے ذریعہ ہمیں جو دعوت دی ہے۔ ہم اسے قبول کرنے سے معذور ہیں۔ مجھے امید ہے کہ آپ اس خط کے مضمون سے ملک معظم کی حکومت کو مطلع کر دیں گے"۔

وزیر ہند کا تار

۲۷ نومبر کو وائسرائے کے پاس وزیر ہند کا حسب ذیل تار آیا۔

"مہربانی فرما کر وزیر اعظم کا حسب ذیل پیغام جواہرلال تک پہنچا دیجئے"

"میری بڑی خواہش ہے کہ آپ لندن آنا قبول کر لیں۔ کیونکہ اس وقت میرے یا میرے

ساتھیوں کیلئے جو اس سال ہندوستانی معاملات کی وجہ سے تین ماہ ہندوستان میں برباد کر چکے ہیں۔ وہاں جانا ممکن نہیں ہے۔ ہماری گفتگو کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم ۹ دسمبر کو دستور ساز اسمبلی کے کامیاب افتتاح کو ممکن بنا سکیں۔ ہمارا یہ مقصد نہیں ہے کہ دستور ساز اسمبلی کو ملتوی کیا جائے یا کیبنٹ مشن کے تیار کردہ پلان کو التوا میں ڈالا جائے۔

ہم آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ اس طریقے سے ہندوستان کی آزادی کی منازل کی طرف تیزی اور اطمینان سے بڑھنے کی کوشش میں ہماری مدد کریں۔ کیونکہ اس مقصد میں ہم صمیم قلب سے ہندوستانیوں کے شریک ہیں"۔

۲۸ نومبر کو وائسرائے نے وزیر ہند کو حسب ذیل پیغام بحری تار کے ذریعہ بھیجا۔

"مہربانی کر کے جواہر لال کا حسب ذیل پیغام وزیر اعظم تک پہنچا دیجئے۔"

"آپ نے جو پیغام بھیجا ہے اس پر میں آپ کا مشکور ہوں۔ اور میں آپ کی اس خواہش کو بہت پسند کرتا ہوں کہ دستور ساز اسمبلی کا اجلاس ۹ دسمبر کو شروع ہو کر کامیابی سے جاری رہے۔ ہم سب کو یہی خیال ہے کہ دستور ساز اسمبلی مقررہ تاریخ کو جمع ہو اور اپنا کام ختم کرنے کے لئے اتفاق کی فضا میں آگے بڑھتی رہے۔

ہم نے بار بار کہا اور پھر کہتے ہیں کہ ہم نے کیبنٹ مشن کے پلان کو من و عن قبول کر لیا ہے۔ بعض تشریحات کے متعلق ہم نے اپنا موقف مشن پر واضح کر دیا تھا۔ اور اسی کے مطابق ہم چل رہے ہیں۔

اس کے علاوہ ہم نے یہ بھی کہہ دیا ہے کہ اگر تشریحات میں اختلاف ہو تو معاملہ کو فیڈرل کورٹ میں پیش کیا جائے اور ہم عدالت کے فیصلے کی پوری پابندی کریں گے۔

اگر ضرورت ہو تو ہمارے لئے لندن جانے میں اس وقت آسانی اور سہولت ہوگی۔ جب دستور ساز اسمبلی کا پہلا چند روزہ اجلاس ختم ہو جائے۔ اس طرح گفتگو کے لئے کافی وقت مل جائے گا۔

ان اسباب کی بنا پر اس وجہ سے کہ اس وقت ہندوستان سے جانا مشکل ہے۔ ہم محسوس کرتے ہیں کہ اس وقت ہمارے لندن جانے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ لیکن اس کے باوجود اس وجہ سے کہ آپ دوسرے معاملات پر غور کرنا چاہتے ہیں۔ آپ ہماری آمد کو ضروری سمجھیں تو ہم ضرور آئیں گے۔ لیکن ہم کو دستور ساز اسمبلی میں شرکت کے لئے ۹ دسمبر سے پہلے واپس آجانا پڑے گا"۔

وزیر اعظم کا جواب

۲۱ نومبر' آپ کا تار ملا' مہربانی کر کے پنڈت نہرو تک وزیر اعظم کا حسب ذیل پیغام پہنچا دیجئے۔

"آپ کے پیغام کا شکریہ' آپ کانگریس کی پوزیشن کے بارے میں جو کچھ کہتے ہیں۔ اس کو میں نے ذہن نشین کر لیا۔ اس کے باوجود ہم محسوس کرتے ہیں کہ دستور ساز اسمبلی کا جلسہ شروع

ہونے سے پہلے آپ کا یہاں آنا بہت مفید ہو گا۔ اور ہم آپ کی اس خواہش کی قدر کرتے ہیں کہ آپ اس سلسلہ میں ہم سے ملنے کو تیار ہیں۔ یہ انتظام کر دیا جائے گا کہ آپ ۹ر دسمبر سے پہلے واپس ہو سکیں۔ "

قائداعظمؒ کا وزیراعظم برطانیہ کو تار

برطانیہ کے وزیراعظم نے پنڈت نہرو کے تار کے جواب میں ان کو جو تار دیا تھا۔ اس کی ایک نقل انہوں نے وائسرائے کی معرفت قائداعظمؒ کو بھی روانہ کر دی تھی۔ اس پر قائداعظمؒ نے وزیراعظم کو ۳۰ نومبر کو حسب ذیل تار روانہ کیا۔

" آپ نے پنڈت نہرو کو جو تار دیا ہے۔ اس کی نقل مجھے آج رات کو (۲۹ نومبر) ملی۔ جس کے ساتھ وہ تار نہیں ہے۔ جو پنڈت نہرو نے آپ کو دیا تھا۔

ہمارے لندن آنے کی دعوت قبول کر لینے کے بعد اس طرح نئی صورت حال پیدا ہو گئی ہے۔ اس وقت تک جو کچھ ہو چکا ہے۔ اس سے حالت سراسر تبدیل ہو گئی ہے۔ اس لئے ہم صرف ان معاملات پر گفتگو کرنے کے لئے تیار نہیں ہو سکتے۔ جن کا ذکر آپ نے پنڈت نہرو کے تار میں کیا ہے۔ جب تک ہمیں یہ موقع حاصل نہ ہو کہ ہم تمام صورت حال پر گفتگو کر سکیں۔ اس وقت تک میرے لندن آنے سے کوئی فائدہ نہ ہو گا۔ مہربانی کر کے تار کے ذریعہ فوراً صورت حال واضح کیجئے"۔

وزیراعظم ایٹلی کا قائداعظمؒ کو جواب

۳۰ر نومبر کو مسٹر ایٹلی کی طرف سے قائداعظمؒ کو یہ جواب ملا۔

" میں یقین کرتا ہوں کہ آپ لندن آئیں گے۔ آپ کا انکار اس تار کے مضمون کی غلط فہمی پر مبنی ہے، جو میں نے پنڈت نہرو کو دیا تھا۔ اس میں کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ جس کا اثر ہر نقطۂ نظر پر غور و تامل کرنے کے خلاف ہو"۔

قائداعظمؒ نے اس کے جواب میں حسب ذیل تار دیا۔

" آج صبح جو آپ کا پیغام ملا، اس کا شکریہ! آپ کی وضاحت اور ضمانت کے بعد میں نے کل لندن روانہ ہونے کا فیصلہ کر لیا ہے"۔

لندن روانگی کا مقصد

۲۹ر نومبر کو قائداعظمؒ نے کراچی کے ایک عظیم الشان جلسے میں تقریر کرتے ہوئے کہا "میں نے لندن جانے کا فیصلہ کر لیا ہے اور اس سفر کا مقصد ان خطرناک معاملات کو حل کرنے کی کوشش کرنا ہے۔

جن سے اس وقت ملتِ اسلامیہ دوچار ہے۔ یہاں بیٹھ کر ان کا فیصلہ کرنے کے تمام تر دروازے بند کر دیئے گئے ہیں۔ اس لئے لندن جانا ضروری ہو گا"۔

قائداعظمؒ نے سندھ کے مسلمانوں سے اپیل کی کہ "وہ اتحاد و اتفاق کے لئے کام کریں۔ لیگ کے جھنڈے کے نیچے جمع ہوں اور اسمبلی کیلئے ۳۵ کے ۳۵ لیگی امیدواروں کو کامیاب بنائیں"۔

انتخابات کے سلسلہ میں ہندو مداخلت کا ذکر کرتے ہوئے قائداعظمؒ نے کہا کہ "ان کو مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے سے باز آجانا چاہئے جو لوگ اس وقت لیگ کا مقابلہ کر رہے ہیں مسلمانوں کے دشمن ہیں اور مسلمان کو ان سے ہوشیار رہنا چاہئے"۔

روانگی

وائسرائے اور ہندوستانی لیڈر کراچی سے یکم دسمبر کو ساڑھے سات بجے روانہ ہوئے۔

ہوائی اڈہ پر قائداعظمؒ کے آنے میں تاخیر ہوئی۔ سب کی نظریں راستہ کی طرف تھیں۔ دو تین منٹ جہاز کی روانگی کو باقی تھے کہ قائداعظمؒ تشریف لے آئے۔ وائسرائے نے ان کا استقبال کیا اور ہجوم نے زوردار نعرے بلند کئے۔

روانگی سے قبل مسٹر نہرو نے اخبار نویسوں سے کہا "میں پانچ چھ دن میں واپس آجانے کی امید رکھتا ہوں۔ ۹ دسمبر سے یقیناً مجھے پہلے آجانا چاہئے"۔

قائداعظمؒ نے پریس کو بیان دینے سے انکار کر دیا۔

قاہرہ میں قائداعظمؒ کی رائٹر کے نمائندے سے گفتگو

وائسرائے اور ہندوستانی لیڈر جو کراچی سے صبح ساڑھے سات بجے روانہ ہوئے تھے۔ ۲۰ بجکر ۵ منٹ پر قاہرہ کے ہوائی اڈے امزہ پر پہنچے۔ قاہرہ کے ہندوستانیوں نے ان کا استقبال کیا اور سب کو ہار پہنائے۔ جب فوٹوگرافروں نے ان پر یورش کی تو پنڈت نہرو نے قائداعظمؒ کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال دیا۔ رات کو سب لوگوں نے شیفرڈ ہوٹل میں قیام کیا۔

رائٹر کے نمائندے سے قائداعظمؒ نے کہا کہ "میں وزیراعظم کے اس وعدے کی بنا پر لندن جا رہا ہوں کہ ہندوستان کے تمام معاملہ پر ایک گول میز کانفرنس میں غور کیا جائیگا۔ میں دس کروڑ مسلمانوں کی آزادی کی جدوجہد جاری رکھوں گا اور کسی ایسے دستور کو قبول نہ کروں گا۔ جس میں مسلمان ہندوؤں کے غلام بن جائیں۔ مسلم لیگ برطانوی شہنشاہیت کی ہوا خواہ ہرگز نہیں ہے۔ نہ وہ ہندوستان کی آزادی کی راہ میں رکاوٹ ڈالتی ہے۔ کیا ہم انگریزوں کے بجائے ہندوؤں کا غلام بننا قبول کر لیں؟ نہیں! ہندوستان کے

مسئلہ کا واحد حل پاکستان ہے"۔

پنڈت نہرو نے کہا "ہندوؤں اور مسلمانوں میں ویسے کوئی اختلاف نہیں ہے۔ صرف تصورات کا فرق ہے"۔

مالٹامیں قیام

وائسرائے ہند لارڈ ویول اور ہندوستانی رہنمایانِ عظام جہاز کی مشین کی خرابی کی وجہ سے مالٹامیں اتر گئے۔

پنڈت جواہر لال نہرو، قائداعظم محمد علی جناحؒ، مسٹر لیاقت علی خان اور سردار بلدیو سنگھ جب یہاں پہنچے تو گورنر نے انہیں دعوت دی۔

لندن کا ہوائی اڈہ

۳ ر دسمبر کو وائسرائے، مسلم لیگ اور کانگریس کے لیڈروں کا خاص طیارہ یورپی وقت سے ۸ بجکر ۴۰ منٹ پر اور ہندوستانی وقت سے ۲ بجکر ۱۰ منٹ پر لندن کے ہوائی اڈے پر پہنچا۔

تڑکے ہی سے مسلم لیگ اور کانگریس کے حواری ہوائی اڈہ پر جمع ہونا شروع ہو گئے تھے۔ صبح کے دھند لکے اور تیز سرد ہوا میں لیگ اور کانگریس کے جھنڈے بڑے پر فضا معلوم ہوتے تھے۔ لیڈروں کا استقبال کرنے والوں میں سب سے زیادہ مسلم لیگی تھے اور انکے پاس بہت سے بورڈ بھی تھے۔ جن پر حسب ذیل عبارتیں تحریر تھیں۔

"پاکستان یا موت"۔ "مسلم ہندوستان اپنا پیدائشی حق طلب کرتا ہے"۔ "خود مختاری"۔ "پاکستان زندہ باد" اور "چھ کروڑ اچھوت مہذب دنیا کے دامن پر بدنما داغ ہیں"۔ وغیرہ ۔

لندن ائیرپورٹ پر لیڈروں کی آمد کا منظر

سب سے پہلے لارڈ ویول طیارے سے باہر نکلے، ان کی بیٹی نے ان کا استقبال کیا اور انہوں نے فرطِ محبت سے اس کو سینے سے لگا کر بوسہ لیا۔ اس کے فوراً بعد پنڈت نہرو کا مسکراتا ہوا چہرہ دکھائی دیا۔ وہ گرم لمبا کوٹ اور نرم ہیٹ پہنے ہوئے تھے۔ انہوں نے لارڈ پیتھک لارنس سے گرمجوشی سے مصافحہ کیا۔ اس کے بعد لمبے چوڑے چکلے، داڑھی والے سردار بلدیو سنگھ باہر آئے۔ ایک منٹ بعد مسٹر جناحؒ مسلمانوں کے لیڈر اترے۔ جو دبلے ہیں مگر چہرہ سے ذہانت برستی ہے۔ ان کا لباس نہایت دلکش تھا۔ ان کا چشمہ ایک ڈورے سے سینہ پر لٹک رہا تھا۔ ان کو دیکھ کر مسلمانوں نے جو ہوائی میدان میں جمع تھے۔ قائداعظمؒ

زندہ باد کے نعرے بلند کئے اور لوگ ہار لے کر دوڑے۔

ہوائی جہاز کے رکتے ہی لارڈ پیتھک لارنس اور مسٹر ہنڈرسن قریب پہنچے۔ ایک سو کے قریب فوٹو گرافروں نے اپنا کام شروع کر دیا۔ متحرک تصاویر کے چند کیمرے موٹروں میں لگے ہوئے تھے۔ ان سے بھی بعض تصویریں لی گئیں، جو تمام دنیا میں دکھائی گئیں۔ بہت سے لوگ جہاز کی طرف دوڑ پڑے۔ پاکستان زندہ باد کے نعروں میں ۵ منٹ تک تصویر کشی ہوتی رہی۔ کانگریس والوں نے کوئی پرجوش مظاہرہ نہیں کیا۔

اس کے بعد لیڈر دو تین حصوں میں بٹ گئے۔ مسٹر جناح اور لیاقت علی خان کو لوگوں نے گھیر لیا۔ فوٹوگرافروں نے تصویریں لینی شروع کر دیں اور ہجوم نعرے لگانے لگا۔ اس عرصہ میں وائسرائے نہرو اور بلدیو سنگھ موٹروں میں بیٹھ چکے تھے۔ مسلم لیگ کے لیڈروں کو مزید ۵ منٹ سخت سردی میں ٹھہرے رہنا پڑا۔ اس کے بعد پولیس نے راستہ صاف کیا اور ان کو موٹروں تک پہنچا دیا۔ جو ان کو قیام گاہ تک لے گئیں۔

لندن میں پروگرام

(لندن کا وقت ہندوستان کے وقت سے ساڑھے چھ گھنٹہ پیچھے ہے) ساڑھے نو بجے لندن ٹائم (یا ۳ بجے سہ پہر ہندوستانی وقت کے مطابق) وزیر اعظم، وزیر ہند، کیبنٹ مشن کے اراکین اور لارڈ ویول وزیر اعظم کے دفتر میں جمع ہوئے۔

۱۰ بجے وزیر اعظم لیگ کے لیڈروں سے ملے۔

½ ۱۰ بجے وزیر ہند اور کیبنٹ مشن کے اراکین انڈیا آفس میں پنڈت نہرو سے ملے۔

½ ۱۲ بجے برطانوی وزیروں اور وائسرائے میں مشورہ ہوا۔

½ ۱۲ بجے سہ پہر۔ وزیر ہند اور سر کرپس وائیگز بیڈر انڈیا آفس میں لیگ کے نمائندوں سے ملے۔

½ ۷ بجے پارلیمانی وفد کی طرف سے لیگی لیڈروں کی دعوت۔

½ ۷ بجے سر کرپس کی طرف سے نہرو، بلدیو سنگھ اور وائسرائے کی دعوت۔

بادشاہ کی دعوت جمعرات پر ملتوی کر دی گئی۔

شام کے وقت وفد کو ہندوستانی ہائی کمشنر سر انگنا دھن کی طرف سے خوش آمدید کہا جائے گا۔

اٹیلی قائد اعظمؒ ملاقات

قائد اعظمؒ اور مسٹر لیاقت علی خاںؒ نمبر ۱۰ ڈاؤننگ سٹریٹ میں وزیر اعظم مسٹر اٹیلی سے ملے اور آپ

نے لارڈ ویول اور لارڈ پیتھک لارنس اور کیبنٹ مشن سے بھی صلاح و مشورہ کیا۔

انگلستان مسلم لیگ کے صدر ایک وفد کی شکل میں قائد اعظمؒ کے پاس یہ دعوت لیکر آئے کہ وہ ایک خاص جلسہ میں شرکت فرمائیں جو آپ کے اعزاز میں منعقد ہوگا۔ قائد اعظمؒ نے حکومت کی مذکورہ بالا درخواست کے مطابق ان سے کہا کہ میں فی الحال آپ کی دعوت قبول نہیں کر سکتا۔

لندن قیام کے دوران کا ایک اہم واقعہ

۵ دسمبر ۴۶ء کے روز برطانوی حکومت کے تیار کردہ پروگرام کے مطابق ایک وقت اس امر کے لئے بھی مخصوص کر دیا گیا تھا کہ ہندوستانی مہمان شہنشاہِ برطانیہ ملکِ معظم جارج ششم کے ساتھ کھانا کھائیں۔ لیکن چونکہ اس روز محرم الحرام کی دسویں تاریخ پڑتی تھی اس لئے قائد اعظمؒ نے یہ کہتے ہوئے دعوت میں شرکت سے صاف انکار کر دیا "چونکہ یہ دعوت خاص تقریب کی حیثیت رکھتی ہے اور ایسے دن منعقد ہو رہی ہے جو کہ سیدنا حضرت امام حسین علیہ اسلام کی شہادت کا دن ہے اور اس دن ہم مسلمان کسی قسم کی تقریب میں شرکت نہیں کر سکتے۔"

چنانچہ قائد اعظمؒ کے جذبات کے احترام کے خاطر ملک معظم نے دعوت طعام ملتوی کر دی۔

گول میز کانفرنس

۷ر دسمبر کو برطانوی حکومت کا اعلان وزیر اعظم مسٹر اٹیلی نے پہلے گول میز کانفرنس میں مسٹر نہرو کو پڑھ کر سنا دیا تھا اور اس کے بعد ایک تقریر بھی پنڈت نہرو کو مخاطب کر کے کی تھی۔ جس میں وزیر اعظم نے بتایا تھا کہ کیبنٹ مشن کے ۱۶ر مئی کے اعلان کی وضاحت وہی صحیح ہے جو کیبنٹ مشن نے ۲۵ر مئی کے روز کی تھی اور کانگریس کے نکالے ہوئے یہ معنی غلط ہیں کہ ہر صوبہ ابتداء ہی سے یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ وہ گروپنگ میں بیٹھے یا نہ بیٹھے۔ وزیر اعظم نے مسٹر نہرو کو صاف صاف سنا دیا کہ قانون کے ماہرین کی بھی یہی رائے ہے۔

وزیر اعظم مسٹر اٹیلی کی تقریر کے بعد پنڈت نہرو نے یہ سیدھا سادھا سوال کیا کہ حکومت برطانیہ فی الحال جو بیان شائع کر رہی ہے اس سے ۱۶ مئی کے بیان میں کچھ فرق پڑتا ہے یا نہیں؟

اس کے جواب میں مسٹر اٹیلی نے کہا "نہیں بالکل نہیں"۔ وزیر اعظم نے مزید کہا۔ "یہ تازہ اعلان صرف اس بیان کا اعادہ ہے جو کیبنٹ مشن نے ہندوستان میں ۲۵ مئی کے روز کیا تھا۔ مگر اس میں

۲۵ مئی کے اعلان کی تقویت کے لئے آج کے اعلان میں صرف برطانوی حکومت کے ماہرین قانون کی رائے شامل کر دی گئی ہے"۔

مسٹر اٹیلی نے اسی طرح قائداعظم محمد علی جناحؒ کی تائید کرنے کے ساتھ ساتھ متنازعہ مسائل فیڈرل کورٹ میں پیش کرنے کے کانگریسی مطالبہ کو بھی منظور کیا ہے۔

نیز معلوم ہوا ہے کہ قائداعظم محمد علی جناحؒ نے بھی گول میز کانفرنس میں ایک مختصر تقریر کی تھی۔ جس میں آپ نے بتایا کہ اس وقت میں کسی طرح پابند ہو جانا نہیں چاہتا۔ اس بات کا فیصلہ دستور ساز اسمبلی پر چھوڑ دیا گیا ہے کہ متنازعہ مسئلہ فیڈرل کورٹ میں پیش کیا جائے۔ یا نہیں؟ اور دستور ساز اسمبلی میں مسلم لیگ اقلیت میں ہے۔ اس لئے اعلان میں مسلمانوں کی کوئی خاص حفاظت نظر نہیں آ رہی ہے"۔

پنڈت نہرو نے بھی کہا کہ " کانگریس کے ہاتھ باندھ دینے کا مجھے کوئی اختیار نہیں ہے"۔

اس طرح مسٹر اٹیلی کا اعلان کسی پارٹی کو پابند نہیں کر رہا اور یہی وجہ ہے کہ گول میز کانفرنس کوئی فیصلہ کئے بغیر ہی ختم ہو گئی تھی۔ مگر برطانوی حلقوں کو یقین ہے کہ قائداعظمؒ لیگ عاملہ اور لیگ کونسل سے مشورہ کرنے کے بعد پھر صورت حال پر غور کریں گے۔ سردار بلدیو سنگھ نے بھی گول میز کانفرنس میں اپنا خیال ظاہر کیا کہ گروپنگ میں اگر صرف اکثریت کی رائے پر فیصلے کئے گئے تو سکھوں کی آواز ختم ہو جائیگی۔

وائسرائے لارڈ ویول نے کہا کہ مجھے ہندوستان سے محبت ہے اور میری دلی تمنا ہے کہ یہ ملک ترقی و خوشحالی کی راہ پر تیزی سے گامزن ہو۔

یہ کانفرنس چھ بجے شام (جی ایم ٹی) یعنی ۱۱ بجکر ۳۰ منٹ ہندوستانی ٹائم پر ختم ہوئی۔ سب سے پہلے قائداعظمؒ باہر آئے آپ نے پریس کے نمائندوں سے کہا کہ اگر آپ بیان چاہتے ہیں تو پارلیمینٹ میں جائیے۔ قائداعظمؒ کے بعد پنڈت نہرو نکلے۔ آپ نے پریس کے نمائندوں سے کہا کہ آپ اتنی جلد کیا توقع کر سکتے ہیں۔

کانفرنس کی ناکامی

۷ر دسمبر کو برطانوی، کانگریسی اور مسلم لیگی لیڈروں کی جو گول میز کانفرنس منعقد ہوئی تھی۔ وہ ناکام رہ گئی۔ اس کے بعد ایک سرکاری بیان جاری ہوا۔ جس کا مفاد کیبنٹ مشن کی ۱۶ر مئی کی سکیم کی روشنی میں موجودہ دستوری حالت کی دوبارہ وضاحت کرنی اور گروپنگ کے پیراگراف نمبر ۸ کے متعلق جس پر اس قدر جھگڑا ہو رہا ہے۔ کیبنٹ مشن کی تشریح کو روشنی میں لانا تھا۔

اس سرکاری بیان کا ماحصل یہ تھا کہ حکومت برطانیہ کی یہ رائے ہے کہ کوئی ایسا دستور جو تمام ہندوستان کے لئے بنایا جائے اس وقت تک ہندوستان پر نافذ نہیں ہوگا۔ جب تک کہ ہندوستانی آبادی کا

ایک بڑا حصہ اس کے خلاف رہے گا۔

برطانوی کیبنٹ سکیم کے مطابق دستور ساز اسمبلی کا اجلاس تین حصوں میں ہو گا۔ پہلے سیکشن میں مدراس بمبئی یوپی بہار اور اڑیسہ کے نمائندے شامل ہوں گے۔ اس سیکشن میں ۱۶۷ ہندو نمائندے ہونگے اور ۲۰ مسلمان اس کی مجموعی تعداد ۱۸۷ ہوگی۔

دوسرے حصے میں پنجاب، سرحد، اور سندھ ہونگے۔ اس میں ۹ عام نشستیں ہیں۔ ۲۲ مسلم اور ۴ سکھ۔

تیسرا سیکشن بنگال اور آسام کے نمائندوں پر مشتمل ہو گا۔ اس میں ۳۴ عام نشستیں اور ۳۶ مسلم یعنی مجموعی طور پر ۷۰۔ تمام برطانوی ہند کے مجموعی طور پر ۲۹۲ نمائندے ہوں گے اور ریاستوں کے ۹۳۔ اس کا مجموعہ ۳۸۵ ہوتا ہے۔ یہ مجموعہ آزاد ہندوستان کا دستور بنائے گا۔

یہ بات سرکاری بیان میں بتادی گئی تھی کہ یہ بیان تمام نمائندوں کا متفق علیہ نہیں ہے۔ ہندوستانی نمائندوں کو معلوم تھا کہ اس قسم کا بیان شائع ہونے والا ہے۔ لیکن اس پر انہوں نے دستخط نہیں کئے تھے۔ یہ خالص برطانوی حکومت کا اعلان ہے۔ اور ہندوستانی لیڈروں کو اس پر کسی فیصلے پر پہنچنے سے پہلے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کرنا ضروری تھا۔ لندن میں اس معاملہ پر کوئی سمجھوتہ نہ ہو سکا۔

گروپنگ لازمی ہے

بیان میں کہا گیا تھا کہ اگر کانگریس کیبنٹ مشن کی گروپنگ کے متعلق تجاویز کو قبول کرلے جو نہایت ضروری تجویز ہے۔ تو مسلم لیگ کے رویہ میں کوئی تبدیلی ہو سکتی ہے۔ اس وقت لیگ دستور ساز اسمبلی کا مقاطعہ کر رہی ہے۔ جو پیر کے دن شروع ہوگی اور اس میں مسلم ہندوستان کے نمائندے نہ ہوں گے۔

یہ ممکن ہے کہ کانگریس برطانوی حکومت کے اعلان سے اتفاق نہ کرتے ہوئے معاملہ کو فیڈرل کورٹ میں لے جائے۔ بیان میں کہا گیا ہے کہ کانگریس اگر یہ چاہتی ہے تو وہ جلد از جلد ایسا کرلے۔

دستور ساز اسمبلی کے طریق کار کے متعلق برطانوی حلقے یہ کہتے ہیں کہ اگر اس سلسلہ میں دونوں جماعتیں سمجھوتہ کرلیں یا فیڈرل کورٹ کی رولنگ کو مان لیں تو اچھا ہو۔ پھر حکومت برطانیہ دستور بن جانے کے بعد اپنا کام کرے گی۔

یہ بات صاف کر دی گئی ہے کہ کیبنٹ مشن کی تجویزوں پر از سر نو زور دینے کا مقصد یہ ہے کہ دونوں جماعتیں اس سلسلہ میں کوئی مفاہمت کرلیں۔

لندن کی گفتگو کامیاب نہیں ہوئی۔ مگر اس سے برطانوی اور ہندوستانی لیڈروں کو مشترکہ طور پر تبادلہ خیالات کا ایک موقع مل گیا جو مفید ثابت ہو گا۔ یہ بات یقینی ہے کہ گفتگو ختم ہو چکی ہے اور پنڈت

نہرو سنیچر کو جارہے ہیں۔ ان کی روانگی کے بعد کوئی گفتگو جاری نہ رہے گی۔
مسٹر جناح اور مسٹر لیاقت علی خان ابھی لندن میں ہی رہیں گے۔ مگر اب وہ دستور سازی کے سلسلہ میں کوئی بات نہیں کریں گے۔ بلکہ دوسرے کام انجام دیں گے۔

نعرۂ حق

نیویارک ٹائمز کے نامہ نگار مقیم لندن نے لکھا ہے کہ لندن کانفرنس قطعی طور پر ناکام ثابت ہو چکی ہے۔ ہر بات کے جواب میں پنڈت نہرو نے یہی کہا کہ میں اپنی پارٹی کے بغیر اجازت کوئی چیز منظور نہیں کر سکتا۔ ہر دلیل کے جواب میں وہ ایک ہی رٹا ہوا فقرہ کہہ دیتے تھے۔
قائد اعظمؒ نے فرمایا ہے کہ "انہیں ہندوؤں کے ساتھ ہی ساتھ برطانیہ پر بھی اعتماد نہیں ہے۔ ہمیں جو کچھ کرنا ہے 'بغیر کسی مدد کے حاصل کریں گے"۔

دارالعوام میں بحث

۱۲ دسمبر ۱۹۴۶ء کو ہندوستان کے مسئلہ پر دارالعوام میں بحث ہوئی۔ گیلری میں قائد اعظمؒ بھی تھے۔
سر کرپس نے اپنی افتتاحی تقریر میں کہا "ہندوستان کا قابل اطمینان آئین حکومت صرف کانگریس اور مسلم لیگ کے تعاون ہی سے بن سکتا ہے۔ ۱۶ مئی کو سکیم ہندوستان کے لئے موجودہ حالات میں سب سے بہتر سکیم ہے۔ اور صرف وہی خانہ جنگی کو روک سکتی ہے۔ لیڈروں کو اشتعال انگیز تقریریں نہیں کرنی چاہئیں انہوں نے امید ظاہر کی کہ لیگ کونسل دستور ساز اسمبلی میں شرکت کا فیصلہ کر دیگی۔ لیکن اگر ایسا نہ ہوا تو پھر موجودہ دستور ساز اسمبلی جو آئین حکومت بنائے گی۔ وہ مسلم اکثریت کے ان صوبوں پر جاری نہ ہو سکے گا' جو اسے قبول نہ کرنا چاہیں گے"۔
فسادات کے متعلق انہوں نے کہا کہ "کلکتہ کے فساد میں ۴ ہزار آدمی مارے گئے اور دس ہزار زخمی ہوئے۔
مشرقی بنگال کے فساد میں دو سو آدمی مارے گئے۔ اور ۵۰ ہزار بے گھر ہوئے۔
بہار کے قتل عام میں کم سے کم ۵ ہزار مسلمان شہید ہوئے۔ جن میں بہت سی عورتیں اور بچے بھی ہیں"۔
انکے بعد مسٹر چرچل نے اپنی تقریر میں کہا "تمام جانی نقصان کی ذمہ داری موجودہ برطانوی حکومت پر ہے۔ جس نے کانگریس کو عارضی حکومت بنانے کا موقع دیا"۔ انہوں نے مزید کہا "جب تک دونوں پارٹیاں یعنی کانگریس و لیگ متحد نہ ہوں برطانوی پارلیمینٹ کو مکمل خود مختاری ہندوستان کو نہیں دینا چاہئے"۔

چرچل کی تقریر

مسٹر چرچل نے کہا "فسادات کی ذمہ داری لیبر حکومت پر ہے۔ اس نے کانگریس کو عارضی حکومت بنانے کی دعوت دے کر ایسا قتل عام شروع کرا دیا جس کی مثال ہنگامہ ۱۸۵۷ء کے بعد سے اب تک نہیں ملتی"۔ انہوں نے مزید کہا کہ "یہ بات نہایت قابل افسوس ہوگی کہ ہندوستان کی برطانوی سلطنت مردہ ہو جائے۔ اور دارالعوام اس کے معاملات سے کوئی دلچسپی نہ لے"۔

کنگزوے ہال میں قائداعظمؒ کی تقریر

۱۳ دسمبر ۴۶ء کو رات کے وقت کنگزوے ہال میں جہاں ایک ہفتہ قبل پنڈت نہرو نے لندن کے مٹھی بھر ہندوؤں کے سامنے تقریر کی تھی۔ قائداعظمؒ نے لندن اور تمام عالم کے ایک زبردست مجمع میں تقریر فرمائی۔ ہال میں چاروں طرف سلک پر لکھے ہوئے طغرے۔

"مسلم لیگ زندہ باد" "پاکستان یا موت"

"لڑ کے لیں گے پاکستان" "قائداعظمؒ زندہ باد"

"ہم ہندوراج کی غلامی نہیں کریں گے"

لگے ہوئے تھے۔ یہ طغرے اردو' انگریزی عربی اور فارسی میں تھے۔ ایک طغرا جو کہ صدر دروازہ پر لگا ہوا تھا۔ ترکی زبان میں تھا۔ غرضیکہ چاروں طرف دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ پاکستان صرف دس کروڑ مسلمانوں کا مطالبہ نہیں ہے بلکہ ساری دنیا کے مسلمانوں کا مطالبہ ہے۔ اور آج قائداعظمؒ ہندوستان کے مسلمانوں کے ہی نہیں بلکہ ساری دنیائے اسلام کے لیڈر ہیں۔

دیواروں پر سبز رنگ کے بڑے بڑے اسلامی ہلالی پرچم لہرا رہے تھے۔ جن پر لکھا تھا۔ "دس کروڑ مسلمان اپنے علم بلند رکھنے کے لئے متحد ہو گئے ہیں۔ اور دنیا کی کوئی طاقت اس علم کو سرنگوں نہیں کر سکتی"۔

باہر کے دروازے پر داخل ہوتے ہی یہ جملہ سامنے نظر پڑتا تھا۔

"مسلم لیگ کی برطانوی برانچ قائداعظم محمد علی جناح اور لیاقت علی خاں کو خوش آمدید کہتی ہے"۔

"ہندوستان کے چھ کروڑ اچھوت مہذب دنیا کے دامن پر ایک بدنما داغ ہیں"۔

"کیبنٹ مشن اور وائسرائے نے کانگریس کو خوش رکھنے کے لئے مسلمانوں اور اچھوتوں سے غداری کی"۔

آج تک لندن میں مسلمانوں کا اس سے بڑا اجتماع کبھی نہیں ہوا تھا۔ کنگزوے لندن کا بہت بڑا ہال ہے جو کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔

مسلمانوں کے علاوہ بہت سے پارلیمنٹ کے ممبران اور بڑے بڑے گرجوں کے پادری بھی قائداعظمؒ کی تقریر سننے کیلئے اُمڈ آئے تھے۔ تمام برطانوی اخباروں کے فوٹوگرافر ہال میں پہلی صف پر قبضہ جمائے ہوئے تھے۔ ان کے کیمرے ان کے گھٹنوں پر تیار رکھے ہوئے تھے پوری تقریروں کے دوران میں قائد اعظمؒ کی کئی درجن تصاویر لی گئیں۔

جیسے ہی قائداعظمؒ اس عظیم الشان ہال میں داخل ہوئے۔ مسلمانوں اور دوسرے لوگوں نے زور زور سے تالیاں بجائیں، قائداعظمؒ زندہ باد اور پاکستان زندہ باد کے نعرے لگائے۔ اور بہت دیر تک لگاتے رہے۔ یہ نعرے اس قدر زوردار تھے۔ اور لوگوں میں اس قدر جوش و خروش بھرا ہوا تھا کہ معلوم ہوتا تھا کہ کنگزوے کی چھت اڑ جائے گی۔

جلسے کی ابتدا لندن کی مشرقی مسجد کے امام پاشا نے قرآن شریف کی چند صورتوں سے کی۔ جس وقت کلام ربانی پڑھا جا رہا تھا۔ سارے ہال میں ایسی خاموشی طاری تھی کہ اگر کوئی سوئی بھی گرے تو اس کی آواز سن لو۔ اس ڈسپلن کو دیکھ کر پادری اور انگریز حیران رہ گئے۔ جلسے کی صدارت لندن مسلم لیگ کے صدر نے کی۔ لیکن شہ نشیں پر قائداعظمؒ ہی کو بٹھایا گیا۔ قائداعظمؒ کی پشت پر برطانوی مسلم لیگ اور اس کی مقامی شاخوں کے عہدے داران رونق افروز تھے۔ یہ تمام لوگ مغربی لباس میں ملبوس تھے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ بہت سے مسلمان "جناح کیپ" اوڑھے تھے جو کہ عجیب نظارہ پیش کر رہی تھیں۔

قائداعظمؒ کی ایک جانب مسٹر لیاقت علی خاں رونق افروز تھے اور دوسری جانب آپ کے خاص مشیر کار مسٹر اصفہانی متمکن تھے۔

جب قائداعظمؒ تقریر کرنے کھڑے ہوئے تو مجمع نے ایک بار پھر "قائداعظم زندہ باد" "ہم پاکستان چاہتے ہیں"۔ کے فلک شگاف نعرے لگائے۔ جن کو سنکر قائداعظمؒ کا چہرہ مبارک جوش مسرت سے سرخ ہو گیا۔

قائداعظمؒ نے جیسا کہ آپ کا دستور ہے اپنی تقریر نہایت آہستہ الفاظ میں رک رک کر شروع فرمائی۔ لیکن جوں جوں وقت گزرتا گیا آپؒ کی آواز میں زور پیدا ہوتا چلا گیا۔ اور تھوڑی دیر بعد تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ شیر گرج رہا ہے۔ اور سب سامعین دم بخود تھے۔ قائداعظمؒ نے دوران تقریر میں فرمایا۔

"میں خوش ہوں کہ آج مجھے وہ موقع ملا ہے جس کی تلاش میں میں ایک عرصہ سے تھا۔ آج میں آپ لوگوں کو بتاؤں گا کہ ہندوستان میں اب تک کیا ہوا ہے اور کیا ہو رہا ہے۔ اگرچہ یہ سب ایک لمبی داستان ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ گزشتہ تین چار ماہ سے جب سے کہ لیبر حکومت ہندوستان کے مسائل کو حل کر رہی ہے۔ برطانوی پریس کی زبان گنگ ہو گئی تھی۔ اور ساتھ ہی ساتھ برطانوی عوام بھی خواب خرگوش کے مزے لے رہے تھے۔ اب کہیں جا کے برطانوی پریس کے رویہ میں کچھ تبدیلی ہوئی ہے جسے دیکھ کر میں خوش ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ ہر پبلشر اپنے کاموں میں اس قدر مصروف ہے کہ اپنی توجہ

سات سمندر پار کے ایک ملک کی جانب اچھی طرح مبذول نہیں کر سکتا۔ اور یہی وجہ ہے کہ ہندوستان کے مسئلہ پر نہ ان لوگوں نے غور کیا اور نہ کوئی نتیجہ اخذ کیا۔

میں یہ معلوم کر کے اور دیکھ کر مسرت محسوس کرتا ہوں کہ برطانوی عوام بھی بیدار ہو رہے ہیں۔ برطانوی عوام کی یہ عادت ہے کہ وہ اس وقت بیدار ہوتے ہیں جس وقت کسی خطرہ کو اپنے قریب دیکھتے ہیں۔ ہندوستان کی موجودہ حالت ہندوستان ہی کے لئے خطرناک نہیں ہے۔ برطانوی عوام بھی اس کے اثر سے محفوظ نہیں رہ سکتے آج برطانیہ کو اس کا احساس ہوا ہے اور یہ احساس ہمارے حق میں مفید ہے

مارچ میں کیبنٹ مشن ہندوستان آیا اور ہندوستان کے مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کی۔ حالات کا مطالعہ کرنے کے بعد اس کمیشن نے ہندوستانی نمائندوں سے لمبی چوڑی گفتگو کی جس کے نتیجہ میں صرف لفظ قلیل المیعاد اور طویل المیعاد ہمارے سامنے پیش کئے۔

کانگریس نے "طویل المیعاد" تجاویز کو منظور نہیں کیا۔ حالانکہ اس نے یہ ظاہر کیا ہے۔ بلکہ کیا یہ ہے کہ اس میں خود ترمیمیں کر کے اپنی من مانی چیز اختیار کر لی ہے۔ اس تجویز کا جو بنیادی اصول تھا وہ گروپنگ تھا۔ کانگریس نے اس دفعہ کی تشریح اپنے مطلب کے مطابق کر ڈالی۔ اس کے بعد کیبنٹ مشن نے جو رویہ اختیار کیا۔ اس نے ہمیں مایوس تو ضرور کیا لیکن متعجب نہیں کیا۔ انہوں نے یہ کیا کہ جو چیز نامنظور کی گئی تھی۔ اس کے متعلق ہم کو حکومتِ برطانیہ کو اور ساری دنیا کو یہ بتایا کہ کانگریس نے طویل المیعاد تجاویز کی گروپنگ والی دفعہ کو بھی قبول کر لیا ہے"۔

قائد اعظم نے تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا "کیبنٹ مشن نے بتلایا کہ وہ ہماری اصل تجویز میں نمائندگی کا تناسب ۵۔ ۵۔ ۲ تھا لیکن اب ہمیں اسے ۵۔ ۵۔ ۳ بنا دینا پڑا ہے۔ یعنی ۵ ہندو ۵ مسلمان ایک سکھ ایک عیسائی اور ایک پارسی۔

یہ سب اس لئے کیا گیا کہ کانگریس کی دلدہی کی جا سکے۔ اس کی وجہ سمجھنا کسی انگریز کے لئے ناممکن نہیں ہے۔ بشرطیکہ وہ ہندوستان میں ایک عرصہ تک رہ کر وہاں کے حالات سے واقف ہو۔

کیبنٹ مشن اور وائسرائے کا خیال تھا کہ اگر ایک پارسی کو اس میں رکھا گیا تو غالباً کانگریس مطمئن ہو جائے گی۔ اس لئے کہ پارسی ان کے خیال سے کانگریس کی طرفداری کریگا۔ لیکن جب کانگریس نے اس کو بھی مسترد کر دیا تو کیبنٹ مشن اور وائسرائے نے اعلان کیا کہ وہ خود اپنی مرتب کردہ تجاویز کا اعلان کریں گے"

کانگریس کی چالیں

قائد اعظمؒ نے فرمایا "اس کے بعد کیبنٹ مشن اور وائسرائے نے ملکر ایک تجویز مرتب کی۔ اور ۱۶ جون کو اس کا سرکاری طور پر اعلان کر دیا گیا۔ اس تجویز کا نام "قلیل المیعاد" تجویز رکھا گیا۔ اس کے

ساتھ یہ بھی اعلان کر دیا گیا کہ یہ آخری تجویز ہے اب خواہ مسلم لیگ یا کانگریس میں سے کوئی بھی اس کو منظور کرے یا نہ کرے عمل میں اسی کو لایا جائے گا۔ آپ کو جان کر تعجب ہو گا کہ کانگریس نے اسے نامنظور کر دیا۔

اس کے فوراً بعد ہی ایک عجیب و غریب واقعہ پیش آیا۔ اب تک خود میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ کس دباؤ کی وجہ سے کیبنٹ مشن نے اس تجویز کی دفعہ نمبر ۸ کو دور کرنا چاہا۔ انہوں نے کہا کہ اب ہم پھر اس چیز کو شروع کریں گے۔ اسی پر ہم نے اعتراض کیا کہ یہ کیا بے معاملگی اور بے انصافی ہے جب اعلان کیا جا چکا ہے کہ یہ فیصلہ آخری ہے۔ تو پھر اس میں ترمیم کیسی؟

مشن نے یہ ظاہر کیا کہ ہم ان تمام چیزوں کو ختم کر کے نئے سرے سے گفتگو شروع کریں گے۔ آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ کانگریس نے "طویل المیعاد" تجاویز کو بھی کافی طور پر منظور نہیں کیا۔ حالانکہ مشن اور وائسرائے نے پارلیمینٹ اور دنیا کو یہ بھی بتلا دیا کہ کانگریس نے طویل المیعاد تجاویز کو پورے طور پر تسلیم کر لیا ہے۔

یہ مشن اور وائسرائے کی مسلمانوں اور مسلم لیگ کے ساتھ غداری تھی۔ اور یاد رکھئے کہ یہ غداری نمبر ا تھی۔

جون کے آخر میں عارضی حکومت کے لئے ایک نئی تجویز شائع کی گئی۔ میں آپ لوگوں کو اس کے اصولوں کی تفصیلات بتانا چاہتا ہوں۔ لیکن آپ یہ سمجھ لیجئے کہ یہ تجاویز گزشتہ تجاویز سے بالکل مختلف تھیں۔ مسلم لیگ کے لئے یہ کٹھن وقت تھا۔ یہ تجاویز ہمارے لئے سخت نامناسب تھیں۔ اور ہم اس کو قبول نہیں کر سکتے تھے۔

۱۸ جولائی کو پارلیمینٹ کے دار العوام کا ایک اجلاس ہوا جس میں آپ لوگوں کو صورت حال بتائی گئی تھی۔ اس میں پچاس فیصدی جھوٹ تھا۔ اس میں اصلی حالات کو چھپانے کی کوشش کی گئی تھی۔ اور ہماری حیثیت کو اور بھی واضح کر دیا گیا تھا۔

ہم نے صورت حالات کا جائزہ لینے کیلئے ۲۹ مئی کو لیگ کونسل کا ایک اجلاس طلب کیا۔ اس عرصہ میں کانگریس کے لیڈر اور مسٹر نہرو نے نہایت سخت تقاریر کیں۔ جن میں مسلم لیگ پر طرح طرح کے الزام تراشے گئے۔ اور حملے کئے گئے۔ انہوں نے نہایت فخر کے ساتھ کہا "ہم دستور ساز اسمبلی میں جا رہے ہیں"۔ پنڈت نہرو نے کہا کہ "دستور ساز اسمبلی میں ہم ہی ہوں گے اور جو ہم چاہیں گے کریں گے"۔

اب ہمارے پاس سوائے اس کے اور کوئی چارہ کار نہ تھا کہ ہم ۱۶ جون والے اعلان کو جس کی رو سے ہم نے تجاویز کو منظور کیا تھا واپس لے لیں۔ اس کے بعد ہم نے اعلان کیا کہ ہم شرکت کر لیں گے بشرطیکہ ۱۶ جون والی تجاویز میں کچھ تبدیلیاں کی جائیں۔ لیکن افسوس ہے کہ کیبنٹ مشن اور وائسرائے کی نظروں میں دلائل کوئی چیز نہ تھے اور ہم نے سمجھ لیا کہ انصاف اور ایمان کی رُو سے یہ لوگ کوئی فیصلہ نہیں کریں

گے"۔

قائداعظمؒ نے اہل برطانیہ کو مخاطب کرتے ہوئے بجلی کی کڑک اور بادل کی گرج سے فرمایا"مجھے افسوس ہوتا ہے یہ ظاہر کرتے ہوئے کہ آپ کے وفد نے جسے آپ نے غیر جانبدارانہ فیصلہ کرنے کے لئے روانہ کیا تھا۔ ہر نازک ترین وقت پر بھی اس خیال کو دماغ سے نہ نکالا کہ اس سے کوئی ایسی حرکت سرزد نہ ہو جائے جس سے کانگریس ناراض ہو جائے۔ یہ سب کس لئے؟ یہ اس لئے کہ کانگریس ہربات پر دھمکی دیتی تھی کہ اگر ہماری بات نہ مانی گئی تو ہم سول نافرمانی شروع کر دیں گے۔ یہ دھمکی ہربار کارگر ہوئی۔ اور کیبنٹ مشن کی بزدلی نے یہ مناسب نہ سمجھا کہ وہ خود یہ الزام برداشت کرلے کہ اس کی وجہ سے کانگریس نے سول نافرمانی کی تحریک شروع کی ہے"۔

قائداعظم نے فرمایا "ہم نے ہر جگہ رعایت سے کام لیا۔ ہم نے حتی الامکان معاملہ کو سلجھانے کی کوشش کی۔ ہم نے بڑی بڑی قربانیاں پیش کیں لیکن پھر بھی اس کا کوئی اثر نہ ہوا"۔ (تالیاں)

قائداعظمؒ نے تالیوں کا شور ختم ہو جانے کے بعد فرمایا "ہم نے یہ قربانیاں اس لئے پیش کیں کہ سارے ہندوستان کے لئے کچھ اپنا مفاد قربان کرکے ہم آزادی حاصل کر سکیں۔ لیکن افسوس کانگریس پر ہماری اس شرافت، رعایت اور قربانیوں کا کوئی اثر نہ ہوا۔ اور وہ اپنی ضد سے ایک انچ بھی پیچھے ہٹنے کے لئے تیار نہیں ہوئی"۔

کانگریس پر لعنت ملامت کی بوچھاڑ ختم ہو جانے کے بعد قائداعظمؒ نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا۔ "ہمارے ملک کے عوام تباہی کی طرف ہی جانا پسند کرتے ہیں۔ کانگریس سارے ہندوستان کی غلامی کی واحد ذمہ دار ہے اور وہ ہماری آزادی میں بھی روڑا اٹکانا چاہتی ہے"۔

قائداعظمؒ نے فرمایا "ہمارا مطالبہ کیا ہے؟ ہمارا مطالبہ ہے پاکستان"۔

اس پر سامعین کی جانب سے "پاکستان زندہ باد" کے نعرے لگائے گئے۔

قائداعظمؒ نے پاکستان کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا۔ "آخر پاکستان سے اتنا خوف کیوں ہے؟ یہ ہندوؤں کو کیا نقصان پہنچا سکتا ہے؟ ہمارا مقصد صرف یہی ہے کہ وہ علاقہ جہاں کہ ہماری آبادی ستر فیصدی یا اس سے زیادہ ہے۔ ہمیں دیدو، باقی تم لے لو۔ ہم اپنے گھر کی حفاظت کریں تم اپنے گھر کی۔ اسی طرح سے دونوں قومیں اپنے اپنے مفاد کو بغیر ایک دوسرے سے ٹکرائے ہوئے ترقی دے سکتی ہیں۔

تاریخ کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ ہماری تہذیب، ہمارے رسم و رواج ہمارے اخلاق و عادات، مذہب، تاریخی روایتیں غرضیکہ ہر چیز ایک دوسرے سے نہ صرف علیحدہ ہیں بلکہ ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ ہمارے ہیرو، ہماری زبان، ہماری موسیقی، ہمارا فن تعمیر، ہمارے قوانین سب اس بات کے ضامن ہیں کہ ہم دو علیحدہ قومیں ہیں۔ اور مل کر نہیں رہ سکتیں۔

متحدہ ہندوستان برطانوی راج کا ایک کرشمہ ہے۔ برطانیہ جانتا ہے کہ ان دونوں کو اگر متحد رکھا گیا

توہمیشہ لڑتے رہیں گے"۔

قائداعظم نے فرمایا "جب امریکہ اور کینیڈا ایک دوسرے کے پڑوسی ہونے پر دوستانہ تعلقات قائم رکھ سکتے ہیں توپھر کیا وجہ ہے کہ ہم یعنی پاکستان اور ہندو یعنی ہندوستان ایک دوسرے کے ساتھ نہیں رکھ سکتے۔یورپ میں دو پڑوسی ممالک میں جنگ بھی ہوئی۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ سارا یورپ ایک حکومت بن گیا۔ یا کبھی ایک جھنڈے کے نیچے جمع ہوا۔

میں جانتا ہوں کہ بہت سے لوگ یہ خواہش رکھتے ہیں کہ سارا یورپ متحد ہو جائے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ان کی یہ خواہش بھی ہوتی ہے کہ سارے یورپ کے خیالات بھی ایک ہی قسم کے ہو جائیں۔ یہ ایک شریفانہ تصور ہے لیکن ناممکن بھی ہے۔ یہ باتیں صرف باتیں ہوتی ہیں۔ عملی جامہ پہن نہیں سکتیں"۔

قائداعظمؒ نے فرمایا۔ "پھر بھی میں یہی پوچھتا ہوں کہ آخر پاکستان کیوں نہ قائم کیا جائے؟ کیا صرف اس لئے کہ ہندو سارے ہندوستان پر قابض ہو جائیں؟ کیا اس لئے کہ ہم محض ایک اقلیت ہو کر رہ جائیں؟

اب سوال یہ ہے کہ کیا برطانیہ سنگینوں کے ذریعہ سے ہمیں مجبور کر دیگا کہ ہم ہندو راج کی ماتحتی قبول کر لیں؟ اگر ایسا کیا گیا توبرطانیہ کو جیسے آج دنیا انصاف پسند اور شریف سمجھتی ہے کل نفرت کی نگاہ سے دیکھے گی۔ اور ہمیشہ کے لئے دنیا والوں کی نظروں میں انگریز ذلیل ہو کر رہ جائیں گے"۔

قائداعظمؒ نے فرمایا "دوسرے مذاہب یا سوسائٹی پر اعتراض کرنے کی میری عادت نہیں لیکن پھر بھی میں کہتا ہوں کہ ہندو دھرم کے اصول اس قسم کے ہیں کہ وہ دوسروں سے مل جل کر رہنا برا سمجھتے ہیں۔ کس قدر عجیب بات ہے کہ ہم کو ان لوگوں کے ساتھ رہنے پر مجبور کیا جا رہا ہے۔ جو کہ ہمارے سایہ سے بھی ناپاک ہو جاتے ہیں۔

اچھوتوں کو ان کی سوسائٹی میں کوئی جگہ نہیں دی جاتی۔معاشی طور پر وہ کسی کو آگے نہیں بڑھنے دیتے"۔

قائداعظمؒ نے فرمایا "مسلمان جمہوریت پسند ہیں۔ وہ تمام لوگوں کیلئے برابری کا درجہ چاہتے ہیں۔ مثال کے طور آپ کسی مسجد میں جا کر دیکھئے کہ وہاں ایک فقیر اور ایک امیر ایک ہی صف میں کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے ہیں"۔

آزادی کا راستہ

قائداعظمؒ نے فرمایا "مسلمان ہر شخص کے لئے وہی چاہتا ہے جو اپنے لئے چاہتا ہے ہم اپنے ساتھ تمام کی آزادی چاہتے ہیں۔ آخر یہ کس طرح ممکن ہے کہ ایک اقلیت اکثریت کی راہ میں روڑے اٹکائے۔ یہ ہم پر محض الزام ہے۔ ہم تو ان کو بھی آزادی حاصل کرنے کا واحد راستہ بتلا رہے ہیں۔

آخری حل یہی ہے کہ ہندوستان کو تقسیم کر دو۔ دونوں کو ان کا حصہ دیدو اور چلے جاؤ"۔

قائداعظمؒ نے پھر سے کیبنٹ مشن کی تجاویز والے سلسلہ پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ "وائسرائے نے مسلم لیگ کو ہر طرح سے نظرانداز کیا۔ اور آخر کار لیگ کونسل کو ایک دوسری پالیسی اختیار کرنی پڑی۔ وائسرائے نے مسٹر نہرو کو دعوت دیدی کہ وہ عارضی حکومت بنالیں چنانچہ حکومت بن گئی۔ اور وائسرائے نے اپنی تقریر میں کہا کہ "میں جانتا ہوں کہ میرے اس رویہ پر اعتراضات کئے جاسکتے ہیں"۔

قائداعظم نے فرمایا "وائسرائے کا رویہ قابل اعتراض ہی نہیں بلکہ انتہائی مہلک بھی تھا۔ انہوں نے ہم سے درخواست کی کہ ہم آکر پانچ نشستوں پر قبضہ کر لیں۔ پنڈت نہرو کے عارضی حکومت بنانے کو پریس نے خوب اچھالا۔ آپ یقین کیجئے کہ ہندوستان کا نوے فیصدی پریس کانگریسی ہے۔

۲۷ جولائی کو ہم نے مجبور ہو کر اپنی پالیسی میں تبدیلی کی۔ اور آخر کار ڈائریکٹ ایکشن کا اعلان کیا۔ اور عوام کو بتایا کہ ڈائریکٹ ایکشن ۱۶ اگست کو شروع کیا جائیگا۔ جس وقت یہ اعلان ہوا۔ پنڈت نہرو اور لارڈ ویول میں خفیہ میٹنگ ہوئی۔ اور اس کے فوراً ہی بعد کلکتہ میں ہنگامے شروع ہو گئے۔ یہ ہنگامے مسلم لیگ نے شروع نہیں کئے۔ لیکن پروپیگنڈا یہی کیا گیا۔ مسلم لیگ نے پروگرام کے شروع کرنے کا دن ۱۶ اگست مقرر کیا تھا۔ لیکن یہ ہنگامے ۱۶ سے بہت دن قبل ہی شروع کر دئے گئے۔

کلکتہ میں مسلمانوں کی آبادی صرف ۲۶ فیصدی ہے۔ کانگریس نے کتنی مکاری سے اس جگہ کا انتخاب کیا۔ تاکہ مسلمانوں کا نقصان بھی ہو اور مسلم لیگی وزارت بدنام بھی ہو۔ اور پاکستان کے خلاف ایک دلیل مل جائے۔ کلکتہ کی مکمل رپورٹ تو کمیشن پیش کر ہی چکا ہے۔ لیکن ۱۶ اگست کے بعد بھی لیگی لیڈروں نے بنگال میں ہنگاموں کو ختم کرنے کے لئے جدوجہد جاری رکھی۔ اور ہنگاموں کو ختم کر دیا۔

ہم کو لندن بلایا گیا۔ ہم آگئے۔ لیکن پنڈت نہرو یہ تہیہ کر کے آئے تھے کہ وہ یہاں آکر کچھ نہ کریں گے۔ چنانچہ کانگریس نے اپنی پالیسی ایک رکھی اور مسٹر نہرو کو بھی اس میں ردوبدل کا حق نہیں دیا گیا۔ انہوں نے صاف صاف کہہ دیا کہ میں تو صرف وائسرائے کے کہنے پر آگیا ہوں۔

جب ایک جماعت کہہ رہی ہے کہ ہم اپنے فیصلے میں کوئی تبدیلی نہیں کریں گے۔ تو ظاہر ہے کہ مفاہمت کی کوئی صورت ہی پیدا نہیں ہو سکتی۔

اب برطانیہ کی پوزیشن کیا تھی؟ کیبنٹ مشن چونکہ تجاویز کا مصنف تھا۔ اس لئے اسے اپنی بات کا پاس کرنا ہی چاہئے تھا۔ چنانچہ اس نے کانگریس کی پیش کردہ تشریح کو نامنظور کر دیا۔ اور کانگریس سے کہہ دیا کہ وہ فیڈرل کورٹ میں اس فیصلے کی اپیل کر سکتی ہے۔

میں دیکھتا ہوں کہ ہندوستان سے مسٹر نہرو کا اور میرا آنا بالکل بیکار ہی ثابت ہوا۔ کانگریس اسی طرح اپنی مرضی پر چل رہی ہے کہ گویا کچھ ہوا ہی نہیں۔

ایک بار پھر جمود پیدا ہو گیا ہے۔ یہ کہا جا رہا ہے کہ چونکہ ہم ابھی گفتگوئے مصالحت کر ہی رہے ہیں۔

اس لئے کوئی ایکشن نہیں لیا جاسکتا۔ اگر کچھ سختی کی گئی تو تمام کئے کرائے پر پانی پھر جائے گا۔

کانگریس اب بھی دھمکیاں دے رہی ہے کہ دستور ساز اسمبلی ایک خود مختار چیز ہے۔ اور اب برطانیہ مسلم لیگ سے کس رویہ کا طالب ہے؟ ہم کیا کر سکتے ہیں؟ یاد رکھئے کہ ہم اس جگہ پر ہیں جہاں کہ ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ اور اس لئے ہم سب کچھ کر سکتے ہیں"۔

پریس کانفرس

۱۴ دسمبر کی صبح دس بجے لندن میں قائداعظمؒ کی رہائش گاہ پر ایک پریس کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس میں قائداعظم محمد علی جناحؒ صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے اخباری نمائندوں کے سوالات کے جوابات دئے۔ اس وقت امین الملّت مسٹر لیاقت علی خان بھی موجود تھے۔

تمام سوالات تقریباً ہندوستان پر برطانوی کیبنٹ مشن کے بیانات اور لیگ کے رویہ کی تشریح وتوضیح سے متعلق تھے۔ قائداعظمؒ نے تمام نمائندوں کو تسلی بخش اور واضح جواب مرحمت فرمائے۔

قائداعظمؒ نے فرمایا "اگر کانگریس برطانوی حکومت کی تجاویز کے گروپنگ والے کلاز کو برطانوی حکومت کی تشریح کے مطابق تسلیم کرلے تو میں یقیناً لیگ کونسل کا جلسہ طلب کر لوں گا۔ لیکن وہ تو ایسا کرنے سے انکار کرتی ہے۔ بلاشبہ میں یہ نہیں بتا سکتا کہ مسلم لیگ کی کونسل کا اجلاس اگر طلب کیا گیا۔ تو وہ مجلس دستور ساز میں داخل ہونے کا فیصلہ کرے گی یا نہیں؟"

قائداعظمؒ نے اس پریس کانفرنس میں بھی اس بات پر زور دیا کہ "مسلم لیگ کا نصب العین پاکستان ہے"۔

قائداعظمؒ نے مسٹر چرچل سابق وزیراعظم برطانیہ کی اس رائے سے اتفاق کیا کہ اگر برطانوی حکومت نے دلیری اور صاف صاف طور سے کام نہ کیا تو ہندوستان کی حالت بدسے بدتر ہو جائے گی۔

ایک اخباری نمائندہ نے قائداعظمؒ سے سوال کیا "کیا آپ کبھی کانگریس میں بھی رہے ہیں؟"

قائداعظمؒ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا۔ "میں ایک زمانہ میں پرائمری میں بھی رہ چکا ہوں"۔

قائداعظمؒ سے سوال کیا گیا کہ "دارالعوام میں ہندوستان پر دو روز تک جو مباحثہ ہوا اس کے متعلق آپ کے تاثرات کیا ہیں؟"

قائداعظمؒ نے جواب دیا۔ "اس مباحثہ کا عام اثر مجھ پر یہ ہے کہ میں یہ خیال کرتا ہوں کہ برطانوی پارلیمنٹ کو بعض حقائق کی صحیح نوعیت کا اب علم ہوتا جارہا ہے (اس سے قبل وہ بالکل لاعلم تھی یا اسے غلط معلومات حاصل تھیں)۔

قائداعظمؒ سے مزید سوال کیا گیا "کیا لیگ کا نصب العین ابھی مکمل آزادی ہے؟"

قائداعظمؒ نے جواب دیا۔ "تم کیا سمجھتے ہو۔ ہم کس لئے جدوجہد کر رہے ہیں؟ بلاشبہ مکمل آزادی

ہی پاکستان کی منزل مقصود ہے"۔

قائداعظمؒ نے ایک سوال کے جواب میں ان سے کہا کہ "وہ برطانوی حکومت کے ۶ دسمبر کے ردِ عمل کو دکھا دیں۔ جس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر کسی اقلیت کے نمائندے مجلس دستور ساز میں شریک نہ ہوئے تو وہ دستور اس اقلیت پر زبردستی نافذ نہیں کیا جا سکتا"۔

اس کے بعد پھر سوال کیا گیا "لندن میں یہ خیال کیا جاتا ہے کہ مسلم لیگ مختلف فیہ مسئلہ کو فیڈرل کورٹ میں لے جانے کے بنیادی سوال کے خلاف ہے۔ کیا یہ صحیح ہے؟"

قائداعظمؒ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا۔ "اس کا سبب یہ ہے کہ مصنّف خود اپنی تصنیف کو خوب سمجھتا ہے۔ یعنی برطانوی کیبنٹ مشن اور حکومت برطانیہ جو اس تجویز کے مصنّف ہیں۔ وہ اپنی تجویز کو سب سے بہتر اور صحیح سمجھتے ہیں"۔

سوال کیا گیا کہ "کیا مسلم اقلیت یہ چاہتی ہے کہ اسے "ویٹو" کا اختیار سپرد کر دیا جائے۔

جواب دیا "یہ بات بارہا کہی جا چکی ہے۔ لیکن یہ بات بالکل مہمل ہے کہ ایک اکثریت والی قوم اقلیت کی مرضی کے خلاف جو چاہے فیصلہ کر لیا کرے۔ اور اگر اس کے فیصلے سے اقلیت اتفاق نہ کرے تو اسے ویٹو کہا جائے اور یہ الزام دھر دیا جائے کہ اقلیت راستہ میں روڑا اٹکا رہی ہے"۔

سوال کیا گیا کہ "کیا پاکستان کے لئے جداگانہ اسمبلی بنائی جائیگی؟۔

قائداعظمؒ نے فرمایا "ہاں! میری ہمیشہ یہی رائے ہے"۔

قائداعظمؒ نے فرمایا "جب ہم کانگریس سے یہ کہتے ہیں کہ ہم اس کو یہ اجازت نہیں دے سکتے کہ وہ ہماری مرضی کے خلاف دستور بنائے۔ تو ہم پر یہ نکتہ چینی کی جاتی ہے کہ ہم "شاہی پارٹی" کے فرد ہیں اور برطانوی سامراجیت کے ایجنٹ ہیں"۔

آخر میں قائداعظمؒ نے فرمایا "حکومت برطانیہ کی ۶ دسمبر کی تشریح میں کہا گیا ہے کہ اگر کوئی سیاسی پارٹی تصفیہ کے لئے فیڈرل کورٹ جانا چاہتی ہے تو وہ جا سکتی ہے۔ ایسی صورت میں یہ لازمی ہے کہ مجلس آئین ساز اس وقت تک کے لئے ملتوی کر دی جائے۔ جب تک فیڈرل کورٹ کا فیصلہ نہ معلوم ہو جائے۔ لیکن میں نہیں کہہ سکتا کہ کانگریس اس معقولیت کو تسلیم کرے گی یا نہیں کہ مجلس آئین ساز کی میٹنگ فیڈرل کورٹ کے فیصلے تک ملتوی رکھی جائے۔ اور اس معاملہ کو اسی طرح معلق رکھا جائے"۔

قائداعظمؒ کی نشری تقریر

۱۴ دسمبر کو امریکن براڈ کاسٹنگ کمپنی کے ذریعہ قائداعظمؒ نے ایک بیان نشر کرتے ہوئے فرمایا "جتنی جلد برطانیہ پاکستان کے نفاذ پر تیار ہو جائے گا۔ اتنی ہی جلد شدید بدنظمی کا خاتمہ ہو جائے گا۔ ہندوستان کی موجودہ حالت واقعی بہت خطرناک ہے۔ مسلمان اور ہندو دو قومیں ہیں۔ جن میں زندگی کے ہر

شعبہ میں امتیاز اور اختلاف ہے۔ یہ المناک حادثات جو ہندوستان میں ہو رہے ہیں اگر فوراً ختم نہ ہوئے۔ اور اگر برطانوی حکومت یونہی پس پشت ڈالتی رہی تو اس کا نتیجہ ہندوستان میں خانہ جنگی ہو گا جو تمام دنیا میں اثرانداز ہو گا۔ صرف ہندوؤں کے منظم گروہوں نے تیس ہزار سے زیادہ مسلمانوں کو قتل کر دیا۔ اور ایک لاکھ پچاس ہزار مسلمان فاقہ کش اور بے خانماں و برباد کر دیئے گئے۔

مختصر یہ ہے کہ میں اس وقت تفصیلات بیان نہیں کر سکتا صرف یہ کہہ سکتا ہوں کہ پاکستان اور ہندوستان کی تقسیم ضروری ہے پاکستان میں مسلمان ۹ کروڑ ہیں۔ اور اعلیٰ ذات کے ہندوؤں کے مقابلہ میں ستر فیصدی ہیں اور ہندوستان میں ۷۵ فیصدی ہندو ہوں گے جتنی جلد برطانوی حکومت تقسیم ہند کا اعلان کر دیگی۔ یہ عظیم تباہی جو میرے سامنے ہے اتنی ہی جلد دور ہوگی۔ متعدد طریقہ سے متعدد بار مصالحت کی کوشش کی گئی۔ لیکن ہر مرتبہ ناکامیاب ہوئی۔ ہندوؤں کو شکایت کا موقع نہیں۔ کیونکہ وہ ۳/۴ ہندوستان پر اور مسلمان صرف ۱/۴ ہندوستان پر قابض ہوں گے۔ متحدہ ہندوستان کا مطلب مسلمانوں کی غلامی ہے مسلمان اس کو کبھی نہیں مان سکتے۔

بہرحال برطانوی حکومت ہندوستان کے سنجیدہ مسائل کی حقیقی پوزیشن اور حالات کو پہچاننے لگی ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ اس مسئلے کو حقیقی معنوں اور صحیح روشنی میں پڑھیں گے۔ مجھے معلوم ہے کہ زبردست پروپیگنڈا ہو رہا ہے مسلم انڈیا کو غلط طریقہ سے پیش کیا جا رہا ہے۔ ہم سب سے زیادہ آزادی کے لئے بیتاب ہیں۔ ہم بھی برطانوی جوا اتارنا چاہتے ہیں۔ مگر ہمارے لئے کیا ہے۔ ہم ہندو راج میں منتقل ہونا نہیں چاہتے۔ ہم آزاد اور خود مختار ریاست میں ہندوؤں کے دوست اور پڑوسی بن کر رہنا چاہتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ دس کروڑ مسلمانوں کے ساتھ ظلم کا برتاؤ کرنا ناممکن ہے۔ وہ اقلیت نہیں ہیں وہ ایک قوم ہیں"

لندن سے روانگی

لندن ۱۵ دسمبر۔ آج علی الصباح قائداعظم ایم اے جناحؒ خاص برطانوی طیارہ کاریشن ایرکرافٹ کے ذریعہ لندن سے روانہ ہو گئے۔ آپ پہلے مالٹا تشریف لے گئے۔

طیارہ میں سوار ہونے سے قبل قائداعظمؒ نے فرمایا "وزیراعظم اور دیگر وزراء سے ہم نے ملاقاتیں کیں۔ ان کی مہمان داری اور خلق و مروت کے شکر گزار ہیں۔

ہندوستان کی نازک صورت حال کو انہیں اچھی طرح سمجھا کر اس کا احساس دلا دیا ہے۔ ہم نے اپنا مشورہ آل انڈیا مسلم لیگ کے نمائندہ کی حیثیت سے دیدیا ہے۔ مسلم لیگ ہی دراصل ہندوستان کے مسلمانوں کی ذمہ دار نمائندہ جماعت ہے۔ میں نے مسلم لیگ کی برانچ کے معزز ممبروں سے ملاقاتیں کیں۔ اور میں ان سے مل کر بہت خوش ہوں۔ وہ یہاں اپنی ممکنہ کوشش کر رہے ہیں۔ اور میں ان کی

کامیابی کا متمنی ہوں۔ ان کے لئے میرے پاس صرف ایک لفظ "اتحاد" ہے"۔

جب قائداعظمؒ روانہ ہوئے تو ہندوستانیوں نے "ہم پاکستان چاہتے ہیں" کے نعرے لگائے۔

دوران قیام لندن میں قائداعظمؒ نے تمام وزرائے برطانیہ مدبّرین انگلستان، ممبران پارلیمنٹ کے علاوہ تمام اسلامی ممالک کے سفیروں اور قونصلروں سے ملاقاتیں کیں اور انہیں عالم اسلام اور ہندوستان کے معاملات سے باخبر کرتے ہوئے اتحاد واتفاق کی نصیحت فرمائی۔

گورنر مالٹا سے ملاقات

۱۵ دسمبر کو قائداعظمؒ معہ اپنی پارٹی کے لندن سے مالٹا پہنچے اور شب کو آپ گورنر مالٹا کے مہمان رہے۔ دوسرے دن صبح کو قاہرہ کے لئے روانہ ہوگئے۔

قائداعظمؒ کا قاہرہ میں قیام

۱۶ دسمبر کو قائداعظمؒ قاہرہ میں پہنچے۔ قائداعظمؒ کے استقبال کے لئے ہزاروں مسلمان ہلالی پرچم سے مزین ہو کر فضائی مستقر پر پہنچ گئے تھے۔ مسلمانان مصر کی جانب سے کئی مقامی لیڈروں نے آپ کو سنہری ہار پہنائے مصر میں ہندوستانی ایسوسی ایشن کے صدر پروفیسر صادق نارلو نے بھی آپ کا استقبال کیا۔

قائداعظمؒ کا اخباری نمائندوں کو بیان

۱۶ دسمبر کو قائداعظمؒ نے قاہرہ میں رائٹر کے نمائندہ کو بیان دیتے ہوئے فرمایا "میں لندن میں حالیہ گفت وشنید کو مزید تقویت پہنچانے کے بعد اس یقین کے ساتھ ہندوستان لوٹ رہا ہوں کہ ہندوستان کے مسلمان پاکستان حاصل کرلیں گے"۔

قائداعظمؒ نے اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے فرمایا "مصر میں میرے قیام کا مقصد صرف یہ ہے کہ اینگلو مصری معاہدہ کی تجدید کے سلسلے میں شاہ فاروق اور ان کی پارلیمنٹ کو اپنا مشورہ دے سکوں۔ قیام لندن میں میں نے صرف ہندوستان کے مسلمانوں کی ہی پیروی نہیں کی بلکہ ساری دنیا کے مسلمانوں کے مختلف حقوق کے لئے کوشش کی"۔

"اسلام ہمیں اخوت اور بھائی چارہ کا سبق دیتا ہے۔ مسلمان کا دل اپنے بھائی کی تکلیف پر خواہ وہ اس سے ہزاروں میل دور ہی کیوں نہ ہو ضرور دکھتا ہے۔ دنیا میں جتنی اسلامی طاقتیں ہیں۔ انہیں مضبوط اور متحد رہنا چاہئے اینگلو مصری معاہدہ کا اثر مصر کے مستقبل پر پڑنے والا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت مصر کو کیا کرنا چاہئے۔ چنانچہ میرا فرض ہے کہ شاہ فاروق کو اس سے آگاہ کردوں"۔

میں چاہتا ہوں کہ مصر کو یہ احساس ہو جائے کہ ہندوستان کے مسلمان آج کس چیز کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں اور ہمارا پاکستان حاصل کر لینا خود مصر کے لئے کس قدر مفید ہو گا۔ اگر ہم پاکستان حاصل نہ کر سکے تو یہ چیز تمام اسلامی ممالک اور ان کے ساتھ ساتھ مصر کے لئے کس قدر خطرناک ثابت ہو گی"۔

"ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے بھائیوں کی مشکلات سے آگاہ ہوں۔ اور ان کی ہر ممکن مدد کریں۔ میں ہندوستان کے مسلمانوں کی آزادی کی ہی خاطر نہیں بلکہ ساری دنیا کے مسلمانوں کی آزادی کے لئے جدوجہد کر رہا ہوں۔ اور اگر خدا نے چاہا تو میں اس مقصد میں ضرور کامیاب ہو جاؤں گا"۔

قائداعظم کے مصر میں قیام، بیانات اور پریس کانفرنس کے پس منظر کے لئے ایک اہم بیان درج ذیل ہے۔

ایک اہم بیان۔

قائداعظمؒ نے عرب نیوز ایجنسی کے نمائندہ سے ملاقات میں فرمایا۔ "امید ہے کہ بہت جلد تمام اسلامی ملکوں کے نمائندوں کی ایک کانفرنس کی جا سکے گی۔ اس قسم کے اجتماع کا خیال قاہرہ والوں نے پیش کیا تھا اور نو کروڑ مسلمانان ہند کی نمائندہ جماعت آل انڈیا مسلم لیگ اس کا خیر مقدم کرتی ہے"۔

"عرب حکمرانوں کا اجتماع سیاسی اجتماع نہ ہو گا۔ میرے خیال میں یہ تو لازمی ہے کہ سیاسی مسائل پر گفتگو کی جائے لیکن اس طرح صرف دوسرے ملکوں کے سیاسی مسائل سمجھنے میں دقت پیدا ہو گی کیونکہ ہم سب کے مسائل الگ الگ ہیں۔ بہرحال ایک ملک کے سیاسی مسائل کس طرح حل کئے جا سکتے ہیں اس وقت کم از کم باہمی میل جول سے اس پر غور کر کے فائدہ اٹھا سکیں گے۔ اس اجتماع کو موثر بنانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ شرکت کرنیوالے نمائندے اپنے ملکوں میں با اثر ہوں۔ چنانچہ اس وقت جبکہ ہندوستان کا موسم بہترین ہوتا ہے۔ اجتماع کے امکانات پر گفتگو ہو سکتی ہے"۔

قائداعظمؒ نے فرمایا کہ "مسلم ہندوستان اور ممالک مشرق وسطیٰ میں زیادہ گہرے تعلقات وقت کا تقاضہ ہیں۔ خاص کر عارضی حکومت میں مسلم لیگ کے شریک ہو جانے کے بعد تو یہ بہت ضروری ہو چکے ہیں۔ مسلم لیگ نے عارضی حکومت میں شرکت، مسلمانوں اور دوسری اقلیتوں کے مفاد کی حفاظت کے پیش نظر کی ہے۔ چونکہ عارضی حکومت وائسرائے نے ہماری شرکت سے پہلے ہی بنائی تھی۔ اس لئے حکومت کا سارا نظام اعلیٰ ذات کے ہندوؤں کے ہاتھ میں تھا جس پر کانگریس قابض تھی اور مسلمان قوم اعلیٰ ذات کے ہندوؤں سے کسی چیز میں ذرا بھی مشترک مفاد نہیں رکھتی۔ مسلمانوں اور ہندوؤں کے مفاد میں نہ صرف یہ کہ کوئی مشترک چیز نہیں ہے بلکہ بہت سے انفرادی اور قومی فلاح کے معاملات میں مسلمانوں سے ہندو تعصب رکھتے ہیں اور مخالف ہیں۔ ان حالات میں ہم نے مرکزی حکومت کو کانگریس کے ہاتھ میں رہنے دینا سخت مہلک اور خطرناک سمجھا۔

اس کے علاوہ ایک اور سبب بھی تھا۔ یعنی مسلم لیگ کی غیر حاضری میں وائسرائے اور کانگریس کا ایسے مسلمانوں کو شامل کرنے سے جن کو مسلمانان ہند کا اعتماد حاصل نہیں تھا۔ سخت خطرناک نتائج پیدا ہونے کا موجب ہے۔ سارے ملک کے اندر اسی چیز نے ایسے حالات پیدا کر دئے ہیں کہ سخت فرقہ وارانہ فسادات شروع ہو گئے ہیں۔ ان فسادات میں ہزاروں ہلاک اور ہزاروں زخمی ہو چکے ہیں۔ اور یہ سلسلہ اب تک ملک کے مختلف حصوں میں جاری ہے"۔

آخر میں قائداعظمؒ نے کہا۔ "موجودہ حالت یہ ہے کہ مستقبل کی بابت پیش گوئی کرنا میرے لئے ممکن نہیں میرے نزدیک ہندو اور مسلمان اس سے زیادہ اشتراک نہیں کر سکتے اور جو قریبی تعلق اس وقت ہے اس سے زیادہ ممکن نہیں ہو سکتا میرے نزدیک یہ دو بالکل جداگانہ قومیں ہیں اور انہیں اپنی قسمت کا فیصلہ علیحدہ قوم ہی کی طرح کرنا چاہئے"۔

وزیراعظم مصر کی قائداعظمؒ سے ملاقات

۱۷ دسمبر کی صبح کو وزیراعظم مصر نقراشی پاشا قائداعظمؒ سے شیفرڈ ہوٹل میں ملنے تشریف لائے۔ نقراشی پاشا نے قائداعظمؒ کے سامنے وہ تمام مسائل پیش کئے جن میں اس وقت وہ گھرے ہوئے ہیں۔ قائداعظمؒ نے ان تمام کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد اپنی رائے سے انہیں مستفیض کیا۔ قائداعظمؒ نے بتایا کہ مصر کے بارے میں میں نے حالات پر غور کیا اور اس سلسلہ میں برطانوی زعماء سے ملاقاتیں کیں۔

اس کے بعد قائداعظمؒ نے کچھ اہم کاغذات نقراشی پاشا کے حوالے کئے جن میں کچھ ایسے بھی تھے جن کا تعلق مصر کے مستقبل سے تھا۔ اور ایک کاغذ پر وہ تمام شرائط تحریر تھیں۔ جو کہ قائداعظمؒ کی رائے میں مصر کو برطانیہ سے معاہدہ کرتے وقت ضرور منوانا چاہئیں۔

قائداعظمؒ سے رخصت ہو کر نقراشی پاشا جس وقت شاہ فاروق والیٔ مصر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور قائداعظمؒ کے مشوروں سے ان کو آگاہ کیا۔ اس کے بعد سہ پہر کو پھر نقراشی پاشا قائداعظمؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور شاہ فاروق کے پاس سے ان کے نام ایک سربمہر لفافہ لائے۔ قائداعظمؒ نے اسی وقت اس کا جواب تحریر کر دیا۔

قائداعظمؒ شیفرڈ ہوٹل میں عرب لیگ کے مہمان تھے۔

مفتیٔ اعظم فلسطین اور حسن البنّا کی قائداعظمؒ سے ملاقاتیں

۱۸ دسمبر کو قائداعظمؒ نے قاہرہ کی ایک پارٹی میں شرکت کی۔ جو عرب لیگ کے جنرل سیکرٹری عظام پاشا نے دی تھی۔ اس پارٹی میں مفتیٔ اعظم الحاج سید امین الحسینی نے بھی شرکت کی۔ ان کے علاوہ شیخ حسن البنّا مسلم برادرہڈ ایسوسی ایشن کے لیڈر بھی تھے۔ وفد پارٹی کے لیڈر مکرم عبید پاشا بھی وہاں تشریف فرما

تھے۔

قائداعظمؒ نے ان مہمانوں کے ساتھ عرب ریاستوں کے حالات اور ہندوستان کے حالات پر بھی گفتگو کی۔

۱۹ دسمبر کو لبرل کانسٹی ٹیوشنل پارٹی کی جانب سے قائداعظمؒ کے اعزاز میں دی ہوئی ایک چائے کی پارٹی میں آپ نے فرمایا "اگر ایک متحدہ مرکزی حکومت کا قیام ہو گیا تو تمام مسلمان ہندوؤں کے غلام ہو جائیں گے۔ اور اس کے نتیجہ میں وہ برطانوی شہنشاہیت کے غلام بن جائیں گے۔ ہمارے لئے پاکستان زندگی اور موت کا سوال بن چکا ہے اور اگر آپ اپنے گھروں میں آزاد رہنا چاہتے ہیں تو آپ کو چاہئے کہ آپ ہماری امداد کریں"۔

قائداعظمؒ نے مزید فرمایا "ایسی کوئی مسلمان یا عرب ریاست نہیں جسے صحیح معنوں میں آزاد کہا جا سکتا ہو۔ بلکہ یہ کہ ایران جو صدیوں سے آزاد رہ چکا ہے۔ اب اپنی آزادی کھو چکا ہے"۔

آپ نے فرمایا "جب تک پاکستان کا قیام عمل میں نہیں آتا عربی ریاستیں اور مسلمان بھی آزادی کا لطف نہیں اٹھا سکتے۔ کیونکہ جس کا بھی تسلط ہندوستان پر ہو گا۔ اسی کا تسلط مشرق وسطیٰ پر بھی ہو گا۔ بنا بریں میں آپ سے اپیل کرتا ہوں کہ مصر اور مشرق وسطیٰ کے دیگر اسلامی ممالک کے مسلمان مسلمانان ہند کے حصول پاکستان کے مقصد میں امداد و اعانت کریں"۔

قاہرہ میں پریس کانفرنس

قاہرہ کی ایک پریس کانفرنس میں آل انڈیا مسلم لیگ کے صدر قائداعظم محمد علی جناحؒ نے فرمایا "اگر ہندوستان میں پاکستان کے قیام میں ناکامی ہوئی تو اس کے معنی مسلمانوں اور مشرق وسطیٰ کی تباہی ہے"۔

آپ نے فرمایا "اگر ہندوستان پر ہندو سامراج کا غلبہ ہو گیا تو یہ آئندہ کے لئے اتنا ہی خطرناک ہو گا چاہے اس سے زیادہ خطرناک نہ ہو جتنا کہ زمانہ وسطیٰ میں برطانوی شہنشاہی طاقت رہی ہے۔ اس لئے میرا خیال ہے کہ تمام مشرق وسطیٰ کی حالت "آسمان سے گرا اور کھجور میں اٹکا" کی مصداق ہو گی۔ مشرق وسطیٰ کے ممالک آزاد اور خود مختار بننا چاہتے ہیں۔ نہ کہ حلقہ ہائے اثر کے پابند رہنا پسند کرتے ہیں"۔

آپ نے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ "مسلمان عرب ممالک کا اتحاد ہرگز شہنشاہی بلاک نہیں بنے گا"۔

مصر کے شاہ فاروق اور قائداعظمؒ

آج سہ پہر کو شاہ فاروق نے قائداعظمؒ سے ملاقات کی۔

یہ واقعہ خالی از دلچسپی نہ ہو گا کہ شیفرڈ ہوٹل قاہرہ میں قائداعظمؒ نے جہاں اکابرین مصر

زعماء وشیوخِ عرب ومدبرینِ ممالک اسلامیہ سے ملاقاتیں کیں وتبادلہ خیالات فرمایاوہاں ایک دن ذات ہمایونی اعلیٰ حضرت شاہ فاروق والیٔ مصر سے بھی ملاقات فرمائی ——— چنانچہ پروگرام کے مطابق اول دربار مصر سے خلعتِ شاہانہ قائداعظمؒ کی خدمت میں روانہ کی گئی اور خدام مملکت مصر نے تحفہ وسلام کے بعد دعوت باریابی کے قبولیت کی درخواست پیش کی۔ جس کو قائداعظمؒ نے منظور فرماتے ہوئے وقت کا تعین فرمایااور مقررہ وقت پر قصر فاروق میں داخل ہوئے۔ اس وقت چونکہ امین الملت لیاقت علی خان صاحب ودیگر رفقائے سفر ہمراہ تھے۔ اس لئے خواتین مصر میں سے کسی نے شاہ فاروق سے استصواب فرمایا "اس گروہ فرزندان توحید میں" شاہ پاکستان " کون ہے؟" جس کے جواب میں شاہ فاروق نے مسکرا کر قائد اعظمؒ کی جانب اشارہ فرمایا۔ اتنی دیر میں قائداعظمؒ اوران کے ہمراہی شاہ مصر کے قریب پہنچے اور کافی دیر تک معاملاتِ مصرو ہند ممالکِ اسلامیہ پر گفت شنید ہوتی رہی۔

کانگریس ذمہ دار ہے

۱۹ دسمبر کوایک پریس کانفرنس میں قائداعظمؒ نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا "لیگ کیوں دستور ساز اسمبلی میں شریک نہیں ہوئی"۔ آپؒ نے فرمایا کہ "ہم نے برطانوی تجاویز من وعن قبول کرلی تھیں۔ مگر دستور بنانے کی راہ میں جور کاوٹیں پیدا ہورہی ہیں اس کا قصور مسلم لیگ پر نہیں بلکہ کانگریس پر ہے"۔

آپ سے پوچھا گیا کہ آپ فیڈرل کورٹ میں معاملہ رجوع کرنے کی تائید میں ہیں۔ تو آپ نے فرمایا" صوبوں کی گروپ بندی کے بارے میں برطانوی تجاویز بالکل واضح ہیں۔ آپؒ نے زور دیگر فرمایا کہ اگر کانگریس اپنے من مانے مطلب نکالے۔ توہم مورد الزام نہیں ٹھہرائے جاسکتے۔ اس لئے کہ فیڈرل کورٹ یاکسی اور کورٹ سے کانگریس اور مسلم لیگ کے تنازعہ کے فیصلہ کی تجویز رد کر دینی چاہئے"۔

ایک سوال کیا گیا کہ کانگریس دستور ساز اسمبلی میں دستور سازی کا کام کئے جارہی ہے۔ ایسی حالت میں مسلم لیگ کیا کرنا چاہتی ہے؟

قائداعظمؒ نے جواب دیا "میں اس وقت کچھ نہیں کہہ سکتا۔ یہ آل انڈیا مسلم لیگ کا کام ہے کہ وہ کسی اقدام کا فیصلہ کرے۔ لیکن یہ بات یقینی ہے کہ صوبوں کی گروپنگ کے بارے میں کانگریس جو معنی بیان کرتی ہے۔ ہم اسے کسی طرح تسلیم نہیں کریں گے"۔

قائداعظمؒ نے رات کو نحاس پاشا سابق وزیراعظمؒ مصر اور وفد پارٹی کے لیڈر کو ڈنر پر طلب کیا۔ آپؒ نے نحاس پاشا سے تنہائی میں گفتگو کی۔

آج مسٹر جناح اور مسٹر لیاقت علی خان سہ پہر کو قاہرہ سے کراچی بذریعہ طیارہ روانہ ہوگئے۔

کراچی ایئرپورٹ پر استقبال

۲۱ دسمبر کو قائداعظمؒ اور مسٹر لیاقت علی خان معہ اپنے سیکریٹریز کے صبح ساڑھے پانچ بجے کراچی کے

ہوائی اڈے پر پہنچ گئے۔ ہوائی اڈے کو دلہن کی طرح سجایا گیا تھا۔ ہر جگہ مسلم لیگ کے پرچم لہرا رہے تھے۔ کئی سو باوردی نیشنل گارڈ معہ فوجی بینڈ کے سلامی کیلئے قطار باندھے کھڑے تھے۔ سندھ اسمبلی کے لیگ پارٹی کے کل ۳۵ ممبران و دیگر مقامی لیڈران بھی پھولوں کے ہار لئے آپ کی آمد کے منتظر تھے۔ کراچی کے کئی ہندو سیٹھ بھی قائد اعظمؒ کے استقبال کیلئے پہنچ گئے۔

ٹھیک ساڑھے پانچ بجے صبح جیسے ہی جہاز دور سے آتا ہوا نظر آیا تمام لوگوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی نیشنل گارڈز سب اٹن شن ہو گئے۔ فوجی بینڈ نے اپنا ترانہ الاپنا شروع کر دیا۔ جیسے ہی جہاز رکا اور قائد اعظمؒ پر جوش نعروں میں باہر تشریف لائے۔ فوراً آپ پر پھولوں کی بارش شروع ہو گئی۔ ادھر بینڈ نے دھن بدل کر دوسری طرز شروع کر دی۔ تمام لیڈران نے قائد اعظمؒ اور مسٹر لیاقت علی خان کو ہار پہنائے۔ ہوائی جہاز سے لیکر موٹر تک جس میں کہ قائد اعظمؒ تشریف لے جانے والے تھے۔ سارے راستے کو پھولوں سے ڈھک دیا گیا تھا۔ اور مجاہدین کا یہ مختصر قافلہ ان پر سے ہو کر گزرا۔

قائد اعظمؒ ایک نہایت عمدہ اونی سوٹ میں ملبوس تھے۔ لیاقت علی خان بھی چسٹر پہنے ہوئے تھے۔ قائد اعظمؒ نے استفسار کرنے پر بتلایا کہ آپ کا سفر بہت اچھی طرح سے کٹا۔

قائد اعظمؒ نے اسی وقت مسلمانان سندھ کو مبارکباد دی کہ انہوں نے اس وقت مسلم لیگ کو ۹۵ فیصدی کامیاب کرا کے قیام پاکستان کو تقویت پہنچائی ہے۔ انشاء اللہ غدار ہمیں نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔

مسٹر لیاقت علی خان نے ہنستے ہوئے فرمایا۔ "اس وقت تو ان پھولوں سے لادے جانے کے بجائے اگر ایک پیالی چائے مل جائے تو بہت غنیمت ہے"۔

ہندو لیڈروں اور تاجروں نے دونوں لیڈروں کو ہار پہناتے ہوئے کہا کہ "ہم صدق دل سے آپ کا اور لیگی وزارت کا استقبال کرتے ہیں۔ اور ہمیں امید ہے کہ سندھ میں ہمارے حقوق کبھی پامال نہ کئے جائیں گے"۔

قائد اعظمؒ اور مسٹر لیاقت علی خاں کے استقبال کے لئے بہت سی معزز ہندو اور مسلمان خواتین بھی تشریف لائی تھیں۔ اور انہوں نے بھی دونوں لیڈروں کو ہار پہنائے۔ مسلمان طالبات نے "قائد اعظم زندہ باد" اور "پاکستان زندہ باد" کے نعرے لگائے"۔

جب کار میں سوار ہو کر دونوں لیڈران چلے تو راستے بھر ان کی کار پر پھولوں کی بارش ہوتی رہی۔ راستہ پر جگہ جگہ خوش نما گیٹ لگائے گئے تھے۔ اور ہر قدم پر سبز ہلالی پرچم لہرا رہے تھے۔

مسٹر گاندھی کی تاریکی

۲۱ دسمبر کی صبح کو کراچی میں مسلم لیگ کے صدر قائد اعظم مسٹر محمد علی جناحؒ نے پریس کانفرنس میں فرمایا "جب تک کانگریس برطانوی حکومت کی ۹ دسمبر والی تشریحات کو بلا کم و کاست منظور نہ کر لے۔ اس

وقت تک میرے لئے کوئی موقع حاصل نہیں ہو سکتا کہ میں مسلم لیگ کونسل کے پچھلے فیصلہ پر نظر ثانی کے لئے کونسل کا اجلاس طلب کروں"۔

آپ نے یہ بیان اس سوال کے جواب میں دیا جس میں آپ کے سامنے سر سٹیفورڈ کرپس کے بیان کو رکھا گیا تھا۔ جو انہوں نے دار العوام کی ہندوستان سے متعلق بحث کے دوران میں دیا تھا اور جس میں سر سٹیفورڈ کرپس نے کہا تھا کہ مسٹر جناح اب اس معاملہ کو مسلم لیگ کی کونسل کے سامنے پیش کرنے والے ہیں۔ تاکہ وہ فیصلہ کرلے کہ ۶ دسمبر کے بیان کے پیش نظر مسلم لیگ دستور ساز اسمبلی میں شرکت کے لئے تیار ہے یا نہیں؟

قائد اعظمؒ نے فرمایا "اگر یہ بیان دیا گیا ہے کہ سر سٹیفورڈ کرپس نے اپنی تقریر کے دوران میں یہ کہا تھا کہ ۶ دسمبر کے بیان کے بعد مسلم لیگ اپنی کونسل کا اجلاس طلب کریگی تو میں واضح کر دوں کہ حقیقتاً میں نے ایسا نہیں کہا تھا۔ بلکہ میں نے برطانوی حکومت کو اور اس پریس کانفرنس میں بھی جو میں نے لندن کے لئے روانہ ہونے سے چند روز قبل طلب کی تھی۔ واضح طور پر بتایا تھا کہ جب تک کانگریس ۶ دسمبر کی تشریحات کو جو یقیناً ۱۶ مئی کے بیان پر مبنی ہیں بلا کم و کاست تسلیم نہ کرلے اس وقت تک مجھے مسلم لیگ کونسل کا اجلاس طلب کرنے کا کوئی موقع حاصل نہیں ہوتا۔ جب تک کانگریس ۱۶ مئی اور ۶ دسمبر کے بیانات کو تسلیم نہ کرلے۔ کونسل کے سامنے کیا بات پیش کر سکتا ہوں۔ اور بے شک کانگریس کی رضامندی کے بعد ہی لیگ کونسل اپنے آئندہ اقدام کا فیصلہ کرے گی"۔

قائد اعظمؒ نے فرمایا "یہ درست نہیں ہے کہ برطانوی وزیر اعظم نے مجھے اور پنڈت نہرو کو ۶ دسمبر کا بیان سنانے کے بعد اس میں کسی قسم کی تبدیلی کی تھی اور نہ یہ سچ ہے کہ اس میں کوئی اضافہ کیا گیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ بیان کا پچھلا حصہ پنڈت نہرو کے ذہن نشیں نہ ہوا ہو"۔

سیکشنوں میں جانے کے بعد آسام کو دستور ساز اسمبلی سے علیحدہ ہو جانے کے متعلق گاندھی جی نے جو رائے دی ہے اس پر قائد اعظمؒ نے فرمایا "مسٹر گاندھی مختلف باتیں کہتے ہیں۔ وہ بلاشبہ سخت قسم کی تاریکی میں مبتلا ہیں۔ اور کسی کی سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ مسٹر گاندھی کے وقتاً فوقتاً کے بیانات کا کیا مطلب لے۔ مجھے افسوس ہے کہ مجھے مسٹر گاندھی پر تنقید کرنی پڑ رہی ہے۔ لیکن انہوں نے خود تسلیم کر لیا تھا کہ اس فارمولا پر جس کی بناء پر پنڈت نہرو کے ساتھ دہلی میں مصالحتی گفتگو میں مشغول تھا۔ دستخط کرنے کے چند ہی گھنٹہ بعد اس سے اس بناء پر انکار کر دیا تھا کہ انہوں نے زبردست غلطی کی ہے۔ اور یہ کہ وہ کمزوری محسوس کر رہے تھے۔ اب مسٹر گاندھی کے کسی بیان کو اہمیت دینا مشکل ہو گیا ہے"۔

قائد اعظمؒ نے کہا "میرا قاہرہ کا سفر اس حیثیت سے سیاسی تھا کہ مقامی مصر کے حالات سے واقفیت حاصل کرنا چاہتا تھا۔ نیز وہاں کے عوامی لیڈروں سے تبادلہ خیالات بھی کرنا چاہتا تھا۔ میں نے انہیں ہندوؤں کے حالات سے بھی آگاہ کرنے کی کوشش کی۔ مصر کے ہر طبقہ اور ہر جماعت کی طرف سے میرا

پرجوش خیر مقدم کیا گیا"۔

برطانوی مصری گفتگوئے مصالحت کا ذکر کرتے قائداعظمؒ نے فرمایا "ہر خوش فہم انسان کی طرح میری اپنی ہمدردیاں بھی مصر کے ساتھ ہونگی۔ میں بے چین ہوں کہ مصر کو جلد از جلد کوئی سمجھوتہ حاصل ہو جائے جو اس کے لئے مفید ہو۔ میں اس وقت اس سے زائد کچھ نہیں کہنا چاہتا کیونکہ گفتگوئے مصالحت ابھی جاری ہے"۔

آپ نے کہا "اہل مصر نے بھی ہندوستانی مسلمانوں کے ارادوں اور خواہشات پر بڑی ہمدردی اور اعانت کا اظہار کیا"۔

مسلم کانفرنس کشمیر

۲۶ دسمبر کو قائداعظمؒ نے جموں و کشمیر کے انتخابات کے سلسلے میں ایک بیان میں فرمایا۔

"میں جانتا ہوں کہ مسلمانان کشمیر نے مشکلات کا بڑی جوانمردی سے مقابلہ کیا ہے اور مخالف قوتوں کو منہ توڑ جواب دیا ہے۔ صرف تنظیم ہی میں مسلمانوں کی کامیابی ہے۔ لہٰذا میں مسلمانان جموں اور کشمیر سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ مسلم کانفرنس کے امیدواروں کو ووٹ دیں"۔

ویت نام ری پبلک کو قائداعظمؒ کا تار

یکم جنوری ۱۹۴۷ء کو قائداعظمؒ نے ویت نامی ریپبلک کو ایک تار دیتے ہوئے فرمایا۔

"مسلم ہندوستان آپ کی جنگ آزادی سے پوری پوری ہمدردی رکھتا ہے اور آپ کی آزادی کے لئے دعاگو ہے"۔

پاکستان جلد ملے گا

۵ جنوری ۴۷ء کو ناسازی طبیعت کے باعث آپؒ انتخابات سندھ کی فتح کامل کے جشن میں شریک نہ ہو سکے۔ مگر آپ نے ایک بیان میں فرمایا۔

"مجھے افسوس ہے کہ میں ناسازی طبیعت کی وجہ سے آج کے جشن میں شریک نہیں ہو سکا۔ مجھے ایک سو ایک ڈگری بخار پر بھی کام کرنا پڑتا ہے۔

میں اس فتح کامل پر آپ کو مبارکباد دیتا ہوں۔ اور یقین دلاتا ہوں کہ اگر آپ کا اتحاد ایسا ہی رہا تو آپ امید سے پہلے پاکستان حاصل کر لیں گے"۔

حقیقی جمہوریت

۷ جنوری ۴۷ء کو کراچی سے کانگریس کے فیصلے پر اظہار خیال کرتے ہوئے قائداعظمؒ نے فرمایا۔
"میں نے اخبارات میں آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے جلسے کی تجاویز اور کانگریسی رہنماؤں کی تقاریر پڑھی ہیں۔ میں اس سلسلے میں کسی قریبی تاریخ کو مسلم لیگ مجلس عاملہ کا جلسہ طلب کرنے کی تحریک کر رہا ہوں میں مجلس عاملہ کے ممبروں سے مشورہ کئے بغیر اظہار خیال سے معذور ہوں میں اس وقت اپنی رائے ظاہر کرنے کے بعد ان لوگوں کی رائے پر اثر انداز ہونا نہیں چاہتا۔ یہ مجلس عاملہ کا کام ہے کہ وہ ہر پہلو پر غور کرنے کے بعد فیصلہ کرے"۔

برما اور پاکستان

۸ جنوری کو قائداعظمؒ نے کراچی میں جنرل آنگ سان سے ملاقات کے بعد ایک بیان میں فرمایا۔
"میں جنرل آنگ سان سے مل کر خوش ہوا ہوں۔ اور ان سے صاف صاف باتیں کی ہیں"۔
آپ نے فرمایا "مسلم لیگ کی پالیسی واضح ہے۔ ہم ہندوستان میں ہندوستانی ریاستوں کے معاملات میں مداخلت نہیں چاہتے۔ ہمارا تعلق صرف برطانوی ہند سے ہے۔ میں اہل برما کو یقین دلاتا ہوں کہ مسلم لیگ نے مانگ ڈاؤن کو پاکستان میں شریک کرنے کا کوئی سوال نہیں اٹھایا۔ اور نہ ہی ہمارا اس قسم کا ارادہ ہے"۔

نائب وزیر ہند مسٹر ہینڈرسن کی قائداعظمؒ سے ملاقات

۲۱ جنوری ۴۷ء کو لندن جانے سے پہلے نائب وزیر ہند مسٹر ہنڈرسن نے "ملیر" جو کراچی سے چودہ میل دور ہے اور جہاں قائداعظمؒ تبدیلی آب و ہوا کے لئے تشریف لے گئے تھے، آپ سے دو گھنٹہ تک ملاقات کی۔ نائب وزیر ہند نے لندن پہنچ کر اس ملاقات سے وزیر ہند اور وزیر اعظم کو مطلع کیا۔

تحریک مسلم نیشنل گارڈ خلاف قانون

۲۴ جنوری ۴۷ء کو حکومت پنجاب جس کے وزیر اعظم سر خضر حیات خان ٹوانہ تھے (جن کا ذکر گزشتہ صفحات پر آچکا ہے) نے مسلم نیشنل گارڈ اور راشٹریہ سیوک سنگھ کو خلاف قانون قرار دیا۔ جب پولیس نیشنل گارڈ کے دفتر کی تلاشی لینے پہنچی تو قائدین لیگ نے رکاوٹ پیدا کی۔ جس کی وجہ سے پولیس نے خان افتخار حسین خان آف ممدوٹ صدر پنجاب مسلم لیگ بیگم شاہنواز، ملک فیروز خان نون، سردار شوکت حیات خان، میاں ممتاز دولتانہ اور میاں امیر حسین شاہ سالار صوبہ مسلم نیشنل گارڈ کو گرفتار کر لیا۔

لیگی رہنماؤں کی گرفتاریوں کی خبر آگ کی طرح سارے لاہور میں پھیل گئی۔ فوراً دوکانیں بند ہوئیں۔ مساجد میں نماز جمعہ کے بعد جلسے ہوئے۔ جگہ جگہ جلوس نکلے۔ مسٹر غضنفر علی خان پنجاب مسلم نیشنل گارڈ کے مسئلے میں "ملیر" جاکر قائداعظمؒ سے ملے۔

پنجاب مسلم نیشنل گارڈ پر پابندیوں نے دوسری صورت اختیار کرلی۔ خان ممدوٹ نے گورنر کو صاف طور پر کہہ دیا کہ اب توہمارا مطالبہ "شہری آزادی یا جنگ" ہے۔ حالانکہ ۲۸ جنوری ۴۷ء کو مسلم نیشنل گارڈ پر سے پابندیاں اٹھالی گئی تھیں۔

مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی کا ہنگامی اجلاس

۲۹ جنوری ۴۷ء کو مسلم لیگ عاملہ کا ایک ہنگامی اجلاس کراچی میں منعقد ہوا۔ جو چار گھنٹہ جاری رہ کر دوسرے دن کے لئے ملتوی کر دیا گیا۔ پہلے دن جو مسائل زیر بحث آئے۔ ان میں فسادات بہار' دستور ساز اسمبلی اور مسئلہ پنجاب تھا پہلے دن پنجاب کا وفد پنجاب کی نازک حالت کی وجہ سے شریک اجلاس نہ ہوسکا۔ کیونکہ ۲۸ جنوری ۴۷ء تک پنجاب میں ایک ہزار تک مسلمان گرفتار ہوچکے تھے۔

۳۰ جنوری کو دو بجے سے لیکر ۵ بجے تک لیگ کا اجلاس ہوتا رہا۔

۳۱ جنوری کو مسلم لیگ عاملہ نے ۳½ گھنٹے کی بحث کے بعد ایک تجویز منظور کی۔ جس میں کانگریس کے ۱۶ مئی کی سکیم کو قبول نہ کرنے کی رائے پر قائم رہتے ہوئے دستور ساز اسمبلی میں عدم شرکت کا فیصلہ ظاہر کیا گیا۔

تین ہزار الفاظ کی طویل تجویز میں کہا گیا۔ چونکہ کانگریس نے معاہدہ کا ایک بڑا فریق ہوتے ہوئے بھی ۱۶ مئی کی سکیم کو حکومت ملک معظم کی ۶ دسمبر کی تشریح کے مطابق قبول نہیں کیا۔ اس لئے مسلم لیگ کونسل کا جلسہ دوبارہ غور کرنے کے لئے بلانا بیکار ہے۔

مجلس عاملہ نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ جو دستوری منصوبہ کیبنٹ مشن نے پیش کیا تھا۔ کانگریس سکھوں اور پست اقوام (شیڈولڈ کاسٹ) کے ۱۶ مئی کی سکیم کو قبول نہ کرنے کی وجہ سے اس کی ناکامی کا اعلان کردے۔ نیز دستور ساز اسمبلی کا انتخاب اور اس کا اجلاس طلب کرنا سب ناجائز اور خلاف ضابطہ ہوتے ہیں۔ اور اس کی کارروائیاں اور فیصلے ناجائز ہیں۔ اس لئے اسے باقی رکھنا بھی ناجائز ہے۔ اسے فوراً توڑ دیا جائے۔

یکم فروری ۴۷ء کو آل انڈیا مسلم لیگ عاملہ نے ایک تجویز پنجاب کے متعلق پاس کی اس میں اس نے پنجاب کے مسلمانوں کی اس قربانی اور ظلم کشی پر مبارکباد دی۔ اور حکومت پنجاب سے مطالبہ کیا کہ وہ فوراً تمام پابندیاں اٹھالے۔ اور تمام لوگوں کو رہا کردے۔

حکومت پنجاب نے پنجاب سے متعلق تجویز کو اخبارات میں چھاپنے کی ممانعت کر دی۔ کانگریسی

صوبوں کے متعلق ایک تجویز میں لیگ عاملہ نے کہا۔ آسام کی کانگریسی حکومت کے ہزاروں مہاجرین پر سفا کانہ مظالم پر لیگ عاملہ اس کی پرزور مذمت کرتی ہے اور حکومت آسام سے مطالبہ کرتی ہے کہ وہ ان غیر انسانی انخلاء کی تحریکوں کو فوراً بند کر دے۔ لیگ عاملہ نے بمبئی' احمد آباد' گڑھ مکتیشر اور ڈسٹرکٹ قلابہ میں مسلمانوں پر ہونے والے فرقہ وارانہ مظالم کی مذمت کی۔

بہار کے مسلمانوں پر بے پناہ مظالم کی مذمت کرتے ہوئے لیگ عاملہ نے کہا "بہار میں ہزارہا مسلمانوں کے قتل عام اور نہایت وسیع پیمانہ پر وحشت و بربریت جو عورتوں' بچوں مردوں اور بوڑھوں پر کی گئی ہے عاملہ انتہائی رنج و قلق کا اظہار کرتی ہے اور حکومت بہار کو مطعون کرتی ہے کہ وہ دو ہفتہ تک مسلمانوں کا تحفظ نہ کر سکی۔ مسلم لیگ عاملہ ان حقائق کی روشنی میں جو اس کے پاس ہیں ان پر غور کرنے سے اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ بہار کا قتل عام ایک منظم سازش اور پہلے سے تیار کی ہوئی سکیم کے ماتحت ہوا ہے۔ اس لئے وہ ایک غیر جانبدارانہ کمیٹی کا مطالبہ کرتی ہے"۔

آخر میں لیگ عاملہ نے مسلمانان بہار کو اسلام کے لئے قربان ہونے پر خراج عقیدت ادا کیا۔ اور پسماندگان سے اظہار ہمدردی کیا۔

حکومت پنجاب کو قائداعظمؒ کا انتباہ

۱۱ فروری کو کراچی سے پنجاب کے متعلق ایک بیان دیتے ہوئے قائداعظمؒ نے فرمایا۔ "میں ایک مرتبہ پھر حکومت پنجاب گورنر اور وائسرائے ہند سے کہتا ہوں کہ دھوکہ بازی چھوڑ دیں۔ اور صاف دلی سے حالات کا جائزہ لیں۔ اور پنجابی عوام کی شہری آزادی بحال رکھیں۔ قائداعظمؒ نے مسلمانوں سے درخواست کی کہ وہ فرقہ وارانہ فساد نہ ہونے دیں۔ اور تحریک کو پرامن طریق پر جاری رکھیں۔ کیونکہ ان کی جنگ حق پر مبنی ہے اور ان کی قربانیاں رائیگاں نہیں جائیں گی۔ مسلمانان ہند آپ کی پشت پر ہیں"۔

ہندوستان کی آزادی

۲۰ فروری ۴۷ء کو دارالعوام میں مسٹر ایٹلی وزیراعظم نے اپنے بیان میں تین نکات پر توجہ دلائی۔

۱۔ برطانوی حکومت زیادہ سے زیادہ جون ۴۸ء تک ہندوستان کو اختیارات منتقل کر دینے کیلئے ضروری اقدامات کا عزم کر چکی ہے۔

۲۔ لارڈ ویول کی جگہ ماؤنٹ بیٹن وائسرائے مقرر کئے جاتے ہیں۔ جو مارچ میں عہدہ سنبھالیں گے۔

۳۔ حکومت "اقتدار حال" ریاستوں کے حوالے کر دے گی۔ برطانوی ہند کی کسی حکومت کو اقتدار اعلیٰ منتقل نہ ہو گا۔

لیگ کی فتح

۲۶ فروری کو مسلم لیگ اور حکومت پنجاب کے مابین سمجھوتہ ہو گیا۔ معاہدہ کی شرائط حسب ذیل ہیں۔

۱۔ عوامی جلسوں پر سے پابندی اٹھالی جائے۔

۲۔ موجودہ پنجاب تحفظ عامہ کے ہنگامی قانون کی جگہ ایک ایسے قانون پر غور کیا جائے جو صحیح طور پر امن اور تحفظ عامہ کے لئے مفید ہو۔

۳۔ گرفتار شدگان کی رہائی۔ سوائے ان لوگوں کے جو دفعہ ۳۲۵ تعزیرات ہند، شدید اقدامات کے مرتکب ہیں۔

۴۔ جلوسوں پر پابندی برقرار رہے۔

قائداعظمؒ کی بمبئی میں آمد

۲۸ فروری ۱۹۴۷ کو قائداعظمؒ بذریعہ جہاز دس بجے دن کو ساحل بمبئی پر اترے۔ ساحل پر مسلمانوں کا بے پناہ ہجوم تھا۔ ہزاروں مسلمانوں نے اپنے محبوب قائد کے قدموں پر پھولوں کی بارش کی۔ آپ نے اخباری نمائندوں سے کہا "میرا سفر خوشگوار رہا ہے۔ جہاز میں اخبار نہ ملنے کی وجہ سے میں وہ مباحثہ نہ پڑھ سکا جو دارالعوام میں ہندوستان کے مسئلہ پر ہوا"۔

خضری وزارت ختم

۲ مارچ کو سر خضر حیات خان نے وزارتِ عُظمیٰ سے استعفا پیش کرتے ہوئے کہا۔

"حکومت ملک معظم کے اعلان کے بعد میرے لئے زیبا نہیں کہ میں وزارت عظمیٰ کو پکڑے رہوں۔ یہ جگہ میں مسلم لیگ کے لئے خالی کر دینا چاہتا ہوں جو جمہوری اصولوں پر وزارت سازی کی مستحق ہے"۔

سر خضر حیات کے استعفا پر اظہار خیال کرتے ہوئے قائداعظمؒ نے فرمایا "مجھے یہ سُن کر انتہائی خوشی ہوئی ہے کہ ملک خضر حیات خان ٹوانہ نے پنجاب کی وزارت عظمیٰ سے استعفا دیدیا ہے۔ ملک صاحب موصوف کا یہ فیصلہ دانشمندانہ ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ سرحد کے وزیراعظم ڈاکٹر خان بھی اس مثال کی تقلید کریں گے"۔

آپ نے فرمایا "اگر مسلمان متحد ہو کر لیگ کے پلیٹ فارم پر جمع ہو جائیں تو دنیا کی کوئی طاقت انہیں پاکستان کے حصول سے نہیں روک سکتی۔ اور ہم پاکستان کے حصول میں ناکام ہوئے تو یہ ہماری اپنی غلطی ہوگی"۔

کانگریس کی طرف سے تقسیم پنجاب کا مطالبہ

۸ مارچ کو تقسیم ہند کی سخت ترین مخالف جماعت کانگریس نے کانگریس عاملہ کے جلسے میں ایک تجویز پاس کی۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ صوبہ پنجاب کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ اس اجلاس میں کانگریس نے مسلم لیگ سے درخواست کی کہ وہ نئے حالات کے تحت آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے نمائندگان سے گفتگو کیلئے اپنے نمائندے نامزد کرے۔

"صحافی مجھ پر بھی بے لاگ تنقید کریں" ...... قائداعظمؒ

۱۲ مارچ کو مسلم جرنلسٹس ایسوسی ایشن کی جانب سے قائداعظمؒ کو تاج محل ہوٹل میں ایک عصرانہ دیا گیا۔ قائداعظمؒ نے اس موقعہ پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔

"ہندوستان کے کروڑوں مسلمانوں کی عزت واحترام کو برقرار رکھتے ہوئے ہندوستان کے مسائل کا واحد حل پاکستان ہے۔"

آپؒ نے فرمایا "ہمارے لئے سوائے اس کے چارہ نہیں کہ ہم زندگی کے ہر شعبے میں منظم رہیں۔ ہماری قومی زندگی میں فن صحافت کی ذمہ داریاں اہم ہیں"۔

آپؒ نے فرمایا "ہمارا نظریہ، ہماری منزل، ہمارے بنیادی اصول اور پروگرام نہ صرف ہندو تنظیموں سے مختلف ہیں بلکہ ان سے متصادم ہیں۔ اس لئے یہ کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ دونوں کو متحد نہیں کیا جاسکتا کیونکہ ان میں ملکر کام کرنے کے لئے کوئی بھی مشترکہ نقطہ نہیں"۔

آپؒ نے فرمایا "اگر صحافی ایماندارانہ تنقیدیں کریں تو یہ ان کا حق ہے۔ انہیں اختیار ہے کہ وہ مجھ پر بھی بے لاگ تنقید کریں"۔

۲۰ مارچ کو قائداعظمؒ نے مسلم نیشنل گارڈ بمبئی کے ورزشی کھیل دیکھے اور انہیں انعامات تقسیم کئے۔ آپ نے فرمایا۔

"میں چاہتا ہوں کہ میری قوم میں چستی چالاکی اور تنظیمی روح کی نشوونما ہوتی رہے"۔

لارڈ ویول کی الوداعی تقریر

ہندوستان سے روانگی سے قبل لارڈ ویول نے ۲۱ مارچ کو ایک تقریر کرتے ہوئے کہا۔ "تمہارے سامنے کٹھن اور خطرناک وقت آرہا ہے۔ مگر تم اس پر قابو پالو گے۔ مجھے ہندوستان کے شاندار مستقبل کا یقین رہا ہے۔ میں شکریہ ادا کرتے ہوئے تمہاری کامیابی کے لئے دعا گو ہوں۔ میں تمہیں الوداعی سلام کہتے ہوئے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تمہارا نگہبان رہے۔

میں نے ہندوستان میں اپنی زندگی کے تیرہ سال گزارے ہیں۔ میں اپنی غلطیوں سے بھی واقف ہوں۔ مگر آپ یقین کریں کہ میں نے سب کچھ ہندوستان کی بہتری کے لئے کیا ہے تاکہ ہندوستان خود مختاری کی طرف قدم بڑھا سکے"۔

لارڈ ماؤنٹ بیٹن کی ہندوستان آمد

۲۴ مارچ ۴۷ء کو نئے وائسرائے لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے دربار ہال میں حلف وفاداری اور اپنے عہدے کی ذمہ داری سنبھالتے ہوئے کہا۔

"آئندہ چند ماہ میں کوئی حل ضرور نکالنا چاہئے۔ حکومت ملک معظم جون ۴۸ء میں اختیارات منتقل کر دینے کا عزم کر چکی ہے۔ اس لئے الجھے ہوئے مسائل کا سلجھانا ضروری ہے"۔

انہوں نے کہا۔ "مجھے اپنے کام کے مشکل ہونے کا یقین ہے مجھے زیادہ سے زیادہ آدمیوں کی خیر سگالی کی ضرورت ہے۔ اور میں ہندوستان سے ایسی خیر سگالی کا طالب ہوں"۔

معاشرتی عدل وانصاف اور اشتراکی نظام

۲۷ مارچ کو قائداعظمؒ نے میمن چیمبر آف کامرس کے جلسے میں تقریر کرتے ہوئے کہا۔

"مستقبل قریب میں پاکستان کے اندر کسی قسم کے بحران سے دوچار ہونا نہیں پڑیگا۔ ایسا ہونا بہت غیر ممکن سا واقعہ ہے۔ آپ اپنی حکومت میں معاشرتی عدل وانصاف اور اشتراکی نظام کے قیام میں کافی حد تک ممد ومعاون ثابت ہوں گے۔ معاشرتی انصاف اسلامی تعلیمات کا ایک اہم حصہ ہے۔ ہر حکومت میں ایسا ہونا چاہئے تاکہ وہ حکومت دنیا کو بتا سکے کہ وہ اقتصادیات اور معاشرتی انصاف میں کامل یقین رکھتی ہے۔

بہت سی دوسری قومیں جن میں ہندوؤں کا نام خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ جھوٹے پروپیگنڈے پھیلا کر لاتعداد غلط فہمیاں پیدا کر رہی ہیں۔ انہوں نے ہندوؤں کو اتنا بدظن کر دیا ہے کہ وہ ہمیں مشتبہ نگاہوں سے دیکھتے ہیں اور وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم ان کے خلاف کوئی معاندانہ لائحہ عمل تیار کر رہے ہیں۔ یہ سراسر دروغ بافی ہے کہ ہم ان کے خلاف کوئی معاندانہ لائحہ عمل رکھتے ہیں۔ ہمیں پاکستان قائم کرنا ہے۔ اور اس میں صرف مسلمانوں کی بھلائی ہی نہیں ہوگی۔ پاکستان کا مطلب ہے آزادی! کسی خاص ایک قوم کے لئے نہیں۔ بلکہ سب کے لئے آزادی۔ پاکستان کا مطلب دونوں کے لئے آزادی ہے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میرے دل میں عظیم الشان ہندو قوم کی بہت عزت ہے۔ ان کا اپنا دھرم ہے۔ اپنا فلسفہ ہے اور وہ اپنا تمدن رکھتے ہیں۔ عین اسی طرح جس طرح مسلمان اپنا ایمان فلسفہ حیات اور تمدن رکھتا ہے۔ لیکن دونوں الگ الگ قومیں ہیں۔

میں مسلمانوں ہندوؤں اور دیگر اقوام سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ حالات کا بغور مطالعہ کریں۔ اور خوابوں کی دنیا میں بسنے کی کوشش نہ کریں۔

آیئے اب عملی آدمیوں کی طرح قدم اٹھائیں اور اصول تقسیم کو تسلیم کر لیں۔ ہم پاکستان میں رہیں گے اور آپ ہندوستان میں۔ ہم ہمسائیوں کی طرح زندگی بسر کریں گے۔ ہمیں غیر ملکیوں کی ضرورت نہیں۔ ہم دوستوں کی طرح رہنا چاہتے ہیں۔ ہم صنعت و تجارت میں دوست رہیں گے۔ اور دو بھائیوں کی طرح رہیں گے۔ یہی پاکستان ہے۔

یہ حقیقت ایک کھلا راز ہے کہ مسلمانوں کی صفوں میں تشتت و افتراق پیدا کرنے کے لئے کتنی دولت صرف کی جا چکی ہے۔ دس سال کا عرصہ گزر چکا ہے اور ہم اس آزمائش اور امتحان میں پورے اترے ہیں۔ آج مسلمان ایک متحد و منظم قوم ہیں۔ اور پاکستان کے لئے ہر قربانی کے لئے تیار ہیں۔ یقیناً ہم پاکستان قائم کر کے رہیں گے۔ لہٰذا آیئے اب مطالبہ پاکستان کو تسلیم کر کے التوائے جنگ کا اعلان کر دیں۔

مجھے کامل یقین ہے کہ یہ دونوں عظیم قومیں ہندوستان اور پاکستان میں دوستوں کی حیثیت سے زندگی بسر کریں گی۔ اور پاکستان اور ہندوستان میں رہنے والے عظیم الشان ہندو اور مسلمان دنیا کو بتا دیں گے کہ ہندوستان صرف ہندوستانیوں کے لئے ہے"۔

قائداعظمؒ نے مسلمانوں کی اقتصادی حالت کو بہتر بنانے کے ذرائع کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا "میں مسلمانوں کی تعلیمی، اقتصادی اور معاشرتی ترقیوں کے لئے بہت سے منصوبوں پر غور کر رہا ہوں۔ میرے خیال میں مسلم تاجروں کی بہتری کا سوائے اس کے اور کوئی راستہ نہیں کہ وہ ہر ممکن طریقے سے اقتصادی تنظیم پیدا کریں"۔ قائداعظمؒ نے صنعت و تجارت میں مسلمانوں کے شاندار ماضی کی طرف اشارہ کیا اور پھر فرمایا "مسلمانوں کو ٹاٹا جیسی مہم جویانہ اور جرأت آزما صنعتوں کی ہمسری کرنی چاہئے۔

پاکستان ایک ایسی حکومت ہو گی جس میں سب قوموں کو زندگی کی تمام آسائشوں کا حصہ ملے گا۔ اس لئے اب تمام مسائل حل کر لیجئے پاکستان ایک ایسی حکومت ہو گی۔ جہاں ذات پات کا کوئی سوال پیدا ہی نہ ہو گا۔ آخر مجھے کسی فرقہ کے خلاف جو اپنے افراد کی تعلیمی اور معاشرتی ترقی کے لئے کوشاں ہو۔ کیوں شکایت ہونی چاہئے"۔

قائداعظمؒ نے تبادلۂ آبادی کے مسئلہ پر تبصرہ اور نواکھلی میں مسٹر گاندھی کے جوابات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ "مسٹر گاندھی نے دو سوالوں کا جواب دیتے ہوئے کہا تھا کہ وہ تبادلۂ آبادی کے حق میں ہیں"۔ قائداعظمؒ نے فرمایا کہ "جس وقت تبادلۂ آبادی کی تجویز میں نے پیش کی تھی اس وقت یہ ایک جرم شمار کیا گیا تھا اور اسکے خلاف شور و غوغا بھی بلند ہوا تھا"

قائداعظمؒ نے ستمبر ۱۹۴۴ء میں مسٹر گاندھی کے ساتھ گفتگوئے مفاہمت اور خط و کتابت کی طرف

اشارہ کرتے ہوئے فرمایا "سب سے پہلے مسٹر گاندھی نے یہ سوال اٹھایا تھا۔ میں پورے غور و فکر کے بعد یہی کہتا رہا ہوں کہ تبادلۂ آبادی نہایت ضروری ہے۔ اور یہ ہو کر ہی رہے گا۔ کیونکہ ایسا ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ کام ایک پرائیوٹ تنظیم کا نہیں ہے۔ جو کچھ آج ہو رہا ہے وہ محض معمولی سی علامتیں ہیں۔ سندھ اسمبلی میں یہ پوچھا گیا کہ "ہندو آفیسر ہندو اکثریت کے صوبوں میں تبادلہ کیوں چاہتے ہیں" ۔ آجکل ہندوؤں اور مسلمانوں میں دونوں طرف ایسے جذبات بہت تیزی سے پیدا ہو رہے ہیں۔ مسلمان پاکستانی علاقوں میں جانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اور ہندو ہندوستان کے علاقوں میں۔ یہ غیر دوستانہ تعلقات کا کھلا ثبوت ہے۔ لیکن اگر وہ پاکستان میں رہنا چاہیں تو ہم ان کی مدد کریں گے۔

ہم ہندوؤں کو کامل یقین دلاتے ہیں کہ پاکستان میں اقلیتوں کے ساتھ منصفانہ اور برادرانہ سلوک کیا جائے گا۔ اس کے ثبوت میں ہماری تاریخ شاہد ہے۔ اسلامی تعلیمات نے ہمیں یہی سکھایا ہے۔ یاد رکھیئے کہ حکومتیں عوام کے اعتماد پر قائم ہیں بغیر اس کے وہ کبھی ترقی نہیں کر سکتیں۔ جمہوریت مسلمانوں کے رگ و ریشہ میں ہے۔ اور ہم نے ہمیشہ مساوات، اخوت اور استقلال کو پیش نظر رکھا ہے۔ اسلام میں کوئی ایسا موقع محل نہیں ہے۔ جہاں کوئی فرد واحد اپنی من مانی کارروائی کر سکے۔ ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ آپ ایک شخصی حکومت کے مقابلہ میں ہمارے طرزِ حکومت میں زیادہ محفوظ ہوں گے۔"

پاکستان "مسخرہ پن" ہے

۱۳ اپریل کو احمد آباد میں تقریر کرتے ہوئے سردار پٹیل نے کہا

"پاکستان کی سکیم ایک "مسخرہ پن" اور "بچوں کا کھیل" ہے۔ پاکستان اگر حاصل ہو سکتا ہے تو باہمی رواداری سے نہ کہ تلوار کے بل بوتے پر۔"

تاریخی سفر

۱۴ اپریل کو سانٹا کروز کے ہوائی اڈہ سے قائد اعظمؒ ہمراہ فاطمہ جناحؒ دہلی روانہ ہوئے۔ یہ آپ کا تاریخی سفر تھا۔ اس سفر میں آپؒ نے دنیا کی تاریخ میں ایک ایسے باب کا اضافہ کیا جو اس سے پہلے تاریخ کے صفحات پر نظر نہیں آتا۔ تفصیل آئندہ صفحات پر ملاحظہ فرمایئے۔

دہلی پہنچتے ہی آپ کی خدمت میں وائسرائے نے دعوت نامہ ارسال کیا۔ جس میں آپ سے ملاقات کی درخواست کی گئی تھی۔

وائسرائے اور سلطان شہریار کی قائد اعظمؒ سے ملاقاتیں

۵ اپریل کو قائد اعظمؒ نے نئے وائسرائے سے پہلی ملاقات دس بجکر ۵۵ منٹ پر کی۔ یہ ملاقات ایک

گھنٹہ ۵۵ منٹ تک رہی۔ وائسرائے نے قائداعظمؒ کو الوداع کہتے ہوئے کہا۔ ’’امید ہے کہ میں آپؒ سے روز مل سکوں گا‘‘۔

۶ اپریل کو سلطان شہریار اور نائب وزیر خارجہ جمہوریہ انڈونیشیا حاجی سلیم نے قائداعظمؒ سے ملاقات کی۔

۲ ا اپریل کو آپؒ نے مرکزی اسمبلی کے اجلاس میں شرکت کی۔

مولانا حفظ الرحمٰن کے خط کا جواب

آپؒ نے مولانا حفظ الرحمان سیکرٹری جمعیت العلماء ہند کے ایک خط کا جو موصوف نے آپؒ کے نام روانہ کیا تھا۔ جواب دیتے ہوئے فرمایا۔

’’ہندوستانی مسلمانوں کے اتحاد کو تقویت دینے کیلئے جمعیت العلماء کے اراکین کو مسلم لیگ میں شامل ہو جانا چاہئے۔ میں ہر مسلمان کو جو مسلم لیگ میں آئے ’’خوش آمدید‘‘ کہوں گا‘‘۔

لارڈ ماؤنٹ بیٹن سے چھ ملاقاتیں

۱۲ اپریل تک قائداعظمؒ نے وائسرائے ہند لارڈ ماؤنٹ بیٹن سے چھ ملاقاتیں کیں۔

مسلم لیگ اسمبلی پارٹی سے قائداعظمؒ کا خطاب

۱۳ اپریل کو قائداعظمؒ نے مرکزی مقننہ (سنٹرل لیجسلیٹو اسمبلی) کی لیگ پارٹی کے ممبران سے ایک جلسہ میں کہا ’’مطالبہ پاکستان پر ڈٹے رہو‘‘۔ اس جلسہ میں لیگ پارٹی نے مرکزی مقننہ کیلئے قائداعظمؒ کو لیڈر چنا۔

مطالبۂ پاکستان اور نہرو اور پٹیل

۱۳ اپریل کو پنڈت جواہر لال نے امرتسر میں اور ۱۴ اپریل کو سردار پٹیل نے بمبئی میں تقریریں کرتے ہوئے کہا ’’مسلم لیگ صلح و آشتی اور برادرانہ طور پر پاکستان حاصل کر سکتی ہے۔ اور اگر وہ تشدد سے پاکستان حاصل کرنا چاہتی ہے تو یہ ناممکن ہے‘‘۔

امن کی اپیل

۱۵ اپریل کو وائسرائے کی تحریک پر قائد اعظمؒ اور مسٹر گاندھی نے اپنے دستخطوں سے امن کیلئے حسب ذیل اپیل شائع کی۔

''ہمیں حالیہ فسادات اور تشدّد آمیز بدامنی و بے آئینی کا دلی صدمہ اور قلق ہے۔ جو ہندوستان کے خوبصورت چہرے پر ایک بدنما داغ ہے اور بے گناہ انسانوں کے لئے ناقابل برداشت مصیبت ہے۔ اس سے کوئی بحث نہیں کہ ظالم کون ہے اور مظلوم کون۔ ہم سیاسی مقاصد کے حصول کی خاطر قوت کا استعمال بہت برا سمجھتے ہیں۔ اور ہم ہندوستان کے تمام فرقوں سے خواہ ان کا تعلق کسی مذہب و ملت سے ہو باصرار کہتے ہیں کہ تشدّد اور بدامنی سے اجتناب کریں۔ اور تحریر و تقریر کے ذریعہ بھی ایسے اعمال کی ترغیب نہ دیں''۔

مجلس احرار

۲۱ اپریل کو مجلس احرار ہند نے ایک تجویز کے ذریعہ پاس کیا کہ مجلس احرار کانگریس کی مسلم دشمنی کے پیش نظر کانگریس سے تمام سیاسی تعلقات منقطع کرلے۔

مسئلہ سرحد

۲۴ اپریل کو قائد اعظمؒ نے ایک بیان میں فرمایا ''میں نے وائسرائے سے صوبہ سرحد کے مسئلہ پر خاص طور پر تبادلہ خیالات کیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ وائسرائے ہند اس مسئلے کو ایمانداری سے سلجھائیں گے۔ آپ نے مسلمانان سرحد سے اپیل کی کہ وائسرائے کی آمد سرحد پر امن قائم رکھیں''۔

آپ نے فرمایا ''میری وائسرائے سے متعدد ملاقاتوں کے نتیجہ میں لیگی قیدیوں کی غیر مشروط رہائی کا اعلان ہوا ہے''۔

صوبوں کی تقسیم کا مسئلہ

۳۰ اپریل کو دہلی سے قائد اعظمؒ نے تقسیم بنگال و پنجاب کی تجویز کے خلاف ایک بیان دیتے ہوئے اس تجویز کو عناد اور تلخی کا نتیجہ قرار دیا۔ قائد اعظمؒ نے اپنے بیان میں امید ظاہر کی کہ ''وائسرائے اور حکومت برطانیہ اس جال میں نہیں پھنسیں گے اور ایک شدید غلطی کے مرتکب نہیں ہونگے''۔ قائد اعظمؒ نے مزید کہا کہ پاکستان میں چھ صوبے ہونے چاہئیں۔ یعنی بنگال، آسام، پنجاب، سرحد، بلوچستان اور سندھ اور

ہندوستان کی تقسیم کے ساتھ ساتھ مسلح افواج کو بھی تقسیم ہونا چاہئے"۔ قائد اعظمؒ نے فرمایا کہ "ہندوستان کے مسئلہ کا صاف اور قابل عمل حل یہی ہے"۔

قائد اعظمؒ نے تبادلۂ آبادی کی ضرورت بھی ظاہر کرتے ہوئے کہا "پاکستان اور ہندوستان کی دستور ساز جماعتیں اس مسئلہ پر غور کر سکتی ہیں۔ اور بعد میں دونوں ملکوں کی حکومتیں ان علاقوں سے آبادیوں کا تبادلہ کر سکتی ہیں۔ جہاں اس کی ضرورت محسوس ہو"۔

وائسرائے سے قائد اعظمؒ کی نویں ملاقات

۲ مئی کو قائد اعظمؒ نے وائسرائے سے نویں ملاقات کی۔ یہ ملاقات اڑھائی گھنٹہ تک رہی۔

گاندھی جناح ملاقات

۶ مئی کو ۵½ بجے مسٹر گاندھی قائد اعظمؒ سے ملاقات کرنے ان کے دولت کدہ پر تشریف لے گئے۔ یہ ملاقات ۳½ گھنٹہ تک رہی۔

ملاقات کے اختتام پر قائد اعظمؒ نے حسب ذیل بیان دیا۔

"ملاقات کے دوران میں ہم نے دو سوالوں پر بحث کی۔ جن میں سے پہلا سوال ہندوستان کی تقسیم کے متعلق تھا۔ مگر گاندھی جی نے کہا کہ ہندوستان کی تقسیم ناگزیر نہیں ہے۔ دوسرا سوال یہ تھا کہ ہندوستان میں قیام امن کے لئے ہم دونوں کی مشترکہ اپیل کے بعد بھی فسادات کی مذمت اور امن پیدا کرنے کے لئے کوششیں جاری رہیں"۔

مسئلہ سرحد پر اظہار خیال

۷ مئی کو قائد اعظمؒ نے سرحد کے مسئلہ کے بارے میں ایک بیان دیتے ہوئے فرمایا "سرحد مسلم لیگ کے لیڈروں نے یکم مئی کو اپنی تحریک جاری رکھنے کا جو فیصلہ کیا تھا۔ میں اس سے اختلاف نہیں کر سکتا۔ لیکن ہم کو اس بات کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہئے کہ سرحد کے تمام پہلو اس وقت حکومت برطانیہ کے سامنے ہیں اور لارڈ اسمے ہندوستانی مسئلہ کے تصفیہ کے سلسلے میں برطانیہ گئے ہوئے ہیں۔ اور میرے قیاس کے مطابق تمام ہندوستان کے مسائل کے بارے میں برطانوی فیصلے چند ہفتوں کے اندر شائع ہو جائیں گے۔ ان اسباب کی بناء پر میں ہر مسلمان خصوصاً مسلم لیگ سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ پرامن رہنے کے لئے ہر ممکن کوشش عمل میں لائیں"۔

قائد اعظمؒ نے فرمایا "ہندوؤں اور سکھوں سے ہماری لڑائی نہیں ہماری جنگ کی بنیاد یہ ہے کہ صاف

اور آزاد طریقہ سے صوبوں کے لوگوں کی رائے معلوم کی جائے۔ کمزوروں کو نقصان پہنچانا۔ اخلاق، تہذیب اور خود اسلام کی تعلیمات کے قطعی منافی ہے"۔

اپنے بیان کے آخر میں قائداعظمؒ نے فرمایا "میں خداوند تعالیٰ سے یہ دعا کرتا ہوں کہ ان چند ہفتوں میں جو آخری فیصلے کے اعلان کیلئے باقی ہیں۔ دونوں فریق پوری کوشش عمل میں لا کر لوگوں کی جان و مال کی تباہی کو روکیں"۔

پاکستان قریب ہے

۱۲ مئی کو ہندوستان بھر کے مسلم اخبارات کے مدیران کرام کے اعزاز میں مسٹر لیاقت علی خان فنانس ممبر حکومت ہند نے اپنے دولت کدہ "گل رعنا" میں ایک عصرانہ ترتیب دیا۔ اس دعوت میں قائد اعظمؒ نے بھی شرکت کی۔ قائداعظمؒ نے فرمایا "مسلمانوں کو پریشان اور ہراساں نہیں ہونا چاہئے۔ مسلمان سیسہ پلائی ہوئی ایک دیوار ہیں۔ اس دیوار سے جو مخالف طاقت ٹکرائے گی۔ پاش پاش ہو جائے گی"۔

آپ نے لاہور کے مسلم اخبارات کو خراج تحسین ادا کرتے ہوئے فرمایا "پاکستان کو قریب تر لانے اور مسلمانوں کی تنظیم میں اہم پارٹ ادا کرنے میں ان کا بہت بڑا حصہ ہے"۔

قائداعظمؒ نے فرمایا "میری طرف سے مسلم قوم کو یہ پیغام دو کہ پاکستان قریب آ گیا ہے۔ پاکستان یقینی ہے۔ مسلمانو! متحد و منظم اور ہوشیار ہو جاؤ اور پاکستان کے کونے کونے میں پھیل جاؤ۔ یہ وقت بیٹھنے کا نہیں بلکہ کام کرنے کا ہے۔" قائداعظمؒ نے جوش میں کہا "کام کرو، کام کرو۔ اور نتیجہ خدا پر چھوڑ دو"۔

"پنجاب و بنگال کی تقسیم ایک سازش ہے"...... قائداعظمؒ

۱۲ مئی کو قائداعظمؒ نے ایک انٹرویو کے دوران میں فرمایا "کانگریسی ہوم ممبر نے عبوری حکومت کو ڈومینین سٹیٹس اور اختیارات سونپنے کی جو تجویز پیش کی ہے وہ ناقابل قبول ہے۔ اور لیگ اس پر کبھی رضا مند نہیں ہوگی" آپ نے فرمایا "مسٹر پٹیل کی تجویز محض ایک خواب ہے"۔

تقسیم پنجاب اور بنگال کے متعلق کانگریس کے نئے سٹنٹ کا ذکر کرتے ہوئے قائداعظمؒ نے فرمایا "یہ ایک اور سازشی اقدام ہے۔ اور مسٹر پٹیل یہ دھمکی دیتے ہیں کہ غیر مسلموں کو جبراً پاکستان میں شامل کیا گیا تو وہاں خانہ جنگی ہوگی"۔

جب قائداعظمؒ کی توجہ مسٹر پٹیل کے انٹرویو کی طرف دلائی گئی تو قائداعظمؒ نے فرمایا "ان کے حل کا مطلب یہ ہے کہ تمام اختیارات موجودہ عبوری حکومت کے ہاتھوں میں منتقل کر دیے جائیں۔ اور پھر مستحکم

مرکزی حکومت ملک میں امن قائم رکھ سکے گی۔ اور وائسرائے موجودہ آئین کے ماتحت تمام دیگر حکام سے الگ رہیں۔ اور ۱۹۳۵ء کے قانون کے مطابق اگر کسی سوال پر کابینہ میں اختلاف ہو تو کانگریس کی واضح ظالم اکثریت کابینہ اور موجودہ لیجسلیچر دونوں پر حکمرانی کریگی۔ پھر وہ تمام انتظامی مشنری کی طاقت سے جس میں پولیس اور فوج معہ برطانوی فوج شامل ہوگی۔ ملک بھر میں ہر ایک کو کچلنا شروع کریں گے۔ خاص کر دس کروڑ مسلمانوں کو کچل دیں گے یہ ان کا نسخہ ہے۔ اور یہ امن قائم کرنے کا طریقہ ہے۔ مسلم لیگ ایسی بھیانک تجویز کو کبھی منظور نہیں کریگی۔ جس کو مسٹر پٹیل نے امن قائم کرنے کے لئے پیش کیا ہے اور جوان کا اپنا خواب ہے۔

مسٹر پٹیل کہتے ہیں کہ اگر برطانیہ نے تقسیم ہند کا فیصلہ کیا تو اختیارات مرکزی حکومت کے ہاتھوں میں منتقل ہونے چاہئیں۔ اور وائسرائے کسی قسم کی مداخلت نہ کریں۔ اور مستحکم مرکز ملک کے مسائل حل کریگا۔ اس میں نہ تو معقولیت ہے نہ منطق۔ اگر برطانیہ یہ فیصلہ کرے کہ ہندوستان تقسیم ہونا چاہئے۔ تو یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ فوجوں کو ضرور تقسیم کرنا چاہئے۔ اور اختیارات منقسم حصوں کے ہاتھوں میں تقسیم ہونے چاہئیں۔ اس وقت مرکزی حکومت توڑ دینی چاہئے اور تمام طاقت دو دستور ساز اسمبلیوں کے ہاتھوں میں منتقل کر دینا چاہئے۔ جو پاکستان اور ہندوستان کی نمائندہ ہوں۔

دوسری بات مسٹر پٹیل نے یہ کہی کہ جون ۴۸ء تک ہندوستان کی تقسیم بھی دشوار ہوگی۔ اور انہوں نے کہا ہے کہ تقسیم میں کئی سال لگ جائیں گے خاص کر فوج کی تقسیم میں۔

میرے لئے یہ یقین کرنا مشکل ہے کہ ملک معظم کی حکومت نے اندھا دھند بغیر سوچے سمجھے جون ۴۸ء تک کی آخری تاریخ مقرر کر دی ہے۔ ۱۹۴۰ء سے تقسیم ہند کا سوال ہمارے سامنے ہے۔ اور دفاع کی تقسیم پر گزشتہ سال مارچ میں کیبنٹ مشن سے مکمل بحث ہوئی ہے اور ان کی روانگی سے قبل ہفتوں تک بحث ہوتی رہی۔

مسٹر پٹیل یہ مطلب نکالنا چاہتے ہیں کہ وہ معقولیت کا مجسمہ ہیں اور میں بد نیت ہوں۔ پٹیل کہتے ہیں کہ "ہم نے ان (قائداعظمؒ) سے کہا کہ یہ سوال مجلس اقوام متحدہ میں پیش کر دیا جائے تو انہوں نے (قائد اعظمؒ) کہا "نہیں"۔ اور ہم نے ان سے ثالث مقرر کرنے کیلئے کہا۔ انہوں نے پھر کہا "نہیں"۔

یا تو مسٹر پٹیل کا حافظہ نہیں ہے یا وہ دانستہ ہندوستان اور بیرون ہند کے لوگوں کو گمراہ کرنا چاہتے ہیں۔ گزشتہ اگست میں مسٹر پٹیل نے مجھ پر الزام لگایا کہ میرا طرز عمل ضدی ہے۔ اور جواب میں میں نے کہا کہ پاکستان کا مطالبہ حق خود اختیاری کی بناء پر ہے جو کہ مسلمانوں کا حق ہے۔ اور یہ سوال کسی سے طے کرانے کا سوال نہیں ہے جس کا جواز تلاش کیا جائے۔ کوئی بھی ذہین شخص یہ سمجھ سکتا ہے کہ حق خود اختیاری ایک قوم کا ایسا حق ہے جسے اس سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ اور اس کے معنی یہ ہیں کہ جمہوری طریقے پر اس قوم کی خود مختاری تسلیم کر لی جائے۔ اور اسے دو قوموں ہندو اور مسلمانوں کے ووٹ کا مسئلہ

نہیں بنایا جا سکتا اگر یہ طریقہ اختیار کیا گیا تو اس قسم کے طریقہ کا نتیجہ پہلے سے سوچا سمجھا ہے۔ کیونکہ اکثریت ہندوؤں کی ہے۔ یعنی وہ ایک کے مقابلہ میں تین ہیں نہ اس مسئلہ کو ثالثی مسئلہ بنایا جا سکتا ہے۔ مسٹر پٹیل یہ بات نہیں جانتے لیکن وہ اپنا راگ الاپ رہے ہیں۔ تاکہ یہاں کے اور باہر کے لوگوں کو غلط فہمی کے ذریعہ مشکل میں ڈالیں"۔

وائسرائے کا عزم لندن

۱۸ مئی کو ۸½ بجے وائسرائے ہند لارڈ ماؤنٹ بیٹن لندن روانہ ہو گئے روانگی سے قبل آپ نے قائد اعظمؒ، مسٹر لیاقت علی خان اور ہندو لیڈروں سے ملاقات کی۔ وائسرائے کا یہ دورہ تاریخ ہند کا عجوبہ باب ہو گا۔

"تقسیم پنجاب سے سکھ سب سے زیادہ نقصان میں رہیں گے"

۲۱ مئی کو رائٹر کے نامہ نگار مسٹر ڈون کیمپل نے قائد اعظمؒ سے ملاقات کر کے چند سوالات کے جواب دینے کی درخواست کی جسے قائد اعظمؒ نے بطیبِ خاطر منظور فرمالیا۔

سوال۔ پاکستان اور ہندوستان میں کس قسم کے تعلقات قائم رکھنے کا ارادہ ہے؟

جواب۔ دوستانہ تعلقات! دونوں حکومتوں کے مفاد کیلئے باہمی تعلقات۔

سوال۔ آپ مسلح فوجوں کو کس طرح تقسیم کرنا چاہیں گے؟ آیا ہندوستان اور پاکستان میں ایک دفاعی معاہدہ کرنا چاہیں گے یا فوجی اتحاد؟

جواب۔ تمام مسلح فوجوں کو مکمل طور سے تقسیم کر دینا چاہئے۔ لیکن پھر بھی میں اتحاد پسند کرونگا۔ خواہ دفاعی معاہدہ کی صورت میں یا فوجی اتحاد کی۔

سوال۔ اگر پنجاب اور بنگال تقسیم ہو جائیں تو کیا جب بھی آپ پاکستانی ریاستوں کا ایک وفاق بنانا چاہیں گے؟

جواب۔ اگر یہ دونوں صوبے تقسیم کر دیئے گئے جس کا کہ بنگال کے اعلیٰ ذات کے ہندو اور پنجاب کے سکھ مطالبہ کر رہے ہیں۔ تو اس کا نتیجہ بہت ہی خطرناک ہو گا۔ اور میری رائے میں پنجاب کے سکھ سب سے زیادہ نقصان میں رہیں گے۔ اور مغربی پنجاب کے مسلمانوں پر بھی ایک ضرب لگے گی۔ اسی طرح مغربی بنگال کے اعلیٰ ذات کے ہندو بہت زیادہ گھاٹے میں رہیں گے اور یہی حال مشرقی پنجاب کے ہندوؤں کا ہو گا۔ صوبوں کے بٹوارہ کا خیال ہی غیر ذمہ دارانہ اور ناعاقبت اندیشانہ تخیل ہے۔ اگر بدقسمتی سے ملک معظم کی حکومت نے تقسیم کی تائید کر دی تو میری رائے میں وہ اس کی بڑی سخت غلطی ہو گی اور یہ غلطی فوراً ہی خطرناک ثابت ہو گی۔ اور بعد میں خوفناک۔ اس کا فوری اثر یہ ہو گا کہ مشرقی و مغربی بنگال اور مشرقی و مغربی

پنجاب میں تلخی پیدا ہو جائے گی۔ اور بعد میں یہ تلخی مستقل فساد کی شکل اختیار کر جائے گی۔

سوال۔ کیا آپ مغربی اور مشرقی پاکستانوں کو متصل کرنے کے لئے ہندوستان میں سے راستہ طلب کریں گے؟

جواب۔ ہاں۔

سوال۔ کیا آپ کا ارادہ یہ ہے کہ پاکستان کے قیام کے بعد اتحاد اسلامی کی تحریک جاری کریں گے۔ جو مشرق اور مشرق وسطیٰ سے ہوتی ہوئی مشرق بعید تک پھیل جائے گی؟

جواب۔ اتحاد اسلامی کی تحریک تو مدت ہوئی ختم ہو چکی۔ البتہ ہم یہ کوشش ضرور کریں گے کہ ہم ان ممالک کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کریں اور ایک دوسرے کے فائدہ اور دنیا کے امن کیلئے ایک دوسرے سے اشتراک کریں۔ ہم اپنا دست تعاون مشرق، مشرق قریب اور مشرق بعید کی طرف بڑھائیں گے۔

سوال۔ پاکستان کا مرکزی نظام کس بنیاد پر ہو گا؟ اور پاکستان حکومت کا طرز عمل دیسی ریاستوں کے ساتھ کیسا رہے گا؟

جواب۔ پاکستان کے مرکزی نظام اور اس کے یونٹوں کے نظام حکومت کا فیصلہ تو پاکستان کی مجلس دستور ساز کریگی البتہ پاکستان کا طرز حکومت صرف جمہوری ہو گا۔ اس کی پارلیمنٹ اس کی وزارت (جو پارلیمنٹ کے سامنے جوابدہ ہوگی) دونوں ہی رائے دہندگان اور عوام کے سامنے جوابدہ ہونگی۔ جس میں کسی ذات، نسل یا فرقہ کی تفریق نہیں کی جائے گی۔ اور عوام ہی اپنی حکومت کی پالیسی اور پروگرام کے متعلق آخری فیصلہ کریں گے۔ رہا دیسی ریاستوں کے ساتھ طرز عمل کا سوال۔ تو میں یہ امر ایک مرتبہ اور واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ مسلم لیگ کی یہ پالیسی ہمیشہ سے تھی اور اب بھی ہے کہ دیسی ریاستوں کے اندرونی معاملات میں کوئی مداخلت نہ کی جائے۔

سوال۔ عام الفاظ میں یہ سوال کرنا چاہوں گا کہ پاکستان کی سیاست خارجہ کیا ہوگی؟ کیا وہ اقوام متحدہ کی ممبری کے لئے درخواست دیگا؟

جواب۔ پاکستان کی خارجہ پالیسی تمام اقوام کے ساتھ دوستانہ تعلقات اور امن قائم رکھنے کی ہوگی۔ اور ہم یقیناً اقوام متحدہ کا ممبر بننے پر اپنے فرائض ادا کریں گے۔

سوال۔ وہ کونسی بڑی طاقت ہوگی جس کی طرف پاکستان زیادہ مائل ہو گا؟

جواب۔ وہ طاقت جس سے ہمارے بہترین مفاد کو تقویت پہنچے گی۔ اسے کسی بڑی طاقت کی طرف جھکنا نہیں کہیں گے۔ بلکہ ہم اس کے ساتھ دوستانہ تعلقات اور اتحاد قائم کریں گے جو دونوں کیلئے فائدہ مند ثابت ہو گا۔

سوال۔ آپ پاکستان اور برطانیہ کے مابین کس قسم کے تعلقات قائم رکھنا چاہیں گے؟

جواب۔ اس سوال کا فیصلہ پاکستان کی مجلس دستور ساز کریگی اور جہاں تک میں سمجھتا ہوں پاکستان اور برطانیہ کے باہمی تعلقات ایسے رہیں گے۔ جس سے دونوں کو حقیقی فائدہ پہنچ سکے۔ پاکستان آخر دنیا سے الگ تھلگ تھوڑا ہی ہو گا۔ اور آج تو کوئی قوم بھی دنیا سے الگ نہیں رہ سکتی۔ ہمیں اپنا دوست خود منتخب کرنا ہو گا۔ اور مجھے یقین ہے کہ ہم اپنا دوست جسے منتخب کریں گے۔ وہ بہترین دوست ثابت ہو گا۔

سوال۔ پاکستانی علاقوں میں جو اقلیتیں ہوں گی ان کے تحفظ کے بارے میں آپ کے خیالات کیا ہیں؟

جواب۔ اس کا تو صرف ایک جواب ہے۔ اقلیتوں کو بہر حال و بہر نوع محفوظ رکھنا ہی ہو گا۔ پاکستان میں جو اقلیتیں ہوں گی وہ پاکستان کے باشندے ہی کہی جائیں گی۔ اس لئے ان کو بلا تفریق مذہب و ملت، نسل و ذات وہ تمام حقوق، مراعات اور حق آسائش حاصل ہوں گے۔ جو کسی پاکستانی باشندے کو حاصل ہوں گے۔

وائسرائے کی آمد

۲۹ مئی کو لارڈ ماؤنٹ بیٹن ہندوستان کی قسمت کا فیصلہ لیکر بارہ بجکر ۴۵ منٹ پر ہندوستان کے لئے روانہ ہو گئے۔

جدید پلان

۲ر جون کو وائسرائے ہند نے ہندوستانی رہنماؤں کے سامنے اپنی سکیم پیش کر دی اور اس کے اہم نکات پر دو گھنٹے تک تقریر کرتے رہے۔ اس کانفرنس میں مسلم لیگ کی طرف سے قائداعظمؒ، مسٹر لیاقت علی خان اور سردار عبدالرب نشتر تھے اور اعلیٰ ذات کے ہندوؤں کی جانب سے پنڈت نہرو، سردار پٹیل اور اچاریہ کرپلانی تھے۔ سکھوں کی طرف سے سردار بلدیو سنگھ تھے۔

اس کانفرنس میں وائسرائے نے جو سکیم پیش کی۔ اس پر غور کرنے کے لئے مسلم لیگ عاملہ کا ایک اہم اجلاس چھ بجے شروع ہوا۔ اور صرف ۴۵ منٹ کے بعد ختم ہو گیا۔

اسی رات کو گیارہ بجے قائداعظمؒ وائسرائے سے ملے۔ اور ان سے کہا کہ "میں آپ کے اعلان پر اظہار رضامندی کرتا ہوں"۔

۳ جون کو وائسرائے کی دوسری مطلوبہ کانفرنس ہوئی۔ جس میں ہندو مسلم اور سکھ لیڈروں نے وائسرائے کو بتایا کہ "انہیں برطانوی سکیم منظور ہے۔"

برطانوی سکیم کا خلاصہ

دنیا کے نقشے پر نئی اسلامی حکومت۔ برطانوی سکیم کا خلاصہ۔

۲۰ فروری ۱۹۴۷ء کو ملک معظم کی حکومت نے اس ارادہ کا اعلان کیا تھا کہ جون ۱۹۴۸ء تک برطانوی ہند کو حاکمانہ اختیارات تفویض کر دئے جائیں گے۔ اس وقت حکومت کو امید تھی کہ ہندوستان کی اہم جماعتیں کیبنٹ مشن کے پلان مورخہ ۱۶ مئی ۱۹۴۶ء کو عملی جامہ پہنانے میں حکومت سے اشتراک عمل کریں گی۔ اور ایک ایسا دستور اساسی وضع کرلیں گی جو تمام افراد متعلقہ کے لئے قابل قبول ہو۔ لیکن افسوس ہے کہ یہ امید پوری نہ ہوئی۔ مدراس، بمبئی، یوپی، بہار، سی پی برار، آسام، اڑیسہ، صوبہ سرحد اور دہلی۔ اجمیر، میواڑ اور کورگ کے اکثریت صوبوں کے نمائندے تو پہلے سے ایک جدید دستور وضع کرنے کے کام میں مصروف ہو گئے۔ لیکن مسلم لیگ پارٹی جس میں بنگال، پنجاب اور سندھ نیز برطانوی بلوچستان' کے اکثریت کے نمائندے شامل ہیں۔ موجودہ دستور ساز اسمبلی میں شریک ہونے سے انکار کر بیٹھے۔

ملک معظم کی حکومت کی ہمیشہ یہ خواہش رہی ہے کہ خود اہل ہند کی مرضی کے مطابق اختیارات منتقل کئے جائیں۔ اس کام میں بڑی آسانی ہو جاتی اگر ہندوستان کی سیاسی جماعتوں میں اتفاق رائے یا سمجھوتہ ہو جاتا لیکن جب یہ نہ ہو سکا تو ایسا طریقۂ انتقالِ اختیارات سوچنے کا بار حکومت پر آن پڑا۔ جس سے اہل ہند کی مرضی کا تیقن ہو سکے۔ چنانچہ ہندوستان کے سیاسی زعماء سے پوری طرح مشورہ کرنے کے بعد ملک معظم کی حکومت نے فیصلہ کر لیا کہ اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے خود ایک پلان تیار کرے جو ذیل میں دیا جاتا ہے۔

حکومت یہ بات صاف کر دینا چاہتی ہے کہ اس کا ہرگز یہ ارادہ نہیں ہے کہ ہندوستان کے لئے کوئی دستور اساسی خود مرتب یا وضع کرے بلکہ یہ کام تو خود ہندوستانیوں کے کرنے کا ہے۔ اس پلان میں کوئی ایسی چیز بھی نہیں ہے۔ جو ایک متحدہ ہندوستان کے قیام کے سلسلہ میں مختلف فرقوں میں گفتگو و مشاورت کرنے میں مانع ہو۔

ملک معظم کی حکومت کا یہ ارادہ بھی نہیں ہے کہ موجودہ مجلس دستور ساز کے کام میں رخنہ پیدا کرے۔ اب جبکہ مندرجہ ذیل صوبوں کے لئے ایک موقع نکالا گیا ہے۔ حکومت کو یقین رکھنا چاہئے کہ اس اعلان کے بعد ان صوبوں کے مسلم لیگی نمائندے جن کی اکثریت مجلس دستور ساز میں پہلے سے شریک ہے۔ اب اس کی محنتوں کے پھل میں اپنا مناسب حصہ لے لیں گے۔ اسی کے ساتھ یہ بات بھی بالکل واضح ہے کہ اس مجلس دستور ساز کا تیار کردہ دستور ملک کے ان حصوں پر نافذ نہیں کیا جا سکتا جو اسے قبول کرنے سے انکار کر دیں۔

ملک معظم کی حکومت کو اطمینان ہے کہ جو طریقہ کار ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے۔ یہی وہ بہترین طریقہ ہے جس سے ایسے حلقوں کے رہنے والوں کی مرضی اس سوال کے متعلق معلوم کی جا سکتی ہے کہ آیا ان کا ایک علیحدہ دستور تیار کیا جائے یا نہیں۔ یعنی۔

(الف) آیا وہ موجودہ مجلس دستور ساز میں شامل رہنا چاہتے ہیں۔ یا

(ب) ایک جدید اور جداگانہ مجلس دستور ساز میں جانا چاہتے ہیں۔ جس میں ان حلقوں کے نمائندے شریک ہوں گے۔ جنہوں نے موجودہ اسمبلی میں شریک ہونے سے انکار کر دیا تھا۔

جب یہ بات طے ہو جائے گی۔ تب اس امر کا فیصلہ کرنا آسان ہو جائے گا کہ کس کو یا کن کو اختیارات منتقل کئے جائیں۔

بنگال اور پنجاب کی مجالس قانون ساز کو (یورپین ممبروں کے سوا) ہدایت کی جائے گی کہ وہ دو حصوں میں تقسیم ہو کر مجتمع ہوں۔ ایک حصہ میں مسلم اکثریت والے اضلاع کے نمائندے ہوں اور دوسرے حصہ میں باقی اضلاع کے 'اضلاع کی آبادی معلوم کرنے کے لئے ۱۹۴۱ء کی مردم شماری کے اعداد و شمار قطعی سمجھے جائیں گے' ذیل کے نقشہ میں ان صوبوں کے ان اضلاع کی فہرستیں بھی دیدی جاتی ہیں۔ جن میں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔

ان مجالس قانون ساز کے دونوں حصوں کے ممبران الگ الگ بیٹھیں گے۔ اور ان کو اس سوال پر رائے دینے کا حق دیا جائیگا کہ آیا ان کے صوبوں کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے یا نہیں۔ اگر یہ دو حصوں میں سے کسی حصہ کی معمولی اکثریت بھی تقسیم کی موافقت میں آئی تو تقسیم کر دی جائے گی۔ اور اس کے لئے انتظامات بھی کر دئے جائیں گے۔

ان دونوں مجالس قانون ساز (بنگال و پنجاب) کے ممبروں کو الگ الگ مجتمع ہو کر تقسیم کے سوال پر رائے دینے سے پہلے ہر حصہ کے نمائندوں نے صوبہ کو منقسم کرنے کے بجائے متحدہ رکھنا پسند کیا تو پھر وہ صوبہ بحیثیت مجموعی کس مجلس دستور ساز میں شریک ہونا چاہے گا۔ اس لئے اگر کسی مجلس قانون ساز کا کوئی ممبر مطالبہ کرے تو اس مجلس قانون ساز کے تمام ممبروں کا (یوروپین ممبروں کے سوا) جلسہ منعقد کیا جائیگا۔ اور اسی جلسہ میں اس سوال کا فیصلہ کیا جائیگا کہ صوبہ بحیثیت مجموعی کون سی مجلس دستور ساز میں شریک ہوگا۔ اگر اسے متحد رکھا گیا۔

اور اگر تقسیم کی موافقت میں فیصلہ ہوا تو اس مجلس قانون ساز کے ہر حصہ کو اپنے حلقہ ہائے انتخاب کی طرف سے فیصلہ کرنا ہوگا کہ پیراگراف ۴ کے کس فرد کو قبول کرتا ہے۔

تقسیم کے سوال کے فوری حل کیلئے بنگال اور پنجاب کی مجالس قانون ساز کے ممبران۔ مسلم اکثریت والے اضلاع (جن کی تشریح نقشہ میں کی جاتی ہے) اور غیر مسلم اکثریت والے اضلاع کے نمائندے دو حصوں میں منقسم ہو کر الگ الگ مجتمع ہو جائیں گے۔

ان صوبوں کی قطعی تقسیم کے لئے ظاہر ہے کہ ان کے حدود کی مفصل تحقیق و تعین کی ضرورت ہوگی۔ اس لئے جوں ہی ان دونوں یا ان میں سے ایک صوبہ کو تقسیم کر دینے کا فیصلہ ہو جائیگا۔ گورنر جنرل ایک "تعین سرحد" کا کمیشن مقرر کریں گے۔ اس کمیشن کے ارکان اور مسائل تصفیہ طلب کا تعین گورنر

جنرل اصحاب متعلقہ سے مشورہ کے بعد کریں گے۔ اس کمیشن کو ہدایت دی جائیگی کہ پنجاب کے دونوں حصوں کے حدود اس بنیاد پر کرے کہ مسلمانوں اور غیر مسلموں کی اکثریت والے رقبے باہمی یکسانیت رکھتے ہوں۔ فرقہ وارانہ یکسانیت و اختلاط کے علاوہ دوسرے مسائل بھی ملحوظ رکھنے ہوں گے۔ اسی طرح بنگال صوبہ کی تقسیم کے بارے میں بھی ہدایات دیدی جائیں گی۔ ان صوبوں کے عارضی حدود وہ ہوں گے جو ذیل کے نقشہ (فہرست) میں دئے جاتے ہیں۔

سندھ کی مجلس قانون ساز کا ایک اجلاس خصوصی طلب کیا جائے گا، جس کے ارکان (یوروپین ممبروں کے سوا) اُس امر کا فیصلہ کریں گے کہ پیراگراف نمبر ۴ میں دی ہوئی کس شکل کو پسند کرتے ہیں۔

صوبہ مغربی و شمالی (صوبہ سرحد) کی حیثیت ایک خاص نوعیت کی ہے اس کے تین نمائندوں میں سے دو تو موجودہ مجلس دستور ساز میں پہلے ہی شریک ہو گئے ہیں لیکن اس کی جغرافیائی پوزیشن اور دوسرے امور کے پیش نظر یہ امر بالکل واضح ہے کہ اگر پنجاب کلیۃً یا جزواً موجودہ دستور ساز میں شریک ہونے سے انکار کردے تو صوبہ سرحد کو اس کا موقع ملنا چاہئے کہ اپنی پوزیشن پر دوبارہ غور کرے۔ لہٰذا ایسی صورت میں صوبہ سرحد کی موجودہ مجلس قانون ساز کے رائے دہندوں سے استصواب کیا جائے گا کہ وہ پیراگراف نمبر ۴ دو شکلوں میں سے کس کو پسند کرتے ہیں یہ استصواب رائے عامہ گورنر جنرل کی نگرانی اور صوبائی حکومت کے مشورے سے کیا جائے گا۔

برطانوی بلوچستان نے ایک ممبر منتخب کر لیا ہے لیکن وہ ممبر موجودہ مجلس دستور ساز میں شریک نہیں ہوا اس صوبہ کی جغرافیائی پوزیشن کے پیش نظر اسے اپنی پوزیشن پر دوبارہ غور کرنے کا موقع دیا جائے گا کہ وہ مذکورہ بالا پیراگراف نمبر ۴ کی جس شکل کو چاہے پسند کرلے۔ گورنر جنرل غور کر رہے ہیں کہ یہ مقصد کس طرح بوجوہ احسن حاصل کیا جائے گا۔

گو آسام میں غیر مسلموں کی اکثریت ہے۔ لیکن سلہٹ کا ضلع جو بنگال سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔ ایسا ضلع ہے جس میں مسلمانوں کی اکثریت ہے ایک مطالبہ یہ پیش کیا جارہا ہے کہ اگر بنگال کے ٹکڑے کردیئے جائیں۔ تو سلہٹ کو مسلم بنگال سے ملادیا جائیگا۔ لہٰذا یہ فیصلہ کیا جاتا ہے کہ بنگال کو تقسیم کر دینا چاہئے۔ اور گورنر جنرل کی نگرانی میں، اور صوبہ آسام کی حکومت کے مشورہ سے سلہٹ کے باشندوں سے استصواب رائے کیا جائے کہ آیا وہ صوبہ آسام سے وابستہ رہنا چاہتے ہیں یا مشرقی بنگال کے نئے صوبہ میں شامل ہو جانا چاہتے ہیں۔ اگر رائے شماری سے یہ معلوم ہوا کہ سلہٹ کے باشندے صوبہ مشرقی بنگال سے ملحق ہونا پسند کرتے ہیں۔ تو حدود معین کرنے والا کمیشن اسی طرح کا مقرر کیا جائے گا۔ انہی ہدایات کے ساتھ جیسا بنگال اور پنجاب کے لئے کیا گیا ہے۔ اس کمیشن کو یہ ہدایت بھی کر دی جائیگی کہ سلہٹ ضلع کے مسلم اکثریت والے رقبہ اور اس کے متصلہ اضلاع کے مسلم اکثریتی رقبوں کو جو یکسانیت رکھتے ہوں،

آسام سے الگ کر کے مشرقی بنگال میں ملا دے' اور باقی صوبہ آسام کو یہ حق حاصل رہے گا کہ موجودہ مجلس دستور ساز میں شریک رہے۔

۱۴۔ اگر بنگال اور پنجاب کی تقسیم کا فیصلہ ہو جائے تو ضروری ہو گا کہ جدید انتخابات کرائے جائیں۔ اس انتخاب کا معیار ۱۶ مئی ۱۹۴۶ء کے پلان کے مطابق دس لاکھ کی آبادی پر ایک نمائندہ ہو گا۔ اسی طرح اگر سلہٹ کو آسام سے کاٹ کر مشرقی بنگال میں شامل کر دینے کا فیصلہ ہوا تو اسے بھی نیا انتخاب کرنا ہو گا۔ ہر حلقہ کو جتنی نمائندگی کا حق ملے گا اس کی تفصیل یہ ہے۔

صوبہ	عام نشستیں	مسلم	سکھ	میزان
ضلع سلہٹ	۱	۲	-	۳
مغربی بنگال	۱۵	۴	-	۱۹
مشرقی بنگال	۱۲	۲۹	-	۴۱
مغربی پنجاب	۳	۱۲	۲	۱۷
مشرقی پنجاب	۶	۴	۲	۱۲

مختلف حلقوں کے نمائندوں کو جیسا مینڈیٹ (اختیار) دیا جائے گا ویسا عمل کریں گے' یعنی یا تو موجودہ مجلس دستور ساز میں شریک ہو جائیں گے۔ یا جدید مجلس دستور ساز میں۔

۱۶۔ اگر کسی تقسیم کا فیصلہ کیا گیا تو اس کے انتظامی نتائج پر جس قدر جلد ممکن ہوا ان لوگوں میں گفتگو شروع کر دینی ہوگی۔

(الف) اپنے اپنے حلقہ کے جانشین حکام کے نمائندوں کے درمیان گفتگو ہوگی۔ ان تمام محکموں کے متعلق جو مرکزی حکومت کے پاس ہیں بشمول دفاع' مالیات اور رسل و رسائل۔

(ب) مختلف جانشین حکام اور ملک معظم کی حکومت کے درمیان گفت و شنید ہوگی۔ معاہدات کے سلسلے اور ان امور کے متعلق جو انتقال اختیارات کے سلسلہ میں پیدا ہوں گے۔

(ج) ان صوبوں کے بارے میں جن کے دو دو حصے کر دئے جائینگے ان تمام محکموں یا شعبہ جات کے متعلق گفتگو کرنی ہوگی' جو صوبہ کے ماتحت ہوا کرتے ہیں۔ مثلاً آمدنی اور اخراجات کی تقسیم' پولیس اور دیگر ملازمتیں۔ ہائی کورٹ اور دیگر صوبائی ادارے وغیرہ۔

نمبر ۱۷ صوبہ مغربی و شمالی (سرحد) کے قبائل کے ساتھ ذمہ دار جانشین حکام کو مفاہمت، معاہدہ کرنا ہو گا۔

۱۸۔ ملک معظم کی حکومت یہ امر واضح کر دینا چاہتی ہے کہ مذکورہ بالا فیصلوں کا تعلق صرف برطانوی ہند سے ہے۔ اور ہندوستانی ریاستوں کے متعلق اس کی پالیسی وہی ہے، جو کیبنٹ مشن نے ۱۶ مئی ۴۶ء کے پلان میں بیان کر دی ہے۔

۱۹۔ اس غرض سے کہ اختیارات لینے والے حکام اپنے کو اس کام کے لئے تیار کر لیں۔ نہایت ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ بالا امور جتنی جلد ممکن ہو مکمل کر لئے جائیں۔ موجودہ مجلس دستور ساز اور جدید مجلس دستور ساز اپنے اپنے دستور وضع کرنے کا کام جلد شروع کر دیں۔

۲۰۔ جیسا کہ ہندوستان کی اہم پارٹیاں اس بات پر زور دیتی رہی ہیں کہ جلد سے جلد اختیارات منتقل کر دیئے جائیں۔ ملک معظم کی حکومت بھی اس خواہش کو پسندیدہ نظروں سے دیکھتی ہے اور اسی غرض سے اس نے جون ۱۹۴۸ء کی تاریخ پہلے ہی سے مقرر کر دی ہے جس پر وہ اب تک قائم ہے، حکومت کی تجویز ہے کہ موجودہ سیشن میں تفویض اختیارات کا بل پیش کر دے۔ اور اسی سال ڈومینین (درجہ نو آبادیات) کی بنیاد پر ایک یا دو جانشینوں کو اختیارات منتقل کر دے۔ اس کا یہ مطلب ہو گا کہ مجالس دستور ساز کو اس فیصلہ کا حق ہی باقی نہ رہے گا۔ کہ ہندوستان اگر چاہے تو برطانوی دولت مشترکہ کے اندر رہے یا اس سے علیحدہ ہو جائے۔

ہز ایکسی لینسی گورنر جنرل مذکورہ امور کو عملی شکل میں لانے کیلئے ضابطہ یا دیگر امور کے متعلق وقتاً فوقتاً اعلانات کرتے رہیں گے۔

پنجاب اور بنگال کے جن اضلاع میں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ وہ یہ ہیں (۱۹۴۱ء کی مردم شماری کے مطابق)۔

پنجاب

کمشنری لاہور

اضلاع گوجرانوالہ، گورداسپور، لاہور، شیخوپورہ۔

کمشنری راولپنڈی

اضلاع اٹک، گجرات، جہلم، میانوالی، راولپنڈی، شاہ پور۔

کمشنری ملتان

اضلاع ڈیرہ غازی خان، جھنگ، لائل پور، منٹگمری، ملتان، مظفر گڑھ۔

بنگال

کمشنری چٹاگانگ

اضلاع چاٹگام، نواکھلی، تپرا۔

کمشنری ڈھاکہ

اضلاع باقر گنج، ڈھاکہ، میمن سنگھ۔

کمشنری پریذیڈنسی

اضلاع۔ جیسور، مرشد آباد، نائڈا۔

کمشنری راجشاہی

اضلاع بوگرا، دیناجپور، مالداپٹیا، راج شاہی، اورنگ پور۔

وائسرائے کی نشری تقریر

۳ جون کو آل انڈیا ریڈیو دہلی سے ایک تقریر نشر کرتے ہوئے وائسرائے لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے اعلان کیا تھا:

"ملک معظم کی حکومت نے میری یہ تجاویز قبول کر لی ہیں کہ ہندوستان کو ممکنہ تیزی کے ساتھ درجہ نو آبادیات دیکر تمام اختیارات ایک یا دو اسمبلیوں کے حوالے کئے جاسکتے ہیں۔ اور مجھے امید ہے کہ ہندوستان کو اگلے چند مہینوں میں درجہ نو آبادیات دیدیا جائیگا۔ چنانچہ ان فیصلوں کے نتیجہ میں اب مزید کسی دیر کے لئے لندن کے انڈیا آفس کی کارکردگی برقرار نہیں رکھی جائے گی۔ مگر ہندوستان اور انگریزوں کے درمیان مستقبل میں تعلقات برقرار رکھنے کے لئے چند مخصوص ذرائع عمل میں لائے جائیں گے۔

میں واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ یہ دستور عام طور پر ہندوستان کے کسی اقتدار پر کوئی رکاوٹ و پابندی عائد نہ کریگا۔ اور ملک کو تقسیم بھی کر دیا گیا۔ تو اس دستور کے ماتحت برطانوی کامن ویلتھ میں شرکت اختیار کرنے یا نہ کرنے کے سلسلے میں کسی انفرادی ریاست کو مجبور نہ کیا جائیگا اور نہ ہی یہ ریاستیں اس بات کی پابند ہوں گی کہ وہ مستقبل میں ایک دوسرے کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کریں۔

مجھے اس بات کا نہایت افسوس ہے کہ ہندوستان کا اتحاد و یکجہتی برقرار رکھنے کے لئے نہ تو کیبنٹ مشن کی تجاویز قابل قبول سمجھی گئیں اور نہ ہی کوئی دوسری تجاویز پیدا ہوئیں مگر کسی بڑے علاقے کی اقلیت کو اس کی مرضی کے خلاف اکثریت کے رحم و کرم پر نہیں رکھا گیا۔ چنانچہ اس کا واحد حل تقسیم کے سوا اور کوئی نہ ہو سکا۔

مگر جب مسلم لیگ نے ہندوستان کی تقسیم کا مطالبہ کیا تو کانگریس نے بھی اسی بنیاد پر چند صوبوں کی تقسیم کا مطالبہ پیش کر دیا۔ اور میرے خیال میں تقسیم کے لئے یہ جواز نا قابل قبول نہیں ہے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ طرفین میں سے کوئی ایک بھی اس بات پر راضی نہیں کہ وہ بڑا علاقہ جس میں اس کی قوم وسیع اقلیت میں ہے۔ اسے دوسری قوم کی اکثریت کے حوالے کر دیا جائے۔ چنانچہ میں بڑی حد تک بذات خود ہندستان کی تقسیم کا مخالف ہوں۔ اسی طرح صوبائی تقسیم کے بھی خلاف ہوں۔ چنانچہ میں نے یہ ضروری اور مناسب سمجھا کہ تقسیم کا سوال خود ہندوستانی عوام کی مرضی پر چھوڑ دیا جائے۔

آج رات آپ کو وہ بیان سنایا جائے گا۔ جو ہندوستانی لیڈروں کو ہندوستان کا اقتدار سونپ دینے کے متعلق ملک معظم کی حکومت کی تجاویز پر مشتمل ہے"۔

پنڈت نہرو کی نشری تقریر

۳ جون کو پنڈت جواہر لال نے آل انڈیا ریڈیو دہلی سے ایک تقریر نشر کرتے ہوئے کہا "ہم نے ہندوستانی مسائل کے تصفیہ کے لئے ملک معظم کی حکومت کی تجاویز قبول کر لی ہیں اور اپنی وسیع قوم سے سفارش کرتے ہیں کہ وہ بھی انہیں قبول کر لیں۔ آپ نے ان تجاویز کو قبول کر لینے کی سفارش کرتے ہوئے کہا۔ میرے دل میں واقعی چنداں خوشی نہیں ہے مگر میں بغیر کسی شک اور شبہ کے یہ تسلیم کرتا ہوں کہ انہیں قبول کر لینا ہی مناسب ہے کیونکہ یہ بالکل جائز اور منصفانہ ہیں۔

صدیوں سے ہم متحدہ ہندوستان کی خود مختاری کیلئے لڑے اور خواب دیکھتے آئے ہیں۔ چند علاقوں کو ہندوستان سے کاٹ لینا واقعی ہم میں سے ہر ایک کے لئے انتہائی اذیت ناک ہے۔ پھر بھی مجھے یقین ہے کہ ہمارا موجودہ فیصلہ بالکل صحیح اور جائز ہے۔ ہندوستان کا اتحاد جس کے لئے ہم نے نہایت محنت کی ہے ضروری قرار نہیں دیا گیا۔ مگر اس کے باشندوں کو آزادی کے ساتھ اس حق کی اجازت دیدی گئی ہے کہ وہ اگر چاہیں تو ہندوستانی یونین کے ساتھ وابستہ رہ سکتے ہیں۔

ایسا کرنے سے ہمیں یقین ہے کہ ہم بہت جلد ہندوستان کو متحد کر سکیں گے اور ان اصولوں کے ماتحت ہماری بنیادیں بہت زیادہ مضبوط و محفوظ رہیں گی۔ پچھلے چند عرصہ سے ملک میں نہایت شرمناک اور تباہ کن تشدد کا دور دورہ رہا ہے۔ اب اسے ختم ہونا چاہئے۔ اور ہم نے اسے ختم کرنے کا تہیہ کر لیا ہے۔ ہمیں یہ واضح کر دینا چاہئے کہ تشدد کے استعمال سے آج یا مستقبل میں کوئی سیاسی مقصد حاصل نہیں کیا جا

سکتا۔

آج سے تقریباً ۹ مہینے قبل جب میں نے حکومت ہند میں اپنا منصب سنبھالا تو اس جگہ سے ریڈیو پر آپ سے کچھ باتیں کی تھیں۔ میں نے اس وقت آپ سے کہا تھا کہ ابھی تک ہم مسافر کی طرح سرگرم سفر ہیں اور منزل پر پہنچنا باقی رہ گیا ہے۔ ہمارے راستے میں بہت سی مشکلات اور رکاوٹیں تھیں۔ میں نے کہا تھا کہ شاید ہمارا یہ سفر بہت جلد ختم نہ ہو سکے۔ کیونکہ ہماری منزل حکومت ہند میں منصب حاصل کرنے تک محدود نہ تھی بلکہ ہماری منزل یہ تھی کہ ہندوستان کے لئے مکمل خود مختاری حاصل کریں اور عوام کے لئے ایسے تعلقات استوار کریں جس میں ہر شخص کو مساویانہ حقوق حاصل ہوں۔

سخت ترین آزمائش اور مشکلات کے نو مہینے بیت گئے۔ اور یہ لمحات انتہائی حوصلہ آزما اور دل شکن تھے۔ اور آج بھی اگر ان پر نگاہ ڈالی جائے تو عوام کی مشکلات اور افسوس کیلئے ابھی تک ان میں کافی مواد ہے۔ ہندوستان نے بین الاقوامی طور کافی پیش قدمی کر کے آج دنیا کی اقوام میں اپنے لئے ایک امتیازی احترام اور وقار پیدا کر لیا ہے۔

ہم نے اپنے گھریلو معاملات میں بھی ٹھوس ترین مفاد حاصل کر لئے ہیں۔ مگر عوام پر ابھی تک ضرورت سے زیادہ بوجھ ہے۔ کیونکہ لاکھوں اشخاص ابھی تک خوراک' لباس اور زندگی کی دوسری ضروریات سے محروم ہیں۔ عوام کی ترقی اور خوشحالی کے لئے بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ تا حال بہت سے امتیازی اور شاندار کارنامے جنہیں انجام دینے کیلئے ہم میدان میں آئے تھے باقی ہیں۔

ہم ہندوستانی عظمت و احترام کے ہر وقت معتقد رہے ہیں اور یہ ہر وقت یاد رکھیں کہ ہندوستان کے مستقبل کا فیصلہ کسی بیرونی طاقت سے نہیں بلکہ خود ہندوستانی عوام سے دوستانہ طور پر کرنا ہے۔

چنانچہ یہ تمام تجاویز عنقریب نمائندہ اسمبلی کی معرفت عوام کے سامنے رکھی جائیں گی تاکہ وہ ان پر غور کریں مگر اس دوران میں وقت کی ریت ہاتھ سے نکلتی جا رہی ہے اور زیادہ دیر تک اس فیصلہ کا انتظار نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے ہم نے بعض امور کیلئے خود بخود فیصلہ کر لیا ہے اور آپ لوگوں سے سفارش کرتے ہیں کہ انہیں تسلیم کر لیں۔

چنانچہ ہم نے ان تجویزوں کو تسلیم کر لینے کا فیصلہ کر لیا ہے اور اپنی وسیع قوم سے بھی سفارش کریں کہ وہ پورے امن و سکون کے ساتھ انہیں قبول کر لیں۔

مجھے انتہائی افسوس ہے کہ کام کی زیادتی کی وجہ سے میں اس مرتبہ جیسے کہ اکثر کرتا تھا۔ ہندوستان کے شہروں اور دیہات کا دورہ نہ کر سکا اور نہ ہی پہلی فرصت میں اپنے لوگوں سے ملکر ان کی تکالیف کا اندازہ کر سکا۔

آج جبکہ ہندوستانی دستور ساز مسائل میں ایک عظیم ترین تبدیلی ہو رہی ہے تو میں دوبارہ اس تاریخی تقریب پر آپ سے ہم کلام ہو رہا ہوں۔ آپ برطانوی حکومت کی طرف سے وائسرائے کا اعلان سن چکے

ہیں اور اس اعلان کے ماتحت ہندوستان کے چند علاقوں کو اپنے مستقبل کا فیصلہ کرنے کیلئے حق دیا گیا ہے اور دوسرے علاقوں کیلئے اسی بیان کے مطابق مکمل خود اختیاری کا وعدہ کیا گیا ہے اور ایسی اہم تبدیلی پر قبل اس کے کہ عملدر آمد شروع کیا جائے عوام کی رائے لینا ضروری ہے۔

قائداعظمؒ کی نشری تقریر

۳ جون کو ہندوستانی اعلان کے متعلق قائداعظمؒ نے آل انڈیا ریڈیو دہلی سے تقریر کرتے ہوئے فرمایا "میں آل انڈیا ریڈیو دہلی کے ذریعہ آپ لوگوں سے براہ راست کچھ کہنے کا موقع حاصل کر کے بہت خوش ہوا ہوں۔ اور مجھے یقین ہے کہ یہ شاید پہلا موقعہ ہے کہ کسی غیر سرکاری ہستی کو ریڈیو کے ذریعہ سے سیاسی مسائل پر عوام کو خطاب کرنے کا موقع نصیب ہوا۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ مستقبل میں بھی میں اس قابل ہوں گا کہ اپنے نقطہ نگاہ اور نظریات سے آپ لوگوں کو براہ راست آگاہ کرتا رہوں۔ کیونکہ یہ ریڈیائی تقریر بہ نسبت اخباروں کی سرد تحریروں کے زیادہ زندگی اور حرارت کی حامل ہوتی ہے۔

ہماری مہم کی اہمیت

ہندوستان کو اقتدار منتقل کرنے کیلئے ملک معظم کی حکومت کے اس اعلان میں جو تجاویز وائسرائے نے بذریعہ ریڈیو بیان کی ہیں۔ کل یہ ہندوستان اور سمندر پار کے ملکوں کے اخباروں میں بھی شائع ہوں گی۔ اور یہ تجاویز اس اعلان کا ایک بنیادی خاکہ ہیں جس پر ہم نے کامل غور کیا ہے۔

ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ہم نے اس ملک کے چالیس کروڑ انسانوں کی قسمت اور مستقبل کے متعلق ایک انتہائی نازک اور آخری فیصلہ کرنا ہے۔ اس وقت ساری دنیا کے سامنے ایسا کوئی دشوار ترین کام نہیں ہے جو ہمیں درپیش ہے اور جسے صرف ہم ہی انجام دیں گے۔

ہندوستانی لیڈروں کے کندھوں پر انتہائی نازک ذمہ داری کا بوجھ ہے۔ اس لئے ہمیں اپنی تمام قوتیں مجتمع کر کے یہ دیکھنا ہے کہ اختیارات کا انتقال مکمل پرامن وحفظ قانون کے ماتحت انجام پا جائے۔ ہمیں اس اعلان کے ایک ایک لفظ کا کامل غور کے ساتھ مطالعہ اور انتہائی صبروتحمل کے ساتھ فیصلہ کرنا چاہئے۔

میں بارگاہ خداوندی سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اس نازک ترین وقت میں ہماری رہنمائی کرے اور اس اعلان سے جتنی ذمہ داریاں وابستہ ہیں انہیں نہایت دانش وعقلمندی کے ساتھ انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

یہ حقیقت ہے کہ اعلان بعض امور میں ہمارے نقطہ نگاہ سے مطابقت نہیں رکھتا اور ہم نہیں کہہ سکتے کہ ہم مطمئن ہیں اور نہ ہی ہم محسوس کر سکتے ہیں کہ اس اعلان میں جن بعض امور کو جس طرح پیش کیا گیا ہے

ہم اس پر رضامند ہیں اور اب اس بات کا فیصلہ ہم پر ہے کہ برطانوی حکومت کا یہ اعلان جو ہمارے سامنے ہے اسے سمجھوتہ یا تصفیہ کیلئے منظور کریں یا نہ کریں۔ چنانچہ اس موقعہ پر میں ہرگز یہ نہیں چاہتا کہ میں آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے متفقہ فیصلہ کے متعلق کوئی رائے دوں۔ کونسل کا جلسہ ۹ جون کو دہلی میں منعقد ہو رہا ہے۔ کیونکہ ہماری دستور سازی اور اس سے متعلقہ امور کے فیصلے کا حق محض مسلم لیگ کونسل ہی کو حاصل ہے۔

مگر جہاں تک مسلم لیگ کے ردِ عمل کا تعلق ہے۔ دہلی کے حلقوں میں مجھے حالات نہایت پر امید محسوس ہوتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اعلان اور اس کے متعلقات قبل اس کے کہ کوئی فیصلہ کیا جائے۔ کامل غور اور صبر و آزمائش کے مقتضی ہیں۔

میں یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ وائسرائے نے اسی سلسلہ میں مختلف قوتوں کے ساتھ نہایت بہادری سے جنگ کی ہے۔ اور ان کی اس جدوجہد سے میرے خیالات پر جو اثر ہوا ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے ہر ایک کام نہایت منصفانہ اور غیر جانبدارانہ طور پر انجام دیا ہے اور اب اس کا دارومدار ہم پر ہے کہ وائسرائے کی مہم کو قدرے آسان کریں۔ اور جہاں تک ہمارے اختیار میں ہو۔ ہندوستان کو اقتدار منتقل کرنے کے لئے انہوں نے جس مقصد کا ذمہ لیا ہے۔ اس میں ان کی پوری پوری مدد کریں۔ تا کہ کامل امن اور سکون کے ساتھ یہ اقتدار ہندوستانیوں کے سپرد کر دیا جائے۔

یہ اعلان جسے وائسرائے نے بذریعہ ریڈیو نشر کرایا ہے۔ اس کے گیارہویں پیرا سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ پاکستان یا ہندوستان دستور اسمبلی میں شرکت کرنے کے لئے اپنی رائے دیں اور یہ رائے عامہ خود گورنر جنرل اور صوبائی حکومت کے مشورہ سے دریافت کی جائے گی۔

میں صوبہ سرحد مسلم لیگ سے استدعا کرتا ہوں کہ وہ صوبہ میں اپنی اس پر امن تحریک سول نافرمانی کو ختم کر دے جسے شروع کرنے کے لئے اسے مجبور کر دیا گیا تھا۔ اور تمام لیگی لیڈروں اور سرحد کے مسلمانوں سے کہتا ہوں کہ وہ سرحد کے مسلمانوں کو اس طرح سے منظم کریں کہ وہ اس ریفرنڈم کا نہایت امید اور ہمت سے مقابلہ کریں اور مجھے یقین ہے کہ سرحدی مسلمان متفقہ طور پر پاکستانی دستور ساز اسمبلی میں شرکت کا فیصلہ کریں گے۔

میں کسی طرح صوبہ سرحد کے مسلمانوں کی تکالیف اور قربانیوں کا شکریہ ادا نہیں کر سکتا اور خاص کر سرحد کے عوام کی شہری آزادی کیلئے سرحدی خواتین نے جو حصہ لیا ہے۔ میں اسے پسندیدگی کی نظر سے دیکھتا ہوں۔ بغیر کسی پر الزام لگائے میں ان تمام لوگوں سے ہمدردی کا اظہار کرتا ہوں۔ جنہیں تکالیف سہنی پڑی ہیں۔ وہ لوگ جو مرے اور وہ لوگ جن کی املاک و مال کو برباد کر دیا گیا ہے۔

میں امید کرتا ہوں کہ سرحد ریفرنڈم کے وقت پر امن رہے گا۔ اور سرحد کے ہر ایک شخص کو اس بات کا احساس ہونا چاہئے کہ سرحد کے عوام کا فیصلہ کامل آزادی' انصاف اور سچے طور پر ہو سکے۔

ایک دفعہ پھر میں تمام مسلمانوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ امن اور قانون کی حفاظت کریں "پاکستان زندہ باد"۔

جمہوریہ پاکستان کے قیام پر مبارکباد کے پیغامات

۴ جون کو صبح تقریباً ایک ہزار مسلم خواتین جذبات مسرت سے بھری ہوئیں قائداعظمؒ کے بنگلہ پر مسلم لیگی نعرے لگاتے ہوئے پہنچیں اور قائداعظمؒ کو حصول پاکستان پر مبارکباد پیش کی۔ خواتین کے نعرے سن کر امیر ملت اسلامیہ قائداعظم محمد علی جناحؒ اپنے بنگلہ سے باہر تشریف لے آئے۔ خواتین کے وفد نے آپ کی خدمت میں حصول پاکستان پر تحفہ تہنیت پیش کیا۔

آج صبح سے شام تک قائداعظمؒ کے بنگلہ پر ملنے والوں کا تانتا بندھا رہا جنہوں نے قائداعظمؒ کو حصول پاکستان پر مبارکباد پیش کی۔

مسٹر یامین زبیری نائب صدر مجلس اتحاد المسلمین حیدر آباد دکن نے قائداعظمؒ سے ملاقات کی اور مسلمانان حیدر آباد کی جانب سے حصول پاکستان پر قائداعظمؒ کو مبارکباد پیش کی۔

مسٹر منڈل عبوری حکومت کے وزیر قانون نے برطانوی پلان پر بیان دیتے ہوئے قائداعظم محمد علی جناحؒ کو حصول پاکستان پر مبارکباد پیش کی ہے جس میں انہیں یقین ہے کہ اچھوتوں کے حقوق کا تحفظ کیا جائیگا۔ انہوں نے یہ خوف ظاہر کیا کہ باقی کے پانچ کروڑ اچھوت جو کچھ بھی تھوڑا بہت سیاسی اقتدار رکھتے ہیں کھودیں گے کیونکہ وہ ہندوستان میں رہیں گے۔

آپ نے مسٹر گاندھی اور پنڈت نہرو سے اس امید کی وابستگی کا اظہار کیا ہے کہ وہ اچھوتوں سے وہی منصفانہ سلوک کریں گے جیسا کہ قائداعظم محمد علی جناحؒ پاکستان میں کریں گے۔

مسٹر گاندھی نے کہا کہ میں نے قائداعظمؒ سے اپیل کرنے کا فیصلہ کیا ہے کہ انہوں نے (قائداعظمؒ) جو کچھ چاہا تھا انہیں مل گیا ہے۔ اب وہ کانگریس اور دیگر پارٹیوں کو ایک کانفرنس میں انگریزوں سے آزاد ہوکر کوئی حل تلاش کرنے کیلئے مدعو کریں۔

مسٹر گاندھی نے کہا کہ اگر پاکستان نے بہتر سلوک کیا تو تمام ہندوستان پاکستان ہو جائیگا۔ جس میں نہ کوئی اکثریت ہوگی نہ اقلیت، ہر شخص برابر ہوگا۔ اگر میں لیگ کا صدر ہوتا تو میں پاکستان کو قابل رشک بنا دیتا۔ اگر ایسا ہو جائے تو میں اپنی غلطی تسلیم کروں گا اور ہر شخص سے پاکستان کی سفارش کروں گا کیا قائداعظمؒ ایسا کریں گے؟

سر سی پی راماسوامی آئنگر نے پریس کو ایک بیان دیتے ہوئے کہا کہ جس کی امید تھی وہی ہوا اور گاندھی جی کی متحدہ ہندوستان کیلئے اپیل بیکار گئی۔

مسٹر جناح نے ایک زبردست فتح حاصل کی ہے اور جبکہ کئی تفصیلات میں انہیں گھاٹا رہا۔ اصولی طور

پر انہیں فائدہ رہا ہے۔ پاکستان کے قیام کے اثرات (خواہ پاکستان ایک ترمیم شدہ حالت میں ہے) سے مستقبل میں نئے مفاد اور امنگیں پیدا ہوں گی جس کے نتائج کے متعلق ابھی پیشین گوئی کرنا ممکن نہیں ہے۔

۷ جون کو شرق اردن کے سلطان ہز میجسٹی شاہ عبداللہ نے قائداعظمؒ کی خدمت میں پاکستان کے حصول پر ہدیہ تبریک بذریعہ برقیہ ارسال فرمایا۔ برقیہ میں مذکور ہے۔

"میں آپ کی کامیابی کی مسرت میں برابر کا شریک ہوں میں دعا کرتا ہوں کہ پاکستان کو ترقی، دولت اور امن نصیب ہو اور آپ کو بہترین صحت۔"

اسی طرح تہران میں مقیم ہندوستانیوں نے ایک برقیہ کے ذریعہ یہ پیغام قائداعظمؒ کی خدمت میں ارسال کیا۔

"اپنی کامیابی پر ہماری تشکر آمیز مبارکباد قبول فرمایئے۔ خداوند تعالیٰ آپ کو طویل زندگی عطا فرمائے تاکہ آپ ہماری قیادت فرماتے رہیں۔"

۱۰ جون کو حکومت سعودیہ اور حجاز کے فرمانروا جلالتہ الملک سلطان ابن سعود نے حصول پاکستان پر مبارکباد پیش کرتے ہوئے قائداعظمؒ کو حسب ذیل برقی پیغام ارسال کیا۔

"میں پاکستان کے نام سے ہندوستان میں خالص اسلامی ریاست کے قیام پر اپنی رعایا کی طرف سے آپ کو تمام مسلمان بھائیوں کی لازوال مسرت اور ترقی کیلئے ہدیہ خلوص پیش کرتا ہوں۔ میں رب العزت سے دعا گو ہوں کہ وہ آپ کو ساری دنیا کے امن عامہ اور مسلمان بھائیوں کیلئے ایک عظیم الشان قائد ثابت کرے۔"

قائداعظمؒ نے اس کے جواب میں مندرجہ ذیل تار ارسال فرمایا۔

"میں تمام ہندوستانی مسلمانوں کی طرف سے قیام پاکستان کی اس تاریخی تقریب پر آپ کے اظہار خلوص کا انتہائی شکر گزار ہوں میں بھی اس دعا میں آپ کا برابر کا شریک ہوں کہ رب العزت قیام امن کے سلسلہ میں ہمارا مددگار ہو اور مسلمانان عالم کے ساتھ مستقل تعلقات کی برقراری کیلئے ہماری مدد کرے مسلمانان ہند بارگاہ خداوندی سے اس دعا کے طالب ہیں کہ وہ ہمیں اسلام کی حفاظت کیلئے چٹان کا سا عزم واستقلال عطا فرمائے۔ آمین۔"

پاکستان اور کرد

عراق کے کرد قبائل کے لیڈر جناب محمد علی صاحب نے قائداعظمؒ کے پاس ایک خط بھیجا۔ جس میں وہ لکھتے ہیں "اپنے کرد قبیلہ کی طرف میں آپ کو پاکستان کے مقدس مقصد کے حصول پر مبارکباد دیتے ہوئے فخر محسوس کرتا ہوں۔ پاکستان دس کروڑ مسلمانان ہند کے قومی وجود کے تحفظ کا واحد ذریعہ

ہے اور یہ مقصد آپ کی جرأت مندانہ اور قابلانہ قیادت کے بغیر حاصل نہ ہو سکتا تھا۔
آپ کی اس کامیابی سے اسلامی دنیا کو مسرت اور فخر ہے کیونکہ اس طرح سے مسلم ہند سے ہندو اقتدار کا خطرہ ٹل گیا جو اسلامی دنیا کیلئے بھی بڑا خطرہ تھا۔"

شاعر مشرق کا خواب

حکومت برطانیہ کے فرمان کے بعد جب قیام پاکستان کا اعلان کر دیا گیا تو اسی وقت بعد نماز مغرب مفکر اعظم حضرت علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر سارا مسلم لاہور اُمڈ پڑا۔ مزار مبارک کو پھول اور عقیدت کے ڈھیر میں ڈھانک دیا گیا۔
(پاکستان کا نظریہ سب سے پہلے علامہ اقبال مرحوم نے ہی پیش کیا تھا آج وہ خواب حقیت میں تبدیلی ہو چکا ہے۔ مؤلف)

۴۰ء کی لاہور قرارداد کے مطابق پاکستان کا نقشہ
لیگ کے مطلوبہ پاکستان پر ایک نظر

	صوبہ	آبادی
شمال مشرقی پاکستان		
	بنگال	۶ کروڑ' تین لاکھ
	آسام	۱ کروڑ' دو لاکھ
شمال مغربی پاکستان	پنجاب	۲ کروڑ' ۸۴ لاکھ
	سندھ	۴۵ لاکھ
	سرحد	۳۰ لاکھ
	بلوچستان	۵ لاکھ
	کل آبادی	۱۰ کروڑ' ۶۹ لاکھ
پاکستان میں مسلمانوں کی آبادی		۵ کروڑ' ۹۱ لاکھ
پاکستان میں غیر مسلموں کی آبادی		۴ کروڑ' ۷۸ لاکھ
	کل آبادی	۱۰ کروڑ' ۶۹ لاکھ

کل علاقہ ۳ لاکھ ۴۸ ہزار ۳۳۳ مربع میل (۳۴۸۳۳۳)

ملک معظم کی حکومت کے نئے پلان کے مطابق پاکستان کا نقشہ

	صوبہ	آبادی
شمال مشرقی پاکستان	بنگال	۴ کروڑ، ۱۳ لاکھ
	آسام	تقریباً ۳۳ لاکھ
شمال مغربی پاکستان	پنجاب	۱ کروڑ، ۶۴ لاکھ
	سندھ	۴۵ لاکھ
	سرحد	۳۰ لاکھ
	بلوچستان	۵ لاکھ
	کل آبادی	تقریباً ۶ کروڑ، ۹۰ لاکھ

علاقہ دو لاکھ ۳۶ ہزار ۶ سو ۴۸ مربع میل (۲۳۶۶۴۸)

مسلمان	۴ کروڑ، ۹۴ لاکھ
غیر مسلم	۱ کروڑ ۹۶ لاکھ
کل آبادی	۶ کروڑ، ۹۰ لاکھ

کیا فرق پڑا

۴۰ء کی قرارداد کے مقابلہ میں برطانیہ کی نئی سکیم نے پاکستان کی ۳۵ فیصدی آبادی کم کر دی اور ۳۳ فیصدی علاقہ کم کر دیا۔

تقسیم بنگال سے کتنی آبادی کم ہوتی ہے	۱ کروڑ، ۹۰ لاکھ
تقسیم پنجاب سے کتنی آبادی کم ہوتی ہے	۱ کروڑ، ۳۰ لاکھ
تقسیم آسام سے کتنی آبادی کم ہوتی ہے	۷۹ لاکھ
کل کمی	۳ کروڑ، ۹۹ لاکھ

برطانوی ہند میں ریاستوں کی چھوڑ کر کل ہندو مسلم آبادی ۲۹ کروڑ ۵۵ لاکھ ہے۔ اس میں مسلمان ۷ کروڑ ۹۴ لاکھ ہیں۔

برطانیہ کی سکیم کے مطابق پاکستان کی آبادی ۶ کروڑ ۹۰ لاکھ ہوگی۔

ہندوؤں کے مقابلہ میں مسلمانوں کی آبادی ہندوستان میں ۱۳ فیصدی ہوگی۔ پاکستان میں مسلمانوں کے مقابلہ میں ہندوؤں کی آبادی ۲۸ فیصدی ہوگی۔

(اچھوت اور بے ذات کے ہندوؤں کو اعلیٰ ذات کے ہندوؤں سے الگ کیا جائے تو ہندوؤں کا تناسب بھی ۲۰ فیصدی سے کم رہ جائے گا)۔

دہلی میں مسلم لیگ کونسل کا اجلاس

۹ جون کو قائد اعظمؒ نے لیگ کونسل کے جلسہ کی کارروائی کا افتتاح کرتے ہوئے پونے تین گھنٹہ تک حالات حاضرہ پر سیر حاصل تبصرہ کیا اور کونسل کو اس بات کی اجازت دی کہ وہ آزادی، خود مختاری اور بے باکی کے ساتھ اس اعلان پر بحث و تنقید کرے۔ کہا جاتا ہے کہ قائد اعظمؒ نے اس امر کی وضاحت کی کہ میں نے پاکستان کیلئے نو آبادیاتی درجہ محض عبوری دور کیلئے منظور کیا ہے اور اس فیصلہ کا انحصار پاکستان کی دستور ساز اسمبلی پر ہے کہ آیا وہ برطانوی دولت مشترکہ میں رہنا چاہتے ہیں یا نہیں؟

قائد اعظمؒ نے سرحدی نمائندوں سے بھی خصوصیت کے ساتھ اپیل کی کہ وہ اپنی تمام تر توجہ اور ذرائع صرف اس امر کیلئے وقف کر دیں کہ سرحد کی رائے شماری پاکستان کے حق میں ہو۔ سرحد کے نمائندوں میں سے ایک نے آپ کو یقین دلاتے ہوئے کہا کہ پٹھانوں کا پاکستان میں شریک ہونا ایک ناقابل انکار حقیقت ہے۔ اس کے بعد ممبروں نے آپ سے کئی سوالات پوچھے جن میں سے ایک سوال یہ تھا کہ ہندوستانی یونین اور پاکستانی حکومت کے ماتحت اقلیت کے ساتھ کونسا برتاؤ کیا جائیگا۔ قائد اعظمؒ نے اپنی گزشتہ تقریروں کا اعادہ کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان میں اقلیتوں کو مساویانہ حقوق دے دیئے جائیں گے اور ہر ممکن طریقے سے ان کے حقوق محفوظ رکھے جائیں گے۔ آپ نے توقع ظاہر کی کہ ہندوستانی یونین میں بھی اقلیتوں کے ساتھ ایسا ہی مساویانہ برتاؤ کیا جائیگا مگر یہاں آپ نے ایک نکتہ بھی واضح کر دیا کہ ہندوستانی یونین میں اس کا انحصار اقلیتوں پر ہو گا کہ وہ اسی بنیاد پر دستور ساز اسمبلی کو مضبوط کریں۔

آپ نے فرمایا "اس پلان میں سے ہم نے کئی مسائل پر فتح حاصل کی ہے اور چند مسائل میں ہماری شکست ہوئی ہے اب اس کا فیصلہ کرنا کونسل کا کام ہے کہ اس پلان کو منظور کیا جائے یا مسترد کر دیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری مجلس عاملہ نے کوئی فیصلہ نہیں کیا تھا۔ ہم اپنے نقطہ ہائے نظر پیش کر کے آپ کے فیصلہ پر کسی قسم کا ابتدائی اثر نہیں ڈالنا چاہتے تھے اگر آپ اس پلان کو منظور کر لیں گے تو پھر اس کی منظوری پر مشتمل ایک قرارداد تیار کی جائیگی۔ میں نے اپنا کام پورا کر دیا ہے اور اب آپ کو دو آزاد مسلم حکومتیں دلانے میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ اب یہ آپ کے قبضہ کی بات ہے کہ ان دونوں آزاد مسلم مملکتوں کی تعمیر کس طرح ہو۔ ہندو صوبوں کے مسلمانوں سے عرض ہے کہ آپ ہی کی بے مثال قربانیوں نے پاکستان کی بنیاد قائم کی ہے اور اسے آپ ہی کے ایثار نے مستحکم بنایا ہے۔ حصول پاکستان کیلئے ہندو صوبوں کے مسلمانوں نے رہنمائی کی ہے نہ صرف رہنمائی بلکہ پاکستان کی تعمیر و ترقی کیلئے بہترین دماغ بھی دیئے ہیں۔ جب ہندو صوبوں کے مسلمانوں نے پاکستان کی تحریک شروع کی تھی اس وقت پاکستانی صوبوں

کے مسلمان گہری نیند سورہے تھے اور اگر کچھ کرتے بھی تھے تو اس طرح کہ ان کی طاقت غلط راستہ پر صرف ہو جاتی تھی۔ اس لئے ہندو صوبوں کے مسلمانوں کی قربانیاں ہم ہرگز فراموش نہیں کر سکتے۔ جب پاکستان کی تکمیل ہو جائیگی تب ہم ہندو صوبوں کے مسلمانوں کی حفاظت کریں گے اور ان کے ایثار کی داستانیں دہراتے رہیں گے۔ ہم اپنی مسلسل کوششوں سے جو دو مسلم حکومتیں قائم کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں انہیں قابل مثال اور قابل رشک بنانے کی بھی کوششیں کرنی چاہئیں۔"

۱۰ جون کو قائد اعظمؒ نے اس ریزولیوشن کا خلاصہ جو مسلم لیگ مجلس عاملہ نے منظور کیا تھا، وائسرائے کے سامنے رکھ دیا ہے۔ اس منظور شدہ ریزولیوشن کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

آل انڈیا مسلم لیگ کونسل نے کامل غور و خوض کے ساتھ برطانوی حکومت کے اعلان مورخہ ۳ جون کا مطالعہ کیا جس میں یہ وضاحت کے ساتھ درج ہے کہ ہندوستانیوں کو اقتدار منتقل کیا جائیگا اور اطمینان کے ساتھ اسے ملحوظ رکھا کہ کیبنٹ مشن کی ۱۶ مئی ۱۹۴۶ء کی تجاویز اب قابل پذیر نہیں رہیں اور قطعی طور پر دفن کر دی گئیں چنانچہ برطانوی حکومت کے اعلان کے ماتحت اب ہندوستانی مسائل کا واحد حل یہ ہے کہ ہندوستان کو تقسیم کر دیا جائے چنانچہ اب مسلم لیگ کونسل کی یہ رائے ہے کہ ہندوستانی مسائل کے حل کا واحد علاج یہ ہے کہ ہندوستان کو ہندوستان اور پاکستان کو دو علیحدہ علیحدہ ریاستوں میں تقسیم کر دیا جائے اور محض اسی بنیاد پر مسلم لیگ کونسل نے ملک معظم کی حکومت کے اس اعلان پر اپنی تمام تر توجہ وقف کر دی اور کامل غور کیا۔ کونسل کی بھی یہ رائے ہے کہ اگرچہ تقسیم بنگال و پنجاب سے اتفاق نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی اسے روا رکھا جا سکتا ہے مگر برطانوی حکومت کے اس اعلان کو انتقال اقتدار کا ذریعہ سمجھتے ہوئے تسلیم کر لیا گیا ہے۔

چنانچہ اس کونسل نے متفقہ طور پر آل انڈیا مسلم لیگ کے صدر قائد اعظمؒ کو اس امر کا مجاز بنا دیا ہے کہ وہ محض مفاہمت کی حیثیت سے اس اعلان کے بنیادی اصول تسلیم کریں اور ساتھ ہی کونسل نے انہیں متفقہ طور پر اس بات کے اختیارات بھی دے دیئے ہیں کہ وہ برطانوی اعلان کے ماتحت دفاع، مالیات اور پیغام رسانی کے محکمہ جات میں جائز اور مسلمہ تقسیم کے متعلق ہر ایک تفصیل پر عمل درآمد کریں۔ تجویز کی مخالفت صرف آٹھ ممبران نے کی اور موافقت میں چار سو ووٹ تھے۔

بدباطن خاکسار

۹ جون کو امپیریل ہوٹل میں جہاں مسلم لیگ کونسل کا اجلاس ہو رہا تھا رات کو دوسری نشست میں جبکہ تجویز پر ممبروں سے رائے لی جانے والی تھی جس میں برطانیہ کے تین جون کے بیان کو منظور کیا گیا ہے تقریباً بیس خاکسار معہ بیلچوں کے ہوٹل کے میدان میں جمع ہو گئے اور بال روم کی طرف بڑھنے لگے جونہی پولیس والوں نے ان کے پاؤں کی آہٹ سنی وہ فوراً دوڑ کر وہاں آئے اور انہیں روکا۔ مسلم نیشنل گارڈ بھی مورچہ پر آ گئے اور خاکساروں کو جو چیز بھی ہاتھ آئی اس سے مار بھگایا۔ تقریباً پندرہ منٹ تک آپس میں

جھڑپ ہوتی رہی اور ہوٹل کے ہر ساز و سامان کا آزادی کے ساتھ استعمال کیا گیا۔ اس کی وجہ سے اجلاس میں کافی ہل چل رہی۔ پولیس نے اشک آور گیس استعمال کی اور سب خاکساروں کو گرفتار کر لیا اور رات کو قائد اعظمؒ کے بنگلہ پر مسلح پولیس بٹھادی گئی۔

پاکستان فنڈ

۱۶ جون کو معمار پاکستان قائد اعظمؒ نے اپنے ایک بیان میں ہر مسلمان سے پاکستان فنڈ میں چندہ دینے کی اپیل کی۔ آپ نے فرمایا "ملک کو تقسیم کرنے والے ۳ جون کے پلان پر عمل کرنے سے جو اہم مسائل پیدا ہوئے ہیں ان کا اور مختلف اقدامات کا ہمیں مقابلہ کرنا ہے۔ سب سے پہلے ہمیں سرحد کے انتخابات میں حصہ لینا ہے جس کیلئے بہت کم وقت رہ گیا ہے اور جو نہایت نازک مسئلہ ہے اور اسی طرح ہمیں بلوچستان اور سلہٹ میں انتخابات لڑنے ہیں۔

اس کے علاوہ تقسیم پنجاب و بنگال کیلئے جو طریقہ کار طے کیا گیا ہے اس کیلئے تاریخیں مقرر کی جاچکی ہیں۔ ہمیں بہت جلد پاکستان اسمبلی کیلئے کام مکمل کرنا ہے اور تجربہ کاروں اور ماہرین پر مشتمل سب کمیٹیاں مقرر کرنی ہیں جو دستور ساز اسمبلی کو پاکستان کا دستور بنانے میں مشورے دیں گی۔ پاکستان اسمبلی خود مختار جماعت کی طرح کام کرے گی اور جب تک آخری طور پر دستور مرتب ہو جائے اور حکومت پاکستان قائم نہ ہو جائے جو دستور کے مطابق کام کرے گی اس وقت تک دستور ساز اسمبلی تمام حکومتی امور انجام دے گی۔

ہم آگے بڑھ رہے ہیں اور ہمیں مرکزی حکومت کے قرضہ جات اور آمدنیاں جس میں دفاع، مالیات اور رسل و رسائل وغیرہ شامل ہیں تقسیم کرنا ہیں اس مقصد کیلئے مشینریاں قائم کی جارہی ہیں یہ نہایت اہم مرحلہ ہے جس سے ہمیں گزرنا ہے اور ہم روشنی کی رفتار کے برابر چل رہے ہیں اس لئے میں مسلمانوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ مجھے بغیر تاخیر کے اپنے چندے بھیجیں۔ مجھے یقین ہے کہ ہر مسلمان محسوس کرے گا اور سمجھے گا کہ اس وقت فوری طور پر مدد کرنا ضروری ہے۔ میری رائے میں احسن طریقہ یہ ہے کہ جو مرد یا عورت ہماری مدد کرنا چاہے وہ اپنا عطیہ یا چندہ براہ راست حبیب بنک لمیٹڈ چاندنی چوک دہلی کو روانہ کرے۔ اس فنڈ کا نام "پاکستان فنڈ" رکھا جائے گا اور بنک اس کیلئے الگ اکاؤنٹ (حساب) رکھے گا۔ فنڈ مذکورہ بالا امور کی انجام دہی پر خصوصاً اور پاکستان حکومت سے قبل مختلف کاموں پر عموماً خرچ کیا جائیگا۔

ریاستیں اور پاکستان

۱۷ جون کو قائد اعظمؒ نے ایک بیان میں ارشاد فرمایا "برطانوی اقتدار کے خاتمہ پر دیسی ریاستوں کو

یہ اختیار ہو گا کہ وہ ہندوستان کی دستور ساز اسمبلی میں شریک ہوں یا پاکستان کی دستور ساز اسمبلی میں شریک ہوں۔ بصورت دیگر وہ آزاد بھی رہ سکتے ہیں۔ دیسی ریاستوں کے معاملہ پر بڑی گرما گرم بحث جاری ہے اس لئے مجھ پر یہ واجب ہے کہ میں اس سلسلہ میں مسلم لیگ کے خیالات اور حکمت عملی کا اظہار کروں تاکہ کوئی غلط فہمی نہ رہے۔

آئینی اور قانونی لحاظ سے برطانوی اقتدار کے خاتمہ پر دیسی ریاستیں خود مختار ہوں گی اور ان کو اختیار ہو گا کہ اپنے حسب منشاء ایک راہ عمل اختیار کریں۔ یہ ان کے اختیار میں ہے کہ وہ پاکستان دستور ساز اسمبلی میں شریک ہوں یا بالکل آزاد رہیں۔ آخری صورت میں وہ اپنی پسند کے مطابق پاکستان یا ہندوستان سے تعلقات استوار کرنے کیلئے معاہدے کریں۔

سرحد ریفرنڈم پر کمیٹی کا تقرر

۷ اجون کو عوام کی رائے حاصل کرنے کیلئے صوبہ سرحد میں ریفرنڈم عنقریب ہونے والا ہے جس میں صوبہ مذکور کو یہ طے کرنا ہے کہ وہ پاکستان دستور ساز اسمبلی میں شریک ہو گا یا ہندوستان دستور ساز اسمبلی میں شریک ہو گا۔ اس کے معاملات کو طے کرنے کیلئے قائداعظمؒ نے ایک کمیٹی بنائی ہے جس کے اراکین جناب چندریگر صاحب، جناب غضنفر علی خان، جناب پیر صاحب مانکی شریف اور جناب واجد علی صاحب تھے۔ اس کمیٹی کا کام سرحدی لیگ کی کارروائیوں کی نگہداشت اور رہنمائی ہے۔

قائداعظمؒ غفار خان ملاقات

زمانہ سیاسیات ہند میں ۱۸ اجون کو پہلی مرتبہ غفار خان سرحدی لیڈر اور قائداعظمؒ میں ملاقات ہوئی۔ اس ملاقات میں مسٹر گاندھی اور لارڈ اسے بھی موجود تھے۔ اس ملاقات میں ۳ جون کے برطانوی پلان کی روشنی میں سرحد کے معاملات پر غور و خوض کیا گیا۔ اس ملاقات کی مدت نصف گھنٹہ تھی۔

شام کے وقت خان عبدالغفار خان قائداعظمؒ سے پھر ان کے دولت کدہ پر ملے۔ یہ ملاقات ڈیڑھ گھنٹہ تک رہی۔ ملاقات کے اختتام پر قائداعظمؒ نے نامہ نگاروں سے کہا ''ہمارے درمیان آزادانہ بے باک گفتگو ہوئی۔''

اس ملاقات کے متعلق مسٹر گاندھی نے اپنے عباداتی جلسہ میں کہا ''آپ سب میرے ساتھ مل کر دعا کریں کہ خان غفار خان اور قائداعظمؒ کی ملاقات کامیاب ہو۔''

تقسیم بنگال

۲۰ جون کو برطانوی سکیم کے مطابق تقسیم یا عدم تقسیم کے سوال پر بنگال اسمبلی کے تمام ممبروں کا

ایک مشترکہ جلسہ ہوا اس میں جب ووٹنگ ہوئی تو اس کا نتیجہ حسب ذیل رہا۔
موجودہ مجلس دستور ساز میں شریک ہونے کے حق میں نوے آراء آئیں اور ایک جداگانہ اور نئی مجلس دستور ساز میں شریک ہونے کے حق میں ۱۲۶۔ آراء آئیں۔

ہندو اکثریت کا فیصلہ

مذکورہ بالا فیصلہ کے بعد ہندو اکثریت والے حلقوں کے نمائندوں کا الگ جلسہ ہوا۔
تقسیم بنگال کے حق میں ۵۸۔ آراء آئیں اور ۲۱۔ آراء اس کے خلاف آئیں۔
اس جلسہ میں دوسری تجویز پیش ہوئی کہ اس حصہ بنگال (مغربی بنگال) کو موجودہ دستور ساز میں شریک ہونا چاہیئے۔ اس کی مخالفت میں ۵۸۔ آراء اور موافقت میں ۲۱۔ آراء آئیں۔

مسلم اکثریت کا فیصلہ

مسلم اکثریت والے حلقوں کے نمائندوں کا جلسہ الگ ہوا۔ اس میں یہ تجویز پیش ہوئی کہ بنگال تقسیم نہ کیا جائے۔ اس کی موافقت میں ۱۰۶۔ آراء آئیں اور مخالفت میں ۳۵۔ اس کے بعد ایک تجویز یہ پیش ہوئی کہ بنگال موجودہ مجلس دستور ساز کے بجائے نئی مجلس دستور ساز میں شریک ہو۔ اس کی موافقت میں ۱۰۷ آراء آئیں اور مخالفت میں ۳۴۔ پھر تیسری تجویز اس مطلب کی پیش ہوئی کہ اگر استصواب رائے کے بعد سلہٹ ضلع مشرقی بنگال میں شامل ہونا چاہے تو اسے شامل کر لیا جائے گا۔ اس کی موافقت میں ۱۰۵۔ آراء آئیں اور مخالفت میں ۳۴۔
مسلم اکثریت اور ہندو اکثریت دونوں اضلاع کے نمائندوں میں مسلمان بھی تھے 'ہندو بھی 'اچھوت اور عیسائی بھی۔ لیکن ووٹنگ میں ہر قوم کے نمائندوں نے اپنے اپنے قومی مفاد کے مطابق رائے دی۔ اینگلو انڈین ممبران کانگریس کے ساتھ رہے۔

تقسیم پنجاب

۲۳ جون کو پنجاب کی تقسیم یا عدم تقسیم کا فیصلہ کرنے کیلئے اسمبلی کے ممبروں کے جلسے منعقد ہوئے۔ اسمبلی کے تمام راستوں پر پولیس کا سنگین پہرہ تھا اور تمام جماعتوں کے لیڈروں کے مشورہ کے مطابق عوام نے کوئی مظاہرہ نہیں کیا۔ اسمبلی کے اندر داخلہ اجازت ناموں کے ذریعہ تھا اور ممبروں کے علاوہ اخبارات کے صرف چند نمائندوں کی شرکت کی اجازت دی گئی تھی۔
۳ جون کے برطانوی بیان کے مطابق پہلے مغربی اور مشرقی پنجاب کے نمائندے علیحدہ علیحدہ جمع ہو

گئے۔ مغربی پنجاب یعنی پاکستانی علاقہ کے جلسہ میں اسمبلی کے ۱۹۲ ممبروں میں سے ۹۶ شریک تھے۔ اس جلسہ کی صدارت دیوان بہادر سنگھ نے کی۔ مشرقی پنجاب کے نمائندوں کے جلسہ میں کانگریس پارٹی کے لیڈر لالہ بھیم سین سچر اور ملک فیروز خان نون نے تحریک کی کہ دو حصوں کا مشترکہ جلسہ ہو تاکہ یہ فیصلہ کیا جائے کہ پنجاب کونسی دستور ساز اسمبلی میں شریک ہو اور اس طرح مشرقی پنجاب کے نمائندوں کے جلسہ میں نواب افتخار حسین خان ممدوٹ اور سیٹھ سدر شن نے بھی یہی مطالبہ کیا۔ اس کے بعد ۱۵ منٹ مشترکہ جلسہ ہوا جس میں ۹۱ ممبروں کی موافقت اور ۷۷ ممبروں کی مخالفت سے یہ فیصلہ ہوا کہ پنجاب موجودہ دستور ساز اسمبلی میں شریک نہ ہو بلکہ نئی اسمبلی میں۔ اس جلسہ کی صدارت دیوان بہادر سنگھ نے کی اور تاریخ میں پہلی بار انہوں نے بھی اپنا ووٹ نئی دستور ساز اسمبلی کے حق میں دیا۔ اس سے پہلے اسمبلی کے صدر نے کبھی ووٹ نہ دیا تھا۔

رائے شماری کے تجزیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جن ۸۸ ممبروں نے پاکستان کی جداگانہ دستور ساز اسمبلی کے حق میں رائے دی ان میں ملک خضر حیات خان اور ان کے آٹھوں مسلم ساتھی بھی شامل ہیں۔

قائداعظمؒ منٹگمری ملاقات

۲۳ جون کو برطانیہ کے مشہور جنرل فیلڈ مارشل منٹگمری دہلی پہنچے اور مسلم لیگ و کانگریس کے لیڈروں سے ملاقات کی شام کے قریب جنرل موصوف نے قائداعظمؒ سے ملاقات کی اس ملاقات کے فوراً بعد قائداعظمؒ نے وائسرائے سے بھی ملاقات کی۔

سرحد کے نامزد گورنر سر راب لاک ہارٹ جو پونا سے پشاور جاتے ہوئے عارضی طور پر دہلی میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ انہوں نے بھی دوپہر کے بعد قائداعظمؒ سے ملاقات کی۔ کہا جاتا ہے کہ یہ ملاقات متواتر ڈیڑھ گھنٹہ تک جاری رہی۔

سندھ کا فیصلہ

۲۶ جون کو سندھ اسمبلی نے صوبہ کے پاکستان اور اس کی دستور ساز اسمبلی میں شرکت کا فیصلہ کر دیا۔ شرکت کی تجویز کی موافقت میں ۳۳۔ آراء آئیں اور ۲۰ خلاف۔

مخالفت کانگریس پارٹی نے کی۔ دونوں کانگریسی مسلمان غیر جانبدار رہے۔ تین یورپین ممبروں نے رائے شماری میں حصہ نہیں لیا جب صدر نے تجویز کی کامیابی کا اعلان کیا تو ایوان اسمبلی مسلم لیگ زندہ باد اور قائداعظمؒ زندہ باد کے نعروں سے گونج اٹھا۔

پاکستان کے لئے ووٹ دو

۲۶ جون کو قائداعظمؒ نے دو بیان دیئے ان میں سے ایک میں قائداعظمؒ نے بلوچستان کے مسلمانوں

سے درخواست کی کہ ان میں سے ہر ایک کو پاکستان کی دستور ساز اسمبلی میں شرکت کیلئے رائے دینی چاہیئے۔

دوسرے بیان میں قائد اعظمؒ نے سلہٹ کے باشندوں سے پاکستان میں شرکت کا فیصلہ کرنے کی درخواست کی۔ بیان حسب ذیل ہے۔

"اب جبکہ یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ سلہٹ و آسام میں ۶ اور ۷ جولائی کو رائے شماری ہوگی اس لئے میں نے ایک کمیٹی بنا دی ہے جو مرزا احمد اصفہانی، مسٹر معظم الدین حسین اور مسٹر باعکلظ پر مشتمل ہے۔ یہ کمیٹی سلہٹ کے مسلمانوں کو آئندہ رائے شماری کا مقابلہ کرنے کیلئے ان کی تنظیم کرے گی اور ہر طریقہ سے ان کی مدد کرے گی اور سلہٹ کے تمام مسلم لیگی کارکنوں اور لیڈروں سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اس کمیٹی سے مکمل تعاون کریں اور ٹیم کی صورت میں منظم اور متحد لوگوں کی طرح مکمل تعاون اور انتظام کے ساتھ کام کریں اور میں ہر مسلمان سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اس بات کے حق میں رائے دے کہ ضلع سلہٹ کو مشرقی بنگال کے نئے صوبے میں شامل کر دیا جائے۔"

مسئلہ سرحد

۲۸ جون کو قائد اعظمؒ نے ایک بیان صوبہ سرحد کے متعلق پریس کو دیا جس میں آپ نے فرمایا "صوبہ سرحد کانگریس کا سرحد کیلئے ایک آزاد پٹھان ریاست کا مطالبہ حکومت برطانیہ کے ۳ جون والے بیان کی منظوری کی سراسر خلاف ورزی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ سرحد کے مسلمان یہ جان لیں کہ وہ مسلمان پہلے ہیں اور پٹھان بعد میں ہیں۔ اگر وہ صوبہ پاکستان میں شامل نہ ہوا تو اس کا انجام بہت برا ہوگا۔ ۳۵ لاکھ باشندوں کا یہ صوبہ جو اقتصادی حیثیت سے بالکل پست ہے۔ اپنے پیروں پر چند ماہ کیلئے بھی کھڑا نہیں ہو سکتا اور سیاسی اور جغرافیائی حیثیت سے وہ بہت جلد ختم ہو جائے گا کیونکہ اپنی ممکنہ قوت کے باوجود پاکستان کی قوت کا محتاج ہوگا۔ ان سب باتوں کے پیش نظر میں سرحدی مسلمانوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ پاکستان میں شامل ہونے کے حق میں ووٹ دیں۔"

بلوچستان

۳۰ جون کو سرکاری طور پر اعلان ہوا چونکہ بلوچستان نے پاکستان میں شمولیت کا فیصلہ کر لیا ہے اس لئے موجودہ مجلس دستور ساز کا نمائندہ آج سے مجلس کا نمائندہ نہیں رہا۔

یوم سیاہ اور پاکستان

۳ جولائی کو صدر ہندو مہا سبھا کی اپیل پر ہندوستان کے چند شہروں میں پاکستان کے خلاف "یوم سیاہ

"منایا گیا۔ (قارئین کو یاد ہو گا کہ سیکرٹری آل انڈیا مسلم لیگ کے حکم پر اسلامیان ہند نے عارضی حکومت کیلیے ۲ ستمبر ۴۶ء کو "یوم سیاہ" منایا تھا اور یہ دن اس طرح منایا گیا تھا کہ اس کی مثال تاریخ کے اوراق میں نہیں ملتی۔ مؤلف)

ہندو مہا سبھا کے سیکرٹری نے کہا کہ "ہندو اس وقت تک آرام سے نہیں بیٹھیں گے جب تک پاکستان پر قبضہ نہ کرلیں"

خاکسار تحریک کا خاتمہ

۷ جولائی کو علامہ مشرقی قائد تحریک خاکسار نے تحریک ختم کر دینے کا اعلان کیا چونکہ علامہ مشرقی نے اعلان کیا تھا کہ اگر ۶ جولائی کو دہلی میں تین لاکھ خاکسار جمع نہ ہوئے تو تحریک کو ختم کر دیا جائے گا چونکہ دہلی کے اجتماع میں صرف تین ہزار خاکسار جمع ہوئے تھے (حالانکہ میں اس کو بھی جھوٹ سمجھتا ہوں۔ مؤلف)۔

قائد اعظمؒ کی اہم فتح

۳ جولائی کو فوج کی تقسیم کے سلسلے میں بھی قائد اعظمؒ اپنے اصول کو منوانے میں کامیاب ہو گئے۔ اور ان کے مشورہ کے مطابق ہی وائسرائے اور سپریم کمانڈر نے یہ اصول مانا ہے کہ پاکستانی علاقہ کے تمام مسلمان فوجی لازمی طور پر پاکستانی فوج میں رہیں۔ البتہ اس علاقے کے غیر مسلم ضرور اپنی مرضی کے مطابق ہندوستان یا پاکستان کی ملازمت اختیار کر سکیں گے۔ اس کے برعکس ہندوستان کے مسلمان اور غیر مسلم اس پابندی سے علیحدہ رکھے گئے ہیں تاکہ پارسی، عیسائی اور اینگلو انڈین فوجیوں کو لازماً ہندوستان کی ملازمت میں نہ رہنا پڑے۔

ہندوستان کی آزادی کا مسودۂ قانون

۴ جولائی ۱۹۴۷ء کو برطانوی دار العوام میں "ہندوستان کی آزادی کا" ایک مسودہ قانون پیش ہوا جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

اس مسودہ قانون رو سے ہندوستان میں دو ڈومینین قائم کی جائیں گی جن میں انڈیا ایکٹ ۳۵ء کے کچھ قوانین بھی اثر پذیر ہوں گے مگر اس کے علاوہ یہ ڈومینین اپنے لئے دیگر ضروری دستور بھی مرتب کریں گی انڈیا ایکٹ ۳۵ء ان تمام علاقوں میں نافذ العمل رہے گا جو ان ڈومینین میں شامل ہیں۔ یہ مسودہ قانون شاہ برطانیہ، برطانوی خواص و عام کی منظوری کا حامل ہو گا۔

نمبر ا سیکشن نمبر ا۔ ۱۵ اگست ۴۷ء کے بعد ایسی دو ڈومینین قائم کی جائیں گی جو پاکستان اور

ہندوستان کے نام سے موسوم ہوں گی۔

نمبر ۲، چنانچہ ڈومینینز جن کا اسی قانون میں حوالہ دیا گیا ہے نئی مستعمرات کہلائیں گی اس سلسلہ میں ۱۵ اگست کا دن "مقررہ دن" ہے۔

نمبر ۳۔ سیکشن نمبر ا۔ اسی قانون کے سب سیکشن تین اور چار کی رو سے پاکستان کی حدود مندرجہ ذیل ہوں گی۔

ا۔ وہ علاقے جو صوبہ سندھ اور چیف کمشنر برطانوی بلوچستان کے ماتحت ہیں۔

۲۔ وہ علاقے جو مقررہ دن کے ماتحت مشرقی بنگال اور مغربی پنجاب پر مشتمل ہیں اور

۳۔ وہ علاقے جن میں استصواب رائے عامہ ہو رہا ہے اور بعد ازاں گورنر جنرل اس کا فیصلہ کریں گے۔ انہیں بھی پاکستان دستور ساز اسمبلی میں شریک سمجھا جائے گا۔

۱۵ اگست کے مقررہ دن سے (۱) صوبہ بنگال جو انڈیا ایکٹ ۳۵ء کے ماتحت تھا؟ اب ختم کر دیا جائے گا (۲) اب صوبہ بنگال کی جگہ دو نئے صوبے ہوں گے، جنہیں بالترتیب مشرقی بنگال اور مغربی بنگال کہا جائے گا۔

نمبر ۲۔ اگر سلہٹ کے استصواب کا فیصلہ پاکستان کے حق میں ہوا تو اسے مشرقی بنگال میں شریک کر دیا جائیگا۔

نمبر ۳۔ مندرجہ بالا صوبوں کی حد بندی اور مقررہ دن کے بعد صوبہ آسام کی حد بندی کا فیصلہ اسی صورت میں ہو گا جو استصواب کے بعد پیدا ہو گی۔

نمبر ۴۔ سیکشن نمبر ا (۱) مقررہ دن سے پنجاب جو اب انڈیا ایکٹ ۳۵ء کے ماتحت ہے ختم ہو جائے گا اور (۲) اب اسے بھی دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے گا جنہیں بالترتیب مشرقی اور مغربی پنجاب کہا جائے گا۔

سیکشن ۲۔ اس کی حدود بندی فیصلہ کے مطابق ہو گی جس کیلئے گورنر جنرل حد بندی کمیشن مقرر کریں گے۔

نمبر ۵۔ ہر ایک ڈومینین کیلئے علیحدہ گورنر جنرل ہو گا جس کا تقرر ہز میجسٹی کریں گے مگر یہ ضروری ہے کہ جب تک دونوں ریاستوں کی دستور ساز اسمبلیاں اپنے لئے کوئی نیا دستور مرتب نہ کر لیں۔ اس وقت تک ایک ہی گورنر جنرل دونوں ڈومینین کی نگرانی کریں گے۔

نمبر ۶۔ سیکشن نمبر ا ہر ڈومینین کی دستور ساز اسمبلی کو دستور مرتب کرنے کیلئے مکمل اختیارات حاصل ہوں گے۔

سیکشن ۲۔ ان ڈومینین کے کسی دستور یا قانون کو جس کی بنیاد برطانوی مفاد کے خلاف ہو گی، قابل پذیرائی نہ سمجھا جائیگا۔

سیکشن ۳۔ ڈومینین کے دونوں گورنر جنرلوں کو یہ اختیار ہو گا کہ وہ ہزمیجسٹی کی طرف سے دونوں دستور ساز اسمبلیوں کے دستور و قانون کو منظور کریں اور کوئی قابل اعتراض قانون اس وقت تک نافذ العمل نہ ہو گا جب تک ہزمیجسٹی اس پر اظہار پسندیدگی نہ کریں۔

سیکشن ۴ ۔مقررہ دن (۱۵ اگست) کے بعد سلطنت متحدہ کی پارلیمان کا کوئی قانون ان ڈومینین کیلئے وضع نہ کیا جائے گا جب تک کہ نو آبادیاں اسے خود پسند نہ کریں۔

سیکشن ۵۔ مقررہ دن کے بعد سلطنت متحدہ کا کوئی رکن ان ڈومینین کے متعلق کوئی حکم یا قانون نافذ کرنے کا مجاز نہ ہو گا۔

نمبر ۷ سیکشن نمبر ۱ مقررہ دن سے (۱) سلطنت متحدہ میں ہزمیجسٹی کی حکومت ان ڈومینین کیلئے کسی ذمہ داری کی حامل نہ ہوگی (۲) ہندوستانی ریاستوں سے برطانوی اقتدار اعلیٰ ختم ہو گا چنانچہ ریاستوں کے حکمرانوں اور ہزمیجسٹی کی حکومت کے درمیان تمام معاہدے، عہد نامے اور مواعید ختم ہو جائیں گے (۳) مقررہ دن کے بعد قبائلی علاقہ اور ہزمیجسٹی کی حکومت کے درمیان تمام عہدنامے، وظیفے اور مواعید ختم ہوں گے۔

سیکشن ۲ ۔مقررہ دن کے بعد شہنشاہ ہند کا خطاب ختم ہو جائیگا۔

دونوں ڈومینین حکومتوں اور برطانوی حکومت کے درمیان عارضی حاکمانہ معاہدہ ہو گا۔

نمبر ۸۔ ہر ایک ڈومینین کی دستور ساز اسمبلی کو متعلقہ ریاست پر حکومت کا پورا پورا حق ہو گا۔

سیکشن ۲۔(۱)جب تک دونوں ڈومینین اپنے اپنے مکمل دستور مرتب نہ کرلیں۔ اس وقت تک انڈیا ایکٹ ۳۵ء نافذ العمل رہے گا اور اس میں وقتی ضروریات کے ماتحت گورنر جنرل کی منظوری سے اصلاحات کی جائیں گی۔

(۲) ایسی اصلاحات دونوں ڈومینین میں قابل قبول متصور ہوں گی۔

(۳) یہ اصلاحات دیگر قوانین کی طرح دستور ساز اسمبلیوں کے اختیارات میں ہوں گی اور وہی ان پر عمل در آمد کی ذمہ دار ہوں گی۔

سیکشن ۳۔ انڈیا ایکٹ ۳۵ء کے ماتحت کوئی قانون اس وقت تک نافذ العمل رہے گا جب تک دستور ساز اسمبلیاں اسے تبدیل کرنے کیلئے اپنے لئے اسی نوعیت کا علیحدہ قانون مرتب نہ کرلیں۔

نمبر ۹۔ گورنر جنرل جن قوانین کو ضروری اور مناسب سمجھیں گے ان پر عملدر آمد کے احکامات صادر کریں گے۔

سیکشن ۲۔ ان احکامات کو اپنے اپنے صوبوں میں نافذ کرنے کیلئے متعلقہ گورنر ذمہ دار ہوں گے۔

سیکشن ۳۔ یہ سیکشن ۳ جون کے دن سے نافذ متصور ہو گا اور اسی مطابقت سے گورنر جنرل یا صوبوں کے گورنر احکام صادر کریں گے تاکہ حکومتی معاملات میں کسی غلط فہمی کا احتمال نہ ہونے پائے۔

سیکشن ۴۔اس سیکشن کے ماتحت جو احکام صادر ہوں گے وہ مقررہ دن (۱۵ اگست) سے اثر پذیر ہوں گے اور ان کا اثر (۱) برطانوی ہند تک محدود ہو گا (۲) مقررہ دن یا اس سے بعد یہ دونوں ڈومینین میں اثر پذیر ہوں گے۔

سیکشن ۹۔یہ ظاہر ہوتا ہے کہ صوبہ آسام کا ایک حصہ مقررہ دن تک بنگال کے صوبہ کا حصہ بننے والا ہے چنانچہ اسی تاریخ سے آسام کا پرانا صوبہ ختم ہو گا اور نئے سرے سے اسے علیحدہ صوبہ بنایا جائے گا۔

نمبر ۱۰۔ مقررہ دن کے بعد ہندوستان کی سول سروس انڈیا ایکٹ ۳۵ء کی رو سے برطانوی سیکرٹری آف اسٹیٹ کے ماتحت نہ ہو گی۔

سیکشن ۲۔چنانچہ کوئی امیدوار جسے ہندوستان میں خدمات کیلئے چنا گیا ہے وہ براہ راست دونوں میں سے کسی ایک ڈومینین کے ماتحت کام کرے گا۔

سیکشن ۳۔ان تمام انگریز افسروں اور ان کے خاندانوں کی پنشن برقرار رہے گی جنھوں نے ہندوستانی فوج یا سول میں خدمات انجام دی ہیں۔

نمبر ۱۲۔ ہندوستانی مسلح افواج کی تقسیم کیلئے گورنر جنرل حکم صادر کریں گے۔ ان کی کمان برطانوی کمانڈر انچیف کے ہاتھ میں رہے گی۔

نمبر ۱۲۔ (۱) مقررہ دن کے بعد جو برطانوی بری، بحری یا فضائی فوجیں ہندوستان میں مقیم رہیں گی کوئی ڈومینین ان کے خلاف کوئی کارروائی نہ کرے گی۔

نمبر ۱۳۔ مقررہ دن کے بعد ہز میجسٹی کی بحری افواج ہندوستانی بحری افواج سے قطعاً علیحدہ متصور ہوں گی۔

نمبر ۱۴۔ سیکرٹری آف سٹیٹ یا کسی اور اعلان کے ماتحت برطانوی حکومت کی طرف سے برطانوی پارلیمان کا کوئی وزیر سردست گورنر جنرل کی نگرانی کرتا رہے گا۔

نمبر ۱۶۔ انڈیا ایکٹ ۳۵ء برطانوی سیٹلمنٹ ایکٹ ۱۸۸۷ء اور ۴۵ء کی رو سے عدن براہ راست ہز میجسٹی کی حکومت کے ماتحت رہے گا۔

بنگال کے وہ اضلاع جو قانونی طور پر مشرقی بنگال کے نئے صوبے میں شامل ہیں چٹاگانگ ڈویژن میں ضلع چٹاگانگ، نواکھلی اور ٹپرہ۔ ڈھاکہ ڈویژن میں ضلع باقر گنج، ڈھاکہ، فرید پور اور میمن سنگھ، پریذیڈنسی ڈویژن میں ضلع جیسور، مرشد آباد اور ندیا، راج شاہی ڈویژن میں ضلع بوگرہ، ویناج پور، مالدہ، پٹنہ، راج شاہی اور رنگ پور۔

وہ اضلاع جو مغربی پنجاب کے نئے صوبے میں شامل ہوں گے۔ لاہور ڈویژن میں ضلع گوجرانوالہ، گورداسپور، لاہور، شیخوپورہ اور سیالکوٹ۔ راولپنڈی ڈویژن میں ضلع اٹک، گجرات، بہار، میانوالی، راولپنڈی اور شاہ پور۔ ملتان ڈویژن میں ڈیرہ غازیخان، جھنگ، لائل پور، منٹگمری اور، ملتان اور مظفر گڑھ۔

مسٹر گاندھی کا اعتراف

کی میرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ
ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

۵ جولائی ۷ ۴ء کو پاکستان کا حتمی اعلان ہو جانے کے بعد جب ہندوستانی دفاتر، فوج، سکہ، رسل و رسائل ہر چیز منقسم ہونے کا یقین ہو گیا۔ اس وقت گاندھی جی نے اپنی "مخصوص پرارتھنا سبھا" میں تقریر کرتے ہوئے کہا۔

"قائداعظمؒ اور مسلم لیگ قابل مبارکباد ہیں کہ انہوں نے آج وہ چیز حاصل کر لی جس کا حصول قطعی ناممکن تھا۔ انہوں نے کیبنٹ مشن کے طے شدہ اعلان کا خاتمہ کر دیا۔ انہوں نے کانگریس اور سکھوں سے تقسیم ہند کا اصول منوالیا لیکن کوئی بری چیز اچھی اس لئے نہیں ہو جاتی کہ متعلقہ فریق نے اسے منظور کر لیا" (اس جملہ میں مسٹر گاندھی اپنی عادت سے مجبور نظر آتے ہیں۔ مؤلف)

"قائداعظمؒ آزاد ریاست چاہتے تھے، وہ انہیں مل گئی۔ پاکستان کا درجہ وہی ہے، جو ہندوستان کا ہے"

پاکستان اسمبلی کے نمائندے

۶ جولائی ۷ ۴ء کو مشرقی بنگال سے پاکستان اسمبلی کیلئے جو ممبر منتخب ہوئے ان کے ناموں کی فہرست حسب ذیل ہے۔

(۱) مسٹر لیاقت علی خان (۲) خواجہ ناظم الدین (۳) مسٹر حسین شہید سہروردی وزیر اعظم (۴) مسٹر اے کے فضل الحق (۵) مولانا اکرم خان (۶) مسٹر اصفہانی (۷) مسٹر عبداللہ المحمود (۸) مسٹر حامد (۹) مسٹر ابوالقاسم (۱۰) مسٹر ابراہیم خان (۱۱) مسٹر فضل الرحمان خان (۱۲) مسٹر غیاث الدین پٹھان (۱۳) مسٹر حمید الحق چودھری (۱۵) ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی (۱۶) مولانا عبدالحئی (۱۷) مسٹر سراج الاسلام (۱۸) مولانا شبیر احمد عثمانی (۱۹) خواجہ شہاب الدین (۲۰) بیگم اکرام اللہ (۲۱) مسٹر تمیز الدین (۲۲) مسٹر حفیظ الدین احمد (۲۳) مسٹر نور الدین (۲۴) مسٹر حبیب اللہ بہادر (۲۵) مسٹر محمد علی (۲۶) مسٹر نور احمد (۲۷) ڈاکٹر ایم مالک (۲۸) مسٹر عزیز الدین احمد (۲۹) مسٹر فرحت رضا چودھری۔

(مسلم لیگ کے امیدوار ۲۹ ہی تھے اور سب بلامقابلہ منتخب ہو گئے۔ مؤلف)

(۱) مسٹر کرن شنکر راؤ دیوان (۲) دھریندر ناتھ (۳) راجکی وردی (۴) سریش چندر (۵) بھوپندر کمار (۶) پریم ہری برما (۷) دھناج رائے (۸) مسٹر برت چندر منڈل (۹) ستیش

ناتھ (۱۰) ہرندر ناتھ سور (۱۱) چناندر چندر (۱۲) مسٹر جے این منڈل (کانگریس نے بارہ میں سے گیارہ نشستوں پر قبضہ کیا دو اچھوت فیل ہو گئے۔ مؤلف)

عارضی حکومت

۵ جولائی ۴۷ء کو کانگریسی اراکین نے عارضی حکومت سے اپنے استعفے وائسرائے کو دے دیئے۔

سلہٹ اور سرحد میں ریفرنڈم

۶ جولائی ۴۷ء کو سلہٹ میں یہ معلوم کرنے کیلئے کہ آیا وہ بنگال کے پاکستانی حصہ میں شامل ہونا چاہتا ہے یا آسام کے ساتھ ملحق رہنا چاہتا ہے۔ استصواب رائے شروع ہوا۔ یہ استصواب دو دن رہا۔

۶ جولائی کو صوبہ سرحد میں بھی ماؤنٹ بیٹن سکیم کے ماتحت استصواب رائے ہوا کہ آیا وہ پاکستان کے ساتھ شریک ہونا چاہتا ہے یا ہندوستان کے ساتھ شامل ہونا چاہتا ہے۔ صوبہ سرحد کی کانگریسی وزارت نے اس رائے شماری کیلئے جو پوسٹر شائع کئے تھے اس میں کمال عیاری سے بجائے "ہندوستان" کے پٹھانستان لکھ دیا تھا لیکن یہ عیاری عین موقع پر پکڑی گئی۔

قائداعظمؒ کا پیغام

۷ جولائی کو قائداعظمؒ نے لندن سے پاکستانی جشن میں شرکت کی دعوت پر لندن کے مسلمانوں کو پیغام دیتے ہوئے فرمایا۔

" پاکستان کے وجود میں آنے کی تقریب میں ہونے والے عصرانہ میں دعوت کا شکریہ۔ ابھی پاکستان کی تعمیر اور استحکام کا کام باقی ہے جس کیلئے ہماری طاقت کا ذرہ ذرہ درکار۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہم دنیا میں سب سے بڑی اسلامی حکومت کے اتحاد و اعتماد اور انضباط کے ساتھ مستحکم کریں گے۔ مسلم ہند اپنے فرائض پورے اعزاز کے ساتھ ادا کرے گا اور دنیا کے امن کیلئے بہترین خدمت پیش کرے گا۔ میں جشن پاکستان کی مسرتوں میں آپ کا دل سے شریک ہوں۔ پاکستان کی نظیر تاریخ عالم میں نظر سے نہیں گزری۔"

قائداعظمؒ بحیثیت گورنر جنرل

دنیا جس چیز کو ماننے میں بخل سے کام لے رہی تھی۔ ہندو جسے ناممکن الوقوع قرار دیتے تھے۔ زبانیں جس کے خلاف کھلیں اور ہزاروں بار کھلیں۔ آخر وہ چیز حقیقت بن کر دنیا کے جغرافیہ پر ظاہر ہوئی۔

پاکستان بن گیا۔ کس کے طفیل ؟ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے۔ حکیم الامت علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ کی دعاؤں سے اور قائد اعظمؒ کی شبانہ روز کوششوں سے۔ اس سے کس کو انکار ہے کہ اس صداقت کے پُتلے نے 'عزم کی جان نے 'ایقان کے مجسمہ نے 'بات کے دھنی نے ہزاروں مخالفتوں کے ریلے سے گزر کر سرحد پاکستان پر علم اسلامی لہرادیا۔

اس عزم و بہادری اور ایقان کا صلہ قوم نے اس صورت میں ادا کیا کہ اس نے متفقہ طور پر حکومت برطانیہ سے مطالبہ کیا کہ ہمارا قائد اعظمؒ ہی ہمارا گورنر جنرل ہو۔

یہاں پر قارئین اس چیز کو فراموش نہ کریں کہ قائد اعظمؒ اور سینکڑوں لیگی رہنماؤں نے اپنی تقاریر میں اور اردو پریس نے اپنے اخبارات میں ہزاروں دفعہ لکھا تھا کہ کانگریس برطانوی سنگینوں کے سائے میں ہندوستان کی اقلیتوں پر حکومت کرنا چاہتی ہے۔ مگر اس حقیقت کو کانگریس جھٹلاتی رہی تا آنکہ دنیا نے دیکھ لیا کہ ۱۰ جولائی کو دارالعوام میں مسٹر اٹیلی نے یہ اعلان کیا کہ پاکستان کے گورنر جنرل قائد اعظم جناحؒ اور ہندوستان کے گورنر جنرل لارڈ ماؤنٹ بیٹن ہوں گے۔

کوئی بتائے کہ کون حکومت برطانیہ کا سہارا چاہتا تھا کس کو ضرورت تھی کہ برطانوی تلوار اس کی پشت پناہی کرے۔ کس کو ضرورت تھی کہ برطانوی فوجیں اس کی مدد و معاون رہیں۔ کون برطانوی اقتدار کا کلی خاتمہ چاہتا تھا اور کون چاہتا تھا کہ برطانوی اقتدار قطعی طور پر ختم نہ ہو۔ اس کا جواب مسٹر اٹیلی کا ۱۰ جولائی والا اعلان ہے جس نے اس حقیقت کو ثابت کر دیا کہ کانگریس انگریز کی مدد کی طالب تھی اور ہے اور نہ معلوم کب تک رہے۔

اسلامیان ہند کو برطانوی حکومت کا ایجنٹ کہنے والے اپنے گریبانوں میں منہ ڈالیں اور سوچیں کہ کس نے برطانوی اقتدار کے خاتمہ کا عزم کیا تھا۔ وہ کون تھا جس نے انگریز کو کلیتہً ہندوستان سے نکالنے کی کوششیں کی تھیں جواب صرف ایک ہے اور وہ یہ کہ مسلم لیگ 'مسلمان اور قائد اعظمؒ۔

مسلمان فخر و مباہات سے سر اونچا کر سکتے ہیں کہ انہوں نے پاکستان میں کسی انگریز کو اپنی قسمتوں کا مالک بننے کی دعوت نہیں دی بلکہ وہ اپنی قسمت کے مالک خود بنے۔

دارالعوام میں مسودۂ قانونِ آزادئ ہند کی دوسری خواندگی

۱۰ جولائی ۱۹۴۷ء کو دارالعوام میں مسٹر اٹیلی وزیر اعظم برطانیہ نے اس بل کو دوسری خواندگی کیلئے پیش کیا۔ جس کی رو سے ۱۵ اگست ۴۷ء کو ہندوستان کی دو علیحدہ ڈومینین حکومتیں پاکستان اور ہندوستان ہوں گی۔

مسٹر اٹیلی نے سب سے پہلے یہ اعلان کیا کہ " پاکستان کے گورنر جنرل قائد اعظم محمد علی جناحؒ ہوں گے اور ہندوستان کے لارڈ ماؤنٹ بیٹن ہوں گے "

مسٹر اٹیلی نے کہا کہ مجھے ملک معظم نے ایوان کو یہ بتانے کی اجازت دیدی ہے کہ اس وقت جو بل زیر غور ہے اس کے مطابق ان کے اقتدار اور مفادات میں جو تبدیلیاں ہوتی ہیں وہ ان کو تسلیم کرنے کو تیار ہیں۔

میں ہندوستان کی آزادی کے مسودہ قانون کو دوسری خواندگی کیلئے پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں، مجھے افسوس ہے کہ میں خلاف عادت ایوان کا زیادہ وقت لوں گا لیکن معاملہ بھی بڑا ہے (تالیاں)۔

یہ بل برطانیہ اور ہندوستان کے طویل تعلقات کے ایک باب کو بند کرتا ہے لیکن دوسرے باب کو کھولتا ہے۔ برطانوی راج جو طویل عرصہ تک جاری رہا۔ اس حکم کی مرضی کے مطابق ختم ہو رہا ہے۔

اس قسم کی مثالیں بہت سی ہیں کہ ملکوں سے دوسرے ملکوں کی حکومتیں تلوار کی نوک کے ذریعہ چھینی گئی ہیں لیکن اس قسم کی مثالیں شاذ و نادر ہی مل سکتی ہیں کہ ایک قوم طویل عرصہ تک دوسری قوم پر حکومت کرنے کے بعد اس کو اپنی مرضی سے چھوڑ دے۔ ۱۹۰۶ء میں سر کیمپبل بنیر کی لبرل حکومت نے جنوبی افریقہ کے ڈچوں کو آزادی دیدی تھی، یہ ایک قریب کی مثال مجھے یاد آرہی ہے میں نے اکثر سنا ہے کہ جنوبی افریقہ کے زبردست مدبر جنرل سمٹس اسی واقعہ کو شہنشاہیت کے خاتمے کا آغاز قرار دیتے ہیں۔

مجھے افسوس ہے اور مجھے یقین ہے کہ تمام ایوان بھی افسوس میں میرا شریک ہو گا کہ جس شخص نے ایک نوجوان نائب سیکرٹری کی حیثیت سے ۱۴ سال پہلے ٹرانسوال کو ذمہ دار حکومت کا حق دیا تھا وہ ایک معلوم وجہ کی بناء پر ایوان میں موجود نہیں ہے" (مسٹر اٹیلی کی مراد مسٹر چرچل سے ہے جن کا آپریشن ہوا ہے اور جو ہسپتال میں ہیں۔)

مسٹر اٹیلی نے مزید کہا "ہندوستان سے ہمارا تعلق تجارتی جدوجہد اور ایسٹ انڈیا کمپنی کی صورت میں شروع ہوا۔ ہم نے فرانسیسیوں سے مقابلہ کر کے جزیرہ نما کا اقتدار چھینا اور پھر ہماری سلطنت کچھ تو فتوحات کے ذریعہ اور کچھ رضا کارانہ سپردگی کے ذریعہ بڑھتی گئی۔ لوگ مغل سلطنت کے انتشار کے باعث امن و امان کی تلاش میں ہمارے زیر سایہ آگئے۔ ۹۰ سال ہوئے کہ ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت ختم ہو گئی اور ہندوستان کی حکومت کی ذمہ داری پارلیمینٹ پر آگئی، اس طویل عرصہ میں برطانوی طرز حکومت کی روح میں تبدیلی ہوتی گئی۔ کمپنی کے زمانہ میں لوگ ہندوستان میں تجارت کر کے واپس آئے تو نواب کہلاتے تھے۔ بعد میں حکومت کا مقصد ہندوستانیوں کی بھلائی بنا دیا گیا۔ دارالعوام برک کے زمانہ سے اب تک بہت سی قابل ذکر کارروائیاں کر چکا ہے۔ یہ بات اکثر فراموش کر دی جاتی ہے کہ تبدیلی کس قدر ابتدائی ایام میں رونما ہو گئی تھی۔

ہندوستان کے برطانوی حکومت میں شامل ہونے سے بہت پہلے بھی سر تھامس منرو نے مدراس میں وہ معیار حکومت قائم کر دیا تھا جس کی بہت سے لوگ آج تک تقلید کرتے آرہے ہیں۔ ہمارے بزرگوں نے گذشتہ طویل زمانہ میں ہندوستان کیلئے جو کچھ کیا ہے اس پر ہم فخر کر سکتے ہیں۔ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا

کہ غلطیاں بھی ہوئیں، کامیابیاں بھی ہوئیں۔ لیکن ہم دعوے کر سکتے ہیں کہ ہندوستان پر ہم نے جس طریقہ سے حکومت کی ہے اس کا مقابلہ ہر اس حکومت سے کیا جاسکتا ہے جو اپنے سے قطعی مختلف لوگوں پر حکومت کرنے کیلئے مامور کی گئی ہو۔"

سابق گورنر جنرل، گورنروں، حاکموں، سپاہیوں اور عیسائی مبلغوں کے کارناموں پر فخر کرتے ہوئے مسٹر ایٹلی نے کہا "جس طرح ہماری نسل کے لوگوں نے ہندوستان کو اتحاد اور غیر ممالک کے حملوں سے آزادی بخشی، اسی طرح ہمارے ہی لوگوں سے ہندوستان نے قومیت کے راستہ پر چلنا سیکھا، اس سے بڑھ کر یہ کہ اگر ہندوستانی ہماری حکومت کے خلاف کوئی الزام بھی لگاتے ہیں تو وہ گزشتہ واقعات کی بناء پر نہیں ہوتا بلکہ ان اصولوں کی بنیاد پر ہوتا ہے، جو ہم نے خود ہی ان کو سکھائے ہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ ایسے بہت سے لوگ ہندوستان سے گہرا تعلق رکھتے ہیں۔ ان کروڑوں آدمیوں کے مستقبل کی طرف سے فکر مند ہیں جن کی وجہ سے ہم حکومت کا اختیار ترک کر رہے ہیں۔ میں ان کی فکر مندی کو سمجھتا ہوں وہ ڈرتے ہیں کہ انہوں نے مدتوں میں جو کام کیا ہے وہ ختم ہو جائے گا کیونکہ نظام میں ابتری پیدا ہونے کی وجہ سے رونما ہونے والے انتشار کا سب سے زیادہ اثر غریبوں پر ہی پڑے گا۔

ہم سب محسوس کرتے ہیں کہ انگریزوں کی ہندوستان کی خدمت کی صورت تبدیل ہو جانی چاہئے لیکن ہندوستان سے تمام انگریز غائب نہیں کئے جاسکتے ہیں، جو لوگ ہندوستان کی خدمت کر رہے ہیں ان میں سے اکثر ہندوستان اور پاکستان کی حکومتوں کی دعوت پر وہیں رہنا قبول کر لیں گے۔ یہ انگریز ہندوستان اور برطانیہ کے درمیان تجارت کے سلسلہ میں بھی اہم خدمات انجام دیں گے۔ بلکہ میں تو یہاں تک کہہ سکتا ہوں کہ انگریز مردوں اور عورتوں کو اس ملک اور ہندوستان کے درمیان دوستانہ تعلقات مضبوط کرنے کے سلسلہ میں اہم کام کرنا ہے۔ آپ حضرات اس سلسلہ میں بھی برطانوی حکومت کی طرح خدمات انجام دے سکتے ہیں۔

ہمارے دشمن کہتے ہیں کہ ہندوستان میں فرقہ وارانہ اختلافات خود ہم نے پیدا کئے تاکہ ہم اپنی حکومت کو مستقل کر سکیں، اس سے بڑا جھوٹ اور کوئی نہیں ہو سکتا، مگر یہ اختلاف نہایت خطرناک ضرور ہے، ہر شخص، جو ہندوستان کے مسئلہ سے دوچار ہوا ہے، وہ اس چٹان سے ضرور ٹکرایا ہے۔ ہم میں سے ہر ایک کی خواہش تھی کہ ہندوستان متحد رہے وہ مکمل آزاد ہو جائے اور اقلیتوں کے حقوق محفوظ رہیں اور ہم سے ہر ایک کو امید تھی کہ ملک کو تقسیم کئے بغیر کوئی نہ کوئی حل نکل آئے گا۔

میں جانتا ہوں کہ تمام فرقوں کے بہت سے ہندوستانی نہایت جوش کے ساتھ اس کے خواہاں تھے مگر ایسا قابل عمل حل نہ ہو سکا۔ لہٰذا ہمیں اور ہندوستانی مدبروں کو تقسیم کے اصول کو تسلیم کرنے کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ رہا۔ مجھے امید ہے کہ یہ انقطاع طویل المدت نہ ہو گا اور مجھے امید ہے کہ دونوں نو آبادیاتی حکومتیں جو ہم قائم کر رہے ہیں۔ وقت گزرنے پر پھر متحد ہو کر سلطنت برطانیہ کی ایک

زبردست ساتھی حکومت بن جائیں گی (تالیاں) مگر یہ خود ہندوستانیوں کا معاملہ ہے۔
اس بل کے ذریعہ ہم دو ہندوستانی ڈومینین حکومتیں قائم کر رہے ہیں جو آزاد اور مساوی الدرجہ ہوں گی اور ان کا مرتبہ خود برطانیہ یا کینیڈا سے کم نہ ہو گا لیکن وہ بادشاہ کی مشترکہ وفاداری کے بندھن سے بندھی ہوئی ہوں گی اور ان کو دولت مشترکہ کی رکنیت سے زبردست فائدہ بھی حاصل ہو گا لیکن ان کے راستہ میں کوئی دشواری نہ ہوگی۔
مجھے ایک اخبار میں یہ لکھا ہوا دیکھ کر بڑا افسوس ہوا کہ وہ ہمارے اس اقدام کو تخت و تاج سے معزولی قرار دیتا ہے' یہ معزولی نہیں ہے' یہ برطانیہ کے مقصد کی تکمیل ہے (تالیاں) اس بل کی تجویزوں سے اس ایوان اور اہل برطانیہ کی اکثریت کو اتفاق ہے۔
بل پر غور کرنے کیلئے وقت کی کمی کا ذکر کرتے ہوئے مسٹر اٹیلی نے کہا کہ ہندوستانیوں کے اس فیصلے پر پہنچ جانے کے بعد تقسیم ضروری ہے۔ موجودہ عارضی حکومت کی حیثیت بہت نازک ہو گئی ہے۔ سب کی نظریں مستقبل پر لگی ہوئی ہیں اور حکومت کے معمولی کام پس پشت جا پڑے ہیں اور ساری توجہ تقسیم کے متعلقہ امور پر مرکوز ہے۔ ایسی حالت میں اس حکومت کا جس کے لیڈر علیحدہ ہونے کا فیصلہ کر چکے ہیں' زیادہ دنوں تک چلنا ناممکن ہے۔ گورنر جنرل کی پوزیشن بہت پیچیدہ ہو گئی ہے۔ اس لئے اس بل کی تیاری میں عجلت سے کام لیا گیا ہے۔
امید ہے کہ ایوان اس کوتاہی کو معاف کر دے گا کہ بل پر بحث کیلئے وقت کم رکھا گیا ہے۔ ایسا صرف حالات کے تقاضے کی بناء پر ہوا ہے۔ ایوان کے احترام میں کمی یا معاملہ کی اہمیت کے قطع نظر نہیں۔
بل کی وضاحت کرتے ہوئے مسٹر اٹیلی نے کہا کہ اس کی پہلی دفعہ کے مطابق دو حکومتیں قائم ہوں گی۔ ایک انڈیا کی' دوسری پاکستان کی' یہ نام دونوں جماعتوں کے لیڈروں نے خود تجویز کئے ہیں' اگر بعد میں ڈومینین چاہیں تو ان کو تبدیل بھی کر سکتے ہیں۔ میرے نزدیک اس مسئلہ پر زیادہ بحث کرنا فضول ہے۔
دفعہ ۲' ۳' ۴ بعض علاقوں کے باشندوں اور نمائندوں سے استصواب رائے کرنے کے متعلق ہیں' یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ بنگال و پنجاب کو تقسیم کر دیا جائے اور سلہٹ و سرحد میں ان کے مستقبل کا فیصلہ کرنے کیلئے رائے شماری ہو رہی ہے۔ ہمیں امید ہے کہ چند روز میں تقسیم مکمل ہو جائے گی مگر حد بندی کی تفصیلات کمیشن طے کریں گے جو اپنا کام شروع کرنے والے ہیں۔
پانچویں دفعہ دونوں ڈومینین کے لئے ایک یا دو گورنر جنرل مقرر کرنے کے متعلق ہے' حکومت کا اس معاملہ سے تعلق نہیں۔ گورنر جنرل ملک معظم متعلقہ نو آبادیاتی حکومت کے مشورے سے مقرر کرتے ہیں۔ لیکن اس موقع پر مقررہ طریق کار پر عمل نہیں ہو سکے گا کیونکہ اس بل کے مطابق ۱۵ اگست سے گورنر جنرل مقرر ہو جانے چاہئیں۔ اس تاریخ کو حکومتیں قائم ہو جائیں گی مگر بادشاہ کو مشورہ دینے کیلئے اس وقت

تک وزیر مقرر نہیں ہو سکتے جب تک گورنر جنرل نہ ہو اور وزیر عہدے نہ سنبھال لیں۔ ان حالات میں ہندوستانی لیڈروں کی مرضی اور بادشاہ کی اجازت سے وائسرائے کو یہ اختیار دیا گیا کہ وہ کانگریس اور لیگ کے نمائندوں سے یہ دریافت کریں کہ وہ کس کو گورنر جنرل بنانے کی سفارش کرتے ہیں۔ ان کی سفارشات پر وائسرائے کی منظوری لے لی جائے گی۔ اس طرح کانگریس اور لیگ کے یہ نمائندے وزیر کی حیثیت میں آ جاتے ہیں۔

نئے طریق کار کا یہیں خاتمہ نہیں ہو جاتا' بلکہ وائسرائے نے یہ بھی سفارش کی ہے کہ ناموں کے متعلق کوئی نہ کوئی بیان جلد سے جلد دیا جائے تاکہ تمام حلقوں کو اطمینان ہو جائے اور جو لوگ نامزد ہوں وہ اپنا کام سنبھالنے کیلئے تیار ہو جائیں۔ آخری اور سرکاری اعلان بل منظور ہو جانے کے بعد کیا جائیگا۔ یہ بڑا غیر معمولی طریق کار ہے۔ مجھے بادشاہ کی طرف سے یہ بتانے کا اختیار ملا ہے کہ موجودہ وائسرائے انڈیا کے اور مسٹر جناح پاکستان کے گورنر جنرل ہوں گے۔ لارڈ مونٹ بیٹن کے نام کو مسلم لیگ نے بھی منظور کر لیا ہے۔

ہم سے کہا یہ گیا تھا کہ آسانی اس میں ہوگی کہ ہندوستان کا ایک ہی گورنر جنرل ہو' ہم اس کی تیاری کر رہے تھے مگر مسلم لیگ نے مطالبہ کیا کہ پاکستان کا گورنر جنرل علیحدہ ہو۔

مجھے یہ بھی اطلاع دی گئی ہے کہ مسلم لیگ نے یہ بات بھی منظور کر لی ہے کہ جب تک فوجوں کی تقسیم مکمل نہ ہو' اس وقت تک انڈیا کے گورنر جنرل ہی مشترکہ دفاعی کونسل کے صدر رہیں۔ ان باتوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے اپنا کام غیر جانبداری سے انجام دیا ہے اور ہندوستان کے تمام باشندوں کا اعتماد حاصل کر لیا ہے۔ اگر وہ دونوں حکومتوں کے گورنر جنرل ہو جاتے تو تمام براعظم کو بڑا فائدہ پہنچتا مگر ایسا نہ ہو سکا۔ وہ ایک دستوری گورنر جنرل کی طرح وزیروں کے مشورہ سے کام کریں گے۔

اس کے بعد مسٹر اٹیلی نے بل کی دفعات پر بحث جاری رکھتے ہوئے سرحدی قبائل کا ذکر کیا اور کہا کہ ان سے اور موجودہ حکومت سے جو معاہدے ہوئے تھے وہ ختم ہو جائیں گے اور نئی حکومت اور حکومتوں سے وہ نئے معاہدے کرنے کیلئے آزاد ہوں گے' اس وقت تقسیم کا جو کام جاری ہے اس کی تفصیل بتانے کے بعد انہوں نے کہا کہ املاک و اسباب کی تقسیم کے سلسلہ میں جو اختلافات ہوں گے ان کو ختم کرنے کیلئے بھی ایک کمیشن مقرر کر دیا جائے۔

ریاستوں کے متعلق مسٹر اٹیلی نے کہا کہ ریاستیں قانوناً آزاد ہو سکتی ہیں۔ مگر ان کا فائدہ اسی میں ہے کہ وہ کسی نہ کسی ڈومینین کی حکومت سے مل جائیں اگر کوئی دیسی ریاست علیحدہ ہونے کا فیصلہ کر لے تو میں اس کے حکمران سے کہوں گا کہ مہلت لو' غور کرو اور مجھے امید ہے کہ علیحدگی کا کوئی فیصلہ بھی مستقل طور پر نہیں ہو سکتا۔

فوجوں کے متعلق مسٹر اٹیلی نے کہا کہ ان کی واپسی کا کام جلد از جلد شروع کر دیا جائے گا اور اس

سال کے آخر تک ختم ہو جائیگا۔ اس وقت جو سرکاری ملازم ہیں دونوں حکومتوں نے ان کے حقوق کی نگہداشت کا وعدہ کر لیا ہے جن میں یوروپین بھی شامل ہیں ڈومینین نے بادشاہ کے خطابات میں سے شہنشاہ ہند کا خطاب نکال دینے پر آمادگی ظاہر کر دی ہے۔ برطانوی اقتدار ختم ہوتے ہی وزیر ہند کا دفتر بھی ختم کر دیا جائیگا۔"

لندن میں جشنِ پاکستان

۱۰ جولائی کو لندن میں برطانیہ کے مسلمانوں نے حصول پاکستان کی خوشی میں ایک دعائیہ جلسہ کیا اور اس کے بعد ایک دعوت طعام ہوئی۔ جلسہ میں سب سے پہلے قائد اعظمؒ کا ایک پیغام پڑھا گیا جس میں انہوں نے برطانیہ کے مسلمانوں کی اس خوشی میں شرکت کا اظہار کیا ہے جو وہ پاکستان کے حصول پر منا رہے ہیں۔ گو لندن آنے سے معذوری ظاہر کی ہے اور لکھا ہے کہ پاکستان مل گیا ہے مگر ابھی اس کی تعمیر اور تیاری کیلئے شدید محنت و کوشش کی ضرورت ہے۔

اس دعوت میں برطانیہ کی متعدد ہندوستانی مسلمانوں کی جماعتوں کے نمائندوں کے علاوہ بہت سے اسلامی ممالک کے سفیر، وزراء اور دوسرے غیر ملکی نمائندے بھی شامل تھے۔

سفیر ترکی

ترکی کے سفیر نے تقریر کرتے ہوئے کہا "آج مجھے ایک نئی اسلامی حکومت کے قیام کو خوش آمدید کہتے ہوئے نہایت مسرت محسوس ہوتی ہے، میں اپنے اہل وطن کی طرف سے پاکستان اور پاکستان کے مسلمانوں کی خوشی، خوشحالی اور شاندار مستقبل کی تمنا ظاہر کرتا ہوں۔"

سفیر سعودی عرب

سعودی عرب کے سفیر شیخ وہبہ نے کہا "اسلام کا ستارہ اس بادل سے نکل رہا ہے جس میں وہ کچھ عرصہ سے چھپا ہوا تھا۔ ایک نئی اسلامی حکومت عالم وجود میں آئی ہے، مجھے یقین ہے کہ یہ نئی اسلامی حکومت دنیا کے امن اور خوشحالی میں بہت ممد و معاون ہوگی۔ پاکستان کے قیام پر خوشی مناتے وقت ہمیں اپنے ہندوستانی بھائیوں کو فراموش نہیں کرنا چاہئے میں ان کے شاندار مستقبل کیلئے دعاگو ہوں۔"

ڈاکٹر جمالی

عراق کے وزیر مالیات ڈاکٹر جمالی نے کہا "ہم عراق والوں کے تعلقات پاکستانی مسلمانوں سے

متصل ہوں گے۔ ہمارا تمدن اور تہذیب بہت یکساں ہے۔ ہم نے پاکستان کے لیڈر محمد علی جناحؒ کی ہمیشہ عزت کی ہے۔ پاکستان اسلامی اصولوں پر عمل کر کے دنیا کو بتادے گا کہ اسلام امن و سلامتی کا علمبردار ہے۔ دنیا کو یہ بات بھی گرہ باندھ لینی چاہئے کہ جس طرح تمام دنیائے اسلام پاکستان کے ساتھ ہے اسی طرح وہ فلسطین کے ساتھ بھی ہے۔ فلسطین یہودیوں کا نہیں ہے اور دنیائے اسلام اس کی پشت پر ہے۔ پاکستان بھی اس کی پشت پر رہے گا۔ اپنی باہمی امداد کے ذریعہ ہم فلسطین کو آزاد کرا کے رہیں گے جس طرح ہم نے پاکستان حاصل کیا ہے جس طرح ترکی، مصر، عرب اور ایران وغیرہ سے ہمارے گہرے دوستانہ تعلقات ہیں اسی طرح پاکستان سے بھی رہیں گے۔ یہ تمام اسلامی ممالک مل کر دنیا کو بتادیں گے کہ ہم پس ماندہ نہیں ہیں۔

ہم کسی غیر طاقت کا اقتدار قبول نہ کریں گے۔ پاکستان مسلم آزادی خوشحالی اور امن کی ایک نئی کرن ہے۔ میں اپنے ملک کی طرف سے پاکستان کو خوش آمدید کہتا ہوں۔"

سر ظفر اللہ خان

سر محمد ظفر اللہ خان نے جو بھوپال اور اس کی رفیق ریاستوں کے وکیل بن کر برطانیہ آئے ہیں اور جو پنجاب کے سرحدی کمیشن کے سامنے مسلم لیگ کے پیروکار ہوں گے۔ آپ نے اپنی تقریر میں کہا "ہم پاکستان میں ہر شخص کے ساتھ بغیر کسی تفریق کے حسن سلوک سے پیش آئیں گے۔ ہم اپنا دستور حکومت اس طرح بنائیں گے کہ کسی غیر مسلم کو کوئی خوف نہ محسوس ہو۔ اپنے تمام باشندوں کے تعاون اور اشتراک سے پاکستان امن پسند دنیا کے لئے باعث افتخار و شان ہو گا۔"

سردار محمد علی

افغانی سفارتخانے کے ایک رکن سردار محمد علی نے کہا "ایک افغان اور افغانوں کے نمائندہ کی حیثیت سے مجھے اس تاریخی تقریب میں شرکت پر بے انتہا فخر ہے افغانوں کو یقین ہے کہ پاکستان سے ان کا تعلق دوستانہ اور برادرانہ ہو گا۔ ہم پاکستان کے بھائیوں کو ان کی مراد ملنے پر مبارکباد دیتے ہیں اور ان کے محترم لیڈر محمد علی جناحؒ کی صحت اور سلامتی کے خواہش مند ہیں۔"

کیمبرج یونیورسٹی کے پروفیسر

کیمبرج یونیورسٹی کے عربی و فارسی کے پروفیسر نے اپنی تقریر میں کہا "مجھے اردو زبان سے بے انتہا محبت ہے اور میں پاکستان کے قیام سے اس وجہ سے خوش ہوں کہ وہاں سرکاری زبان کی حیثیت سے اردو

زبان ترقی کرے گی اور دنیا کے ادب میں بیش بہا اضافہ کرے گی"۔

محمد علی خان

برطانیہ کی مسلم لیگ کے صدر جناب محمد علی خان نے کہا "حصول پاکستان کی خوشی مناتے وقت ہم کو اقلیتی صوبوں کے مسلمانوں کو بھولنا نہیں چاہئے ہم ان کے متعلق اپنے اسلامی فرض کو نہ بھولیں گے۔ وہ ہمیشہ ہماری قوم کا ایک حصہ رہیں گے"۔

سر آغا خان

سر آغا خان علالت کی وجہ سے شریک جلسہ نہیں ہوئے انہوں نے جنیوا سے حسب ذیل پیغام بھیجا۔

"تمام مسلمان خوش ہیں کہ پاکستان کی حکومت خونریزی سے نہیں بلکہ ہندو پڑوسیوں اور دوستوں کے سمجھوتہ سے قائم ہو رہی ہے۔ اب ہمارا پہلا اور بڑا مقصد معیار معاشرت و شہریت کو بلند کرنا اور کیمیاوی علم میں ترقی ہونا چاہئے تاکہ قدرت کے ان خزانوں کو جو بیکار پڑے ہوئے ہیں اس نئی اسلامی ریاست کے فائدہ کیلئے استعمال کیا جاسکے"۔

جلسہ میں نیپال کے سفیر بھی موجود تھے۔ اس کے علاوہ فرانس اور بلجیم کے سفیروں کے مبارکباد اور مسرت کے پیغامات آئے۔

قائداعظمؒ گورنر جنرل ہوں گے

۱۰ جولائی کو ریڈیو اور خبر رساں ایجنسی کے ذریعہ یہ خبر نشر ہونے پر کہ قائداعظمؒ گورنر جنرل ہوں گے۔ تمام ہندوستان کے مسلمانوں اور دنیائے اسلام میں مسرت کی زبردست لہر دوڑ گئی ۔ اور صبح کے اخبارات نے اس مسرت و شادمانی میں اور اضافہ کر دیا۔ دہلی اور ہندوستان کے دوسرے مقامات سے جو اطلاعات آئیں۔ان سے معلوم ہوا ۔ کہ ہر جگہ کے مسلمان اس فیصلہ پر بے انتہا خوشی کا اظہار کر رہے ہیں۔

رات ہی سے قائداعظمؒ کے بنگلہ پر لوگوں کا تانتا بندھ گیا ہے کیونکہ اس خبر کو اس قدر پوشیدہ رکھا گیا کہ لیگ کے ذمہ دار حلقوں کو بھی اس کی خبر نہ تھی صرف چند مخصوص لوگ اس بات سے واقف تھے کہ لیگ کی طرف سے قائداعظمؒ کے نام کی سفارش کی گئی ہے۔ رات کو قائداعظمؒ کے بنگلہ پر مبارکباد کے تار و ٹیلیفون آئے۔ صبح سے تاروں کا تانتا بندھا رہا ۔ آج صبح مسلمانوں کا ایک جلوس بھی قائداعظمؒ کے

بنگلہ پر پہنچا اور مسرت کا مظاہرہ کیا غیر مالک کے نمائندے بھی اپنے ملکوں کی طرف سے قائد اعظمؒ کو مبارکباد دینے کو آتے رہے۔

آج کانگریس کے ایک بڑے لیڈر نے عارضی حکومت کے ایک اہم رکن سے اس سلسلہ میں اظہار رائے کی فرمائش کی توانہوں نے برجستہ جواب دیا کہ اس سے بہتر انتخاب اور کون سا ہو سکتا ہے۔

ایک اور کانگریسی لیڈر نے کہا کہ مسٹر جناح کی عزت میں تو کوئی اضافہ نہیں ہوا۔ البتہ گورنر جنرل کے عہدہ کی شان ضرور بڑھ گئی۔

قائد اعظمؒ کی عظیم الشان شخصی فتح

۱۱ جولائی کو برما کے کئی مسلمان لیڈروں سے آج رائٹر کے نمائندے نے ملاقات کر کے قائد اعظمؒ کے گورنر جنرل مقرر ہونے کے متعلق رائے معلوم کی توان سب نے یہی کہا کہ "یہ واقعہ اسلامی دنیا کیلئے بڑی عزت افزائی کا موجب اور مسٹر جناح کی ایک عظیم الشان شخصی فتح ہے"۔

مسلم کانگریس کے صدر اور برمی حکومت کے وزیر تعلیم جناب عبدالرزاق صاحب نے ایک بیان دیتے ہوئے کہا "یہ یقیناً بہت بڑی خبر ہے۔ یہ تمام دنیا کے مسلمانوں کیلئے باعث فخر خبر ہے چونکہ میں بھی مسلمان ہوں اس لئے مجھے اس سے بے انتہا خوشی ہے اور مجھے نہایت مسرت ہے کہ میں برما کے مسلمانوں کی طرف سے اس صدی کے سب سے بڑے اسلامی سیاستدان کو خراج عقیدت پیش کر رہا ہوں"۔

مرکزی ہندوستانی بورڈ کے صدر جناب عبدالستار صاحب نے کہا کہ "آج میں نے مسٹر جناح کو مبارکباد کا تار دیا ہے کیونکہ ان کو پہلے ہندوستانی گورنر جنرل ہونے کی وجہ سے جو اعزاز حاصل ہوا ہے وہ سب کیلئے باعث فخر ہے"۔

افواج اور جہازوں کی تقسیم

۱۱ جولائی کو دہلی سے ایک سرکاری بیان میں بتایا گیا ۔ کہ تقسیمی کونسل نے ہندوستان اور پاکستان کیلئے مسلح افواج اور جہازوں کی تقسیم کا کام ختم کر دیا ہے۔ ہندوستانی بحری بیڑے کے جہازوں کی تقسیم کی صورت حسب ذیل ہوگی۔

ہندوستان کو ملنے والے جہاز

سلوپ۔ ستلج، جمنا، کشنا، کویری،
فریگیٹ: تیر، گکری۔

سرنگ بردار۔ اڑیسہ ' دکن 'بہار'کمایوں 'خیبر 'روہیل کھنڈ 'کرناٹک 'راجپوتانہ 'کوکن 'بمبئی ' بنگال' مدراس۔

کاروٹ۔ آسام 'پیمائشی جہاز۔ انویسٹی گیٹر

ٹرالر۔ ناسک 'کلکتہ 'کوچین 'امرتسر

موٹر سرنگ بردار۔ بہ تعداد چار۔ ساحلی دفاعی کشتیاں۔ بہ تعداد چار متفرق۔ تمام موجودہ لینڈنگ کرافٹ۔

پاکستان کے حصہ کے جہاز

سوپ۔ نربدا۔ گوداوری ۔فریگیٹ ۔سامبھر ' دھنش 'سرنگ بردار۔ کاٹھیاوار 'بلوچستان ' مالوہ 'اودھ۔

ٹرالر۔ رام پور 'بڑودہ 'موٹر سرنگ بردار۔ بہ تعداد چار۔ دفاعی کشتیاں۔ بہ تعداد چار۔

فوج کی تقسیم

ہندوستان کو ملنے والے دستے۔

۱۶ پیدل رجمنٹ '۱۲ بکتر بند دستے ' ۱۸½ توپخانہ رجمنٹ '۱۱۶ انجینئر یونٹ۔

پاکستان کو ملنے والے دستے

۸½ پیدل رجمنٹ چھ بکتر بند دستے۔ ۸½ توپخانہ رجمنٹ ۳۴۔ انجینئر دستے۔

تقسیم کے وقت اس بات کا خیال رکھا گیا ہے کہ ہر حکومت کو ضرورت کے مطابق مناسب حصہ ملے۔

قائداعظمؒ بحیثیت گورنر جنرل اور مسئلہ اقلیت

۱۳ جولائی کو دہلی میں ایک پریس کانفرنس میں پاکستان کے ہونے والے گورنر جنرل قائداعظمؒ نے یہ یقین دلایا "پاکستان ڈومینین میں اقلیتوں کے مذہب 'تہذیب 'تمدن اور معاشرت کا ہر ممکن تحفظ کیا جائیگا۔ ان کو ہر صورت میں پاکستان کا شہری تصور کیا جائیگا اور ان کو شہریت کے تمام حقوق بھی دیئے جائیں گے۔ اقلیتوں کا بھی فرض ہے کہ وہ حکومت کی وفادار رہیں اور کسی بھی صورت میں حکومت کا اعتماد نہ کھوئیں "

قائداعظمؒ نے بیان جاری رکھتے ہوئے کہا "ہندوستان کی اقلیتوں پر بھی یہی سب اصول عائد ہوتے ہیں"۔ انہوں نے کہا کہ "کسی حکومت میں بھی نافرمان اقلیتیں نہیں رہ سکتیں اور ان کی تحریکوں کو نہیں دبایا جاسکتا۔ اس لئے ہر شہری کو چاہئے کہ وہ اپنی حکومت کا وفادار رہے"۔

قائداعظمؒ نے بہت مخلصانہ طور پر امید ظاہر کرتے ہوئے کہا "پاکستان اور انڈیا کے تعلقات دوستانہ رہیں گے"۔

قائداعظمؒ نے لوگوں کے اس خیال سے بالکل انکار کیا کہ "مسلم لیگ سب سے پہلے اس بات پر رضامند ہو گئی تھی کہ پاکستان اور انڈیا دونوں کا ایک ہی گورنر جنرل مقرر کیا جائے اور اس کے بعد اپنے اس قول سے مکر گئی۔ پاکستان اور انڈیا کے گورنر جنرلوں کا انتخاب مسلم لیگ اور کانگریس نے کیا ہے۔ گویا اس طرح دوسرے لفظوں میں ان کا انتخاب عوام نے کیا ہے"۔

قائداعظمؒ نے اعلان کیا "پاکستان دستور ساز اسمبلی کا پہلا اجلاس ۱۰ اگست کو کراچی میں منعقد ہو گا"۔

قائداعظمؒ نے بیان جاری رکھتے ہوئے کہا "گورنر جنرل کے انتخاب کے سلسلہ میں ایک غلط قسم کا تصور کیا جاتا تھا۔ عموماً یہ قاعدہ ہے کہ گورنر جنرل کا تقرر کابینہ کے مشورہ پر کیا جاتا تھا لیکن چند خاص وجوہات کی بناء پر یہ طے کیا گیا تھا کہ حکومت کے ذمہ دار جانشین گورنر جنرلوں کا انتخاب کریں اور ملک معظم ان کی تقرری کی منظوری دیدیں۔ اس لئے میں اس بات کو واضح اور صاف کر دینا چاہتا ہوں کہ پاکستان اور انڈیا کے گورنر جنرلوں کا انتخاب یہاں کی حکومت کی ذمہ دار پارٹیوں یعنی لیگ اور کانگریس نے کیا تھا۔ عام طور پر یہ کہا جارہا ہے جیسے کہ اس سے قبل تک گورنر جنرلوں کا تقرر بادشاہ کیا کرتا تھا ویسا ہی اس بار بھی ہوا ہے۔ یہ بھی ایک بہت ہی اہم مسئلہ ہے اور اس کو میں صاف کر دینا چاہتا ہوں کہ ان دونوں ڈومینین کے گورنر جنرلوں کا انتخاب درحقیقت صحیح معنوں میں بادشاہ نے نہیں بلکہ ملک کے عوام نے کیا ہے"۔

اس سوال کا جواب دیتے ہوئے کہ کیا انہوں نے گورنر جنرل ہونا ملک معظم کی خوشی سے منظور کیا ہے۔ قائداعظمؒ نے کہا کہ "یہ تو صرف ایک اصول اور ایک پرانے قاعدہ کے تحت ہوا ہے۔ گورنر جنرلوں کا تقرر تو دراصل عوام نے کیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ میں نے اس عظیم عہدہ کو قبول کیا ہے۔

سوال۔ کیا آپ گورنر جنرل کی حیثیت سے اقلیتوں کے مسئلہ پر ایک تفصیلی بیان دے سکتے ہیں؟

قائداعظمؒ نے اس سوال کے جواب میں کہا کہ فی الحال تو میں صرف ایک نامزد کردہ گورنر جنرل ہوں البتہ ۱۵ اگست سے عہدہ سنبھالنے کے بعد میں صحیح معنوں میں پاکستان کا گورنر جنرل ہوں گا۔ میں آپ کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ عہدہ سنبھالنے کے بعد میں اپنے ان تمام وعدوں سے جو میں نے بارہا اقلیتوں کے بارے میں کئے ہیں منحرف نہیں ہوں گا۔ میں نے بارہا اقلیتوں کے بارے میں کہا ہے۔ اقلیتوں کا پورا تحفظ ہو گا۔

میں جو کچھ کہتا ہوں۔ اس کا کچھ مطلب ہوتا ہے اور جو کچھ میں نے کہا ہے وہ مجھے اسی طرح یاد ہے۔ اقلیتوں کا خواہ وہ کسی جماعت اور کسی فرقہ کی ہوں ان کا پوری طرح تحفظ کیا جائے گا ان کو اپنی مذہبی رسومات و عبادت کرنے کی پوری آزادی ہو گی۔ ان میں کسی قسم کی کوئی مداخلت نہیں کی جائیگی۔ ان کی جان 'ان کے مال اور ان کے تمدن کا پورا تحفظ کیا جائے گا اور ان کو بلا تفریق مذہب و ملت ورنگ کے ہر صورت میں پاکستان کا باشندہ تصور کیا جائیگا۔ اسی طرح اقلیتوں پر بھی کچھ ذمہ داریاں عائد ہوں گی اور حکومت کے معاملات میں وہ بھی پوری طرح حصہ لیں گی جب تک اقلیتیں حکومت کی وفادار رہیں گی جس وقت تک میرے پاس کسی قسم کے اختیارات رہیں گے انہیں یقین دلاتا ہوں کہ ان کو گھبرانے 'تردد کرنے اور پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں"۔

سوال۔ آپ نے کہا ہے کہ اگر پاکستان کی اقلیتیں حکومت کی وفادار رہیں گی تو ان کے ساتھ پورا پورا انصاف کیا جائے گا۔ کیا اس بات کا اطلاق انڈیا کے مسلمانوں پر بھی ہوتا ہے؟

قائداعظمؒ نے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا "ان سب پابندیوں کا اطلاق دنیا کی ہر اقلیت پر ہوتا ہے۔ کسی بھی حکومت میں وہ اقلیت اطمینان سے نہیں رہ سکتی جو اس سے وفاداری نہ کرے اور جو حکومت کے خلاف تحریکیں کرے۔ اس قسم کی اقلیتیں حکومت کیلئے بالکل ناقابل برداشت بوجھ بن جاتی ہیں۔ میں تمام ہندوؤں 'تمام مسلمانوں اور تمام شہریوں کو یہ مشورہ دیتا ہوں کہ وہ اپنی حکومت کے وفادار رہیں"۔

سوال۔ کیا آپ انڈیا کے مسلمانوں سے اسی طرح دلچسپی لیتے رہیں گے جس طرح کہ اس وقت لے رہے ہیں؟

قائداعظمؒ نے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا "میں انڈیا کے ہر باشندہ اور خصوصاً وہاں کے مسلمانوں سے اپنی موجودہ دلچسپیاں بدستور جاری رکھوں گا"۔

سوال۔ آل انڈیا مسلم لیگ کے صدر کی حیثیت سے آپ ہندو اکثریت والے صوبوں کے مسلمانوں کے تحفظ کیلئے کونسا طریقہ کار اختیار کریں گے۔

قائداعظمؒ نے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا "جہاں تک میرا خیال ہے۔ انڈیا کے مسلمانوں کے ساتھ بالکل وہی سلوک کیا جائیگا جو پاکستان میں غیر مسلم اقلیتوں کے ساتھ کیا جائے گا اور جس کا خاکہ میں نے آپ سب کے سامنے ابھی تھوڑی دیر ہوئی پیش کیا ہے۔ میں نے اپنی پالیسی کی بابت اظہار خیال کر دیا ہے لیکن صحیح معنوں میں اقلیتوں کے تحفظ کا مسئلہ دونوں حکومتوں کی دستور ساز اسمبلیاں ہی طے کریں گی"۔

سوال۔ آپ کو شاید علم ہو گا کہ انڈیا کے دو صوبوں کی کانگریسی وزارتوں نے اس کا اعلان کر دیا ہے کہ جداگانہ انتخاب کا خاتمہ کر دیا جائے۔

قائداعظمؒ کا جواب۔ ”میں ان سب تفصیلات میں جانا نہیں چاہتا۔ اقلیتوں کے صحیح تحفظ کا مسئلہ تو دونوں دستور ساز اسمبلیاں ہی طے کر سکتی ہیں اور وہاں اقلیتوں کی پورے طور سے نمائندگی ہے۔“

سوال۔ کیا یہ تمام مسائل دستور ساز اسمبلیاں مشترکہ طور سے حل کریں گی یا علیحدہ علیحدہ۔

قائداعظمؒ۔ ”میں اس کی بابت پیشین گوئی نہیں کر سکتا۔ پہلی صورت میں تو ہر دستور ساز اسمبلی کو کام کرنے کا پورا پورا اختیار حاصل ہے۔ اقلیتوں کے نمائندے دونوں دستور ساز اسمبلیوں میں ہیں اس لئے انڈیا اور پاکستان دونوں کی دستور ساز اسمبلیوں کو ان کے تمام مسائل حل کرنا ہیں میں صرف امید ظاہر کر سکتا ہوں کہ وہ ان کے تمام مسائل کو اس طرح حل کریں گی کہ وہ اقلیتوں کا پورا پورا اعتماد حاصل کر لیں۔“ انہوں نے کہا کہ ”میں ان سب باتوں کی تفصیلات پر بحث نہیں کر سکتا۔“

سوال۔ آپ کی رائے انڈیا کے ان کانگرسی لیڈروں کے بیانات پر کیا ہے جن میں انہوں نے کہا ہے کہ اگر پاکستان کے ہندوؤں کے ساتھ برابر تاؤ کیا گیا تو انڈیا کے مسلمانوں کے ساتھ اس سے بدتر سلوک کیا جائے گا۔

قائداعظمؒ۔ ”مجھے امید ہے کہ وہ اپنے اس پاگل پن کو ختم کر دیں گے اور ان باتوں پر عمل کریں گے جن کا میں نے اظہار کیا ہے۔ جہاں تک میں سمجھتا ہوں ایسے لوگوں کے بیانات کو اہمیت دینا کسی صورت بھی فائدہ مند نہیں ہے۔ آپ لوگوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ دنیا کی ہر سوسائٹی میں ایسے آدمیوں کو بدمعاش اور بزدل سمجھا جاتا ہے اور جو میرے نزدیک پاگل آدمیوں سے کسی طرح کم نہیں ہیں۔“

سوال۔ کیا آپ چاہتے ہیں کہ پاکستان میں اقلیتیں رہیں یا آپ یہ چاہتے ہیں کہ دونوں ڈومینین میں تبادلہ آبادی ہو جائے۔

قائداعظمؒ۔ ”جہاں تک میں پاکستان کی بابت کہہ سکتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ پاکستان میں اقلیتوں کو کسی صورت سے خوفزدہ نہ ہونا چاہئے۔ اب یہ ان پر ہے کہ وہ یہ طے کریں کہ انہیں کیا کرنا چاہئے۔ وہ یہ سب کچھ طے کریں میں انہیں کسی بات کا حکم نہیں دے سکتا۔“

سوال۔ کیا پاکستان ایک غیر مذہبی حکومت ہوگی یا وہاں حکومت الٰہیہ قائم ہوگی۔

قائداعظمؒ آپ لوگ مجھ سے ایسا سوال کر رہے ہیں جو بالکل لغو ہے اور جس کے کوئی معنی نہیں۔ مجھے نہیں معلوم کہ حکومت الٰہیہ کے کیا معنی ہوتے ہیں۔“

اس موقعہ پر ایک نامہ نگار نے کہا کہ ”حکومت الٰہیہ کے معنی ایک ایسی حکومت کے ہیں جہاں صرف ایک خاص مذہب کی حکومت ہو۔ مثال کے طور پر وہاں مسلمان پوری طرح سے شہری ہوں گے اور غیر مسلموں کو مکمل طور سے وہاں کا باشندہ نہیں سمجھا جائے گا۔“

قائداعظمؒ نے کہا کہ ”ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں نے اب تک جو کچھ کہا ہے۔ وہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے میں کسی بطخ کی پیٹھ پر پانی پھینکتا رہا (قہقہہ) مہربانی کر کے آپ ان تمام لغو باتوں کو اپنے دماغ سے نکال

دیجئے جن پر اس وقت گفتگو ہو رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ حلومت الٰہیہ کے کیا معنی ہیں یہ میں بالکل نہیں سمجھتا۔"

ایک موقعہ پر ایک دوسرے نامہ نگار نے کہا کہ "حکومت الٰہیہ کا مطلب ہے وہ حکومت جو مولاناؤں کے مشورے سے چلائی جائے۔"

قائداعظمؒ نے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا "انڈیا کی حکومت کی بابت آپ کی کیا رائے ہے جو پنڈتوں کی طرف سے چلائی جائیگی۔" (قہقہہ) جب آپ جمہوریت پر غور کرتے ہیں تو مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اسلام کا قطعاً مطالعہ نہیں کیا ہے۔ آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ ہم آج سے تیرہ سو برس قبل ہی جمہوریت کا مطالعہ کر چکے ہیں۔"

اس سوال کے جواب میں کہ انڈیا اور پاکستان کے کیا تعلقات ہوں گے؟

قائداعظمؒ نے کہا "میں اس سے بہت قبل ہی آپ کے سوال کا جواب دے چکا ہوں۔ میں پھر دوبارہ کہتا ہوں کہ مجھے اس کی پوری امید ہے کہ ہمارے تعلقات دوستانہ اور مخلصانہ ہوں گے۔ ہم کو ابھی بہت کچھ کرنا ہے اور میرا تو یہ خیال ہے کہ دونوں حکومتیں دنیا کیلئے نہیں البتہ ایک دوسرے کیلئے ضرور فائدہ مند ہوں گی۔ ہمسایوں کی حیثیت سے آپ ہماری طرف سے کسی قسم کی کوتاہی نہ پائیں گے اور مجھے امید ہے۔ بلکہ میں اخبارات اور خبر رساں ایجنسیوں سے اس بات کی اپیل کرتا ہوں کہ وہ انڈیا کے عوام کے دلوں میں میری یہ بات پوری طرح ذہن نشین کرا دیں۔"

گورنر جنرل کی حیثیت سے ملک کی سیاست اور قائداعظمؒ

سوال۔ کیا گورنر جنرل کی تقرری کے بعد آپ مسلم لیگ کی صدارت سے استعفا دے دیں گے؟

قائداعظمؒ۔ "میں نہیں جانتا۔ ایک گورنر جنرل کی حیثیت سے میں سیاست میں زیادہ سے زیادہ دلچسپی لوں گا۔ مجھے موجودہ صورتحال سے زیادہ معاملات سلجھانے پڑیں گے"

سوال۔ کیا پاکستان کے گورنر جنرل کے اختیارات وہی ہوں گے جو ایک ڈومینین کے گورنر جنرل کے ہوتے ہیں؟

قائداعظمؒ "ان سب کا ذکر دستور آزادی ہند میں اچھی طرح کر دیا گیا ہے۔ آپ لوگ اس بل کا اچھی طرح مطالعہ کر چکے ہیں بہرحال ۳۱ مارچ ۴۸ء تک تو گورنر جنرل کو معمول سے زیادہ اختیارات سونپ دیئے جائیں گے۔"

ایک اور سوال کا جواب دیتے ہوئے قائداعظمؒ نے کہا "موجودہ حالات میں جب تک دستور ساز اسمبلیاں اپنا پورا کام ختم نہیں کر لیتیں پرانے نظام حکومت کو فوری طور پر ختم نہیں کیا جا سکتا۔"

پاکستان اور تمام دنیا کا امن

چند سوالات کا جواب دیتے ہوئے قائداعظم محمد علی جناحؒ نے فرمایا "پاکستان کی خارجہ پالیسی تمام دنیا کی قوموں کے ساتھ دوستانہ ہو گی۔ ہم تمام دنیا میں امن چاہتے ہیں اور ہم امن کو برقرار رکھنے کی ہر ممکن کوشش کرتے رہیں گے۔"

سوال۔ کیا پاکستان اقوام متحدہ کی ممبری کی کوشش کرے گا؟

جواب۔ ہمیں عہدہ سنبھال لینے دیجئے۔ پھر ہم آپ کو بتائیں گے کہ ہم آئندہ چل کر کیا کریں گے!

سوال۔ کیا اس بات کا بھی امکان ہے کہ پاکستان برطانوی دولت مشترکہ میں رہنا پسند کرے گا؟

جواب۔ ہم اس مسئلہ کو وقت آنے پر طے کر لیں گے

سوال۔ کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ لاہور کی پاکستان والی قرار داد کے بموجب پاکستان ایک آزاد حکومت ہو گی؟

جواب۔ ہمیں پورے اختیارات حاصل ہوں گے اور ہم ان کو استعمال کرنے کیلئے پوری طرح آزاد ہوں گے۔

سوال۔ جب آپ یہ کہتے ہیں کہ ریاستیں اپنی آزادی کا اعلان کر سکتی ہیں یا وہ دونوں میں سے کسی ایک دستور ساز اسمبلی میں شامل ہو سکتی ہیں تو کیا درجۂ آزادی والیان ریاست حاصل کریں گے یا عوام؟

جواب۔ میں اس سے قبل بھی اس کی بابت بہت کچھ کہہ چکا ہوں اور اب مسٹر اٹیلی نے بھی اس مسئلہ کی بہت کچھ وضاحت کر دی ہے۔

سوال۔ کیا آپ تقسیمی کونسل کے کام سے مطمئن ہیں؟

جواب۔ اب تک تو میں اس کی تمام کارروائیوں سے مطمئن ہوں لیکن میں نہیں کہہ سکتا کہ آگے چل کر کیا صورتحال ہو گی۔

قائداعظمؒ نے اپنے بیان میں کہا۔ کہ "پاکستان دستور ساز اسمبلی اپنا پہلا اجلاس ۱۰ اگست کو کراچی میں منعقد کرے گی" قائداعظمؒ نے پاکستان گورنمنٹ کے آئندہ پروگرام کی بابت گفتگو کرنے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے کہا کہ دستور ساز اسمبلی ان تمام مسائل کو طے کرے گی۔

سوال۔ لیکن آپ کا خیال اور اپنی ذاتی رائے کیا ہے؟

جواب۔ کوئی ذمہ دار آدمی اپنی ذاتی رائے کا اظہار دستور ساز اسمبلی ایسے آزاد ادارے کے فیصلوں پر نہیں کر سکتا جس کا کام دستور بنانا ہو گا۔

جب قائداعظمؒ کی توجہ افغانستان کی ان دلچسپیوں کی طرف دلائی گئی جو وہ سرحد کے معاملہ میں لے رہا ہے۔ تو قائداعظمؒ نے کہا "آپ سرحد سے نہ گھبرائیں سرحد کی حالت اب بالکل سازگار ہو چکی ہے اور

اب ان سے گھبرانے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔"

قائداعظمؒ نے تمام اخباری نمائندوں سے اپنی یہ خواہش ظاہر کی کہ وہ ان کا شکریہ ان تمام حضرات تک پہنچا دیں جنہوں نے ہندوستان اور غیر ممالک سے ان کے پاس مبارکباد روانہ کی ہے کیونکہ ذاتی حیثیت سے یہ ان کیلئے بالکل ناممکن ہے کہ وہ ان تمام مبارکبادوں اور پیغامات کا جواب دے سکیں۔

سلہٹ کی پاکستان میں شمولیت

۱۳ جولائی کو سرکاری طور سے یہ اعلان کیا گیا ۔ کہ سلہٹ نے پاکستان میں شامل ہونا طے کیا ہے۔ وائسرائے ہاؤس سے جاری شدہ ایک سرکاری اعلان میں کہا گیا ۔ کہ ضلع سلہٹ کے استصواب رائے عامہ کا نتیجہ حسب ذیل ہے۔

مشرقی بنگال میں شامل ہونے والے ووٹ۔ ۲۳۹۶۱۹

بدستور آسام میں رہنے والے ووٹ۔ ۱۸۴۰۴۱

مشرقی بنگال میں شامل ہونے کیلئے ۵۵۵۷۸ ووٹ زیادہ پڑے۔

مجموعی حیثیت سے ۳۳۰۷۷ رائے دہندگان نے ووٹ دیئے۔

مسٹر گاندھی کا مشورہ

۱۳ جولائی کو پرارتھنا کی تقریر میں گاندھی جی نے قائداعظمؒ کے گورنر جنرل پاکستان مقرر کئے جانے پر اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"میں سمجھتا ہوں کہ قائداعظمؒ کے گورنر جنرل پاکستان بن جانے سے ان کو سخت آزمائش اور امتحان میں مبتلا کر دیا گیا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ قائداعظمؒ نے یہ عہدہ اس لئے اختیار کیا ہے تاکہ دنیا کو یہ بتائیں کہ پاکستان ایک اسلامی ریاست ہوگی لیکن صرف یہ ظاہر کرنا کہ پاکستان اسلامی حکومت ہوگی کوئی معنی نہیں رکھتا جب تک کہ قائد اعظمؒ خلفائے راشدینؓ کا اتباع نہ کریں۔"

گاندھی جی نے خلافت راشدہ کی پیروی کا اشارہ کرتے ہوئے خلیفہ دوم حضرت عمرؓ کی خلافت کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا۔ گاندھی جی نے کہا کہ "حضرت عمرؓ کی یہ خصوصیت تھی کہ وہ کوئی کام ذات کیلئے نہیں کیا کرتے تھے ان کی زندگی کے کارناموں میں ان سب سے بڑی خصوصیت میں یہ چیز تھی کہ وہ تمام لوگوں سے جو ان کی خلافت میں تھے مساوات وانصاف کے ساتھ سلوک کیا کرتے تھے۔"

گاندھی جی نے کہا "اگر قائداعظمؒ گورنر جنرل ہو کر کانٹوں کا تاج پہن رہے ہیں تو بلاشبہ وہ ہندوستان کے سب سے پہلے خادم ہیں حکمران نہیں اور وہ اس طرح پاکستان کو رہنے کے قابل جگہ بنا سکتے ہیں۔"

آزادی کابل

۱۵ جولائی ۱۹۴۷ء کو دارالعوام میں انڈیا بل جس کے مطابق ہندوستان میں انڈیا اور پاکستان کی دو ڈومینین حکومتیں قائم ہوں گی۔ تیسری خواندگی میں بغیر تقسیم رائے کے منظور کر لیا گیا اور اس پر صرف دارالامراء میں مباحثہ باقی رہ گیا تھا۔ ۱۶ جولائی کی رات کو دارالامراء میں بھی منظور ہو گیا۔

۱۸ جولائی کو چار بج کر دس منٹ پر (ہندوستانی ٹائم) اور دس بج کر چالیس منٹ پر (لندن ٹائم) انڈیا بل پر شاہی منظوری دیدی گئی جس کی رو سے ۱۵ اگست کو انڈیا اور پاکستان کی حکومتیں قائم ہو جائیں گی۔

انڈیا دستور ساز میں لیگی نمائندے

۱۴ جولائی کو انڈین دستور ساز میں پہلی مرتبہ لیگی اراکین نے شرکت کی۔ پارٹی کے لیڈر چودھری خلیق الزماں تھے چونکہ قائداعظمؒ نے انڈین دستور ساز کے ممبروں کو اجازت دیدی تھی کہ وہ دستور ساز اسمبلی کے جلسے میں شرکت کریں۔ اس اجلاس میں مسلم لیگ کے ۲۸ ممبران میں سے ۲۳ ممبران حاضر تھے۔

توپ خانے اور مسلح دستے

۱۵ جولائی کو جنرل ہیڈ کوارٹر سے بکتر بند دستوں، توپخانوں اور تعمیری دستوں کی وہ فہرست شائع کی گئی جو تقسیمی کونسل منظور کر لی تھی اور جس میں ہندوستان اور پاکستان کو ملنے والے دستوں کے نام ہیں۔ جن دستوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ وہ پاکستان کو دیئے گئے تھے اور باقی ہندوستان کو۔ ان میں انڈین گھوڑا سوار، لانسر، میدانی، توپخانے، پہاڑ توپ خانے، ٹینک شکن توپ خانے اور طیارہ شکن توپخانے شامل ہیں۔

بکتر بند دستوں میں سے بارہ دستے ہندوستان کو ملے تھے اور چھ پاکستان کو۔ توپخانوں میں سے ۱۹ ہندوستان کو ملے تھے اور نو پاکستان کو۔ انجینئر فوجی تعمیری دستوں میں سے ساٹھ دستے ہندوستان کے قبضہ میں آئے ہیں اور ۳۴ پاکستان کے۔

عارضی حکومتیں

۱۹ جولائی کو وائسرائے ہاؤس سے ہندوستان اور پاکستان میں قائم ہونے والی مستقل حکومتوں کے پیش خیموں کے طور پر دو عارضی حکومتوں کے قیام کے متعلق جاری شدہ اعلامیہ حسب ذیل ہے۔

پاکستان میں نئے انتظام حکومت کے قیام میں مدد دینے کیلئے ہزایکسی لینسی وائسرائے نے لیڈروں کی

رائے کے مطابق یہ طے کیا ہے کہ حسب ذیل طریقے پر عارضی حکومت کو از سر نو ترتیب دیا جائے۔
حکومت کے دو حصے ہوں گے جن میں سے ایک ہندوستان میں بننے والی حکومت کا قائمقام ہو گا اور دوسرا پاکستان میں قائم ہونے والی حکومت۔ ہر حصے کا اجلاس متعلقہ علاقہ کے معاملات پر غور کرنے کیلئے علیحدہ علیحدہ ہوا کرے گا اور مشترکہ مفاد کے معاملہ پر غور کرنے کیلئے وائسرائے کی صدارت میں مشترکہ۔

حکومت کے موجودہ دفاتر کے انتظام کے نگران وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے ہندوستان میں رہنے کا ارادہ ظاہر کیا ہے اور وہ ہندوستان کی نمائندگی کرنے والے اراکین (وزیروں) کے ماتحت ہوں گے وہ عملہ جس نے پاکستان جانا قبول کیا ہے موجودہ دفاتر میں ہٹالیا جائے گا اور ان دفتروں میں کام کرے گا جو فوراً ہی نئی دہلی میں قائم کئے جا رہے ہیں اور وہ پاکستان کی حکومت کے وزیروں کے ماتحت ہو گا۔

اس طرح دو عبوری حکومتیں قائم ہو جائیں گی۔ ایک ہندوستان کیلئے اور دوسری پاکستان کیلئے۔ ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے معاملات کی نگراں ہو گی اور مشترکہ مفاد کے امور پر وہ ایک دوسرے سے مشورہ بھی کریں گی۔

دوسرا اعلامیہ جس میں عہدوں کی از سر نو تقسیم کا ذکر ہے حسب ذیل ہے۔

حکومت کی از سر نو ترتیب کے سلسلہ میں عالی مرتبت وائسرائے نے عہدوں کی مندرجہ ذیل نئی تقسیم کو منظور کر لیا ہے۔

ہندوستان

پنڈت نہرو۔ معاملات خارجہ، تعلقات دولت مشترکہ اور قانون سازی۔
سردار پٹیل۔ امور داخلہ محکمہ اطلاعات و نشریات اور ریاستی معاملات۔
ڈاکٹر راجندر پرشاد۔ خوراک و زراعت۔
مولانا ابوالکلام آزاد۔ تعلیم۔
راج گوپال اچاریہ۔ صنعت، رسد اور مالیات۔
ڈاکٹر جان متھائی۔ نقل و حمل، ریلویز، مواصلات۔
سردار بلدیو سنگھ۔ دفاع۔
مسٹر بھابھا۔ ورکس، مائننز، پاور۔
مسٹر جگ جیون رام۔ محنت۔ صحت۔
(ان کی واپسی تک پنڈت نہرو ان کے کام انجام دیں گے)

پاکستان

لیاقت علی خان۔ مالیات ' امور خارجہ 'تعلقات دولت مشترکہ اور دفاع۔
مسٹر چندریگر۔ تجارت 'صنعت ' رسد 'تعمیرات ' کان کنی اور بجلی۔
سردار عبدالرب نشتر۔ مواصلات ' ریلویز' نقل و حمل ' اطلاعات و نشریات اور ریاستی امور۔
غضنفر علی خان۔ صحت ' خوراک ' زراعت اور امور داخلہ۔
مسٹر جوگندر ناتھ منڈل۔ قانون سازی 'تعلیم اور محنت۔

سرحد پاکستان میں

صوبہ سرحد جس کیلئے کانگریسی پریس نے کافی سے زیادہ پروپیگنڈا کرتے ہوئے اہل صوبہ کو پٹھانستان پر ابھارا تھا اور خان غفار خان نے اپنی تمام قوتیں صرف کر دی تھیں کہ سرحد پاکستان میں شریک نہ ہو۔ آخر کار ۲۰ جولائی کو منتظر آنکھوں کے سامنے وہ نتیجہ آ گیا جس سے معلوم ہوا کہ صوبہ سرحد کے پٹھانوں نے پاکستان میں شریک ہونے کا فیصلہ کیا ہے۔

۲۰ جولائی کو وائسرائے ہاؤس سے اعلان میں کہا گیا کہ صوبہ سرحد کے عوام نے دو لاکھ نواسی ہزار دو سو چوالیس ووٹوں سے فیصلہ کیا ہے کہ صوبہ سرحد پاکستان میں شامل ہو۔ اس کے برعکس ہندوستانی یونین کے حق میں صرف دو ہزار آٹھ سو چوہتر ووٹ آئے۔

ریلوں کی تقسیم

ملک کی تقسیم کے ساتھ ساتھ موجودہ نارتھ ویسٹرن اور بنگال آسام ریلوے کی تقسیم بھی ضروری ہو گئی تھی۔ نارتھ ویسٹرن ریلوے کا وہ حصہ جو پاکستان کے علاقہ میں پڑتا ہے بدستور نارتھ ویسٹرن ریلوے رہے گا اور وہ حصہ جو انڈین یونین میں آتا ہے اور جو دہلی اور فیروز پور ڈویژنوں پر مشتمل ہے "ایسٹرن پنجاب ریلوے" کہلائے گا۔

اسی طرح بنگال میں بنگال آسام ریلوے کا چوڑی پٹڑی کا سیکشن جو پاکستان میں پڑتا ہے "ایسٹرن بنگال ریلوے" کہلائے گا۔

چاندماری کے جنوب میں چوڑی پٹڑی کا سیکشن ایک علیحدہ ڈویژن بنا دیا جائے گا اور سیالدہ ڈویژن کے طور پر اسے ایسٹ انڈین ریلوے (ای آئی آر) کے ساتھ وابستہ کر دیا جائے گا۔

بنگال آسام ریلوے میٹر گیج (درمیانی پٹڑی) سیکشن کا وہ حصہ جو گینالدھا اور بدرپور کے آگے ہے اور جو یونین آف انڈیا کے علاقہ میں پڑتا ہے وہ "آسام ریلوے" کہلائے گا۔

اس کے علاوہ بنگال آسام ریلوے کا مختصر سا مغربی میٹر گیج لائن کا جو حصہ پاکستان کے علاقہ سے ہو گا اودھ ریلوے سے ملا دیا جائے گا۔

ہندوستانی جھنڈا

۲۲ جولائی کو انڈین دستور ساز نے آزاد ہندوستان کے جھنڈے کا مسئلہ اس طرح طے کیا کہ ہندوستان کا جھنڈا تین رنگ کا ہو گا اس میں برابر کی تین آڑی پٹیاں ہوں گی جن کا رنگ زعفرانی، سفید اور گہرا ہرا ہوگا۔ اس کے سفید حصے پر نیلے رنگ کا چکر ہو گا (یعنی مہاراجہ اشوک کے زمانہ کی نشانی)۔

اس جھنڈے کے متعلق چودھری خلیق الزماں لیڈر اسمبلی لیگ پارٹی نے کہا "ہندوستان کے مسلمان بھی اس جھنڈے کا پورا احترام کریں گے۔" مسٹر سعد اللہ آف آسام نے بھی اسی قسم کے خیالات کا اظہار کیا۔

گاؤ کشی اور مسٹر گاندھی

۲۵ جولائی کو عبادت کے بعد گاندھی جی نے اپنی تقریر میں کہا "بابو راجندر پرشاد نے ان کو یہ بتلایا ہے کہ ان کے پاس تقریباً پچاس ہزار پوسٹ کارڈ، تیس ہزار لفافے اور ہزار ہا تار آئے ہیں جن میں یہ درخواست کی گئی ہے کہ ہندوستان میں بر بنائے اصول مذہب گاؤ کشی ممنوع قرار دی جائے۔ آج ایک تار سے یہ بھی اطلاع ملی ہے کہ کانپور کے ایک پنڈت نے اس سوال پر بھوک ہڑتال شروع کر دی ہے۔

میں اس مسئلہ کو صاف کر دینا چاہتا ہوں۔ ہندو مذہب نے ہندوؤں کیلئے گاؤ کشی ممنوع قرار دی ہے نہ کہ ساری دنیا کیلئے دوسرے یہ کہ اس قسم کے تمام امتناعات جو مذہب عائد کرتا ہے وہ داخلی اور باطنی ہیں اگر انہیں جبراً عائد کیا جائیگا تو وہ اصول مذہب کے خلاف ہوں گے پھر یہ کہ ہندوستان نہ صرف ہندوؤں کا ملک ہے بلکہ دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کا بھی ملک ہے اور جو ہندوستان کے اتنے ہی وفادار اور مستحق ہیں جتنا کہ ہندو شہری۔ اگر گاؤ کشی کو ہندوستان میں صرف مذہب کی بناء پر ممنوع قرار دیا جاسکتا ہے تو پاکستان میں بت پرستی کو بھی مذہب کی بناء پر ممنوع قرار دیا جاسکتا ہے۔ باوجود اس امر کے کہ میں مندروں میں نہیں جایا کرتا لیکن اگر مجھے پاکستان میں مندر میں جانے کا حق نہ ملا تو میں اپنا سر بیچ کر جاؤں گا جس طرح سے کہ شریعت اسلام ہندوؤں پر عائد نہیں کی جاسکتی۔ اسی طرح ہندو مذہب کے قوانین مسلمانوں پر عائد نہیں کئے جاسکتے۔"

گاندھی جی نے سامعین کو بتایا کہ "گاؤ کشی کا جرم تو بہت سے ہندوؤں پر بھی عائد کیا جاسکتا ہے کچھ لوگ گائے کو آہستہ آہستہ مارتے ہیں تو کچھ باہر کے ملکوں کیلئے یہ جانتے ہوئے بیچتے ہیں کہ وہ ذبح کی جائیگی اور پھر باہر کے ملکوں سے بنا بنایا گوشت آتا ہے جسے اکثر طبی رعایت کی وجہ سے کھاتے ہیں۔"

ڈچ (ہالینڈ) حکومت کو تنبیہ

۲۶ جولائی کو قائد اعظم ؒ گورنر جنرل پاکستان نے ایک بیان دیتے ہوئے فرمایا۔

" آج مجھے ڈاکٹر شہریار سے مل کر نہایت مسرت ہوئی اور مجھے ان سے یہ معلوم ہوا کہ ڈچ حکومت نے اس معاہدہ کی صریح خلاف ورزی ہے جس میں یہ دفعہ موجود تھی کہ کسی اختلاف رائے یا جھگڑے کی صورت میں اختلافی مسائل کو ایسی پنچایت کے سپرد کیا جائیگا جس میں ایک نمائندہ جاوا کا ہوگا۔ ایک ڈچ حکومت کا ایک بین الاقوامی عدالت کا جج یا کوئی ایسا آدمی جس کی عدالتی قابلیت اور تجربہ مسلمہ اور اعلیٰ درجہ کا ہو۔

پنچایت کی دفعہ کو نظر انداز کرتے ہوئے ڈچوں کا جاوا میں جنگی اقدام شروع کر دینا اور مسلح فوجوں سے کام لینا یقیناً ایسی حرکت ہے جس کو دنیا کی کوئی مہذب قوم بھی برداشت نہیں کر سکتی ہے۔ اسلامی ہند اور پاکستان ' ہالینڈ کی حکومت کے اس اقدام کو غیر دوستانہ تصور کرے گا اور اس کا مطلب یہ لیا جائے گا کہ ڈچ جاوا کی نئی اسلامی جمہوریت کو ختم کر دینا چاہتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ کوئی صحیح الدماغ آدمی اور کوئی آزادی پسند قوم ہالینڈ کی حکومت کی اس ظالمانہ حرکت کو پسند نہیں کر سکتی۔ خصوصاً امریکہ اور برطانیہ کی جمہوریتیں۔ ہماری تمام تر دلی ہمدردیاں انڈونیشین قوم کے ساتھ ہیں اور میں نے ان کے نمائندے ڈاکٹر شہریار کو یقین دلایا ہے کہ ہمیں ان سے پوری ہمدردی ہے اور ہم اس غیر ضروری اور ناگہانی غارت گری کو روکنے میں جو جاوا کے لوگوں پر ہالینڈ کی مسلح فوجوں نے شروع کر دی ہے ہر ممکن طریقے سے مدد کریں گے۔

پاکستان دستور ساز اسمبلی

۲۶ جولائی کو کمشنر اصلاحات کے دفتر سے گورنر جنرل کی طرف سے ایک اطلاع نامہ شائع کیا گیا جس میں پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کے قیام کا اعلان کیا گیا ہے۔ اطلاع نامہ حسب ذیل ہے۔

۳ جون ۴۷ء کے حکومت برطانیہ کے اعلان کی دفعہ ۲۱ کے مطابق اور ان کی دفعہ ۴ اور پندرہ کے ماتحت عالی مرتبت گورنر جنرل یہ اعلان کرنے کی مسرت محسوس کرتے ہیں کہ ایک نئی دستور ساز اسمبلی قائم کی جائیگی جو پاکستان دستور ساز اسمبلی کے نام سے منسوب ہوگی اور اس کے اراکین حسب ذیل ہوں گے۔

الف۔ گورنر جنرل کے اعلان مورخہ ۲۱ جون کے مطابق منتخب ہونے والے مشرقی بنگال کے نمائندے۔

مسلمان۔ (۱) جناب عبدالمسعود عبدالحمید (۲) جناب عبداللہ المحمود (۳) جناب عبداللہ الباقی (۴) جناب عبدالقاسم خان (۵) مولانا محمد اکرم خان (۶) جناب عزیزالدین احمد (۷) جناب

ابراہیم خان (۸) جناب ابو القاسم فضل الحق (۹) جناب فضل الرحمان (۱۰) جناب غیاث الدین پٹھان (۱۱) جناب حمید الحق چودھری (۱۲) جناب حسین شہید سہروردی (۱۳) پروفیسر اشتیاق حسین قریشی (۱۴) مرزا احمد حسن اصفہانی (۱۵) جناب لیاقت علی خان (۱۶) جناب حفیظ الدین احمد (۱۷) ڈاکٹر محمود حسین (۱۸) ڈاکٹر عبدالحمید ملک (۱۹) جناب مرتضیٰ رضا چودھری (۲۰) جناب محمد علی (۲۱) جناب محمد حبیب اللہ بہار (۲۲) جناب خواجہ ناظم الدین (۲۳) جناب نور احمد (۲۴) جناب نور الدین (۲۵) جناب سراج الاسلام (۲۶) مولانا شبیر احمد عثمانی (۲۷) خواجہ شہاب الدین (۲۸) بیگم شائستہ سہروردی اکرام اللہ (۲۹) جناب تمیز الدین خان۔

جنرل۔ (۳۰) عالی جناب جوگندر ناتھ منڈل (۳۱) جناب پریم ہری برما (۳۲) جناب دہرن درناتھ دتا (۳۳) جناب کرن شنکر رائے (۳۴) مسٹر راج کمار چکرورتی (۳۵) جناب سریش چندر چٹوپادھیا (۳۶) جناب پھوبندر کمار دتا (۳۷) جناب جتندر چندر مزدار (۳۸) جناب پرت چندر منڈل (۳۹) جناب دھنا جورائے (۴۰) جناب بھپندر نرائن سانیال (۴۱) جناب ہرندر کمار سور۔

ب۔ مغربی پنجاب کے نمائندے جن کا انتخاب گورنر جنرل کے اعلان مجریہ ۲۳ جون ۴۷ء کے مطابق ہوا ہے۔

(۱) میاں افتخار الدین (۲) چودھری نذیر احمد خان (۳) ملک محمد فیروز خان نون (۴) میاں ممتاز محمد خان دولتانہ (۵) شیخ کرامت علی (۶) ملک عمر حیات (۷) بیگم جہاں آرا شاہ نواز (۸) سردار شوکت حیات خاں (۹) عالی مرتبت سردار عبدالرب نشتر (۱۰) عالی مرتبت راجہ غضنفر علی خان (۱۱) قائد اعظم محمد علی جناحؒ (۱۲) خان افتخار حسین خان ممدوٹ۔

جنرل۔ (۱۳) لالہ اوتار نرائن گجرال (۱۴) لالہ بھیم سین سچر (۱۵) رائے بہادر گنگا سرن۔

سکھ۔ (۱۶) سردار کرتار سنگھ (۱۷) سردار اُجل سنگھ۔

ج۔ سندھ صوبہ سرحد اور برطانوی بلوچستان کے نمائندے جو موجودہ دستور ساز اسمبلی کیلئے منتخب ہوئے تھے۔

سندھ۔ مسلمان۔ (۱) عالی مرتبت پیرزادہ عبدالستار عبدالرحمان جے پی (۲) جناب محمد ہاشم گزدر جے پی (۳) عالی جناب خان بہادر محمد امین کھدرو۔

جنرل۔ (۴) جناب جے رام داس دولت رام۔

صوبہ سرحد۔ مسلمان (۱) خان عبدالغفار خان (۲) عالی مرتبت مولانا ابوالکلام آزاد (۳) خان سردار بہادر خان۔

برطانوی بلوچستان۔ سردار بہادر نواب محمد خان جوگیزئی۔

د۔ ضلع سلہٹ کے نمائندے جو ۲۳ جولائی ۱۹۴۷ء کے گورنر جنرل کے اعلان کے مطابق منتخب

ہوں گے۔

مسئلہ سرحد

۳۰ جولائی کو قائداعظمؒ نامزد گورنر جنرل پاکستان و صدر مسلم لیگ نے سرحد کے مسائل کے متعلق بیان دیتے ہوئے فرمایا۔

"سرحد کی رائے شماری کے نتیجے نے ظاہر کر دیا ہے کہ پٹھانوں کی ایک واضح اکثریت پاکستان ڈومینین حکومت میں شامل ہونے کی مؤید ہے۔ اس نتیجہ کو جو پہلے ہی سے معلوم تھا مسلم قوم نے بڑے اطمینان سے خوش آمدید کہا ہے۔ اب جبکہ ہر جگہ رائے شماری ہو چکی ہے۔ ہم پاکستان ڈومینین کی تعمیر کی طرف متوجہ ہو سکتے ہیں۔

سرحد کے پٹھانوں کے متعلق مجھے یقین ہے کہ ان کو پاکستان کے اندر اپنی معاشرتی' تہذیبی اور سیاسی میراثوں کو ترقی دینے کی پوری آزادی حاصل ہو گی۔ ان کو اسی قسم کی خود مختارانہ حکومت حاصل ہو گی جیسی کہ پاکستان کے کسی اور حصہ کو۔

قبائلی علاقوں کے باشندوں نے اپنے مسلمان بھائیوں کے اپنی قومی حکومت کے قیام کے مطالبہ کی جس طرح آزادانہ تائید کی۔ اس کا احسان مانتے ہوئے مجھے بے انتہا خوشی ہے میں ان کو پاکستان کی عارضی حکومت کی طرف سے اطمینان دلاتا ہوں کہ ہم ۱۵ اگست کے بعد بھی تمام معاہدوں' شرائط ناموں اور وظیفوں کو جاری رکھیں گے۔ تا آنکہ قبائل اور پاکستان کے نمائندے جمع ہو کر نئے انتظامات نہ کر لیں۔ پاکستان کی حکومت قبائلی علاقوں کی روایتی آزادی میں مداخلت کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی ہے۔ بر خلاف اس کے ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ ہماری اسلامی حکومت کو قبائل کی پوری ہمدردی اور تائید حاصل ہو گی۔

ہماری دلی خواہش اور جذبہ یہ ہے کہ ہم افغانستان سے، جو ہمارا قریب ترین ہمسایہ ہے اور دوسرے اسلامی ممالک سے زیادہ دوستانہ تعلقات رکھیں۔ جہاں ہم مستقبل قریب میں اپنے سیاسی اور تجارتی نمائندے مقرر کرنا چاہتے ہیں۔

آخر میں' میں صوبہ سرحد کے تمام مختلف عناصر اور قبائل سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ پرانے اختلافات اور جھگڑوں کو بھول جائیں اور ایک صحیح اسلامی جمہوری حکومت کے قیام میں حکومت پاکستان کے معاون ہوں۔"

ریاستوں کی آزادی

دوسرا بیان جو ریاستوں کے متعلق ہے حسب ذیل ہے۔

"مختلف حلقوں سے مجھ سے یہ سوال کیا گیا ہے کہ میں یہ بتاؤں کہ اقتدار اعلیٰ کے خاتمہ کے بعد

پاکستان کی نئی حکومت کا ریاستوں کے متعلق کیا طرز عمل ہو گا۔ میرا خیال ہے کہ میں صورت حال کو پہلے ہی واضح کر چکا ہوں ' قانونی حیثیت یہ ہے کہ برطانوی اختیار کے منتقل اور اقتدار اعلیٰ کے ختم ہوتے ہی تمام ریاستوں کو اپنی مکمل اور لامحدود آزادی پھر سے فوراً حاصل ہو جائے گی لہٰذا ان کو یہ آزادی ہے کہ وہ یا تو دونوں میں سے کسی ایک ڈومینین میں شامل ہوں یا آزاد رہیں۔

مسلم لیگ ہر ریاست کے اپنی قسمت کا خود ہی فیصلہ کرنے کا حق تسلیم کرتی ہے۔ وہ کسی ریاست کو کوئی خاص طریق کار اختیار کرنے پر مجبور کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی ہے۔

اگر کوئی ریاست پاکستان کی ڈومینین میں شامل ہونا یا اس سے معاہدہ یا شرائط نامہ کرنا چاہے گی تو آئندہ قائم ہونے والی پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کی مفاہمتی کمیٹی یا پاکستان کے نمائندے جیسا بھی موقع ہو گا۔ رابطہ اور اشتراک کی شرطوں کے لئے بڑی خوشی سے بات چیت کریں گے۔

فوجی کمانڈرز

۳۰ جولائی کو ایک سرکاری اطلاع نامہ شائع ہوا کہ ہندوستان اور پاکستان کی حکومتوں نے اپنی دفاعی اور حربی قوتوں کی رہنمائی کیلئے حسب ذیل افسروں کا تقرر کیا ہے یہ لوگ ۱۵ اگست کے بعد اپنے عہدوں کی ذمہ داری سنبھالیں گے۔

ہندوستان

بحری بیڑے کے کمانڈر کپتان جے آئی ایس ہال ہوں گے جن کو ریئر ایڈمرل کا عہدہ دیا جائے گا۔ برطانوی فوجوں کے کمانڈر لیفٹیننٹ جنرل سر راب لاک ہارٹ ہوں گے جن کو جنرل کا عہدہ ملے گا۔ ہوائی فوج کے کمانڈر ایئر مارشل سر تھامس ایمہرسٹ ہوں گے۔

پاکستان

بحری بیڑے کے کمانڈر کموڈور ڈبلیو جیفرڈ ہوں گے جن کو ریئر ایڈمرل بنا دیا جائیگا۔ بری افواج کے سربراہ لیفٹیننٹ جنرل سر فریک میسروی ہوں گے ہوائی فوج کے کمانڈر ایئر وائس مارشل پیری کین ہوں گے۔

یہ بھی اعلان کیا گیا ہے کہ تین ہندوستانی بریگیڈیئر میجر جنرل کے عہدوں پر سرفراز کئے جائیں گے۔ ان کے نام کے ایم کری آپا' محمد اکبر خان اور مہاراج شری راجندر سنگھ جی ہیں۔

بریگیڈیئر کری آپا ہندوستانی فوج کے جنرل سٹاف کے ڈپٹی چیف ہوں گے۔ بریگیڈیئر محمد اکبر خاں جو میرٹھ سب ایریا کے کمانڈر ہیں۔ سندھ کے علاقہ کو منتقل ہو جائیں گے اور بریگیڈیئر مہاراج سنگھ جی

ہندوستان کی نئی حکومت میں دہلی کے کمانڈر ہوں گے۔

ہندوستان اور پاکستان کے گورنر جنرل

۱۵ اگست سے لارڈ ماؤنٹ بیٹن ہندوستان ڈومینین اور مسٹر محمد علی جناح پاکستان ڈومینین کے گورنر جنرل ہوں گے۔ بادشاہ نے ان کے تقررات کی منظوری دے دی ہے۔

۳ اگست کی شب کو دفتر ہند سے گورنروں کے تقرر کے بارے میں ایک اعلان شائع ہوا جس میں بیان کیا گیا ہے کہ ۱۵ اگست کے بعد ہندوستانی ڈومینین کے ذیل کے صوبوں میں موجودہ گورنر ہی اپنے عہدوں پر فائز رہیں گے۔

(۱) جنرل سر آرچیبالڈ ایڈورڈ نائی (مدراس) (۲) کرنل سر ڈیریڈ جان کالوائل (بمبئی) (۳) سر محمد صالح اکبر حیدری (آسام)۔

باقی صوبوں میں ۱۵ اگست سے ذیل کے گورنر ہوں گے۔ ان کے تقررات کی منظوری بادشاہ نے دے دی ہے۔

ہندوستان ڈومینین

مغربی بنگال، مسٹر چکرورتی راجگوپال اچاریہ۔ مشرقی پنجاب، سر چندو لال مادھو لال ترویدی۔ صوبجات متوسط اور برار، مسٹر منگل داس پکراس۔ بہار، مسٹر جے رام داس دولت رام۔ اڑیسہ، ڈاکٹر کیلاش ناتھ کاٹجو۔

یوپی کے گورنر ڈاکٹر بی سی رائے ہوں گے۔ ڈاکٹر موصوف آجکل امریکہ میں ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ ڈاکٹر بی سی رائے کے واپس آنے تک مسز سروجنی نائیڈو یوپی کی گورنری کے فرائض انجام دیں گی۔

پاکستان ڈومینین

مغربی پنجاب، سر رابرٹ فرانس موڈی۔ سندھ، مسٹر غلام حسین ہدایت اللہ۔ شمال مغربی سرحدی صوبہ، سر جارج کننگھم۔

دہلی میں قائد اعظمؒ کا الوداعی پیغام

۷ اگست کو قائد اعظم محمد علی جناح ۱۲ بج کر ۴۵ منٹ پر اپنی بہن کے ساتھ کراچی کو روانہ ہو گئے۔

مسلم لیگ کے دفاتر بھی کراچی جا رہے ہیں۔

قائداعظمؒ نے روانگی کے وقت ایک جذباتی پیغام دیا۔ سب سے پہلے انہوں نے ان ہزاروں آدمیوں کا شکریہ ادا کیا جنہوں نے ان کے پاس پاکستان کے قیام پر مبارکباد کے پیغامات بھیجے۔ اور اظہار افسوس کیا۔ کہ سب کو وہ انفرادی طور پر جواب نہ دے سکے۔

اس کے بعد قائداعظمؒ نے کہا "میں دہلی کے باشندوں کو الوداع کہتا ہوں جن میں ہر فرقہ سے تعلق رکھنے والے میرے بہت سے دوست تھے۔ میں درخواست کرتا ہوں کہ اس تاریخی اور عظیم الشان شہر میں سب امن سے رہیں۔ ماضی کو دفن کر دینا چاہئے اور ہم کو ہندوستان و پاکستان دو آزاد ریاستوں کی طرح از سر نو کام شروع کر دینا چاہئے۔"

قائداعظمؒ کی روانگی کا وقت ظاہر نہیں کیا گیا تھا اور وائسرائے کا طیارہ جس میں وہ سفر کر رہے تھے' مقررہ وقت سے سوا گھنٹہ پہلے ہی روانہ ہو گیا۔ ان کے ساتھ مس فاطمہ جناحؒ کے علاوہ ان کے دو اے ڈی سی لیفٹیننٹ حسن اور لیفٹیننٹ وایداری بھی تھے۔

ہوائی اڈے پر ان کو رخصت کرنے کیلئے جو لوگ آئے تھے ان میں وائسرائے کے فوجی سیکرٹری کرنل کوری اور ایرانی سفیر بھی تھے۔ بنگلہ سے روانگی سے پہلے قائداعظمؒ کے پاس بہت سے لوگ ملاقات کرنے کو آئے۔ جن میں دھولپور اور میتھر کے والیان ریاست بھی تھے۔

سندھ کی حکومت نے آج قائداعظمؒ کی آمد پر تعطیل کا اعلان کیا ہے۔

قائداعظمؒ کا کراچی میں تاریخی جلوس

۷ اگست کو قائداعظم محمد علی جناحؒ صدر آل انڈیا مسلم لیگ و گورنر جنرل پاکستان پون بجے دن کو وائسرائے کے خاص ڈکوٹا ہوائی جہاز میں دہلی سے روانہ ہوئے اور ساڑھے ۵ بجے کراچی کے ہوائی اڈے پر پہنچ گئے۔ ان کا ایسا عظیم الشان اور پر جوش استقبال ہوا کہ ایسا استقبال آج تک شاید ہی کسی کا ہوا ہو۔ مسلم لیگ کے اجلاس کراچی کے وقت قائداعظمؒ کا جو جلوس نکلا تھا اور کراچی پہنچنے پر جو استقبال ہوا تھا اب تک کراچی کی تاریخ میں اس کی مثال نہ تھی لیکن آج کے استقبال نے تمام پچھلے ریکارڈ مات کر دیئے ہیں۔

ہوائی اڈے کے دروازوں پر پولیس کا سخت پہرہ تھا تاکہ لوگ جو ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں جمع تھے۔ ہوائی اڈے کے اندر نہ آسکیں۔ لیکن قائداعظمؒ کا جہاز اترتے ہی لوگوں نے ایسے زبردست ریلے کئے کہ پولیس کے کئی حلقے اور مسلم لیگ کے رضاکاروں کی صفیں ٹوٹ گئیں اور لوگ ہوائی اڈے کے اندر داخل ہوئے اور قائداعظمؒ کو دیکھنے میں کامیاب ہو گئے۔

جب ہوائی اڈے پر استقبال ہو چکا اور قائداعظمؒ کی موٹر گورنمنٹ ہاؤس کی طرف روانہ ہوئی تو اس

کے پیچھے بلا مبالغہ ایک ہزار کے قریب موٹریں تھیں جن میں کاریں بھی تھیں' لاریاں بھی اور ٹرک بھی۔ ان کو خوب سجایا گیا تھا اور یہ آدمیوں سے بھری ہوئی تھیں' راستوں کو بھی سجایا گیا تھا۔ یہ جلوس کم سے کم تین میل لمبا تھا اور اس نے پندرہ میل کا راستہ ہوائی اڈے سے گورنمنٹ ہاؤس تک طے کیا۔ تمام راستے میں دونوں طرف بے حساب لوگ جمع تھے اور پر جوش نعرے لگا رہے تھے۔ مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلموں نے بھی استقبال اور جلوس میں حصہ لیا۔

قائداعظمؒ جو ریشمی شیروانی پہنے ہوئے تھے سب سے پہلے ہوائی جہاز سے اترے۔ ان کے بعد ان کی بہن اتریں۔ مجمع جو مسلم لیگ کے بڑے بڑے جھنڈے لے کر آیا تھا بے تحاشا نعرے لگا رہا تھا اور چڑھتے ہوئے سمندر کی طرح موجیں مار رہا تھا۔ پاکستان کے ہونے والے وزیر اعظم لیاقت علی خانؒ نے سب سے پہلے قائداعظمؒ کو خوش آمدید کہا۔ اس کے بعد غلام حسین ہدایت اللہ صاحب گورنر سندھ نے قائداعظمؒ کا سندھ کے تمام وزیروں اور بڑے بڑے افسروں سے تعارف کرایا جن سے قائداعظمؒ نے مصافحہ کیا۔ پاکستان کی عارضی حکومت کے اراکین میں سے سردار عبدالرب نشتر' غضنفر علی خان اور مسٹر منڈل بھی استقبال کرنے کیلئے موجود تھے۔

سندھ کے علاقے کی پاکستانی فوجوں کے کمانڈر میجر جنرل اکبر خاں' پاکستان کے ملٹری سیکرٹری کرنل برائن اور دوسرے بہت سے فوجی' بحری اور ہوائی افسروں نے بھی استقبال میں حصہ لیا۔

کراچی کے باشندوں کی طرف سے کراچی کے میئر محمد احسن صاحب نے قائداعظمؒ کو خوش آمدید کہا اور گل پاشی کی۔ شہری کمیٹی اور اقلیتی ایسوسی ایشن کے نمائندوں نے بھی اپنے گورنر جنرل کو خوش آمدید کہا مصافحہ کیا اور ہار پہنائے۔

جب یہ مراسم ادا ہو چکے تو قائداعظمؒ انسانوں کے اس بے پایاں سمندر کی طرف متوجہ ہوئے جو ہوائی اڈے کے گرد اور قریب جمع تھے اور پر جوش نعرے لگا کر قائداعظمؒ کو قریب سے دیکھنے کا تقاضا کر رہا تھا۔ قائداعظمؒ نے تکان کے باوجود ان کا دل رکھنے کیلئے ہوائی اڈے میں دور دور چکر لگایا اور ان کو سلام کیا۔ اس کارروائی میں پون گھنٹہ کے قریب صرف ہوا اس کے بعد جلوس روانہ ہوا۔

قائداعظمؒ کی موٹر کے آگے چند پولیس اور فوج کی گاڑیاں تھیں جن میں سے کچھ میں بڑے بڑے شہری سوار تھے۔ ۔ کچھ میں سندھ کے وزیر اور پاکستان کی مرکزی حکومت کے وزیر' ان کے بعد عام لوگوں اور مخصوص جماعتوں کے نمائندوں کی ہر قسم کی اور سجی ہوئی موٹریں تھیں۔ جن میں بیٹھنے والے بڑے بڑے جھنڈے لئے ہوئے تھے اور پر زور نعرے لگا رہے تھے۔ اڈے سے گورنمنٹ ہاؤس تک ۱۵ میل کا فاصلہ طے کرنا تھا۔

قائداعظمؒ کا جلوس جب ساحلی سڑکوں پر سے گزرا تو لوگوں نے دیکھا کہ کیماڑی کی بندرگاہ میں کھڑے ہوئے تجارتی اور جنگی جہاز بھی رنگ برنگ کا لباس پہنے ہوئے ہیں اور ان پر بھی لیگ کے جھنڈے لہرا

رہے ہیں۔ سمندر میں بہت سی کشتیاں بھی خوب سجا کر چلائی جا رہی تھیں۔
جب یہ جلوس گورنمنٹ ہاؤس پہنچا تو سب سے پہلے سرخ لباس پہنے ہوئے دو چوبدار جن کے ہاتھوں میں چاندی کے عصا تھے قائد اعظمؒ کے دائیں بائیں ہو گئے اور قائد اعظمؒ نے محل کے سامنے کے سبزہ زار میں بلوچ رجمنٹ کے دستے سے سلامی لی' اس کے بعد وہ محل میں داخل ہوئے تو وہاں کے منتظم اعلیٰ نے محل کے تمام کارکنوں کو قائد اعظمؒ کی خدمت میں پیش کیا اور انہوں نے اپنے معزز و محترم مہمان کو خوش آمدید کہا۔ اس طرح یہ عظیم الشان اور یادگار مظاہرہ اختتام کو پہنچا۔

پاکستانی ہندو مہاسبھا

۷ اگست کی رات کو پاکستان ہندو مہاسبھا کی عبوری کمیٹی نے جلسہ منعقد کیا جس میں منظور کردہ ریزو لیوشن کے ذریعہ ریاست پاکستان کے لیڈروں سے اپیل کی کہ وہ پاکستانی قومی جھنڈے سے وفاداری کا اظہار کریں اور ۱۵ اگست کے دن سے اپنے مکانوں اور دفتروں کی عمارتوں پر لہرائیں۔ یہ جلسہ مہاسبھا کے صدر مسٹر پریم چند بھاشن کی صدارت میں منعقد ہوا۔
کمیٹی نے نہایت خلوص کے ساتھ اس امر پر پسندیدگی اور اطمینان کا اظہار کیا کہ پاکستان اقلیتوں کی خواہش کے ماتحت پاکستان کے قومی جھنڈے میں اقلیت کی ترجمانی کیلئے ایک مخصوص نشان کا اضافہ کیا گیا ہے۔
کمیٹی نے مغربی پنجاب کی مسلم لیگ اسمبلی پارٹی کے لیڈر کی حیثیت سے خان افتخار حسین خان ممدوٹ کو ہدیہ تبریک پیش کیا اور آپ کی قیادت پر کمیٹی نے اپنے اعتماد و بھروسہ کا اظہار کیا۔
کمیٹی نے ایک دوسرے منظور کردہ ریزولیوشن میں خواجہ ناظم الدین کو بھی مشرقی بنگال لیگ اسمبلی پارٹی کا لیڈر منتخب ہو جانے پر مبارکباد دی۔

پاکستان دستور ساز اسمبلی کا افتتاح

کراچی ۱۰ اگست کو دن کے دس بجے پاکستان دستور ساز اسمبلی کا افتتاح ہوا۔
مسٹر لیاقت علی خان نے تجویز پیش کی کہ مسٹر جوگندر ناتھ منڈل عارضی طور سے صدر چنے جائیں۔
خواجہ ناظم الدین نے اس تجویز کی تائید کی۔ اس پر ایوان کے ہر حصہ سے تالیاں بجائی گئیں اور مسٹر منڈل کرسی صدارت پر جا بیٹھے۔
پاکستان دستور ساز اسمبلی کا افتتاح بڑی سادگی اور سنجیدگی کی فضا میں ہوا اور تمام کارروائی ایک پروقار اور سرکاری انداز سے عمل میں آئی۔ خود مسٹر جوگندر ناتھ منڈل کے الفاظ کے مطابق پاکستان آئین ساز اسمبلی کا افتتاح "ایک اہم ترین واقعہ ہے۔"

مسٹر منڈل خاص بنگالی وضع کے لباس میں تھے۔ وہ ایک کشمیری شال زیب تن کئے ہوئے تھے۔ آپ نے اقلیتوں کو ہدایت کہ "اقلیتوں کو چاہئے کہ وہ نئی ریاست کے وفادار رہیں اور امید ہے کہ مسلمان بھی ان کے ساتھ سخاوت اور دریا دلی کا ثبوت دیں گے"۔

مسٹر منڈل نے یہ امید ظاہر کی کہ "یہ دستور ساز اسمبلی پاکستان کیلئے ایک مثالی دستور وضع کرے گی"۔

پاکستان دستور ساز اسمبلی کے جلسہ کی کارروائی کے دوران میں فوٹو گرافروں نے تصویریں لیں اور جلسہ کی پوری کارروائی سرکاری انداز سے انجام پائی۔ کل ۲۷ ممبروں میں سے ۵۲ حاضر تھے اور انہوں نے رجسٹر پر دستخط کئے۔ قائداعظمؒ حسب معمول ریشم کی شیروانی اور ٹوپی زیب تن کئے ہوئے تھے اور انہوں نے سب سے پہلے دستخط کئے۔ ان کے استقبال میں دیر تک تالیاں بجتی رہیں۔ مسٹر کرن شنکر رائے اور لالہ بھیم سین سچر گاندھی ٹوپی پہنے پہلی قطار میں بیٹھے تھے دو سکھ اراکین غائب تھے۔

کل ایوان ۲۷ اراکین پر مشتمل ہے جس کی تفصیل یہ ہے۔ مشرقی بنگال سے ۳۱ مسلمان اور ۱۳ عام مغربی پنجاب سے بارہ مسلمان تین ہندو اور دو سکھ۔ سرحد اور سندھ سے تین تین ارکان (سندھ کیلئے ایک عام نشست بڑھا دی گئی ہے) سلہٹ سے تین اراکین اور ایک بلوچستان سے۔ کل ممبران میں مسلمانوں کی تعداد ۵۲ اور باقی ۱۸ ہندو اور دو سکھ ہیں۔

پریس گیلری ملکی اور بیرونی اخبارات کے نامہ نگاروں سے بھری ہوئی تھی۔

پاکستان آئین ساز اسمبلی کی صدارت کیلئے صرف قائداعظمؒ کا نام پیش ہوا ہے چنانچہ کل کے جلسہ میں قائداعظمؒ صدر چن لئے جائیں گے۔

مسٹر منڈل نے کرسی صدارت سنبھالنے کے بعد مختصر تقریر فرمائی۔ اور کہا۔

"پاکستان کی آئین ساز اسمبلی کا عارضی صدر بنا کر مجھے جو عزت بخشی گئی ہے میں تہ دل سے اس کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اب ہم اس اہم موقع پر پاکستان کے مختلف حصوں سے حاضر ہوئے ہیں تاکہ پاکستان کی آزاد اور خود مختار ریاست کیلئے آئین مرتب کریں۔ پاکستان کی آزاد اور خود مختار ریاست اپنے تمام شہریوں کی خوشحالی اور ترقی کی ضامن ہوگی۔ میرا ایمان ہے کہ پاکستان دنیا میں ایک مضبوط مالدار اور عظیم الشان ریاست ہوگی"۔

قائداعظمؒ کو مبارکباد دیتے ہوئے مسٹر منڈل نے کہا "میں اس بڑے اور اہم موقع پر قائداعظمؒ کی خدمت میں ہدیہ تبریک و تحسین پیش کرتا ہوں (تالیاں) وہ پاکستان کے بانی و معمار ہیں۔ مجھے پورا بھروسہ ہے کہ ان کی اعلیٰ قیادت تدبر اور لیاقت کے زیر سایہ پاکستان کے تمام باشندوں کو خوشحالی اور ترقی نصیب ہو گی۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ مسٹر جناح آج کی دنیا میں عظیم ترین مدبر اور عظیم ترین انسان ہیں"۔

مسٹر منڈل نے تقریر کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا "اقلیتی فرقہ کے اراکین میں سے صدر کا انتخاب ریاست کے لئے ایک عمدہ شگون ہے۔ اقلیتوں یعنی مسلمانوں کے بار بار اصرار اور پرزور مطالبہ کے باعث

پاکستان وجود میں آیا ہے۔ میں یہ نکتہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ نہ صرف پاکستان اور ہندوستان بلکہ تمام دنیا کے باشندوں کی نظریں پاکستان آئین ساز مجلس پر جمی ہوئی ہیں۔ مسلمان اپنے لئے بنیادی مراعات اور ایک علیحدہ ریاست پاکستان کے طالب تھے۔ اب دنیا دیکھنا چاہتی ہے کہ مسلمان اقلیتی فرقے کے ساتھ دریا دلی سے پیش آتے ہیں یا نہیں۔ مسلم لیگ کے لیڈروں اور خاص طور سے قائد اعظمؒ نے اقلیتوں کو یقین دلایا ہے کہ پاکستان کی اقلیتوں کے ساتھ نہ صرف عدل وانصاف بلکہ پوری دریا دلی اور سخاوت کے ساتھ سلوک کیا جائیگا۔ پاکستان کی اقلیتوں کو اسی طرح یقین دلانے کی ضرورت بھی ہے"۔

ایوان کے اراکین کی ذمہ داریوں اور فرائض پر روشنی ڈالتے ہوئے مسٹر منڈل نے کہا "اراکین کو اپنے حقوق اور مراعات سے آگاہ ہونا چاہئے لیکن اس کے ساتھ ان کو اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کا خیال بھی کرنا چاہئے۔ ریاست اقلیتوں کے تحفظ اور سلامتی دینے کا وعدہ کرتی ہے۔ اسی طرح اقلیتوں کو بھی لازم ہے کہ وہ ذمہ داری کے ساتھ کام کریں اور اپنی ریاست کے مطیع وفرمانبردار رہیں"۔

مسٹر منڈل نے خیال پیش کیا کہ "دستور ساز اسمبلی ایک خود مختار ادارہ ہے اور اس کو ریاست کے تمام اختیارات حاصل ہیں۔ اگرچہ مرکزی اسمبلی کے قیام تک اسمبلی کا دوسرا کام آئین وضع کرنا ہوگا تاہم اس کا اصلی کام یہی ہے کہ پاکستان کیلئے ایک آئین مرتب کرے۔ مجھے امید ہے کہ پاکستان کے مختلف حصوں اور فرقوں کے جو نمائندے تشریف لائے ہیں وہ پاکستان کیلئے ایک ایسا دستور مرتب کریں گے جو واقعی ایک نمونہ کا دستور ہوگا"۔

مسٹر منڈل نے اراکین سے اپیل کی کہ "تعصب اور نفرت کو دل سے نکال دیجئے۔ اس کو مت دیکھئے کہ فلاں جگہ کیا ہو رہا ہے بلکہ بھلائی کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے کام کی ابتدا کیجئے"۔

مسٹر منڈل نے آخر میں کہا "ہماری کوشش یہ ہونی چاہئے کہ ایک ایسا آئین بنائیں جو دنیا کا بہترین آئین ہو۔ مجھے یہ یقین ہے کہ ہم ضرور ایسا دستور مرتب کرلیں گے"۔

مسٹر منڈل کی اختتامی تقریر کے بعد دستور ساز اسمبلی کے سیکرٹری مسٹر بشیر احمد (ایم بی احمد) نے اعلان کیا کہ اراکین باری باری تشریف لائیں اور اپنے کاغذات رکنیت پیش کریں اور دستخط فرمائیں۔ اس اعلان پر سب سے پہلے قائد اعظمؒ اپنی کرسی سے اٹھے جو حسب معمول ریشم کی شیروانی اور ٹوپی پہنے ہوئے تھے۔ ایوان تالیوں سے گونج اٹھا اور تمام فوٹو کھینچنے والوں نے تصویریں لینا شروع کردیں۔

دستخط کرنے کے بعد بڑی آہستگی کے ساتھ قائد اعظمؒ اوپر گئے اور انہوں نے صدر جلسہ سے ہاتھ ملایا۔ اس کے بعد قائد اعظمؒ نے دوسرے نمبر پر دستخط کئے۔ اس کے بعد مشرقی بنگال کے اراکین نام حروف تہجی کے اعتبار سے باری باری پکارے گئے۔ جب مسٹر کرن شنکر رائے نے دستخط کئے تو اس وقت بھی ہال تالیوں سے گونجا۔ بیگم شاہنواز کے کاغذات پیش کرتے وقت بھی تالیاں بجیں اور ۱۶۱ میں سے ۵۲ اراکین نے آج دستخط کئے۔

قائداعظمؒ صدر دستور ساز اسمبلی اور ان کا تاریخی صدارتی خطبہ

۱۰ اگست کو پاکستان اسمبلی کے افتتاحی اجلاس کا دوسرا جلسہ تھا جو دس بجے صبح شروع ہوا۔ جناب جوگندر ناتھ منڈل نے کرسی صدارت پر بیٹھنے کے تھوڑی دیر بعد ہی اٹھ کر اعلان کیا "چونکہ اسمبلی کی صدارت کیلئے قائداعظمؒ کا نام تجویز کیا گیا ہے اور کوئی دوسرا نام نہیں آیا ہے اس لئے قائداعظمؒ بلامقابلہ صدر منتخب ہو گئے ہیں اب میں ان کیلئے جگہ خالی کرتا ہوں۔" جناب منڈل کے اس اعلان کا نہایت پرجوش خیر مقدم کیا گیا اور لیاقت علی خان اور سردار عبدالرب نشتر فوراً اٹھ کر قائداعظمؒ کے پاس گئے اور صدارت کی کرسی پر رونق افروز ہونے کو کہا۔ قائداعظمؒ کرسی صدارت کی طرف چلے ان کے دائیں طرف لیاقت علی خاں تھے اور بائیں طرف سردار عبدالرب نشتر تھے۔ جب قائداعظمؒ شہ نشین پر پہنچے تو جناب منڈل کرسی سے اٹھ کھڑے ہوئے اور قائداعظمؒ سے کرسی پر بیٹھنے کی درخواست کی۔ قائداعظمؒ نے ان سے مصافحہ کیا اور تالیوں کی گونج میں کرسئ صدارت پر رونق افروز ہو گئے۔ اس کے بعد جلسہ کی کارروائی قائداعظمؒ کی صدارت میں شروع ہوئی۔

قائداعظمؒ کے صدارت کی کرسی پر رونق افروز ہونے کے بعد سب سے پہلی تقریر لیاقت علی خانؒ صاحب نے کی۔ انہوں نے کہا "قائداعظمؒ میرے لئے یہ بات بے انتہا باعث مسرت ہے کہ میں آپ کو پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کا صدر منتخب ہونے پر مبارکباد دے رہا ہوں۔ آپ کیلئے یہ کہنا بالکل درست ہے کہ آپ پاکستان کے معمار ہیں اور یہ ہماری بڑی خوش قسمتی ہے کہ اس اسمبلی کا ہمیں آپ جیسا صدر میسر آیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ آپ اپنی توجہ، لامحدود جوش، بے غرض خدمت اور غیر متزلزل عزم سے منزل مقصود کی طرف ہماری رہنمائی کریں گے۔ چونکہ مجھے گیارہ سال سے مسلسل آپ سے رفاقت کا فخر حاصل ہے اس لئے میں صداقت اور ایمانداری سے کہہ سکتا ہوں کہ پاکستان کی اس حکومت کا قیام اگر قطعی طور پر نہیں تو بڑی حد تک ضرور آپ کی خدمات کا نتیجہ ہے (تالیاں) واقعی یہ بات دنیا کی تاریخ میں بے مثال ہے کہ خونریزی اور خونین انقلاب سے گزرے بغیر ایک ایسی عظیم الشان ریاست قائم ہو رہی ہے۔ جو دنیا میں پانچویں نمبر کی ریاست ہے۔ یہ ہماری بڑی خوش قسمتی ہے کہ ہمیں پاکستان کی حکومت کا ڈھانچہ تیار کرتے وقت آپ کی رہنمائی اور امداد حاصل ہوگی۔

اس خود مختارانہ جماعت کا صدر منتخب ہونے کے بعد آپ کی دو حیثیتیں ہوں گی یعنی ایک تو آپ اسمبلی کے سربراہ ہوں گے اور دوسرے حکومت کے امیر۔ مجھے یقین ہے کہ اپنے بھاری فرائض کی ادائیگی میں آپ اس ایمانداری کو پوری طرح کام میں لائیں گے، جو آپ کی روح میں رچی ہوئی ہے۔ میں نے نہایت نازک مواقع پر بھی آپ کو جادۂ حق سے کتراتے ہوئے نہیں دیکھا اور مجھے یقین ہے کہ پاکستان کے مستقبل کے لئے یہ بات قابل اطمینان ہے کہ دنیا کی اس پانچویں نمبر کی حیرت انگیز حکومت کا سردار وہی شخص ہو گا جو اس کا معمار اور بانی ہے۔"

کانگریس پارٹی کے لیڈر جناب کرن شنکر رائے نے کہا "قائداعظمؒ میں آپ کو کانگریس پارٹی کی طرف سے پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کا صدر منتخب ہونے پر مبارکباد دیتا ہوں۔ آپ نے زندگی کے مختلف شعبوں میں زبردست کامیابیاں حاصل کی ہیں اور جب ہم آپ کی تمام کامیابیوں کا مقابلہ اس اعزاز سے کرتے ہیں جو اسمبلی نے آپ کو دیا ہے تو ہمیں آپ کے مقابلہ میں یہ اعزاز بہت چھوٹا معلوم ہوتا ہے مگر میں اس بات پر آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے اس ایوان کی صدارت قبول کر لی۔ یہ بہت اچھا فیصلہ ہے۔ پاکستان کا خواب آپ نے ہی دیکھا تھا اور جب یہ خواب سچا ثابت ہو چکا ہے۔ یہ بالکل مناسب ہے کہ پاکستان کی تعمیر آپ ہی کے ہاتھوں ہوں۔ لیکن اقلیتوں کا مسئلہ بھی کافی اہم مسئلہ ہے اگر پاکستان کا مطلب ایک مشترکہ جمہوری حکومت ہے۔ ایسی حکومت جس میں بسنے والوں کے درمیان تمیز نہیں کی جائیگی جس میں ذات پات، عقیدہ یا فرقہ کو وجہ امتیاز نہیں بنایا جائیگا تو میں آپ کو یقین دلا سکتا ہوں کہ آپ کو ہمارا گہرا تعاون حاصل رہے گا (تالیاں)۔

میں یہ بات بھی صاف طور پر کہہ دینا چاہتا ہوں کہ جناب ہم بہت خوش نہیں ہیں۔ ہم ہندوستان کی تقسیم کی وجہ سے ناخوش ہیں۔ ہم اس وجہ سے ناخوش ہیں کہ بنگال اور پنجاب تقسیم ہو گئے لیکن چونکہ اس انتظام کو بڑی جماعتوں نے قبول کر لیا ہے اس لئے ہم بھی اس کو وفاداری سے منظور کرتے ہیں (تالیاں) وفاداری سے اس پر عمل کریں گے (تالیاں) ہم تمام متعلقات کے ساتھ پاکستان کی رعایا بننا منظور کرتے ہیں۔

ایک قوم کی پیدائش کی وجہ سے جو دشواریاں اور خطرات پیدا ہوں گے ہم ان کا بھی مقابلہ کریں گے کیونکہ ہمیں امید ہے کہ ہم اس حکومت میں جو خوشی اور خوشحالی قائم کریں گے اس میں سے ہمیں بھی حصہ ملے گا اس کے بدلہ میں ہم یہ چاہتے ہیں کہ اقلیتوں کے حقوق اور مراعات کو نئے دستور میں محفوظ کر دیا جائے۔ صرف ان کو داخلِ آئین ہی نہیں کیا جائے بلکہ روزمرہ کے کاروبارِ حکومت میں ان پر عمل بھی کیا جائے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہماری طرف سے اعتماد اور تعاون میں کوئی کوتاہی نہیں پائی جائے گی۔ آپ ہندوستان کے بہت بڑے لیڈر ہیں اب وہ وقت آیا ہے کہ آپ کو ایک ملک کا رہنما بننا ہے جس میں صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ ہندو اور دوسرے فرقے بھی ہیں۔ جب تاریخ لکھی جائے گی تو اس وقت صرف یہی ذکر نہیں ہو گا کہ آپ ایک بڑے فرقے کے لیڈر تھے، بلکہ یہ بھی ذکر ہو کہ آپ پاکستان کی حکومت کے بڑے لیڈر ہوں۔"

جناب محمد ایوب کھوڑو نے جو سندھ کے وزیراعظم ہوں گے۔ قائداعظمؒ کو مبارکباد دیتے ہوئے کہا "آپ جیسا عظیم المرتبت لیڈر اسلامی دنیا میں آج تک دوسرا نہیں ہوا۔ یہ صرف آپ کی محنت اور پرخلوص کوشش ہی کا نتیجہ ہے کہ مسلمانوں کا ایک خواب ٹھوس حقیقت بن گیا۔

مجھے یاد ہے کہ جب ۱۹۴۰ء میں مسلم لیگ کا لاہور میں ریزولیوشن منظور ہوا تھا تو بہت سے لوگ یہ کہتے تھے کہ یہ ایسا خواب ہے جس کی تعبیر کبھی نمودار نہ ہوگی لیکن آج یہ حقیقت ہمارے سامنے ہے کہ چھ سات سال کے اندر بغیر کسی خونریز جنگ اور بغیر کسی بڑی قربانی کے مسلمان پاکستان حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے' یہ نتیجہ ہے صرف قائداعظمؒ کے تدبّر اور بے مثال معاملہ فہمی کا۔

مجھے یقین ہے کہ قائداعظمؒ کی رہنمائی میں پاکستان کی دستور ساز اسمبلی ایسا دستور حکومت بنائے گی جس کی بہت سے لوگ تقلید کریں گے۔"

جناب جوگندر ناتھ منڈل نے کہا "میں سب سے بڑی مگر سب سے زیادہ تباہ کردہ اور روندی ہوئی اقلیت کی طرف سے جو اقتصادی ' معاشرتی اور سیاسی طور پر بہت پس ماندہ ہے آپ کو اس اسمبلی کا صدر منتخب ہونے پر مبارکباد دیتا ہوں۔

میں یہ بات جانتا ہوں کہ مجھ میں اتنی قوت نہیں ہے کہ میں ان کو اقتصادی اور معاشرتی طور پر بام عروج پر پہنچا سکوں۔ آپ کو یہ بات زیر غور رکھنی پڑے گی کہ اکثر حالات میں اس ایوان کے اندر ان کی طرف سے میں ہی آواز بلند کروں گا۔ مجھے اس کمزوری کا بھی اعتراف ہے کہ میں صحیح معنوں میں اور پوری قوت کے ساتھ ان کی وکالت نہیں کر سکتا ہوں۔ مگر مجھے امید ہے کہ آپ کی فیاضی اور ایوان کی ہمدردی میری آواز کی کمزوری کے باوجود اچھوتوں سے انصاف کرنے میں کوتاہی نہ کرے گی۔ میں آپ کو یقین دلا سکتا ہوں کہ اچھوت پاکستان کی حکومت کے سچے وفادار اور پر خلوص اطاعت شعار رہیں گے اور وہ آپ سے بھی وفادار رہیں گے کیونکہ آپ آٹھ کروڑ آدمیوں کی قوم کے سردار ہیں۔"

بیگم شاہنواز نے پاکستان کی عورتوں کی طرف سے قائداعظمؒ کا شکریہ ادا کیا اور کہا "پاکستان میں عورتیں اس سے زیادہ حقوق حاصل کرنا نہیں چاہتیں جو ان کو ان کے مذہب نے دیئے ہیں۔"

اس کے بعد قائداعظمؒ نے اپنی صدارتی تقریر کی جس کا سلسلہ چالیس منٹ تک جاری رہا۔ قائداعظمؒ بہت آہستہ مگر بہت مؤثر اور مستقل لہجہ میں تقریر کر رہے تھے معلوم ہوتا تھا وہ جو کچھ کہہ رہے ہیں اپنے دل و دماغ کا پورا جائزہ لے کر کہہ رہے ہیں اور اس میں جذباتیت بالکل نہیں ' صرف ٹھوس معنی اور عزم و نیت ہی ہے۔

قائداعظمؒ نے کہا "ایوان نے مجھے خود مختار اسمبلی کا پہلا صدر منتخب کر کے جو عزت بخشی ہے اس کا میں خلوص کے ساتھ شکر گزار ہوں اور میں ان لیڈروں کا بھی شکر گزار ہوں جنہوں نے میری خدمات کو سراہا ہے اور میری ذات کا ذکر کیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ کی امداد اور تعاون سے ہم اس دستور ساز اسمبلی کو دنیا کیلئے ایک نمونہ بنا دیں گے۔ اس اسمبلی کو دو اہم کام کرنے ہیں پہلا کام جو نہایت اہم اور ذمہ دارانہ ہے وہ پاکستان کا آئندہ نظام حکومت تیار کرنا ہے اس کا دوسرا فرض پاکستان کی آزاد و مختار وفاقی مجلس قانون ساز کی حیثیت سے کام کرنا ہے۔ ہم کو پاکستان کی وفاقی مجلس قانون ساز کا عارضی نظام حکومت

مرتب کرنے میں بہترین صلاحیتوں کو کام میں لانا چاہئے۔ صرف ہم ہی نہیں بلکہ تمام دنیا اس بے نظیر طوفانی انقلاب پر حیران ہے جس کے نتیجہ میں اس براعظم میں دو آزاد اور خود مختار ڈومینین حکومتیں قائم ہو رہی ہیں۔ اس عظیم الشان براعظم کو جس میں قسم قسم کے لوگ آباد ہیں۔ ایک پلان کے ماتحت کر دیا گیا ہے جو بہت لوچدار اور بے مثال ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ ہم کو پرامن طریقہ سے حاصل ہوا ہے۔ اس اسمبلی کے پہلے کام کے متعلق میں اس وقت کوئی سوچی سمجھی رائے نہیں دے سکتا۔ مگر میں ایک یادو باتیں کہہ سکتا ہوں میں اس بات پر زور دینا چاہتا ہوں کہ آپ اب ایک خود مختار قانون ساز جماعت ہیں اس طرح آپ پر فیصلہ کرنے کے سلسلہ میں بڑی ذمہ داری عائد ہو گی۔ حکومت کا پہلا فرض امن و نظم قائم رکھنا ہے تاکہ حکومت ہر قیمت پر لوگوں کے جان و مال اور مذہبی عقائد کا مکمل تحفظ کر سکے۔ (تالیاں)۔

"اس وقت ہندوستان پر جو بڑی لعنتیں مسلّط ہیں ان میں رشوت خوری اور بے ایمانی بھی شامل ہیں۔ ہمیں ان کو فولادی پنجہ سے ختم کر دینا ہے اور مجھے امید ہے کہ آپ اس اسمبلی میں بہت جلد ایسے کافی فیصلے کریں گے جن کے ذریعہ ان لعنتوں کو جلد از جلد ختم کر دیا جائے۔ یہ واقعی ایک زہر ہے۔

چور بازاری اور نفع خوری بھی ایسی لعنتیں ہیں جو عوام کیلئے سخت مصیبت کا باعث بنتی ہیں اور جن سے حکومت کا کام مشکل ہوتا ہے آپ کو اس بھوت سے بھی جنگ کرنا ہے جو اس زمانہ میں جبکہ ہماری حالت خستہ ہے ہمارے پاس سامان خوراک اور ضروری اشیاء کی کمی ہے۔ یہ چیزیں معاشرتی جرم ہیں۔ چور بازار والوں کو شدید ترین سزا ملنی چاہئے کیونکہ اس سے کنٹرول کا سارا انظام اور سامان خوراک کی تقسیم درہم برہم ہو جاتی ہے۔ دوسری چیز جو میری روح کو تکلیف پہنچاتی ہے۔ بے ایمانی اور رشوت خوری ہے اور میں اس بات کو صاف کر دینا چاہتا ہوں کہ میں کسی قسم کی رشوت خوری اور بے ایمانی کو برداشت نہیں کر سکتا۔ نہ کسی اثر کو قبول کروں گا جو براہ راست یا گھما پھرا کر مجھ پر ڈالا جائے"

اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے قائداعظمؒ نے پاکستان کی حکومت کی بنیادی پالیسی کا ذکر کیا اور کہا "مجھے معلوم ہے کہ ایسے لوگ موجود ہیں جو ہندوستان کی تقسیم سے متفق نہیں ہیں۔ نہ بنگال اور پنجاب کی تقسیم سے لیکن اب اس کو جبکہ قبول کر لیا گیا ہے تو ہم میں سے ہر ایک کا فرض ہے کہ ہم وفاداری سے اس پر قائم رہیں اور اس معاہدہ کے مطابق عمل کریں جس پر عمل کرنا سب کیلئے لازمی اور ضروری ہے۔

میں ان جذبات سے بھی واقف ہوں جو دونوں فرقوں میں پائے جاتے ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ کیا جو کچھ ہوا ہے اس کے سوائے کوئی اور صورت ممکن یا قابل عمل تھی؟ تقسیم تو ہو کر ہی رہتی۔

ہندوستان اور پاکستان میں دونوں طرف ایسے لوگ ہو سکتے ہیں جو اس سے متفق نہ ہوں جو اس کو پسند نہ کرتے ہوں مگر میرے خیال میں کوئی اور حل ہی نہ تھا۔ مجھے یقین ہے کہ جب تاریخ اپنا فیصلہ دے گی تو وہ حقائق کی بناء پر یہی ہو گا کہ ہندوستان کے آئینی مسئلہ کا واحد حل یہی تھا۔ متحدہ ہندوستان کا تصور کبھی چل ہی نہیں سکتا تھا اور میرے خیال میں اس کا انجام تباہ کن ہوتا لیکن اس تقسیم سے اقلیتوں کا سوال خارج

نہیں کیا جا سکتا ۔ چاہے وہ ایک حکومت کی اقلیتیں ہوں یا دوسری حکومت کی ۔

پاکستان میں تمام اقلیتوں کو مساوی حقوق حاصل ہوں گے ان کو جائز حد تک زیادہ سے زیادہ آزادی دی جائیگی اگر ہمیں پاکستان کی اس عظیم الشان ریاست کو خوش اور خوشحال بنانا ہے تو ہمیں اپنی تمام اور قطعی توجہ لوگوں کی فلاح و بہبود کی طرف لگا دینی چاہئے خصوصاً عوام اور غریبوں کی طرف ۔

میں پاکستان کی اقلیتوں سے بھی کہہ دینا چاہتا ہوں کہ اگر تم نے تعاون کے جذبہ سے کام لیا ۔ ماضی کو بھلا دیا اور جھگڑوں کو بھلا دیا اور جھگڑوں کو دفن کر دیا تو میں کہہ سکتا ہوں کہ تم میں سے ہر ایک چاہے تمہارا تعلق کسی بھی فرقے سے ہو چاہے تمہارا رنگ ' ذات اور عقیدہ کچھ بھی ہو ۔ اول بھی اس ریاست کا باشندہ ہو گا دوئم بھی اور آخر میں بھی تمہارے حقوق ' مراعات اور ذمہ داریاں برابر ہوں گی ۔

اگر آپ نے تعاون و اشتراک کے جذبہ سے کام شروع کیا تو تھوڑے ہی دنوں میں اکثریت اور اقلیت صوبہ واریت اور فرقہ بندی کی بندشیں ٹوٹ جائیں گی ' فنا ہو جائیں گی ' ہندوستان کی آزادی کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹیں یہی تھیں اگر یہ نہ ہوتیں تو ہم بہت پہلے آزاد ہو گئے ہوتے ۔ اگر یہ مجبوریاں نہ ہوتیں تو کوئی بھی چالیس کروڑ آدمیوں کی قوم کو زیادہ دن تک غلام نہیں رکھ سکتا تھا ۔

حکومت پاکستان میں تم کو اپنے مندروں اور پرستش گاہوں میں جانے کی آزادی ہے ۔ آپ کسی بھی مذہب کے مقلد ہوں یا آپ کی ذات اور عقیدہ کچھ بھی ہو ۔ اس سے پاکستان کی حکومت کو کوئی تعلق نہیں ہے ۔

یورپ خود کو مہذب کہتا ہے لیکن وہاں پروٹسٹنٹ اور رومن کیتھولک خوب لڑتے رہے ۔ آج بھی بعض ریاستوں میں وہاں مذہبی تمیزیں موجود ہیں ۔ مگر ہماری ریاست کسی تمیز کے بغیر قائم ہو رہی ہے ۔ ایک فرقے یا دوسرے فرقے میں کوئی تمیز نہ ہو گی ' نہ ذات اور عقیدوں کی تمیزیں ہوں گی ۔ ہم اس بنیادی اصول کے ماتحت کام شروع کر رہے ہیں کہ ہم ایک ریاست کے باشندے اور مساوی باشندے ہیں (پرجوش تالیاں)۔ ہمیں اس اصول کو اپنا مطمع نظر بنا لینا چاہئے اور پھر آپ دیکھیں گے کہ ہندو ہندو نہیں رہیں گے اور مسلمان مسلمان نہیں رہیں گے ۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ان کے مذہب مٹ جائیں گے کیونکہ مذہب کو ماننا ہر شخص کا ذاتی عقیدہ ہے ۔ میرا مطلب سیاسی تمیز سے ہے وہ سب ایک قوم کے افراد ہو جائیں گے ۔"

قائد اعظمؒ نے اپنی تقریر ختم کرتے ہوئے کہا " میں ہمیشہ انصاف اور رواداری کے اصولوں پر بغیر کسی تعصب یا نفرت کے عمل کروں گا اور مجھے امید ہے کہ آپ کے اشتراک و تعاون سے پاکستان دنیا کی ایک عظیم الشان ریاست ہو جائے گا " (پرجوش تالیاں)۔

اپنی تقریر ختم کرنے کے بعد قائد اعظمؒ نے امریکہ کے وزیر سیاست اور حکومت آسٹریلیا کے پیغامات پڑھ کر سنائے جن میں یہ امید ظاہر کی گئی ۔ کہ پاکستان کا دستور جمہوری طریقوں پر بنایا جائے گا اور

پاکستان عالمگیر امن کا علمبردار ہو گا۔

پاکستانی جھنڈا

اس کے بعد لیاقت علی خان صاحب نے پاکستان کے قومی جھنڈے کے متعلق تجویز پیش کی۔ تجویز میں کہا گیا ۔ کہ پاکستان کا جھنڈا مستطیل شکل کا گہرے سبز رنگ کا ہو گا جس کی لمبائی اور چوڑائی کا تناسب ۳ ۔ ۲ ہو گا۔ لکڑی کے قریب عرض میں ایک سفید پٹی ہو گی جو مجموعی جھنڈے کا چہارم ہو گی۔ جھنڈے کے سبز رنگ کے وسط میں ہلال کا نشان ہو گا اور اس کے سامنے پنج گوشہ ستارہ۔

جھنڈے کے دو نمونے کھول کر دکھانے اور ان کو صدر کی میز کے دونوں گوشوں سے لٹکا کر رکھ دینے کے بعد لیاقت علی خان نے ایک مختصر سی تقریر کی جس میں انہوں نے کہا کہ "یہ جھنڈا کسی ایک سیاسی جماعت یا فرقے کا جھنڈا نہیں ہے۔ یہ پاکستان کی قوم کا جھنڈا ہے اور اس حکومت کا جھنڈا ہے جو ۱۵ اگست کو عالم وجود میں آئے گی۔ جھنڈے کے کپڑے کی کوئی اہمیت نہیں۔ اہمیت ان قوموں کی ہے جن کی یہ جھنڈا ترجمانی کرتا ہے۔ میں یہ بات بلاخوف و تردید کہہ سکتا ہوں کہ یہ جھنڈا ان تمام لوگوں کی آزادی و مساوات کی شان ہیں جو پاکستان کے جھنڈے سے وفادار رہیں گے۔ یہ جھنڈا ہر شہری کے حقوق کی حفاظت کرے گا اور ریاست کے اتحاد کو قائم رکھے گا۔ مجھے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ جھنڈا دنیا کی تمام قوموں سے اپنی عزت کا لوہا منوالے گا۔

میں کہہ سکتا ہوں کہ پاکستان کی حکومت ایسی حکومت ہوگی جس میں نہ تو خاص مراعات ہوں گی نہ خاص حقوق، وہاں ہر شخص کو مساوی درجہ حاصل ہو گا اور مساوی مواقع ملیں گے۔"

لالہ سچر نے تجویز پیش کی کہ ایک کمیٹی مقرر کر دی جائے جو کل تک جھنڈے کے متعلق رپورٹ دیدے۔

انہوں نے لیاقت علی خان کے ظاہر کردہ جذبات کی تعریف کی، "مجھے امید ہے کہ مسٹر جناح کی قیادت میں یہ جذبات عملی جامہ پہن لیں گے مگر چونکہ جھنڈے کا معاملہ نہایت اہم ہے۔ اس لئے اگر اقلیتوں کی رائے بھی معلوم کر لی جائے تو اچھا ہو۔ مجھے یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ یہ مذہبی جھنڈا نہیں بلکہ تمام لوگوں کا جھنڈا ہے جو پاکستان میں رہتے ہیں۔ اس سے مجھے بڑا اطمینان حاصل ہوا ہے مگر میری خواہش ہے کہ جھنڈا تیار کرنے سے پہلے اقلیتوں کے نمائندوں سے بھی مشورہ کر لیا جاتا اور یہ کام اب بھی ہو سکتا ہے۔"

مسٹر دھرندر ناتھ دتا نے کہا کہ "موجودہ جھنڈا مسلم لیگ کے جھنڈے سے بہت مماثل ہے۔ کانگریس کے ترنگے جھنڈے کے رنگ فرقوں کی نمائندگی نہیں کرتے بلکہ قوم کی خصوصیات کو بتاتے ہیں، اس جھنڈے میں ایسا نہیں ہے۔"

لیاقت علی خانؒ نے اس بحث کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ "یہ نہ تو لیگ کا جھنڈا ہے نہ مذہبی مشورہ کے متعلق یہ ہے کہ ۱۵ اگست تک ہمیں اپنا جھنڈا غیر ملکوں میں پہنچا دینا ہے۔ اس وجہ سے اس کی منظوری میں تاخیر کرنا مناسب نہیں۔ اس کی تیاری میں اسمبلی کے مسلم ممبروں سے بھی مشورہ نہیں لیا گیا ہے۔ انہوں نے ترمیم واپس لیئے جانے کی درخواست کی۔ مگر اسے منظور نہ کیا گیا۔ اس پر صدر نے رائے لی تو اکثریت کی مخالفت سے ترمیم مسترد ہو گئی اور جھنڈا جوں کا توں رہا۔"

امریکہ اور پاکستان

۱۲ اگست کو صدر ٹرومین نے پاکستان کے قیام کے موقع پر پاکستان کے گورنر جنرل قائداعظم محمد علی جناحؒ کے نام ایک پیغام بھیجا۔ اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"اس مبارک موقع پر جبکہ دنیا کی مملکتوں میں پاکستانی ڈومینین کا نام شامل ہوا ہے۔ میں تمام امریکی عوام اور حکومت کی طرف سے آپ کو اور آپ کے وزیر اعظم لیاقت علی خان کو اور پاکستان کے عوام کو اپنی دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ پاکستان اور امریکہ ہمیشہ وفادار بنے رہیں گے اور امریکی عوام کی ہمیشہ یہ کوشش رہے گی کہ پاکستان کے عوام کی بہبودی ہوتی رہے۔ ہمیں امید ہے کہ آپ دنیا میں نئی مملکت کے تعمیری کام پر انسانیت کی فلاح کیلئے پوری نگاہ رکھیں گے۔"

وزیر اعظم انڈونیشیا کا پیغام

۱۲ اگست کو جمہوریہ انڈونیشیا کے وزیر اعظم ڈاکٹر امیر شریف الدین نے رات کو پنڈت نہرو اور قائد اعظمؒ کو نشری پیغامات بھیجے تھے جن میں ۱۵ اگست کی جشن آزادی میں اپنی مسرت کا اظہار کیا گیا ہے۔ جمہوریہ انڈونیشیا نے ہندوستان میں اپنی حکومت کے نمائندے کو ہدایت دی ہے کہ وہ اس جشن میں پوری طرح حصہ لیں۔

ڈاکٹر امیر شریف نے اپنے پیغام میں کہا "میں آپ دونوں لیڈروں کو دونوں مملکتوں کے قیام پر مبارکباد دیتا ہوں اور اس عظیم ترین دن میں آپ کی مسرتوں میں برابر کا شریک ہونا چاہتا ہوں۔"

ہوائی دستے

۱۲ اگست کو ایک سرکاری اعلان میں بتایا گیا۔ کہ ہندوستان اور پاکستان کے درمیان موجودہ رائل انڈین ایئر فورس کے دستوں کی تقسیم ہونا طے پایا گیا ہے۔

سات لڑنے والے ایک ٹرانسپورٹ کرنے والے ہوائی دستے ہندوستان کو اور ایک لڑاکا اور ایک

ٹرانسپورٹ کرنے والے ہوائی دستے پاکستان کو دیئے گئے ہیں۔ پاکستان کیلئے لڑاکا ہوائی فوج کاایک دستہ بہت جلد ہی پشاور میں قائم کیا جانے والا ہے۔ اس طرح سے پاکستان کے پاس بھی دو لڑاکا ہوائی دستے ہو جائیں گے۔

ہندوستانی ہوائی فوج کے اڈے پونا، کانپور اور آگرہ میں رہیں گے اور پاکستان کے ہوائی اڈے پشاور اور راولپنڈی میں رہیں گے۔

قائداعظمؒ کا ٹائٹل

۱۲ اگست کو پاکستان دستور ساز اسمبلی نے ۱۶ ممبروں کی ایک کمیٹی مقرر کی ۔ جو پاکستان کے باشندوں کے شہری حقوق اور اقلیتوں سے متعلق دوسرے امور پر مشورہ دے گی۔ صدر کو حق دیا گیا ۔ کہ وہ کمیٹی میں مزید ممبر بھی لے سکتے ہیں۔ جو اسمبلی کے ممبر نہ ہوں۔ اس تجویز کو لیاقت علی خاںؒ نے پیش کیا اور بغیر بحث کے منظور کر لی گئی۔ اسمبلی میں یہ تجویز بھی منظور ہو گئی کہ تمام سرکاری کاغذات، دستاویزات، مسودوں اور خط و کتابت میں جناح صاحب کو "قائداعظم محمد علی جناح گورنر جنرل پاکستان" لکھا جائے۔ اس کا سلسلہ ۱۵ اگست سے شروع ہو گا۔

وائسرائے کے اعزاز میں دعوت

۱۳ اگست کو قائداعظمؒ نے وائسرائے اور بیگم وائسرائے کی آمد کی خوشی میں سرکاری طور پر جو دعوت دی اس میں انہوں نے شاہ برطانیہ کی صحت و سلامتی کی تجویز پیش کرتے ہوئے کہا کہ "ہم برطانیہ اور اپنے ہمسایہ ملک ہندوستان سے دوستانہ تعلقات قائم رکھنے کی پوری کوشش کریں گے اور دنیا میں امن قائم رکھنے کیلئے جو کچھ کر سکتے ہیں کریں گے"

اس دعوت میں ایک ہزار کے قریب آدمی شریک تھے جن میں ہر طبقہ اور ہر خیال کے لوگ موجود تھے۔ وائسرائے آزادی سے ان مہمانوں کے درمیان گھومتے رہے جو گورنمنٹ ہاؤس کے پر فضا سبزہ زار میں تھے جسے نہایت خوبی سے سجایا گیا تھا۔ قائداعظمؒ نے اپنی تقریر میں کہا۔

"آج ہم تمام اختیارات کے حصول کے قریب کھڑے ہوئے ہیں اور مقررہ تاریخ پر ہندوستان اور پاکستان کی آزاد خود مختار حکومتیں قائم ہو جائیں گی جو ۱۵ اگست ہے۔ اس روز برطانیہ کا دولت مشترکہ کا اصول پورا ہو گا جس کے مطابق برطانیہ نے اپنی سلطنت کی تمام حصوں کو وقت آنے پر آزاد کرنے کا وعدہ کر رکھا ہے" سلطنت برطانیہ اور ہندوستان کے تعلق پر روشنی ڈالتے ہوئے قائداعظمؒ نے کہا "جب ملکہ وکٹوریہ نے ہندوستان کی حکومت سنبھالی تھی اس وقت ہندوستان سے یہی وعدہ ہوا تھا اور وہ آج پورا ہو رہا ہے۔ یہ بڑی اچھی بات ہے۔ اس عرصہ میں اگرچہ بہت کچھ جھگڑے اور صلح و صفائی ہوئی مگر اس میں کوئی

شبہ نہیں کہ ہندوستان میں انگریز اپنی بہت سی یادگاریں چھوڑ رہے ہیں۔ جن میں سب سے اہم اور بڑی یادگار عدالتی نظام ہے جو لوگوں کی آزادی کے تحفظ کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ شاہ جارج ششم کیلئے یہ بات باعث فخر ہونی چاہئے کہ ان کی پردادی نے جو وعدہ کیا تھا اسے پورا کرنے کا موقع انہیں قدرت نے دیا۔"

دولت مشترکہ کا ذکر کرتے ہوئے قائد اعظمؒ نے کہا "اس طریقہ حکومت کی بہتری کی وجہ سے پاکستان اور ہندوستان دونوں نے ڈومینین حکومت قبول کرنے کا فیصلہ کیا۔"

۲ جون کے بیان اور ۱۰ جولائی کے آزادئ ہند کے قانون کا تذکرہ کرتے ہوئے قائد اعظمؒ نے وائسرائے کو پرجوش خراج تحسین ادا کیا اور کہا کہ "آپ ہندوستان کے آخری وائسرائے ہیں لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ کا نام نہ صرف ہندوستان بلکہ دنیا کی تاریخ میں نمایاں جگہ پائے گا۔ آپ نے اپنا کام ایسی عمدگی سے کیا ہے۔"

آخر میں قائد اعظمؒ نے برطانیہ کے وزیر اعظم، حکومت برطانیہ اور برطانوی قوم کا شکریہ ادا کیا جنہوں نے ہندوستان کا مسئلہ حل کر دیا اور اس طرح حل کیا کہ ہندوستان میں پاکستان اور ہندوستان کے قیام کی شکل میں مستقل امن وامان کا سامان فراہم کر دیا۔"

حکومت پاکستان کا قیام — برطانیہ کے بادشاہ کا پیغام

کراچی۔ جمعرات۔ پاکستان دستور ساز اسمبلی میں لارڈ ماؤنٹ بیٹن آخری وائسرائے ہند نے ملک معظم کا فرستادہ حسب ذیل پیغام پڑھ کر سنایا۔ یہ پیغام قائد اعظمؒ کے نام تھا۔

"برطانیہ دولت مشترکہ اقوام میں عنقریب شامل ہونے والی پاکستان ڈومینین کے قیام کے مہتم بالشان موقعہ پر میں آپ کو مبارکباد کہتے ہوئے دل سے دعائیں دیتا ہوں۔ صرف باہمی مفاہمت کے ذریعہ آپ نے جس طرح آزادی حاصل کی ہے وہ ساری دنیا کے آزادی پسند عوام کیلئے ایک مثال ہے جس کے قائم کرنے والے آپ ہیں۔

میں یہ جانتا ہوں کہ دولت مشترکہ کے ہر حلقہ کی طرف سے میرے اس بیان کی توثیق ہوگی۔ جب میں یہ کہوں گا کہ جمہوری اصول کے بلند کرنے میں آپ کا یقیناً ساتھ دیں گے۔ مجھے یقین ہے کہ جو سیاست اور جذبہ تعاون اس تاریخی واقعہ کے وقوع کا باعث ہوا ہے اور جس کا جشن آپ منا رہے ہیں۔ آپ کے مستقبل کی خوشحالی کا ضامن ہے۔ آپ کے اور آپ کے لیڈروں کے سروں پر بڑی ذمہ داریوں کا بار ہے۔

اللہ العظیم کی برکات آپ کے مستقبل کی دشواریوں کو آسان کریں۔ یقین رکھئے کہ میں آپ کا ہمدرد ہوں۔ میں ہمیشہ انسانیت کی بہبود کیلئے آپ کے اقدامات کی قدر کروں گا اور ہر نئے اقدام کا منتظر رہوں گا۔"

وائسرائے کی تقریر

کراچی۔ جمعرات۔ شان و شکوہ کے بے مثال مناظر کے درمیان نئی ڈومینین یعنی پاکستان کے دارالسلطنت میں لارڈ لوئی ماؤنٹ بیٹن نے آج صبح پاکستان دستور ساز اسمبلی میں جو دنیا کے پانچویں درجہ پر سب سے بڑی حکومت ہے اور اپنی حدود میں سات کروڑ باشندوں کے نمائندے رکھتی ہے ارا کین دستور ساز کے سامنے آزادی کے حصول سے چودہ گھنٹہ قبل ایک تقریر کی۔

بیدار مغز انسانوں سے بھرے ہوئے ہال میں جہاں گیلری کی حدود بھی سیاست کی عظیم المرتبت شخصیتوں سے پُر تھیں۔ مہتمم بالشان شخصیتوں اور دنیا کے پریسوں کے نمائندوں کا ایک جم غفیر موجود تھا۔ لارڈ ماؤنٹ بیٹن امیر البحر کی وردی پہنے ہوئے جس کے سامان تزئین جگمگاتے ہوئے جنگی تمغات تھے۔دس منٹ تک باوقار لہجے میں تقریر کرتے رہے۔

قائداعظمؒ صدر دستور ساز اسمبلی نے وائسرائے کی رہنمائی کی۔اس تخت کی کرسی پر جو کرسی صدارت سے ملحق بچھا ہوا تھا۔ پہلی صف میں ہندوستان کے کمانڈر انچیف سر کلاڈ آکن لیک آنریبل پامیلا ماؤنٹ بیٹن اور بیگم لیاقت علی خان صف اول میں بیٹھی ہوئی تھیں اور وائسرائے کے تخت سے ملحق لیڈی ماؤنٹ بیٹن اور مس جناح تشریف فرما تھیں۔

وائسرائے نے فرمایا "خدا کرے پاکستان ہمیشہ مرفہ حال رہے اور اس کے باشندوں کو صحت و مسرت کے انعام نصیب ہوں۔ اس کی حدود میں امن و صلح کے علوم و فنون کا رواج عام ہو۔ اس کے تعلقات اس کے ہمسائیوں کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے دوستانہ ہوں۔"

قائداعظمؒ کی مدح و ستائش کرتے ہوئے انہوں نے کہا "ہمارے قریبی اور دوستانہ تعلقات سے جو باہمی اعتماد پیدا ہو گیا ہے اسے میں آئندہ کیلئے نیک فال سمجھتا ہوں اور آپ کے گورنر جنرل کو خلوص دل سے دعائے خیر دیتا ہوں۔"

آگے چل کر انہوں نے کہا "پاکستان کا عالم وجود میں آنا تاریخ کا ایک اہم واقعہ ہے۔ ہم جو اس کے قیام میں کوشاں ہیں خوش قسمتی سے ایک جگہ کر دیئے گئے تھے اس کا احساس ہمیں اس وقت ہوتا ہے جب ہم اخلاقی نقطہ نگاہ سے اس پر نظر دوڑاتے ہیں۔" ان کی تقریر کے دوران بالکل سناٹا رہا اور جب تقریر ختم ہوئی تو جیسے آواز کا طلسم ٹوٹا ہو۔ ایک بار ہال تالیوں سے گونج اٹھا۔

قائداعظمؒ کا جواباً اظہار اطمینان

ریشمی لانگ کوٹ زیب تن کئے ہوئے قائداعظمؒ شاہانہ شان سے ایستادہ ہوئے آپ نے نہایت باوقار لہجے میں برجستہ تقریر کی۔ صرف چند نکات ایک کاغذ پر رقم تھے۔ آپ نے فرمایا۔

"میں اپنی اور پاکستان دستور ساز اسمبلی کی طرف سے ملک معظم کا شکریہ ادا کرتا ہوں اس معزز پیغام کا جو

ازراہ عنایت خسروانہ انہوں نے ارسال فرمایا ہے۔

میں جانتا ہوں کہ مستقبل ذمہ داریاں لئے ہوئے آ رہا ہے میں ملک معظم کے جذبات کا احترام کرتا ہوں اور ہم ان کی ہمدردی و اعانت کی قدر کرتے ہوئے امید کرتے ہیں کہ آپ ملک معظم کی خدمت میں ہماری خوش اعتمادی، برطانوی قوم سے دوستی کے پیغامات ارسال فرما دیں گے۔ ہم ان کو برطانوی حکومت کا تاجور صدر سمجھتے ہیں اور سمجھتے رہیں گے۔ میں شکریہ ادا کرتا ہوں آپ کا کہ آپ نے پاکستان کے مستقبل کیلئے برکات اور اعزاز کی دعائیں کیں۔ ہم پاکستان کے ہر فرقے کی بہبودی کیلئے کوشاں رہیں گے اور مجھے امید ہے کہ ہم میں سے ہر ایک خدمت عوام الناس کے جذبے سے معمور ہو گا۔ ہر ایک باہمی تعاون پر آمادہ ہو گا۔ ہر ایک سیاسی اور تمدنی بلوغیت کا مظہر ہو گا۔ یہی ایک عظیم المرتبت قوم کی تنظیم کے اصول ہیں۔ میں آپ کا اور لیڈی ماؤنٹ بیٹن کا شکر گزار ہوں ہم ایک دوسرے کے دوست کی حیثیت سے جدا ہو رہے ہیں۔

میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ موجودہ انگریز ملازمین اور فوجوں نے پاکستان کیلئے عارضی طور پر سہی لیکن اپنی خدمات وقف کر کے ہمارے دل میں گھر کر لیا ہے۔ ہم پاکستان کے خُدّام کی حیثیت سے ان کو خوش کر دیں گے اور ان کے ساتھ اپنے قومی بھائیوں کا سا سلوک کریں گے۔

شہنشاہ اکبر نے جو رواداری رکھی تھی وہ کوئی نئی بات نہ تھی ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ صدیاں گزریں کہ عیسائیوں اور یہودیوں کے ساتھ نہ صرف زبانی بلکہ عملی رواداری کا ان کو فتح کر لینے کے بعد بہترین نمونہ پیش کیا ہے۔ آپ نے ان کے مذہب کا پورا پورا احترام کیا۔ ایسی رواداری کے واقعات سے اسلام کی تاریخ بھری پڑی ہے۔ انہوں نے جہاں بھی حکومت کی عوام کو ہمیشہ خوش رکھا۔

آخر میں، میں پھر آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور یقین دلاتا ہوں کہ ہمارا ہمسائیوں سے بہتر اور دوستانہ تعلقات کا جذبہ کبھی کم نہ ہو گا۔ ہم ساری دنیا کے دوست رہیں گے۔"

قائد اعظمؒ کا حلف وفاداری

کراچی۔ ۱۵ اگست۔ صبح ساڑھے ۹ بجے قائد اعظمؒ نے گورنر جنرل پاکستان کے عہدے کا حلف اٹھایا لاہور ہائیکورٹ کے چیف جسٹس سر عبدالرشید نے حلف لیا۔ قائد اعظمؒ سفید شیروانی اور کالے بالوں والی ٹوپی پہنے ہوئے تھے۔ قائد اعظمؒ نے الفاظ کو نہایت پر وقار آواز میں پڑھا۔ الفاظ حسب ذیل ہیں۔

"میں محمد علی جناح قانون کے مطابق قائم ہونے والے پاکستان دستور حکومت سے سچی عقیدت اور وفاداری کا عہد مصمم کرتا ہوں اور میں عہد کرتا ہوں کہ میں پاکستان کے گورنر جنرل کی حیثیت سے شہنشاہ معظم جارج ششم اور ان کے ولی عہدوں اور جانشینوں کا وفادار رہوں گا۔"

حلف کی رسم ادا ہو جانے کے بعد گورنمنٹ ہاؤس کی عمارت پر پاکستان کے گورنر جنرل کا اور اس

کے باغ میں پاکستان کا جھنڈا لہرایا گیا۔

قائداعظمؒ کے گورنر جنرل کے عہدے کا حلف لے چکنے کے فوراً بعد ہی حکومت پاکستان کے وزیروں نے لیاقت علی خاں صاحب کی قیادت میں آ کر وزارت کے عہدے کے حلف اٹھائے۔

پاکستان کے پہلے گورنر جنرل اور پہلی وزارت کے حلف لینے کی رسم کو دیکھنے کے لئے گورنمنٹ ہاؤس کی چھت پر سات سو کے قریب آدمی جمع تھے جن میں غیر ملکی نمائندوں کے علاوہ پاکستان کی فوج اور دفاتر کے بہت سے اعلیٰ افسر بھی موجود تھے چھت کے نیچے پاکستان کی بحری فوج اور بلوچ رجمنٹ کا ایک دستہ سلامی دینے کو پہلے سے کھڑا تھا حاضرین میں سر گریفتھیا رسمتھ برطانوی ہائی کمشنر' ڈاکٹر سری۔ پرکاش ہندوستانی ہائی کمشنر۔ چینی سفیر مقیم کلکتہ ڈاکٹر لتائی۔ افواج پاکستان کے کمانڈر انچیف سر میسروی وغیرہ شامل تھے۔

قائداعظمؒ کی بلند نشست کے پہلو میں جو نشستیں تھیں ان پر قائداعظم جناحؒ اور شیخ غلام حسین بیٹھے تھے۔ جب قائداعظمؒ اپنی سفید اور سنہری وردی پہنے ہوئے باڈی گارڈ کے ساتھ بنگلہ سے چھت پر آئے تو تمام حاضرین جن میں غلام محمد' سردار عبدالرب نشتر' غضنفر علی خان اور جوگندر ناتھ منڈل بھی تھے کھڑے ہو گئے جو خوبصورت قالین پر بیٹھے ہوئے تھے۔ قائداعظمؒ کے شہ نشین پر بیٹھ جانے کے بعد پیر الٰہی بخش وزیر تعلیم نے قرآن کی چند آیتیں پڑھیں اور اس کے بعد سر عبدالرشید نے جو چیف جسٹس کا سرخ لباس پہنے ہوئے تھے جانشین ہونے پر حلف لیا اور اس کے بعد قائداعظمؒ نے سبزہ زار میں آ کر سلامی لی اور اس کے بعد ۳۱ توپوں نے سلامی اتاری اور پاکستان کا جھنڈا بلند کیا گیا۔

حلف لینے کی رسم تیس منٹ تک خاموشی سے جاری رہی اس کے بعد ۹ بجے فوٹو گرافروں نے اس خاموشی کو توڑا۔ قائداعظمؒ کے حلف لے چکنے کے بعد ہزاروں آدمیوں کے مجمع نے جو بنگلہ کے باہر کھڑے تھے۔ قائداعظمؒ زندہ باد اور پاکستان زندہ باد کے نعرے بلند کئے۔ جب قائداعظمؒ گارڈ آف آنر لے چکے تو انہوں نے اکثر مسلمانوں سے مصافحہ کیا اور مجمع کو ہاتھ ہلا ہلا کر سلام کیا اس کے بعد وہ مس فاطمہ جناحؒ کے ساتھ گورنمنٹ ہاؤس گئے' گورنمنٹ ہاؤس پر گورنر جنرل کا جو جھنڈا لگایا گیا۔ اس کا رنگ نیلا تھا اس پر ایک شیر ہے جس کے سر پر شاہی تاج ہے اور شیر کے نیچے پاکستان لکھا ہے۔

قائداعظمؒ کا نشریہ

۱۵ اگست کو گورنر جنرل پاکستان قائداعظم محمد علی جناحؒ نے پاکستان ریڈیو سے پاکستانی باشندوں کو مبارکباد دی۔ آپ کی مفصل تقریر حسب ذیل ہے۔

"میں انتہائی مسرت کے ساتھ پاکستان کے باشندوں کو مبارکباد دیتا ہوں۔ ۱۵ اگست کا دن خود مختار اور آزاد پاکستان کا پیدائشی دن ہے۔ آج کا دن مسلمانوں کی چند گزشتہ برسوں کی قربانیوں اور

جدوجہد کا نتیجہ ہے۔ اس انتہائی مسرت آگیں لمحہ میں میرے دل میں ان بہادر لوگوں کی یاد تازہ ہو رہی ہے جنہوں نے پاکستان کیلئے اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔ ۔ میں ان بہادروں کو جو زندہ ہیں اور جو ہم میں موجود نہیں ہیں ان کے پس ماندگان کو یقین دلاتا ہوں کہ پاکستان ان کا رہین منت رہے گا اور جو ہم سے ابدی جدائی اختیار کر چکے ہیں ان کو کبھی فراموش نہ کرے گا۔

قیام پاکستان نے اس ریاست کے شہریوں پر عظیم فرائض کا بوجھ ڈال دیا ہے۔ پاکستان میں ہمیں بتانا ہے کہ مختلف عناصر کے ہوتے ہوئے ہم کس طرح امن و صلح کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں اور کس طرح سب متحد ہو کر شہریوں کی بھلائی کیلئے بغیر نسل و ملت کا امتیاز کئے ہوئے جدوجہد کر سکتے ہیں۔ یہ ہمارا فرض ہے کہ گھر میں اور گھر سے باہر امن و امان برقرار رکھیں۔ ہم خود امن سے رہنا چاہتے ہیں اور اپنے قریبی ہمسائیوں سے پُرامن رہنے کے خواہش مند ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ دنیا امن و امان کی زندگی بسر کرے۔ ہم اقوام متحدہ کے چارٹر پر اعتماد رکھتے ہیں اور اقوام عالم کی فلاح و بہبود ہمارا فرض ہے۔

ہندوستان کے مسلمانوں نے دنیا پر یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ ایک متحدہ قوم ہیں اور ان کا مطالبہ حق اور انصاف پر مبنی تھا۔ ہمیں اپنے حق پسند مطالبہ کے پورا ہونے پر خدا کا شکر ادا کرنا چاہئے اور پروردگار سے دعا کرنا چاہئے کہ وہ ہمیں اپنے فرائض پورا کرنے کی توفیق دے۔ آج غلامی کا جوا اتار کر پھینک دیا گیا اور ہماری قومی زندگی کا نیا دور شروع ہو رہا ہے۔

میں پاکستان کی اقلیتوں کو یقین دلاتا ہوں کہ جب وہ پاکستان کی وفادار رہیں گی اور جب تک وہ پاکستان کے وفادار شہریوں کی حیثیت سے اپنے فرائض ادا کرتی رہیں گی ان کو ڈرنے اور خوف کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہم اپنے ملک کے ہمسایہ ممالک اور آزادی پسند قبائلیوں کو یہ یقین دلاتے ہیں کہ قیام امن کے سلسلہ میں ہم ان کے ساتھ ہر ممکن اشتراکِ عمل کریں گے۔ ہمارے دل میں یہ قطعاً خواہش نہیں ہے کہ ہم خود تو عزت سے رہیں لیکن دوسروں کو بے عزتی کی زندگی بسر کرنے دیں۔

آج رمضان المبارک کا جمعتہ الوداع ہے۔ آج کا دن ہمارے لئے ہی نہیں بلکہ ساری دنیا کے مسلمانوں کیلئے خوشی اور مسرتوں کا دن ہے۔ آیئے آج ہم ہزاروں کی تعداد میں مسجدوں میں جمع ہو کر خداوند وحدہٗ لاشریک کے سامنے سجدہ ریز ہو کر اپنے معبود کا شکریہ ادا کریں کہ محض اسی کی مدد 'مہربانی اور رہنمائی کی بدولت ہم نے اپنے عظیم ترین مقصد میں کامیابی حاصل کی۔ ہم اس سے دعا مانگیں کہ وہ ہماری دوبارہ مدد اور رہنمائی کرے تاکہ ہم پاکستان کو دنیا کی عظیم ترین سلطنتوں میں سے ایک بنا دیں اور خود کو بہترین باشندے ثابت کر دیں۔

سب سے آخر میں مجھے یہ کہنے کیلئے کہ میرے ساتھی اب یہ نہ بھولیں کہ پاکستان قدرتی لحاظ سے ایک بہت بڑا ملک ہے۔ لیکن اس کو مسلم قوم کے رہنے کے قابل ایک بہترین ملک بنانے کیلئے ہمارا فرض ہے کہ

ہم اس کی تعمیر میں اپنی طاقت کا ایک ایک حصہ صرف کر دیں۔ مجھے پورا یقین ہے کہ ہر شخص میری اس اپیل کا خلوص دل سے خیر مقدم کرے گا۔ پاکستان زندہ باد۔"

قائد اعظمؒ کی مندرجہ بالا تقریر لاہور، پشاور اور ڈھاکہ کے ریڈیو سٹیشنوں سے براڈ کاسٹ کی گئی۔

انگریز کا آخری وار

۱۷ اگست کو بنگال اور پنجاب کے حد بندی کمیشن کے ایوارڈ کا اعلان کر دیا گیا۔ کمیشن کے صدر سر سیرل ریڈ کلف تھے۔

سر سیرل ریڈ کلف نے گورنر جنرل کے سامنے جو رپورٹ پیش کی تھی اس میں وہ بیان فرماتے ہیں۔ کمیشن سے گفتگو کے دوران میں ہم منصبوں کے درمیان شدید اختلاف رائے تھا۔ چنانچہ حد بندی کے بارے میں کوئی ایسا حل نہ مل سکا جس پر یہ آپس میں رضامند ہوتے۔ بالآخر گفتگو کے اختتام پر میرے کمیشن کے تمام اراکین اس نتیجہ پر پہنچے کہ میں ہی کوئی فیصلہ کر دوں۔

پنجاب باؤنڈری کمیشن کے فیصلہ کے مطابق ملتان، راولپنڈی کے پورے ڈویژن اور لاہور ڈویژن کے اضلاع گوجرانوالہ، شیخوپورہ اور سیالکوٹ مغربی پنجاب میں شامل ہوں گے۔ جالندھر اور انبالہ کے پورے ڈویژن اور لاہور ڈویژن کا ضلع امرتسر، مشرقی پنجاب میں شامل ہوں گے۔ لاہور ڈویژن کے گورداسپور اور لاہور کے اضلاع دونوں صوبوں کے درمیان تقسیم کر دیئے گئے ہیں۔ ضلع گورداسپور میں شکر گڑھ کی تحصیل جو دریائے راوی کے مغرب میں واقع ہے۔ مغربی پنجاب میں ملا دی گئی ہے۔ پٹھان کوٹ، گورداسپور اور بٹالہ کی تحصیلیں جو دریائے راوی کے مشرق میں واقع ہیں۔ مشرقی پنجاب میں ملا دی گئی ہیں۔ ضلع لاہور میں چونیاں اور لاہور کی تحصیلیں مغربی پنجاب میں شامل کر دی گئی ہیں۔ قصور تحصیل دونوں نئے صوبوں کے مابین بانٹ دی گئی ہے جس کی حدود کا خط اس طرح کھینچا گیا ہے جس پر نہر بالائی باری دو آب تحصیل میں داخل ہوتی ہے۔ وہاں سے لیکر کھیم کرن ریلوے سٹیشن کے مغرب تک اور پھر یہاں سے مشرق کی جانب دریائے ستلج پر مستیکی دیہات تک۔

بنگال حدود بندی کمیشن کے ایوارڈ کے مطابق چٹاگانگ اور ڈھاکہ کے پورے ڈویژن مشرقی بنگال میں اور پورا بردوان ڈویژن مغربی بنگال میں شامل کر دیا گیا ہے۔ راج شاہی ڈویژن کے اضلاع رنگ پور، بوگرا، راج شاہی اور پنپانیر پریذیڈنسی ڈویژن کا ضلع کھلنا مشرقی بنگال کو دے دیئے گئے ہیں۔ ضلع کلکتہ چوبیس پرگنہ مرشد آباد (پریذیڈنسی ڈویژن) اور راج شاہی ڈویژن کا دارجلنگ مغربی بنگال میں شامل کر دیا گیا ہے۔ نادیا، جیسور، دیناج پور، جلپائی گوڑی اور مالدہ کے پانچ اضلاع دونوں نئے صوبوں کے درمیان تقسیم کر دیئے گئے ہیں۔

ضلع نادیا کے ذیل کے تھانے مشرقی بنگال میں شامل کر دیے گئے ہیں۔
کھوسہ، بھیرامار اور مہیر پور، کمار کھلی، گنگانی، میرپور، دامور مدا، کشتیا، چوڈانگا، عالم ڈانگا، جنیان نگر۔
اور دریائے ماتھابھنگا کے مغرب میں دولت پور میں پدرت کا حصہ۔ یون گنج اور گالی گھاٹا کے دو تھانوں کو چھوڑ کر جیسور کا پورا ضلع مشرقی بنگال میں شامل کر دیا گیا ہے۔
دیناج پور کے ذیل کے تھانے مغربی بنگال میں شامل کئے گئے ہیں۔
راج گنج، اٹار، بنسی ہری، کوس منڈی، تایان، گنگا امپور، قمر گنج، ہمت آباد، کالیا گنج۔
شمالی جنوبی حصہ میں ریلوے لائن کے مغرب میں بار گھاٹ کا حصہ، باقی ضلع مشرقی بنگال میں شامل کر دیا گیا ہے۔ ٹٹولیہ، پاچاگر، بوداہی گنج، پاٹ گرام کے تھانوں کو چھوڑ کر جلپائی گوڑی کا پورا ضلع مغربی بنگال میں شامل کر دیا گیا ہے۔ ضلع مالدہ میں گوستاپور، ماچول، نواب گنج، شب گنج اور بھولا گھاٹ کے تھانے مشرقی بنگال میں شامل کر دیے گئے ہیں اور ضلع کا باقی حصہ مغربی بنگال کو دیدیا گیا ہے۔
بنگال باؤنڈری کمیشن کے ایوارڈ کے مطابق پتھار کنڈی، وتا جاری، کریم گنج اور بدر پور کے چار تھانوں کے علاوہ سلہٹ کا پورا ضلع آسام سے الگ کر کے بنگال کے نئے صوبہ میں شامل کر دیا گیا ہے۔
اس کے علاوہ آسام کا کوئی اور حصہ مشرقی بنگال کو نہیں دیا گیا ہے۔
گورنر جنرل کے ۳۰ جون ۱۹۴۷ء کے اعلان کے مطابق بنگال اور پنجاب کے باؤنڈری کمیشن بٹھائے گئے تھے۔
پنجاب باؤنڈری کمیشن میں ذیل کے اراکین تھے۔
مسٹر جسٹس دین محمد، مسٹر جسٹس محمد منیر، مسٹر جسٹس مہرچند مہاجن اور مسٹر جسٹس تیجا سنگھ۔
بنگال باؤنڈری کمیشن میں ذیل کے اراکین تھے۔
مسٹر جسٹس بی کے مکرجی، مسٹر جسٹس سی سی بسواس، مسٹر جسٹس ابو صالح محمد اکرم، مسٹر جسٹس رحمٰن۔
اس باؤنڈری کمیشن کے ذمہ یہ کام تھا کہ آسام، سلہٹ اور آس پاس کے اضلاع جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہوگی حدود مقرر کرے۔ ریفرنڈم کے بعد سلہٹ نے مشرقی بنگال میں شامل ہونے کا فیصلہ کیا۔
ان دونوں کمشنوں کے صدر سر ریڈ کلف مقرر کئے گئے تھے۔

پاکستان زندہ باد

آخر کار اس مرد مجاہد کی شبانہ روز کوششیں بار آور ہوئیں اور دنیا کے نقشہ پر ایک اور اسلامی سلطنت (پاکستان) کا اضافہ ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ اس سلطنت دولت خداداد جمہوریہ پاکستان کو ایک ایسی سلطنت

ثابت کرے جس میں عہد خلافت راشدہ کی سی خوبیاں ہوں، جس میں شیر بکری ایک گھاٹ پانی پی سکیں، جس میں اسلامی جمہوریت و مساوات ہو، جس میں ایک بڑھیا قائداعظمؒ کا دامن پکڑ سکے، جس میں غربت و امارت کی لعنت نظر نہ آئے، جس کے قوانین جمہوری اور اسلامی ہوں، جس کے باشندے خوشحال ہوں، جس میں اقلیتیں اپنے آپ کو مامون سمجھیں۔

قائداعظمؒ زندہ باد۔ پاکستان زندہ باد۔

○

محسنِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم
اور
رضی اللہ تعالیٰ عنہم
محسنین

قائد اعظمؒ کے کردار کی خوبیاں، ان کی راست روی، ان کا ناقابلِ شکست کھرا پن۔ ان کی انتہا درجے کی دیانتداری اور کسی بھی صورت بدعنوانیوں کو برداشت نہ کرنے کی جرأت، ہمت اور حوصلہ۔ یہ سب کچھ جناب ایم اے ایچ اصفہانی نے اپنی کتاب "قائد اعظم جناحؒ ۔ جیسا میں انہیں جانتا ہوں" میں ان واقعات اور یادداشتوں کے حوالے سے بیان کر دیا ہے۔ جو قائد اعظمؒ کی رفاقت میں ان کی زندگی کا قابل قدر اثاثہ رہیں۔

مرحوم حسن اصفہانی نے اس کتاب کے ذریعے جو مواد دنیا کے سامنے پیش کیا ہے، بے پایاں اور معرکے ہی کا نہیں، بلکہ یادگار اور عظیم الشان ہے، جس سے بانیٔ پاکستان حضرت قائد اعظمؒ کی شخصیت، مطالبۂ پاکستان کا ارتقاء اور قیام پاکستان کے لئے قائد اعظمؒ کی کوششیں ایک نئے انداز میں سامنے آتی ہیں اور اس دور کی بعض شخصیتوں اور واقعات کی اصلیت بے نقاب ہوتی ہے۔

قیمت : ۱۲۵ روپے

شبستان سینما ـــــ ایبٹ روڈ ـــــ لاہور

مصنف : ڈبلیو۔ جی۔ آسبرن　　ترجمہ : نواب ذوالفقار علی خان

کیپٹن ڈبلیو۔ جی۔ آسبرن ہندوستان کے گورنر جنرل (۱۸۳۶ء تا ۱۸۴۲ء) لارڈ آک لینڈ کے ملٹری سیکرٹری تھے۔ اس وقت ہندوستان میں اگرچہ انگریز کا راج تھا لیکن پنجاب میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کا طوطی بولتا تھا۔ لیکن گرد و نواح کے پیچیدہ سیاسی معاملات مثلاً ایران کی ہرات پر کوششیں، دوست محمد خاں والئ افغانستان کی مذبذب حالت اور روسیوں کے خیالات و ارادوں کے پیش نظر ہندوستان کے اس انگریز گورنر جنرل نے ایک سفارتی مشن پنجاب میں بھیجا جس میں گورنر جنرل کے ملٹری سیکرٹری ڈبلیو جی آسبرن بھی تھے۔ ۱۹ مئی ۱۸۳۸ء کو یہ قافلہ روپڑ پہنچتا ہے۔ اسی روز سے آسبرن کا روزنامچہ شروع ہو جاتا ہے اور جو مہاراجہ رنجیت سنگھ کی موت تک جاری رہتا ہے

اسی کا نام ہے　"رنجیت سنگھ کا دربار"

رنجیت سنگھ اور اس کے دربار، اس کا طریق حکومت، اس کی زنانہ فوج، جنگ و جدل اور حسن و طرب میں ڈوبی ہوئی اس کی کتاب زندگی کے اوراق، اس عہد کے خارجہ اور داخلہ معاملات، لا اینڈ آرڈر کی صورت حال، اس دور کے پنجاب، اور پھر رنجیت سنگھ کی موت اور اس کے نتیجے میں رونما ہونے والی آویزشوں کا آنکھوں دیکھا حال ——— یہ سب کچھ ہی نہیں بلکہ اس سے بھی بڑھ کر اور بہت کچھ آپ کو "رنجیت سنگھ کا دربار" میں ملے گا۔

قیمت : پچاس روپے

شبستان سینما ——— ایبٹ روڈ ——— لاہور

بے شک آنے والا وقت تمہارے لئے بہتر ہے اس وقت سے جو گزر چکا
اور بے شک تمہارا رب ایسی نعمتوں سے تم کو نوازے گا جو تم کو خوش کر دینگی۔
یہ الفاظ مبارکہ جو اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب
فرمائے، تمام سچے مسلمانوں کیلئے طمانیت کا پہلو رکھتے ہیں۔
آیئے ہم اللہ تعالےٰ کے حضور میں سر جھکا کر ان رحمتوں کا شکر
بجالائیں جو امتِ مسلمہ پر ابتک پہلے ہوتی رہیں اور عہد کریں کہ
آئندہ اور زیادہ عنایات کا مستحق بننے کی کوشش کرینگے۔
ایک فریضہ جو ہم پر عائد ہوتا ہے، نظام اسلام کی تعمیر ہے۔
جو بفضلہٖ تعالیٰ پاکستان میں شکل پذیر ہو رہا ہے۔
نیشنل بینک اس مبارک مہم میں حسبِ توفیق شریک رہے گا۔
نیشنل بینک آف پاکستان
قومی ترقی قومی بینک
United
PID-1-19/85